وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحديث)

مجموعہ کتب

حیات انبیاء علیہم السلام

۸



مکتبہ سراجیہ لنشر الکتب الاسلامیہ
حضوری باغ روڈ ، ملتان فون : 061-4783486

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ (القرآن)

الأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ (الحديث)

مجموعۂ کُتب

حیاتُ الانبیاء علیہم السلام

٨

۶۰ صِراطُ المُنعَمِینَ فِی حَیَاۃِ الاَنبِیَاءِ وَالمُرسَلِینَ

المعروف تحقیق عقیدہ

حیاتِ انبیاء علیہم السلام

(جلد اوّل)

مکتبہ رحمانیہ لنشر الکتب الاسلامیہ

حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب : مجموعہ کتب حیات الانبیاء علیہم (جلد ہشتم)

مصنف : حضرت مولانا منیر احمد منور مدظلہ

(شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا)

صفحات : ۳۶۸

مطبع : طیب شمشاد پرنٹنگ پریس لاہور

طبع اوّل : نومبر ۲۰۲۴ء

اسٹاکسٹ : ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان

0322-6180738

ناشر : مکتبہ سراجیہ لنشر الکتب الاسلامیہ

حضوری باغ روڈ ملتان

0303-7396203 0301-7500173

0344-7121967 0301-7904257

اجمالی فہرست

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَآءُ أَحْيَآءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

صِرَاطُ الْمُنْعَمِيْنَ فِي حَيَاةِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ

المعروف

تحقیق عقیدہ

حیاتِ انبیاء علیہم السلام

(جلد اوّل)

تالیف:

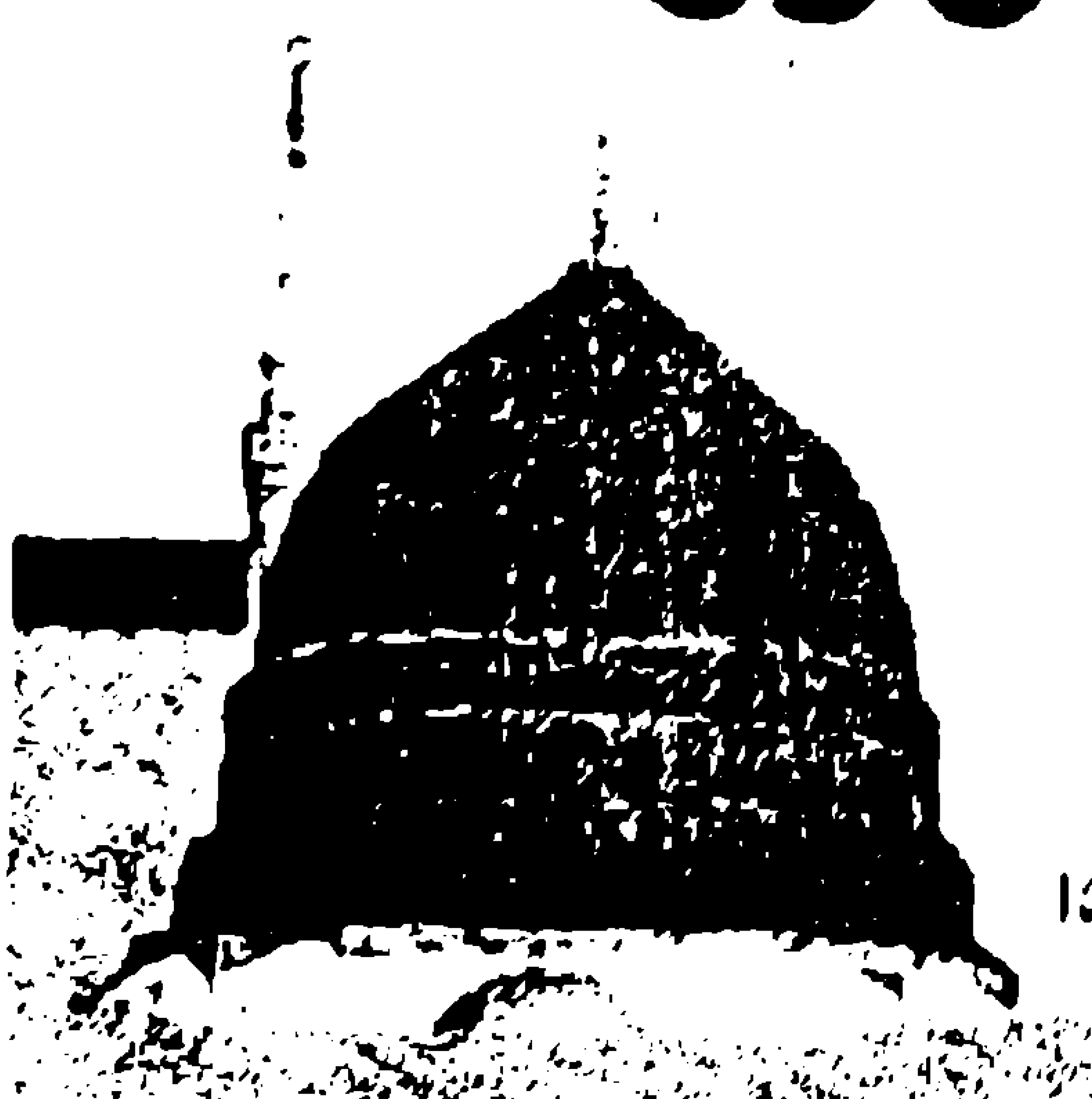
حضرت مولانا منیر احمد منور مدظلہ
شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا

الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون (الحديث)

صراط المنعمين في حياة الأنبياء والمرسلين

المعروف

تحقیق عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام



جلد اول

تالیف

حضرت اقدس مولانا منیر احمد منور صاحب مدظلہ
شیخ الحدیث جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا

0300-7301239

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفِ چند)

حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب مدظلہم

جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا کے شیخ الحدیث، عالم ربانی، مناظر اسلام حضرت مولانا منیر احمد منور مدظلہم نے "صراط المنعمین فی حیات الانبیاء والمرسلین المعروف عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام" کے نام سے دو جلدوں میں کتاب لکھی۔ گزشتہ نصف صدی سے ہمارے اس خطہ پاک و ہند میں اس عنوان پر جتنی کتابیں لکھی گئیں، ان سب کتب کا خلاصہ عطر، نچوڑ اور مزید بہت کچھ اس عظیم وضخیم کتاب میں آ گیا ہے۔ اس مجموعہ میں اس کتاب کی دونوں جلدوں کو شامل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ الذی ترحم وجعل صراط المنعمین ھدایۃ للطالبین. والصلوۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین ورحمۃ للعالمین اجمعین!

چند سال قبل محترم و مکرم پیر عارف شاہ صاحب مہاجر مدینہ منورہ پاکستان تشریف لائے ہوئے تھے، ملاقات کے دوران انہوں نے حیات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر لکھنے کا حکم فرمایا، میں سوچتا رہا کہ قائد اہل سنت مولانا سرفراز خاں صفدر رحمہ اللہ اور غزالی ورازی دوراں ڈاکٹر علامہ خالد محمود رحمہ اللہ کی اس موضوع پر محقق و مدلل تصانیف اور دور حاضر کے نانوتوی مولانا محمد امین صفدر رحمہ اللہ کے وقیع مضامین کے بعد کیا ضرورت ہے اور کیا گنجائش ہے میرے جیسے کم علم کو اس موضوع پر کچھ لکھنے کی، تاہم جناب شاہ صاحب کے فرمان کے بعد دونوں طرف کی کتب جس قدر میسر ہوئیں اُن کا مطالعہ کیا تو حقیقت یہ سامنے آئی کہ ہمارے اِن مقتدیٰ علماء حضرات نے اِس موضوع پر کتاب وسنت سے جو مضبوط دلائل پیش کیے ہیں ان کا منکرین حیات کے پاس نہ جواب ہے اور نہ ہی کتاب وسنت سے ان کے عقائد پر دلائل ہیں، البتہ چند الفاظ کے معنی بگاڑ کر اُن کی آڑ میں کچھ شکوک وشبہات پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے، اگرچہ علامہ خالد محمود رحمہ اللہ نے مقام حیات کے جدید اضافہ شدہ ایڈیشن میں اور مولانا محمد امین صفدر رحمہ اللہ نے اپنے مطبوعہ مضامین میں ان کے جوابات دیئے ہیں، لیکن خیال آیا کہ ان جوابات کو عام فہم اور سہل ترین انداز میں مزید مدلل کیا جائے اور جو شبہات ابھی تشنہ جواب ہیں ان کے جوابات بھی تحریر کر دیئے جائیں۔

چند اہم نکات

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند اہم اور ضروری نکات قارئین کی خدمت میں اجمالی طور پر پیش کر دیئے جائیں تاکہ ان سے کچھ مغالطے بھی دور ہو جائیں اور کتاب میں ان کی تفصیل کا سمجھنا بھی آسان ہو جائے:

۱...... برزخ یا عالم برزخ علیین (جو ساتویں آسمان کے اوپر ہے) اور سجین (جو ساتویں زمین کے نیچے ہے) میں بند نہیں، بلکہ ارضی قبر سے لے کر علیین وسجین تک ہر جگہ اور ہر زمانہ برزخ ہے۔

۲...... ارضی قبر جسد عنصری کے لئے حقیقی وشرعی قبر ہے، البتہ روح کے لئے مجازی قبر ہے، اور جو علماء جسم سے روح کے جدا ہونے کو روح کے لئے مجازاً موت قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک روح کے لئے حقیقی قبر روح کی جائے قرار ہے۔

۳...... ارضی قبر چونکہ برزخ کا حصہ ہے اس لیے اسی ارضی قبر کو برزخی قبر بھی کہا جاتا ہے۔

۴...... بعض علماء نے کہا ہے کہ قبر عالم برزخ کا نام ہے، کیونکہ بعض مُردوں کو دفن نہیں کیا جاتا، جیسے کسی کو بکس کے اندر رکھ دیا جائے یا درخت کے ساتھ لٹکا دیا جائے یا جلا دیا جائے یا چرند پرند اور مچھلیاں کھا جائیں تو ان کی قبر حفرہ میں نہیں، لیکن جسم یا اجزائے جسم جس جگہ ہوں اور جس شکل میں ہوں وہی جگہ اُس میت کی قبر ہے، اس لیے اکابرین نے قبر کی تعریف عالم برزخ کے ساتھ کی ہے تاکہ یہ عام تعبیر سب قبور کو شامل ہو جائے خواہ حفرہ ہو یا اس

کے علاوہ ہو۔ اسی لیے محققین قبر کی تعریف کرتے ہیں کل مقر الجسم فھو قبرہ ہر وہ جگہ جو جسم کی جائے قرار ہے وہی اس کی قبر ہے۔

۵...... حفرہ قبر نہیں، اور حفرہ ہی قبر نہیں، میں فرق ہے، پہلے جملہ میں حفرہ کے قبر ہونے کی نفی ہے جو صحیح نہیں، اور حفرہ ہی قبر نہیں کا مطلب یہ ہے کہ حفرہ بھی قبر ہے اور غیر حفرہ جس جگہ میت کا جسم یا اس کے اجزاء ہیں وہ بھی قبر ہے۔

۶...... چونکہ ارضی قبر میں جسد عنصری کے اندر جو حیات ہے یہ زیرِ پردہ مخفی حیات ہے، نیز عالم برزخ میں ہے اس لیے اس کو حیات برزخی بھی کہا جاتا ہے۔

۷...... ارضی قبر کے اندر جسد عنصری میں جو حیات ہے اسی کا نام حیات روحانی ہے، کیونکہ عالم برزخ میں روحانیت غالب ہوتی ہے، نیز امور برزخیہ روح پر اصالۃً اور جسم عنصری پر تبعاً جاری ہوتے ہیں، پس روحانیت کے غلبہ اور اصلیت کی وجہ سے اس حیات کو حیات روحانی بھی کہا جاتا ہے، جیسا کہ دنیا میں جسمانیت غالب ہوتی ہے اور امور دنیا اصالۃً جسم پر اور تبعاً روح پر جاری ہوتے ہیں، تو اس غلبیت اور اصلیت کی وجہ سے دنیا والی حیات کو جسمانی حیات کہا جاتا ہے۔لیکن عالم برزخ میں محل حیات چونکہ جسم عنصری ہوتا ہے اس لیے اس حیات کو حیات جسمانی بھی کہہ دیا جاتا ہے۔

۸...... موت کے وقت سے قیامت اور آخرت کا آغاز ہو جاتا ہے، اس لیے موت کو قیامت صغریٰ کہا جاتا ہے، اسی لیے موت کے بعد جسد عنصری کی حیات کو حیات اُخروی بھی کہا جاتا ہے۔ نیز جیسے قیامت کے دن کی حیات غیر تکلیفی ہے اسی طرح موت کے بعد والی حیات بھی غیر تکلیفی ہے، نیز جیسے آخرت دار الجزاء ہے قبر بھی چھوٹا دار الجزاء ہے، ان وجوہ کی بناء پر بھی قبر والی حیات عنصری کو حیات اُخروی کہا جاتا ہے۔

۹...... جسد عنصری کی قبر والی مخفی حیات کو دنیاوی حیات بھی کہا جاتا ہے، ایک اس وجہ سے کہ محل حیات دنیا والا جسم ہے، نیز اس وجہ سے بھی کہ عالم برزخ من وجہ عالم دنیا کا حصہ ہے، حیات دنیاوی کا یہ مطلب نہیں کہ عالم دنیا والی محسوس تکلیفی زندگی دوبارہ عالم دنیا میں حاصل ہوگئی ہے۔

۱۰...... ہمارے بعض اکابر نے بعد الوفات دنیاوی زندگی کی جو نفی کی ہے اُس میں دنیا کی ظاہری محسوس زندگی کی نفی ہے، اس سے جسد عنصری کی مخفی برزخی زندگی کی نفی نہیں ہوتی۔

۱۱...... اگرچہ جسد عنصری ارضی قبر میں ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ میت کی روح کو علیین یا سجین میں روک لیتا ہے لیکن روح کا بدن عنصری یا بدن عنصری کے اجزاء کے ساتھ غیر معلوم الکیفیت معنوی تعلق واتصال ہوتا ہے، اس تعلق کی وجہ سے جسد عنصری میں حیات پیدا ہو جاتی ہے جیسے سورج زمین سے بہت دور ہے لیکن زمین کے ساتھ تعلق کی وجہ سے اُس کے اثرات زمین پر مرتب ہوتے ہیں۔

۱۲...... بعض اکابرین نے عالم برزخ میں جسد عنصری کے ساتھ روح کے تعلق کی نفی کی ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ روح کا جسد عنصری کے ساتھ دنیا والا تعلق نہیں ہوتا، جس سے جسد عنصری میں محسوس زندگی اور اس کے ظاہری آثار و دنیاوی خواہشات پیدا ہوتی ہیں، اس سے عالم برزخ کے برزخی تعلق کی نفی نہیں ہوتی جس سے جسد عنصری میں مخفی برزخی زندگی پیدا ہوتی ہے۔

۱۳...... حیات قبر کے جتنے دلائل ہیں وہ سب روح و جسد عنصری کے درمیان تعلق کے دلائل ہیں، اس تعلق کے لئے الگ دلائل کی ضرورت نہیں، کیونکہ جسد عنصری میں حیات اسی تعلق کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، بلکہ بعض محققین فرماتے ہیں کہ حیات اِسی تعلق کا نام ہے، نیز عذاب قبر کے جتنے دلائل ہیں وہ بھی حیات قبر اور روح و جسد عنصر کے درمیان تعلق کے دلائل ہیں کیونکہ عذاب قبر موقوف ہے حیات قبر پر، اور حیات قبر موقوف ہے روح و جسد کے درمیان تعلق پر۔

۱۴...... جن مُردوں کو دفن نہیں کیا جاتا یا اُن کو جلا دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے روح کا اُن کے اجساد عنصریہ کے ساتھ یا اُن کے اجزاء کے ساتھ تعلق وحیات پیدا کر کے اُن کو بھی اُسی جگہ عذاب یا ثواب دیتے ہیں اور وہی جگہ اُن کی قبر ہے۔

۱۵...... جسد عنصری قبر کے اندر عالم دنیا والی زندگی کے اعتبار سے مردہ ہے اور باطنی مخفی برزخی زندگی کے اعتبار سے زندہ ہے۔

۱۶...... ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں عالم دنیا میں، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم محسوس زندگی کے ساتھ زندہ نہیں، اور زندہ ہیں عالم برزخ میں، وہاں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ نہیں۔

۱۷...... محسوس دنیاوی زندگی کے لوازم ہیں حیات کے ظاہری آثار نبض وغیرہ، خورد ونوش اور دنیاوی خواہشات اور مکلف ہونا، قبر کی دنیاوی برزخی مخفی زندگی کے یہ لوازم نہیں، اس لیے اذا ثبت الشیء ثبت بلوازمہ کے قاعدہ سے یہ کہنا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں تو نماز کیوں نہیں پڑھاتے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کیوں نہیں لیتے تھے؟ وغیرہ باتیں کرنا جہالت وحماقت ہے۔

۱۸...... موت عالم دنیا کے اعتبار سے امر ممتد ہے یعنی موت کے وقت سے لے کر قیامت تک جسد عنصری عالم دنیا کی محسوس تکلیفی زندگی کے اعتبار سے میت ہے، لیکن عالم برزخ کے لحاظ سے امر غیر ممتد ہے، یعنی موت کا وعدہ پورا ہونے کے کچھ لمحوں بعد روح کا جسد عنصری کے ساتھ تعلق قائم ہو جاتا ہے جس سے میت میں ادراک وشعور اور بقدر احساس حیات پیدا ہو جاتی ہے، قرآنِ کریم میں ہے کل نفس ذائقۃ الموت، اور کسی چیز کے چکھنے پر زیادہ دیر نہیں لگتی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جسد عنصری کے ظاہر و باطن سے تعلق کا منقطع ہونا اور موت کا وقوع اتنا قلیل وقت کے لئے ہوتا ہے کہ اس کو ذائقۃ الموت کہا گیا ہے اور نیلوی صاحب نے ندائے حق کے متعدد مقامات میں لکھا ہے کہ موت کا معنی ہے الانتقال من دار الی دار یعنی عالم دنیا سے عالم برزخ کی طرف منتقل ہونا، اور اس منتقل ہونے پر کوئی دیر نہیں لگتی اور حدیث میں ہے کہ رونے پیٹنے چیخنے چلانے سے میت کو اذیت پہنچتی ہے، اور رونا چیخنا چلانا موت کے وقت سے ہی شروع ہو جاتا ہے، اور تکلیف بھی اُسی وقت شروع ہو جاتی ہے، یہ تب ہو سکتا ہے جب اُس میں حیات ہو۔ نیز حدیث میں ہے میت غسل اور کفن دینے والے کو، اٹھانے والے کو پہچانتی ہے، اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ میت نیک ہو تو کہتی ہے قدمونی، کافر ہو یا بدکار ہو تو وہ گھبرا کر کہتی ہے ہائے ہائے! مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ معلوم ہوا کہ دفن سے پہلے بقدر ادراک وشعور عام اُموات میں بھی حیات پیدا ہو جاتی ہے۔

۱۹...... میت میں غسل وغیرہ سے پہلے مخفی برزخی زندگی پیدا ہو جاتی ہے اس کے باوجود چونکہ دنیا کی محسوس زندگی کے لحاظ سے وہ مردہ ہے اس لیے دنیاوی موت کے احکام غسل، کفن وغیرہ میت پر جاری ہوتے ہیں۔

۲۰...... اگرچہ دفن کرنے سے پہلے میت میں مخفی حیات پیدا ہو جاتی ہے لیکن قبر میں دفن کرنا زندہ درگور کرنا نہیں ہے، کیونکہ دنیا والی محسوس زندگی ہو پھر اُس کو دفن کیا جائے تو یہ زندہ درگور کرنا ہے جو حرام ہے، اور جب دنیاوی موت کے ساتھ دنیا والی محسوس زندگی ختم ہو جائے اور باطن میں مخفی برزخی زندگی پیدا ہو جائے تو دنیا والی موت کی وجہ سے میت کو قبر میں اتارنا زندہ درگور کرنا نہیں، بلکہ میت کے جسد کو درندوں وغیرہ کی چیرا پھاڑی کی بے اکرامی سے بچانے کے لئے اُس کو دفن کرنا فرض ہے۔

۲۱...... ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر دو اعلان کیے: (۱) اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں نہیں چکھائے گا، ایک دنیا والی موت جو آ چکی ہے، پھر دوسری موت آپ پر قبر میں آئے ایسا نہیں ہوگا، بلکہ دنیا والی موت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائمی حیات کے ساتھ قبر میں زندہ رہیں گے اور اسی حیات کے ساتھ قبر سے اٹھیں گے۔ (۲) فان محمدا قد مات، دوسرا اعلان دنیا والی موت کے وقوع کا ہے، اور دونوں اعلانوں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا، اس کا یہ معنیٰ نہیں فان محمدا مات فی القبر۔

۲۲...... حیات انبیاء علیہم السلام بلکہ تمام اموات میں حیات بعد الوفات کا معنیٰ ہے روح اور جسد عنصری کے تعلق سے جسد عنصری یا جسد عنصری کے اجزاء میں ادراک وشعور اور احساس پیدا ہونا، جس کے درجات مختلف ہیں، سب سے اعلیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہے، اور حیات انبیاء کا یہ معنیٰ کہ ادراک وشعور اور احساس کے بغیر قبر میں جسد عنصری کا محفوظ ہونا سوائے جدید وقدیم معتزلہ کے کسی نے نہیں کیا، اور نہ ہی حیات کا یہ معنیٰ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

۲۳...... شہداء کی ارواح سبز رنگ کے پرندوں جیسی سواریوں میں سوار ہو کر جنت کی سیر کرتی ہیں اور ان کو جنت میں راحت وفرحت اور نعمتوں کی لذت حاصل ہوتی ہے، اور یہ یاد رہے کہ ارواحِ شہداء کے جنت میں استقرار کے باوجود اُن کا شہداء کے اجساد عنصریہ کے ساتھ غیر معلوم الکیفیۃ معنوی تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے اجساد عنصریہ میں عام مؤمنین سے شہداء میں قوی حیات پیدا ہو جاتی ہے، اور روح کو جو راحت وفرحت اور لذت حاصل ہوتی ہے وہی اجساد عنصریہ کو بھی حاصل ہوتی ہے۔

۲۴...... سب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام خصوصاً سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجساد مبارکہ الآن کما کان محفوظ ہیں، یعنی جو دفن کے وقت اُن کی کیفیت تھی اب تک وہی ہے، اُس وقت جسم مبارک تر وتازہ تھا اب بھی تر وتازہ ہے، اُس وقت بھی مخفی حیات کے ساتھ زندہ تھا اب بھی اسی طرح زندہ ہے، اُس وقت بھی حیات کامل واکمل تھی اب بھی حیات کامل واکمل ہے، اُس وقت بھی علم وعقل کامل تھا اب بھی علم وعقل کامل ہے۔

۲۵...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موت تک عبادت کے مکلف تھے، موت کے بعد عبادت تکلیفی منقطع ہو گئی لیکن عبادت لذت وفرحت برائے تلذذ شروع ہو گئی، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں۔

۲۶...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا والی موت پر اتفاق ہے، البتہ موت کی کیفیت کے بارے میں دو قول ہیں، حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمہ اللہ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی موت کی کیفیت استتار حیات ہے، یعنی اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات محسوس تھی، ظاہری آثار

زیرِ شعور محسوس تھے اور خورد و نوش وغیرہ خواہشات کے ساتھ معمور تھی اور اس کا پھیلاؤ تھا، لیکن بوقتِ موت اللہ تعالیٰ نے اس حیات کو منقطع کرنے کے بجائے باطن میں سمیٹ کر چھپا دیا اور اس کے ظاہری آثار بھی ختم کر دیئے۔ جب کہ جمہور علماء کے نزدیک آپ ﷺ کی موت انقطاعِ حیات کے ساتھ واقع ہوئی لیکن وعدۂ موت پورا ہونے کے بعد پہلے سے بھی زیادہ قوی مخفی حیات باطن میں پیدا کر دی گئی جو دائمی ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن نفخہ اولیٰ کے ساتھ غیر انبیاء پر موت طاری ہو جائے گی، اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بیہوشی طاری ہوگی، موت نہیں آئے گی، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے موت کی دونوں کیفیتوں کو اس مثال سے واضح فرمایا ہے، کہ استتارِ حیات کی مثال ہے چراغ پر سرپوش رکھ کر روشنی کو چھپا دینا، روشنی موجود رہتی ہے لیکن سرپوش کی وجہ سے چھپ جاتی ہے، مگر پہلے سے تیز ہو جاتی ہے، اسی طرح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات بھی موت کی وجہ سے باطن میں سمٹنے اور چھپنے کی صورت میں پہلے سے بھی زیادہ قوی ہو گئی، اور انقطاعِ حیات کی مثال ہے چراغ کو بجھا دینا۔ پھر دوسرے فریق میں سے بعض علماء کے نزدیک وفات کے بعد روح کا مستقر جسدِ عنصری ہے اور بعض کے نزدیک اعلیٰ علیین ہے لیکن روح کا جسدِ عنصری کے ساتھ قوی ترین تعلق ہے۔ خلاصہ یہ کہ نفسِ موت پر اتفاق ہے، لیکن کیفیتِ موت اور مستقرِ روح کے بارے میں فروعی اختلاف ہے۔

۲۷...... قائلین حیات اور منکرین حیات یعنی جدید معتزلہ کے درمیان محلِ نزاع یہ ہے کہ اول فریق ارضی قبر میں انبیاء علیہم السلام کے اجسادِ عنصریہ میں دنیاوی حیات سے بھی اقویٰ اکمل اعلیٰ حیات کے قائل ہیں، لیکن منکرین لوگ انبیاء علیہم السلام کی قبور مبارکہ میں اجسادِ عنصریہ کو محفوظ مانتے ہیں مگر اُن میں حیات اور علم و عقل و شعور نہیں مانتے، ہم نے حیاتِ قبر خصوصاً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات فی القبور کے اثبات پر اپنی کتاب میں آٹھ ابواب قائم کیے ہیں:

۱...... قرآنی دلائل، جس میں ۸۲ر آیات بمع تائیدات درج ہیں۔

۲...... احادیث مبارکہ، جس میں ۱۴۴ر احادیث درج ہیں۔

۳...... خطبۂ صدیق رضی اللہ عنہ مع تائیدات۔

۴...... عقیدہ خیر القرون، جس میں ۱۷ر اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم، ۶۵ر اقوال تابعین رحمۃ اللہ علیہم، ۲۲ر اقوال تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم درج ہیں۔

۵...... عقیدہ علمائے اُمت صدی وار، جس میں علمائے امت کے ۱۷۴۷ر اقوال درج ہیں اور اس باب کے اخیر میں طبقات کے اعتبار سے بھی ترتیب دے دی گئی ہے۔

۶...... عقیدہ اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند، جس میں علمائے دیوبند کے ۵۴۴ر اقوال درج ہیں، اس کے دو حصے ہیں، دوسرے حصے میں حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر خانہ اور ان کے تلامذہ کا عقیدہ نقل کیا گیا ہے، پہلے حصہ میں دوسرے اکابرین دیوبند کا عقیدہ نقل کیا گیا ہے۔

۷...... حیاتِ قبر اور عذابِ قبر پر اجماعِ امت۔ اس کے متعلق ۱۴۲ر عبارات درج ہیں۔

۸...... منکرین حیات کا حکم۔ اس کے متعلق ۱۱۹ر عبارات درج ہیں۔

اظہار تشکر

میں اپنے تلمیذ خاص مولانا محمد عمران سلفی صاحب استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا جن کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں صلاحیتوں سے نوازا ہے، کا شکر گزار ہوں کہ وہ اس کتاب کی تالیف میں از اول تا آخر میرے ساتھ شریک رہے ہیں اور ان کے ساتھ کتاب کی تالیف و ترتیب میں مشاورت کا سلسلہ بھی جاری رہا، بالخصوص عربی مجلات اور ویب سائٹس سے علمائے عرب کے حوالہ جات خالصتاً ان کی دریافت ہے، اللہ تعالیٰ اپنی شایانِ شان ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے علم و عمل، صحت و عمر اور مال و اولاد میں بیش از بیش برکات نصیب فرمائے۔ اسی طرح مولانا مشتاق احمد آف صوابی، قاری رسال محمد صاحب آف صوابی، مولانا دلاور صاحب آف کوہاٹ، مولانا قاری احسان اللہ صاحب آف ڈیرہ اسماعیل خان، اور کثیر التصانیف عالم باعمل مولانا امداد اللہ انور استاذ الحدیث جامعہ قاسم العلوم کا شکر گزار ہوں کہ ان حضرات نے وقتاً فوقتاً بعض اہم کتب کی فراہمی میں میرے ساتھ تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کی ان مساعی کو شرف قبولیت سے نوازے اور ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مشکوٰۃ شریف و جامع ترمذی کے شارح حضرت مولانا مفتی عبد الرشید صاحب جن کے تعاون سے اللہ تعالیٰ نے طباعت کے تمام مراحل آسان کر دیئے۔

(نوٹ) باب پنجم میں بعض حوالہ جات میں عبارتوں کا تکرار ہے، اس کو جوں کا توں باقی رکھا گیا ہے ایک اس وجہ سے کہ مشہور مقولہ ہے اذا تکرر تقرر جب بات بار بار دہرائی جائے تو دل دماغ میں پختہ ہو جاتی ہے، دوسرا اس وجہ سے کہ جب بعض اسلاف کی عبارات کا بہت سے حضرات نے اپنی کتابوں میں حوالہ ذکر کیا ہے تو ہر جگہ وہ حوالہ نقل کر دیا گیا ہے تا کہ پتا چل جائے کہ اکابرین کی اُس تحقیق کو کسی ایک آدھ شخص نے قبول نہیں کیا بلکہ بے شمار علماء نے اُس تحقیق کو قبول کیا ہے اور اس کے ساتھ اتفاق کیا ہے اور بطور دلیل اس کو نقل کیا ہے، اس لیے بعض مقامات میں اس عقیدے کی نسبت ناقل کی طرف بھی کر دی ہے۔ قارئین مطالعہ کرتے وقت مندرجہ بالا فائدہ کو ملحوظ رکھیں۔

شعبان ۱۴۴۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رب یسر واعن

مقدمۃ الکتاب ...... چند بنیادی مضامین

صراطِ مستقیم کی پہچان

سعد: مفتی صاحب! اس وقت مسلمان علماء ہوں یا غیر علماء بہت سارے فرقوں میں بٹ چکے ہیں اور ہر فرقہ کے عقائد و مسائل ایک دوسرے سے جدا ہیں اور ہر فرقہ اپنے عقائد و مسائل پر قرآن و حدیث سے دلائل بھی پیش کرتا ہے، حالانکہ قرآن، حدیث، دین، نبی، قبلہ اور خدا ایک ہے تو سب کو ایک ہونا چاہئے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی دین کے مختلف فرقوں کے اعتبار سے دین کے نقشے اور شکلیں ایک دوسرے سے اس قدر مختلف اور متضاد ہیں جیسے نور و ظلمت، رات دن اور سیاہ سفید میں تفاوت ہے۔ ایسا کیوں ہے؟

مفتی صاحب: یہ تو آپ جانتے ہیں کہ ہر فرقہ اپنے مخصوص عقائد و مسائل پر قرآن و حدیث سے استدلال کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب ایک فکرمند، فہم دین اور تلاشِ حق کا جذبہ رکھنے والا مسلمان قرآن و حدیث کو معیار بنا کر دینِ حق کی تلاش میں نکلتا ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ ہر فرقہ اپنے مخصوص عقائد و نظریات اور اپنے مخصوص مسائل پر قرآن و حدیث سے دلائل پیش کرتا ہے تو وہ اور بھی پریشان ہو جاتا ہے اور ہر باطل فرقہ یہی کچھ کر رہا ہے کہ اپنے مخصوص عقائد و مسائل کو قرآن و حدیث کے حوالہ سے پیش کرتا ہے، یعنی سب کا بورڈ اور عنوان قرآن و حدیث ہے مگر ہر ایک تشریح اپنی اپنی پسند اور خواہش کے مطابق کرتا ہے۔ جیسا کہ ہمارے ملک پاکستان کے دستور میں ہے کہ پاکستان کا سپریم لاء قرآن و سنت ہوگا لیکن ہر فرقہ کے لئے قرآن و سنت کی وہ تشریح معتبر ہوگی جو وہ فرقہ خود تشریح کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سب فرقوں کے پاس عنوان قرآن و سنت کا ہے لیکن ہر فرقہ کی تشریح جدا جدا ہے اور قرآن و سنت کی آزادانہ من پسند مختلف تشریحات ہی فرقہ واریت کا سبب ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب سب فرقے اپنے مخصوص عقائد و مسائل پر قرآن و حدیث کے دلائل پیش کرتے ہیں تو ان حالات میں صراط مستقیم اور حق کو کیسے پہچانا جائے اور حق و صداقت تک کیسے پہنچا جائے؟، اس پیچیدہ اور مشکل ترین عقدے کا حل کتاب و سنت اور سلف صالحین کی تعلیمات کی روشنی میں یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور متبعین صحابہ رضی اللہ عنہم معیار حق ہیں، کیونکہ صحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرآنی و دینی شخصیات ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جن کے لئے اپنی دائمی رضا کا سرٹیفکیٹ جاری کیا ہے: ''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ'' (مائدہ، توبہ، مجادلہ، بینہ)

اللہ تعالیٰ نے جن کے ایمان و اخلاص کا امتحان لے کر ان کو مغفرت اور اجرِ عظیم کی سند جاری کی: ''لھم مغفرۃ واجر عظیم'' (حجرات)

اللہ تعالیٰ نے جن کے لئے ایمان کو پسند کیا اور ان کے قلوب کو نورِ ایمان کے ساتھ مزین کیا: ''ولٰکن اللہ حبب الیکم الایمان'' (حجرات: ۷)

اللہ تعالیٰ نے جن کے لئے کفر و فسوق اور عصیان کو ناپسند کیا: ''وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان'' (حجرات: ۷)

اللہ تعالیٰ نے جن کو ہدایت یافتہ ہونے کی ڈگری عطا کی: ''اولئك هم الراشدون'' (حجرات: ۷)

اللہ تعالیٰ نے جن کے ساتھ جنت کا وعدہ کیا: ''وکلا وعد اللہ الحسنیٰ'' (حدید: ۱۰)

اللہ تعالیٰ نے جن کو لسانِ نبوت سے نجوم ہدایت قرار دیا، اصحابی کالنجوم'' (مشکوٰۃ ۲/ ۵۵۴)

اللہ تعالیٰ نے جن کا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چناؤ کیا: ''واختار لی اصحابی'' (جامع صغیر للسیوطی ۳۴۶۰)

اللہ تعالیٰ نے جن کے ایمان کو پوری انسانیت کے لئے نمونہ قرار دیا: ''امنوا کما امن الناس'' (بقرہ: ۱۳)

اللہ تعالیٰ نے جن کو لسانِ نبوت سے معیارِ حق اور ان کے متبعین کو مستحق جنت قرار دیا: ''مَاأنَاعَلَيْهِ وَأَصْحَابِي'' (ترمذی ۲/ ۹۳)

اس لئے جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم اور متبعین صحابہ رضی اللہ عنہم حق و باطل کے پہچاننے کے لئے کسوٹی اور معیار ہیں، ان کے ذریعے حق و باطل کو پہچانا جائے گا، جس کا طریقہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر نیچے تک دیکھا جائے گا، پس

جو عقیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقیدہ کے موافق ہو وہ حق ہے اور جو عقیدہ اس کے خلاف ہو وہ باطل ہے، اور جس عقیدہ کا سرا سلسلہ بسلسلہ تواتر کی لائن سے گزرتا ہوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچ جائے وہ حق ہے اور جس کا سرا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک نہ پہنچ پائے وہ باطل ہے۔ نیچے سے لے کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک ہر زمانہ کے اہل حق کے متواتر عقیدہ کو معیار بنایا جائے۔ پس جو عقیدہ اس متواتر عقیدہ کے موافق ہو وہ حق ہے اور جو عقیدہ اس کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔ ذیل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معیار حق ہونے کے چند دلائل ملاحظہ کیجئے:

دلیل نمبر ۱: قرآن کریم میں ہے: "امنوا کما امن الناس" (بقرہ: ۱۳) ایمان لاؤ جیسا کہ لوگ (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ایمان لائے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول کے دین و ایمان اور علم و عمل کو قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے نمونہ اور معیار بنایا ہے تو صراط مستقیم کے جاننے اور پہچاننے کے لئے اور حق و باطل کے پرکھنے اور جانچنے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسوٹی اور معیار حق ہیں۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا راستہ ہی راہ حق، راہ ہدایت اور صراط مستقیم ہے۔

دلیل نمبر ۲: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد قرآنِ کریم نے ان لوگوں کو ہدایت یافتہ قرار دیا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راستے پر چلنے والے ہیں۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس مقام اور عظمتِ شان کو واضح کرنے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب بنا کر فرمایا: "فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم به فقد اهتدوا" (سورۂ بقرہ: ۱۳۷) پس اگر وہ لوگ اس طرح ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو ہدایت پائیں گے۔

دلیل نمبر ۳: دوسرے مقام میں صرف دو جماعتوں کو اپنی پسندیدہ جماعت قرار دے کر ان کے لئے جنت اور اپنی رضا اور فوز عظیم کی بشارت سنائی ہے۔ وہ خوش نصیب دو جماعتیں یہ ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم اور متبعین صحابہ رضی اللہ عنہم۔

فرمانِ الٰہی ہے: "والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه وعدلهم جنت تجرى تحتها الانهار خلدين فيها ابداً ذلك الفوز العظيم" (توبہ: ۱۰۰) وہ لوگ جو سبقت کرنے والے ہیں یعنی انصار و مہاجرین اور جو ان کی پیروی کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے درمیان (مختلف قسم کی) نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ ہے عظیم کامیابی۔

جب اللہ تعالیٰ کے نزدیک اہل رضا، اہل جنت اور فوز عظیم کے مستحق یہی لوگ ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اہل حق، اہل ہدایت اور نور حق و نور ہدایت کی علم بردار بھی صرف اور صرف یہی دو جماعتیں ہیں یعنی صحابہ اور متبعین صحابہ، ان کا راستہ ہی راہ حق، راہ ہدایت اور صراط مستقیم ہے۔ اب اخیر تک امت میں سلسلہ حق کے چلنے اور محفوظ رہنے کی صورت یہ ہے کہ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد والے طبقہ تابعین نے صحابہ رضی اللہ عنہم کا راستہ اختیار کیا اور تبع تابعین نے تابعین کے راستہ کو اختیار کیا اسی طرح جب ہر بعد والا طبقہ اپنے سے پہلے طبقہ کے راستہ پر چلتا رہے گا تو نیچے سے لے کر اوپر تک اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے نیچے تک پورے تسلسل کے ساتھ حق کا ایک ہی سلسلہ نظر آئے گا اور امت میں اتفاق واتحاد بھی قائم رہے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد قیامت تک وہ لوگ اہل حق ہیں جو اصحاب رسول کے راستہ پر چلنے والے ہیں خواہ بلا واسطہ جیسے تابعین یا بالواسطہ جیسے تبع تابعین سے لے کر قیامت تک ہر زمانے کے اہل حق جو واسطہ در واسطہ امت کے متواتر و متوارث راستہ پر چل کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچے پھر اتباع صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطہ

سے متبع رسول بنے اور اتباع رسول کے ذریعہ متبعین خدا بنے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''من یطع الرسول فقد اطاعت اللہ'' (نساء:۸۰) جو رسول اللہ کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

دلیل نمبر ۴: سورۃ الفاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دعا سکھائی ہے: "اھدنا الصراط المستقیم" (ہمیں صراط مستقیم پر چلا) اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے، اسے معلوم تھا کہ آنے والے وقتوں میں مختلف باطل فرقے پیدا ہوں گے اور ہر فرقہ قرآن و حدیث پڑھ کر اپنی من چاہی تشریح کر کے قرآن و حدیث کی آڑ میں لوگوں کو اپنے فرقے اور اپنے مذہب کی طرف کھینچنے کی کوشش کرے گا جس کی وجہ سے حق و باطل مشتبہ اور خلط ملط ہو جائے گا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس دعا میں صراط مستقیم کی پہچان یہ نہیں بتلائی۔ صِرَاطَ القرآنِ والحدیثِ کہ صراط مستقیم قرآن و حدیث کا راستہ ہے، کیونکہ اپنی اپنی تشریح کے ساتھ قرآن و حدیث سب پیش کریں گے اور ایسا ہو رہا ہے۔ پس جو چیز سب فرقوں میں مشترک طور پر پائی جاتی ہے وہ حق کی علامت اور حق کی پہچان کیسے بن سکتی ہے۔ چونکہ فرقہ واریت اور مذہبی انتشار و افتراق کا سبب آزادانہ الگ الگ تشریحات ہیں اور صحیح تشریح اور اس کی بنیاد پر صحیح عقیدہ وہی ہے جس کے تسلسل کا سلسلہ خلف سے سلف تک اور سلف سے خلف تک پہنچتا ہو اور اس کا آخری سرا اصحاب رسول کے ساتھ جڑا اور ملا ہوا ہو، اور جس تشریح اور جس عقیدہ کا سلسلہ اصحاب رسول تک نہ پہنچے وہ تشریح اور اس کے نتیجہ میں ثابت ہونے والا عقیدہ باطل ہے، کیونکہ وہ قرآن و حدیث کی تشریح نہیں بلکہ تحریف ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی پہچان یہ بیان فرمائی ہے: "صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین" یعنی ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا، نہ کہ ان لوگوں کا راستہ جن پر غضب ہوا، اور نہ ہی ان لوگوں کا راستہ جو گمراہ ہوئے اور انعام یافتہ دو ہی جماعتیں ہیں: (۱) صحابہ، (۲) متبعین صحابہ، خواہ وہ اتباع کریں بلا واسطہ جیسے تابعین، یا بالواسطہ جیسے تابعین کے بعد والے ہر زمانے کے اہلِ حق حضرات جو واسطہ در واسطہ متبعین صحابہ ہیں۔ پس ان انعام یافتہ لوگوں کا راستہ ہی صراط مستقیم ہے اور یہی اہلِ حق ہیں اور جن لوگوں کا راستہ ان انعام یافتہ لوگوں کے راستہ سے ہٹا اور کٹا ہوا ہے اور ان سے الگ تھلگ ہے وہ قرآنِ کریم کی درجنوں آیات اور بیسیوں احادیث پیش کریں تب بھی وہ مذہب باطل ہے اور اس کے مدعی اہلِ باطل، اہلِ ضلالت، مغضوب علیہ اور ضالین ہیں، ان کا راستہ گمراہی کا راستہ ہے۔ من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین میں بھی اشارہ ہے کہ ہر نبی کے دور میں حق کی علامت تھی سلسلہ حق میں تسلسل، یعنی جو حق نبی سے شروع ہو اور وہی حق صدیقین، شہداء اور صالحین میں چلتا رہا، بلاشبہ وہی حق راستہ ہے۔

نکتہ: نحو کے اعتبار سے الصراط المستقیم مبدل منہ ہے اور صراط الذین انعمت علیھم بدل ہے، مبدل منہ بطور تمہید کے ذکر کیا جاتا ہے اور اصل مقصود بدل ہوتا ہے، اس مقام میں بھی اصل مقصود ہے۔ صراط الذین انعمت علیھم، یعنی انعام یافتہ لوگوں کا راستہ۔

دلیل نمبر ۵: حدیث پاک میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے تہتر (۷۳) فرقے بنیں گے۔ ان میں سے بہتر (۷۲) دوزخ میں جائیں گے صرف ایک فرقہ جنت میں جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ جنتی لوگ کون ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ (ترمذی ۲/۹۳)

جو میرے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے راستے پر ہوں گے۔ خواہ وہ صحابہ کے راستے پر بلاواسطہ چل رہے ہوں جیسے تابعین یا بالواسطہ جیسے تابعین کے بعد ہر زمانہ کے اہل حق۔

نکتہ: نبی کریم ﷺ کا راستہ بلاشبہ جنت کا راستہ ہے تو ما انا علیہ کے بعد واصحابی کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو معلوم تھا کہ آئندہ جا کر مختلف فرقے پیدا ہوں گے اور ہر فرقہ دعویٰ کرے گا کہ ہمارا راستہ محمدی راستہ ہے، ہمارا راستہ نبی والا راستہ ہے، اس لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ما انا علیہ واصحابی یعنی میرے راستہ کی پہچان میرے صحابہ ہیں، جو صحابہ کا راستہ ہے وہی میرا راستہ ہے۔

دلیل نمبر ۶: ایک اور حدیث میں ہے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے زمین پر ایک سیدھا اور لمبا خط کھینچا پھر اس کے دائیں بائیں چھوٹی چھوٹی ٹیڑھی لکیریں کھینچیں اور سیدھے لمبے خط کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: وان هذا صراطی مستقیما فاتبعوه'' (أنعام: ۱۵۳) بے شک یہ سیدھا راستہ ہے اس پر چلو اور ارد گرد کی چھوٹی اور ٹیڑھی لکیروں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیله'' ان چھوٹے، ٹیڑھے راستوں پر مت چلو کہ وہ تمہیں صراط مستقیم والے سیدھے راستے سے جدا کر دیں گے (مسند احمد: ۱/۴۴۲، مشکوٰۃ ۱/۳۰) رسول اللہ ﷺ نے اس عملی نقشہ کے ذریعے صراط مستقیم کے جاننے اور حق و باطل کے پہچاننے کا طریقہ سمجھایا ہے کہ صراط مستقیم اور حق کا سلسلہ سیدھا اور اتنا طویل ہے کہ نیچے سے اوپر کی طرف لے جائیں یا اوپر سے نیچے لے آئیں تو وہ واسطہ در واسطہ مختلف طبقات کے علم و عمل کی لائن سے گزرتا ہوا صحابہ رضی اللہ عنہم تک اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے آنحضرت ﷺ تک پورا سلسلہ جڑا ہوا نظر آئے گا۔ سیدھے اور لمبے خط سے اسی نکتہ کی طرف اشارہ ہے۔ جب کہ کفر و ضلالت کی راہوں کا سلسلہ نہ سیدھا ہوگا اور نہ ہی اوپر تک جائے گا بلکہ وہ درمیان میں جا کر وہاں رک جائے گا جہاں سے وہ شروع ہوا۔ بقول ڈاکٹر علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ ''حق وہ ہے جس کے حال کا رشتہ ماضی سے جڑا ہوا ہو اور جس کے حال کا رشتہ ماضی سے ہٹا اور کٹا ہوا ہو وہ حق نہیں باطل ہے۔''

دلیل نمبر ۷: ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اللهَ لَا يَجْمَعُ اُمَّتِيْ عَلٰى ضَلَالَةٍ بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔ (ترمذی ۲/۳۹، مشکوٰۃ ۱/۳۰)

نیز فرمایا: يَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ اللہ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے۔ (ایضا) نیز فرمایا کہ: مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ (ایضا) جو شخص جماعتِ حقہ سے جدا ہوا وہ جدا ہوا آگ میں۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حق و باطل کو جانا اور پہچانا جائے اجماع امت کے ذریعے۔ پس جس بات پر علماء امت کا اجماع ہو جائے وہ حق ہے اور اس کی مخالفت باطل ہے اور بعض علماء کے شاذ اقوال سے اجماع امت میں فرق نہیں آتا۔

معیار اصاغر و اکابر

دلیل نمبر ۸: حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ مالکی نے اس موضوع پر اپنی کتاب جامع بیان العلم وفضله میں تفصیل سے کلام کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابو امیہ جُمَحِی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے علامات قیامت کے بارے میں سوال کیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِهَا اَنْ يُلْتَمَسَ الْعِلْمُ عِنْدَ الْاَصَاغِرِ قیامت کی علامات میں سے ہے کہ علم اکابر کی بجائے اصاغر سے طلب کیا جائے۔ حضرت عبد اللہ بن

مبارک رحمۃ اللہ سے پوچھا گیا اصاغر کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔ اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ بِرَأْیِهِمْ فَاَمَّا صَغِیْرٌ یَرْوِیْ عَنْ کَبِیْرٍ فَلَیْسَ بِصَغِیْرٍ اصاغر سے مراد وہ لوگ ہیں جو کتاب وسنت کو اپنی رائے کے مطابق ڈھالیں۔ لیکن جو آدمی کم عمر ہو اور بات بڑوں سے نقل کرے وہ صغیر نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلْبَرَکَةُ مَعَ اَکَابِرِکُمْ برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اَلَا اِنَّ النَّاسَ لَنْ یَّزَالُوْا بِخَیْرٍ مَا اَتَاهُمُ الْعِلْمُ عَنْ اَکَابِرِهِمْ یہ بات یاد رکھو کہ جب تک علم اکابر سے نقل ہو کر آتا رہے گا لوگ خیر پر (یعنی ہدایت پر) رہیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اِنَّکُمْ لَنْ تَزَالُوْا بِخَیْرٍ مَادَامَ الْعِلْمُ فِیْ کِبَارِکُمْ فَاِذَا کَانَ الْعِلْمُ فِیْ صِغَارِکُمْ سَفَّهَ الصَّغِیْرُ الْکَبِیْرَ تم ہمیشہ خیر پر رہو گے جب تک تم اپنے اکابر کے علم پر قائم رہو گے اور جب تم اکابر کے علم وتحقیق کو چھوڑ کر اصاغر کے علم پر چلو گے تو وہ اصاغر تمہارے اکابر کو جاہل ونادان قرار دیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک اور فرمان ہے: لَایَزَالُ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَا اَتَاهُمُ الْعِلْمُ مِنْ قِبَلِ اَکَابِرِهِمْ فَاِذَا اَتَاهُمْ مِنْ قِبَلِ اَصَاغِرِهِمْ هَلَکُوْا لوگ ہمیشہ خیر (یعنی ہدایت) پر رہیں گے جب تک علم ان کے پاس اکابر سے آتا رہے گا اور جب ان کے پاس علم اصاغر سے آئے گا تو لوگ ہلاکت (یعنی گمراہی) میں پڑ جائیں گے اور علامات قیامت کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: لَعَنَ آخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا اس امت کے اخیر میں آنے والے لوگ امت کے پہلے لوگوں پر لعن طعن کریں گے۔

فائدہ: عظیم محدث وفقیہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ نے جو صغیر وکبیر کی وضاحت کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو عالم عمر کے لحاظ سے کم سن ہو لیکن وہ اسلاف واکابر پر اعتماد رکھتا ہو اور ان کے علوم کا حامل ہو، ان کے حوالہ سے عقائد ومسائل نقل کرتا ہو وہ صغیر نہیں بلکہ کبیر ہے (اور یہ بات یاد رہے کہ اصل دیوبندیت اعتماد علی السلف کا نام ہے) اس کے برعکس جو بزعم خویش اور اپنے عقیدت مندوں کے نزدیک بڑا اسکالر اور عظیم محقق ہو لیکن وہ اکابر پر بے اعتمادی کر کے ان کو جاہل اور اپنے کو عالم قرار دے، ان پر کیچڑ اچھالے، ان پر طعن وتشنیع کرے، اکابر جمہور کو زنبور کہے، ایسا زنبوری شخص باقی سب کچھ ہو سکتا ہے مگر کبیر نہیں ہو سکتا۔

دلیل نمبر ۹: مجمع الزوائد کے کتاب العلم (ج ۱ ص ۷ ۴ ۴) میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِنَّ کَلْبَةً فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ مُجِحًّا فَضَافَ اَهْلَهَا ضَیْفٌ فَقَالَتْ لَا اَنْبَحُ اللَّیْلَةَ فَعَوٰی جِرْوُهَا فِیْ بَطْنِهَا فَاُوْحِیَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنَّ مَثَلَ هٰذِهِ الْکَلْبَةِ مَثَلُ اُمَّةٍ یَّاْتُوْنَ مِنْ بَعْدِکُمْ یَسْتَعْلِیْ سُفَهَاؤُهَا عَلٰی عُلَمَائِهَا بنی اسرائیل میں ایک حاملہ کتیا تھی، اس کے مالکان کے ہاں ایک آدمی مہمان ہوا تو کتیا نے کہا میں آج رات مہمان کی وجہ سے نہیں بھونکوں گی، لیکن اس کے پیٹ میں جو بچے تھے وہ بھونکنے لگ گئے، بنی اسرائیل کے ایک آدمی کو الہام ہوا کہ تمہارے بعد ایک امت آئے گی اس کی حالت اس کتیا کے بچوں جیسی ہوگی اس طور پر کہ اس کے جاہل اور نادان لوگ علماء پر برتری ظاہر کریں گے اور ان پر غالب آنے کی کوشش کریں گے، یعنی اس امت کے اصاغر وخلف اپنے سلف پر برتری کی اور غالب آنے کی کوشش کریں گے۔ پس جو لوگ سلف پر اعتماد کرنے کی بجائے قرآن وحدیث کی آڑ میں اسلاف اور اکابر پر زبان درازی کرتے ہیں اور ان پر بے اعتمادی پیدا کرتے ہیں اور ان کے مقابلے میں اپنے آپ کو کتاب وسنت کا زیادہ ماہر قرار دیتے ہیں ان سے زیادہ قرآن فہمی کے دعویدار بنتے ہیں وہ اس حدیث کا مصداق ہیں یا نہیں؟ فیصلہ خود قارئین کریں۔

دلیل نمبر ۱۰: عبداللہ بن ابی لبید کہتے ہیں کہ ہم یزید بن ہارون کی مجلس میں تھے کہ محدث مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرنا چاہتے تھے انہوں نے ابھی اتنا ہی کہا تھا: عن ابراھیم (ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے) ایک آدمی جلدی سے بولا حَدِّثْنَا عَنْهُ علیہ السلام (ابراہیم کو چھوڑیئے، اور ہمارے سامنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حدیث بیان کیجئے)، فوراً یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بڑے سخت انداز میں تنبیہ کی اور فرمایا یَا اَحْمَقُ هٰذَا تَفْسِيرُ قَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، وَمَا تَصْنَعُ بِالْحَدِيْثِ اِذَا لَمْ تَفْهَمْ مَعْنَاهُ وَلٰكِنْ هِمَّتُكُمْ لِلسَّمَاعِ وَلَوْ كَانَتْ لِلْعِلْمِ لَنَظَرْتُمْ فِيْ كُتُبِ الْاِمَامِ وَاَقَاوِيْلِهٖ فَزَبَرَ الرَّجُلَ وَاَخْرَجَهٗ عَنْ مَجْلِسِهٖ

(مناقب امام اعظم للکردی رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۱۰۱)

اے احمق! مجتہد کا یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تفسیر ہے اور جب تم حدیث کا مفہوم و معنی نہیں سمجھو گے تو الفاظ حدیث کو سن کر کیا کرو گے۔ لیکن تمہاری نیت صرف الفاظ حدیث سننے کی ہے اور اگر تمہاری نیت طلب علم کی ہوتی تو تم امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کو دیکھتے اور ان کے اقوال پڑھتے۔ پھر اس آدمی کو ڈانٹا اور ڈانٹ کر اپنی مجلس سے نکال دیا۔

دلیل نمبر ۱۱: ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ جو جلیل القدر تابعی ہیں اور بہت بڑے محدث و فقیہ ہیں فرماتے ہیں: ''لَوْ رَاَيْتُ الصَّحَابَةَ يَتَوَضَّئُوْنَ اِلَى الْكُوْعَيْنِ لَتَوَضَّأْتُ كَذٰلِكَ وَاَنَا اَقْرَؤُهَا اِلَى الْمَرَافِقِ وَ ذٰلِكَ لِاَنَّهُمْ لَا يُتَّهَمُوْنَ فِيْ تَرْكِ السُّنَّةِ وَهُمْ اَرْبَابُ الْعِلْمِ وَاَحْرَصُ خَلْقِ اللّٰهِ عَلٰى اِتِّبَاعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَا يَظُنُّ ذٰلِكَ بِهِمْ اَحَدٌ اِلَّا ذُوْرِيْبَةٍ فِيْ دِيْنِهٖ'' (فتح العلی المالک ۱/ ۹۰۔ الجامع فی السنن للقیروانی ۱/ ۱۱۸)

اگر میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھ لوں کہ وہ وضو میں ہاتھ پہنچوں تک دھوتے ہیں تو میں بھی پہنچوں تک دھوؤں گا حالانکہ میں آیت قرآنی میں کہنیوں تک ہاتھوں کے دھونے کا حکم پڑھتا ہوں۔ یہ اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ترک سنت کے ساتھ متہم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ اہل علم ہیں اور مخلوق میں سے اتباع سنت کے زیادہ حریص ہیں۔ (پس وہ بہتر جانتے ہیں کہ کہنیوں تک کا حکم منسوخ ہے یا باقی ہے، اس بارے میں وہی زیادہ قابل اعتماد ہیں) اور ان پر قرآن کی مخالفت کا گمان وہی شخص کرے گا جس کا اپنا دین مشکوک ہے۔

دلیل نمبر ۱۲: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جَمِيْعُ مَا تَقُوْلُهُ الْاَئِمَّةُ شَرْحٌ لِلسُّنَّةِ وَجَمِيْعُ السنةِ شَرْحٌ لِلْقُرْاٰنِ وہ سب کچھ جو ائمہ کرام کہتے ہیں اور ان کے اقوال ہیں وہ سنت کی شرح ہیں اور جو کچھ سنت میں ہے وہ قرآن کی شرح ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۱ ص ۲۴۰۔ البرہان للزرکشی ج ۱ ص ۶)

دلیل نمبر ۱۳: امام الہند شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اِنَّ الْاُمَّةَ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَّعْتَمِدُوْا عَلَى السَّلَفِ فِيْ مَعْرِفَةِ الشَّرِيْعَةِ فَالتَّابِعُوْنَ اعْتَمَدُوْا عَلَى الصَّحَابَةِ وَتَبَعُ التَّابِعِيْنَ اعْتَمَدُوْا عَلَى التَّابِعِيْنَ وَهٰكَذَا فِيْ كُلِّ طَبَقَةٍ اعْتَمَدَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى مَنْ قَبْلَهُمْ وَالْعَقْلُ يَدُلُّ عَلٰى ذَالِكَ لِاَنَّ الشَّرِيْعَةَ لَا يُعْرَفُ اِلَّا بِالنَّقْلِ وَالْاِسْتِنْبَاطِ وَالنَّقْلُ لَا يَسْتَقِيْمُ اِلَّا بِاَنْ يَّاْخُذَ كُلُّ طَبَقَةٍ عَمَّنْ قَبْلَهَا بِالْاِتِّصَالِ وَلَا بُدَّ فِي الْاِسْتِنْبَاطِ اَنْ يَّعْرِفَ مَذَاهِبَ الْمُتَقَدِّمِيْنَ لِئَلَّا يَخْرُجَ مِنْ اَقْوَالِهِمْ فَيَخْرِقُ الْاِجْمَاعَ وَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ (عقد الجید ص ۳۴)

پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ لوگ شریعت کے جاننے اور پہچاننے میں سلف صالحین پر اعتماد کریں۔ پس تابعین نے صحابہ رضی اللہ عنہم پر اعتماد کیا۔ تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا۔ اسی طرح ہر زمانہ میں ہر طبقہ میں یہی صورت چلتی رہی ہے کہ ہر بعد والے طبقہ نے اپنے سے پہلے طبقہ پر اعتماد کیا اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے۔ کیونکہ شریعت کے جاننے کا طریقہ صرف اور صرف نقل صحیح اور کتاب وسنت سے صحیح استنباط ہے اور نقل صحیح کا طریقہ ایک ہی ہے کہ ہر بعد والا طبقہ اپنے سے پہلے متصل طبقہ سے علم دین حاصل کرے اور صحیح استنباط یہ ہے کہ استنباط کنندہ متقدمین حضرات کے مذاہب کو جانتا ہو، تاکہ وہ ان کے اقوال سے باہر ہو کر کوئی الگ نیا مذہب اختیار نہ کرلے کیونکہ وہ نیا مذہب اجماع کے خلاف ہوگا جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم سواد اعظم کی اتباع کرو (اور سواد اعظم کا مصداق وہ جماعت ہے جو صحابہ وتابعین کی متبع ہو)

<u>دلیل نمبر ۱۴</u>: مشہور محدث امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اِذَا تَنَازَعَ الْخَبَرَانِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُظِرَ اِلٰى مَا عَمِلَ بِهٖ اَصْحَابُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ (سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۰۴)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثوں میں (بظاہر) تضاد ہو تو دیکھا جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اصحاب رسول نے کس حدیث پر عمل کیا ہے۔ (پس وہی حدیث معمول بہ قرار پائے گی)

معمول بہ احادیث کے لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اصول

اور امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی معمول بہ اور غیر معمول بہ حدیثوں کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکابر تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال، افعال اور فتاویٰ جات کو معیار بنایا ہے، اسی لیے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تلامذہ کی کتبِ حدیث میں اور شرح معانی الآثار المعروف طحاوی شریف میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال، افعال اور فتاویٰ جات کا وسیع ذخیرہ پایا جاتا ہے۔

<u>خلاصہ</u>: جب سب فرقے قرآن وحدیث کے حوالہ سے اپنا عقیدہ پیش کرتے ہیں تو ان گھمبیر پریشان کن حالات میں حق شناسی کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہر ایک سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ ''صراط الذین انعمت علیھم'' کے مطابق اپنا عقیدہ سلف صالحین کے اقوال سے ثابت کرے۔ اگر اس کا عقیدہ جمہور سلف صالحین کے اقوال سے ثابت ہو جائے تو وہ عقیدہ حق اور سچ ہے اور جو فرقہ اور اس کا علم بردار سلف کے اقوال پیش کرنے سے راہ فرار اختیار کر کے یہ انداز اختیار کرے کہ: ''اکابر پرستی اور شخصیت پرستی چھوڑ دو، اکابر اکابر کی رٹ لگانا چھوڑ دو، ہمارے پاس رب کا قرآن ہے اور تمہارے پاس بزرگوں کی پوتھیاں (کتابیں) ہیں، جمہور کا لزنبور ہیں، آؤ قرآن وحدیث کو دیکھتے ہیں، قرآن وحدیث سے فیصلہ کرتے ہیں۔'' تو اس انداز سے سمجھ جاؤ کہ وہ قرآن حدیث کی تفسیر وتشریح کے بجائے اُن میں تحریف کر کے قرآن وحدیث کے نام پر دھوکا دینے والے لوگ ہیں اور وہ دین وایمان کے راستہ کے رہبر نہیں، رہزن ہیں۔

لیکن سلف کے اقوال پیش کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ زیر بحث عقیدہ اولاً قرآن وحدیث کے دلائل کے ساتھ ثابت کیا جائے پھر اس پر بطور تائید اکابر کے اقوال پیش کئے جائیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اکابر کے اقوال اس عقیدہ پر پیش کئے جائیں پھر بعد میں اس پر قرآن وحدیث کے دلائل پیش کئے جائیں۔ دونوں

صورتوں میں اہلِ حق اقوال سلف پیش کرنے کی پیش کش قبول کر لیں گے کہ ان کا وہ عقیدہ خود ساختہ نہیں ہوتا بلکہ توارث اور تواتر کے راستہ سے ان تک پہنچتا ہے۔ جب کہ اہل باطل دونوں صورتوں میں اقوال سلف کے پیش کرنے سے مختلف حربے استعمال کر کے راہ فرار اختیار کرتے ہیں، کیونکہ ان کا وہ عقیدہ قرآن وحدیث میں تحریف کے زیر پردہ خود ساختہ ہوتا ہے اور اس کا رشتہ اور سلسلہ ماضی سے ہٹا اور کٹا ہوا ہوتا ہے۔ میرے خیال میں دوسرا طریقہ مختصر اور شارٹ کٹ ہے، پہلے طریقہ میں تو دونوں فریق قرآن وحدیث کے دلائل میں الجھتے رہیں گے اور اقوال سلف کی روشنی میں منعم علیہ لوگوں کا راستہ جو فیصلہ کن چیز ہے اس کے پیش کرنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ اِلا یہ کہ ہر دلیل کے ساتھ اُس کی تائید میں اقوال سلف پیش کرنے کی شرط طے کی جائے۔ اس پر بطور تائید دو واقعات ملاحظہ کیجئے:

<u>واقعہ نمبر ا</u>: اہل السنۃ والجماعۃ کے مناظر محقق العصر حضرت مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنا واقعہ سنایا کہ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر میرے اور منکرین حیات النبی ﷺ کے مناظر مولوی یونس نعمانی کے درمیان نواں جنڈاں والا میں مناظرہ طے ہوا، دونوں فریق مقررہ تاریخ پر مقام مناظرہ پر پہنچ گئے، لیکن مناظرہ شروع ہونے سے پہلے موقع پر (غالباً) ڈی ایس پی صاحب پہنچ گئے اور مناظرے پر پابندی لگا دی اور دونوں مناظرین کو بلا کر پابندی کا فیصلہ سنا دیا۔ ازاں بعد ڈی ایس پی صاحب نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا مولانا! میں مناظرہ تو نہیں ہونے دوں گا لیکن مجھے تعجب ہے کہ مولانا یونس نعمانی صاحب کا کتابوں سے بھرا ہوا ڈالا سامنے کھڑا ہے لیکن آپ کی ایک کتاب بھی مجھے نظر نہیں آ رہی، یہ کیسا مناظرہ ہے؟ میں نے کہا جناب! میرے پاس بھی کتابیں ہیں، اس نے پوچھا کہاں ہیں؟ میں نے کہا وہ سامنے تانگہ کھڑا ہے اس میں بکس رکھا ہوا ہے اس میں کتابیں ہیں۔ ڈی ایس پی صاحب نے کہا پھر بھی عجیب بات لگتی ہے، کہاں کتابوں کا بھرا ہوا ڈالا، اور کہاں بکس میں رکھی ہوئی چند کتابیں۔ میں نے کہا کہ میں آپ کو بکس کی چابی دے دیتا ہوں، آپ اس میں سے جو کتاب کہیں گے میں اس سے اپنا عقیدہ دکھا دوں گا اور آپ یونس نعمانی صاحب کو بھی کہیں کہ وہ اپنے بھرے ہوئے ڈالے سے کوئی ایک کتاب پیش کرے جس میں اس کا عقیدہ لکھا ہو۔ ڈی ایس پی صاحب کو یہ بات سن کر بڑا تعجب ہوا، اس نے مجھے کہا چابی لاؤ، میں نے بکس کی چابی دے دی، ڈی ایس پی صاحب نے اپنے ایک سپاہی کو چابی دے کر کہا کہ بکس سے چار کتابیں نکال کر لے آؤ اور ساتھ ہی کہا کہ اردو والی کتابیں لے آنا، عربی، فارسی ہمیں سمجھ نہیں آئے گی۔ میں نے اپنے بکس میں اردو کی چار کتابیں اوپر رکھی ہوئی تھیں (۱) ترجمان السنۃ مؤلفہ مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۲) معارف الحدیث مؤلفہ مولانا منظور احمد نعمانی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۳) معارف القرآن مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ۔ (۴) سیرت المصطفیٰ مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ سپاہی یہ چار کتابیں لے آیا، میں ہر کتاب سے عقیدہ نکال کر ڈی ایس پی صاحب کو دکھاتا گیا اور وہ خود پڑھتا رہا۔ جب چاروں کتابوں میں اس نے عقیدہ پڑھ لیا تو یونس نعمانی صاحب کو کہا مولانا! آپ بھی اپنے ڈالے سے کوئی کتاب لا کر اس سے اپنا عقیدہ دکھائیں۔ یونس نعمانی صاحب نے جواب دیا کہ جناب! اس بات کو چھوڑ دیں جھگڑا ہو جائے گا۔ ڈی ایس پی صاحب نے کہا کہ مولانا امین صاحب کی چار کتابیں آئی ہیں اور کوئی جھگڑا نہیں ہوا، اور آپ کی ایک کتاب آ کر جھگڑا شروع کر دے گی۔ اصرار کے باوجود یونس نعمانی صاحب بھرے ہوئے ڈالے میں سے کسی ایک کتاب میں بھی اپنا عقیدہ لکھا ہوا نہ دکھا سکے۔ تو اس کے بعد ڈی ایس پی صاحب نے ایک فیصلہ لکھا کہ آج دو فریقوں کے

درمیان مناظرہ ہونا تھا لیکن حالات کی نزاکت کے پیش نظر پابندی لگا دی گئی ہے، اور اس مناظرے کی ایک عجیب بات یہ کہ جن دو فریقوں کے درمیان مناظرہ ہونا تھا ان میں سے ایک فریق ایسا ہے جس کا عقیدہ آج تک کسی کتاب میں بھی نہیں لکھا گیا (یعنی خود ساختہ نیا عقیدہ ہے) لیکن ڈی ایس پی صاحب کے بچپن کے استاد مولانا یٰسین صاحب پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے یہ تحریر سنی تو کاغذ لے کر پھاڑ دیا۔ مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ کی تجویز کے مطابق ڈی ایس پی صاحب نے مختصر اور شارٹ کٹ راستہ اختیار کیا تو چند لمحوں میں کتنا جلدی سے حق و باطل کا فیصلہ ہو گیا اور ڈی ایس پی صاحب نے دبے لفظوں میں تحریری طور پر اس کا اظہار بھی کر دیا۔

واقعہ نمبر ۲: میرے محسن و مربی سیدی و مخدومی حکیم العصر شیخ الحدیث مولانا عبد المجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رائے ونڈ کے تبلیغی اجتماع میں مولانا قاضی شمس الدین گوجرانوالہ سے میری ملاقات ہوئی، میں نے مولانا سے پوچھا حضرت! حیات انبیاء علیہم السلام پر تو امام بیہقی، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے موجود ہیں، لیکن انکار حیات پر آپ کے رسالہ مسالک العلماء سے پہلے بھی کسی نے کوئی رسالہ لکھا ہے؟ قاضی صاحب کچھ دیر خاموش رہے اور سوچتے رہے، پھر فرمایا کہ میرے رسالے سے پہلے انکار حیات پر کوئی رسالہ نہیں لکھا گیا۔

اجتہاد اور تلاش حق میں فرق

حق و باطل کے اشتباہ کی صورت میں حق شناسی کا قانون تو وہ ہے جو اوپر مذکور ہو چکا، لیکن ایک ہے مجتہد کی ترتیب اجتہاد، وہ یہ ہے کہ مجتہد اولاً مسئلہ قرآن میں تلاش کرتا ہے، ثانیاً حدیث میں، ثالثاً اجماع امت میں۔ اگر شریعت کے ان تین مآخذ سے مسئلہ حل نہ ہو تو پھر وہ قیاس کرتا ہے، یعنی منصوص شرعی احکام سے مستنبط کردہ اصولوں کے ذریعے مسئلہ حل کرتا ہے۔ چنانچہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف معلم اور قاضی بنا کر بھیجا تو پوچھا اے معاذ! آپ مسائل کیسے حل کرو گے؟، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں مسئلہ کتاب اللہ سے حل کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملا تو پھر کیا کرو گے؟، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا پھر سنت رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ حل کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر سنت رسول اللہ میں بھی نہ ملا پھر کیا کرو گے؟، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا جواب یہ تھا اجتهد رأيي میں اجتہاد (یعنی قیاس) کروں گا (ترمذی ۱/ ۲۴۷، ابوداود ۲/ ۱۴۹)، اجماع کا اس لئے ذکر نہ کیا کہ عہدِ نبوت میں اجماع کی نہ ضرورت پیش آئی اور نہ اجماع وجود میں آیا تھا، البتہ قرآن و حدیث سے اجماع کا حجتِ شرعیہ ہونا ثابت ہے، لیکن اس کی ضرورت عہدِ نبوت کے بعد پیش آئی اور اس وقت یہ وجود میں آیا، اور سب سے پہلا اجماع نبی کریم ﷺ کی عالم دنیا میں وفات پر اور قبر اطہر میں جسد اطہر کی حیات پر اور خلافتِ صدیقی پر ہوا، اور خلافتِ صدیقی کے انعقاد کے بعد سب سے پہلا اجماع منکرین ختم نبوت کے ارتداد اور ان کے ساتھ قتال پر ہوا۔ اب شرعی مآخذ چار ہو گئے، اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے اجتہاد کی ترتیب یہی بتائی ہے کہ میں اولاً مسئلہ کتاب اللہ میں تلاش کرتا ہوں، اگر کتاب اللہ سے مسئلہ حل نہ ہو تو سنت رسول اللہ سے تلاش کرتا ہوں، اور سنت رسول اللہ میں بھی مسئلہ نہ ہو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماعی قول تلاش کرتا ہوں، اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس مسئلہ کے بارے میں مختلف اقوال ہوں تو میں اس قول کو اختیار کرتا ہوں جو میرے نزدیک کتاب و سنت کے زیادہ قریب ہوتا ہے، اور اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماعی یا اختلافی قول بھی نہ ہو تو میں اجتہاد کرتا ہوں۔

حق و باطل کے اشتباہ اور فرقہ واریت کے تاریک دور میں ہمیں جس چیز کی ضرورت ہے اور جو چیز مطلوب ہے وہ ہے معرفتِ حق اور حق شناسی، اس عظیم مقصد کے لئے ہمیں: ''صراط الذین انعمت علیھم'' کے سنہری قرآنی اصول اور اس کے سچے معیار کو اپنا کر اکابر و اسلاف پر اعتماد کر کے تعلیمات سلف اور اقوال سلف کی روشنی میں حق و باطل کو پہچاننا چاہئے۔ ہمارا یہ مزاج اور یہ سوچ کہ ہم ہر فرقہ والے سے سوال کرتے ہیں کہ تمہارا یہ عقیدہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے؟ یہ قابل اصلاح ہے، کیونکہ قرآن و حدیث کے من گھڑت دلائل ہر باطل فرقے نے بنا رکھے ہیں اس سے حق و باطل کو نہیں پہچانا جا سکتا، اس لئے سوال یوں ہونا چاہئے کہ کیا تمہارا عقیدہ صحابہ کرام ﷺ، اکابرین امت اور سلفِ صالحین سے ثابت ہے؟ اور کیا جمہور اکابرین اور جمہور سلف کے اقوال سے یہ عقیدہ پیش کر سکتے ہو؟، اگر وہ جمہور سلف صالحین سے اپنا عقیدہ پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ پیش کر دیں تو یہ حق ہے، اور اگر ان کا جواب یہ ہو کہ اکابر اور اسلاف کو چھوڑو اور قرآن و حدیث کو دیکھو تو اسی سے سمجھ جاؤ کہ یہ اہلِ حق نہیں اہلِ باطل ہیں۔ ان کا عقیدہ، ان کا مذہب اور ان کی قرآن حدیث کی تشریحات بظاہر جتنی پرکشش ہوں وہ حق نہیں باطل ہیں، اور قرآن حدیث کی تشریح نہیں بلکہ تحریف ہے، اور اس پر مبنی عقیدہ بھی باطل ہے اور یہ بات واضح رہے کہ شاذ قول معتبر نہیں ہوتا اور نہ ہی مبہم قول معتبر ہوتا ہے، بلکہ معتبر ہوتا ہے جمہور کا صریح قول۔

منکرین حیات کی سلف پر بے اعتمادی

مولانا محمد امیر بندیالوی مقدمہ ندائے حق ص ۱۴ پر لکھتے ہیں ''قطعیات و یقینیات کے ہوتے ہوئے کسی سلف یا خلف، اکابر یا اصاغر، جماہیر ہوں یا مشاہیر، کا قول و فعل حجت نہیں بن سکتا۔'' اور ص ۲۸ پر لکھتے ہیں ''علمائے دیوبند کے خدام میں سے حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین و مریدین کا شیوہ یہی ہے کہ کتاب و سنت کے مقابلہ میں کسی کا قول و فعل حجت نہیں سمجھتے اور ایسی اندھی تقلید سے ہمیشہ ہمیشہ مبرا رہتے ہیں، جہاں دوسرے حضرات اکابر، سلف، جمہور کا بورڈ لگا کر عوام کالانعام کو خلاف کتاب و سنت لے جانا چاہتے ہیں وہاں یہ مخلص اور مجاہد حضرات اپنے اکابرین کے اقوال میں تاویل فرما کر کتاب و سنت کو اپنا مشعل ہدایت بناتے ہیں۔''

فائدہ: قرآن و حدیث کی نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ صراط مستقیم کو منعم علیہ شخصیات کے ذریعے، دوسرے لفظوں میں کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ کو رجال اللہ یعنی منعم علیہ شخصیات کے ذریعے جانا پہچانا اور سمجھا جائے۔ لیکن منکرین حیات النبی ﷺ (یعنی معتزلہ) کے نزدیک پہلے خود قرآن و حدیث کو اپنی عقل و فہم سے سمجھا جائے پھر اپنے فہم و سمجھ سے سمجھے ہوئے قرآن و حدیث کے مفہوم کو معیار بنا کر سلف کے اقوال کو اُس پر پرکھ کر رد و قبول کا فیصلہ کیا جائے۔ اے منکرین حیات مہربانو! یہ نظریہ قرآن و حدیث کی تعلیمات کے مطابق ہے یا اُن کے خلاف ہے؟ اور نبی کریم ﷺ نے خود فرمایا دو چیزوں کو مضبوطی سے پکڑو گے تو گمراہ نہ ہوؤ گے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ، تو کیا صراط الذین انعمت علیھم، ما انا علیہ واصحابی اور والسابقون الاولون الخ قرآن و حدیث ہے یا نہیں؟ اور یہ فرمایئے کہ قرآن و حدیث کے سمجھنے کے لئے آپ کا اپنا فہم معتبر ہے یا منعم علیہ حضرات کا؟ بالخصوص جب کہ اُن حضرات کو سورہ فاتحہ میں صراط مستقیم کی پہچان کے لئے مدار و معیار ٹھہرایا گیا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں منکرین حیات کا عقیدہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیار حق نہیں)

مولانا محمد امیر بندیالوی صاحب نے امام اہل سنت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ پر غصہ نکالتے ہوئے لکھا ہے ''موصوف کو تسکین لکھتے وقت یہ قاعدہ بھول گیا تھا کہ صحابہ کا قول وفعل حجت نہیں، تو کیا اَعرابی کا فعل شریعت میں حجت بن سکتا ہے؟، اور لطف یہ کہ واقعہ بھی خواب کا'' (مقدمہ ندائے حق ص ۱۹) ہمارا سوال یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منعم علیہ اور جنتی ہیں یا نہیں؟ اگر وہ منعم علیہ اور جنتی ہیں اور یقیناً ہیں تو از روئے قرآن وحدیث ان کی اتباع میں ہدایت اور کامیابی ہے اور ان کا راستہ ہی صراط مستقیم ہے، اور اگر وہ منعم علیہ اور جنتی نہیں ہیں تو کیا یہ عقیدہ قرآن وحدیث کے مطابق ہے یا قرآن وحدیث کے خلاف ہے، بصورت اول قرآن وحدیث کے دلائل سے ثابت کریں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منعم علیہ اور جنتی نہیں ہیں، بصورت ثانی جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق قرآن وحدیث کے خلاف یہ عقیدہ رکھے وہ اہل السنۃ والجماعۃ میں داخل ہے یا خارج؟، وہ دیوبندی ہے یا نہیں؟ منکرین حیات بھائی اِس پر ذرا غور کریں۔

منکرین حیات کا دوہرا معیار

ایک طرف تو منکرین حیات کا اصول یہ ہے کہ وہ سلف کے اقوال کو اپنے فہم کے مطابق قرآن وحدیث پر پرکھ کر ردوقبول کا فیصلہ کرتے ہیں، اگر وہ محسوس کریں کہ جماہیر ومشاہیر سلف کا کوئی قول اُن کے نظریہ کے خلاف ہے تو وہ اُس پر قرآن وحدیث کی مخالفت کا لیبل لگا کر رد کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں کرتے حتی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول وفعل کو بھی رد کر دیتے ہیں، اور دوسری طرف جہاں اُن کو سلف کے قول کو قبول کرنے میں مفاد نظر آئے تو آنکھیں بند کر کے بڑے فخر سے قبول کرتے ہیں، چنانچہ مولانا محمد حسین نیلوی ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں ''جواب یہ ہے کہ ہم مجتہد نہیں ہیں، یا یہ اجتہاد کا نہیں رکھتے، ہم تو سلف صالحین کی بات کو لے کر اُس پر کاربند ہو جاتے ہیں'' (ندائے حق جلد اول ص ۳۳)

مولانا امیر بندیالوی صاحب جس اَعرابی کے واقعہ کو بڑی حقارت کے انداز سے رد کر رہے ہیں ہم نے اِس کو چالیس کتب کے حوالے سے نقل کیا ہے، لیکن سلف صالحین کی بات کو لے کر اُس پر کاربند ہونے کے دعویداروں نے اُس پر کاربند ہونے کی بجائے اُس کو رد کر دیا ہے اور علمائے دیوبند کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیتِ موت کے بارے میں تین نظریے ہیں، ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت انقطاع حیات کے ساتھ نہیں ہوئی بلکہ استتار حیات کی صورت میں ہوئی ہے، اِس کے قائل حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہیں، دوسرا نظریہ یہ کہ موت انقطاع حیات کے ساتھ ہوئی لیکن روح مبارک جسد عنصری میں لوٹا یا گیا اور پھر جسد عنصری میں ہی برقرار ہے، تیسرا یہ کہ روح اعلیٰ علیین میں ہے لیکن روح مبارک کا جسد اقدس کے ساتھ قوی تعلق ہے، پہلے دو نظریات کے بارے میں نیلوی صاحب عنوان قائم کرتے ہیں ''دیوبند کے ٹھیکیداروں کے دو نظریے'' (ندائے حق جلد اوّل ۵۳)

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ نیلوی صاحب کی نظر میں

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں نیلوی صاحب کی جسارت ملاحظہ کیجئے: لکھتے ہیں ''حضرت

نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ آیا اسی متعارف معنی کی رو سے موت نبی کے قائل ہیں یا موت کے کوئی اور معنی لے رہے ہیں (یعنی استتار حیات)، اُس معنی کو لے کر موت کا انکار نہیں ہوسکتا تو خاتم النبیین کی بھی قادیانی تفسیر اختیار کر کے ختم نبوت کا انکار نہیں ہوسکتا، العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ ثم العیاذ، اب صاحبِ تسکین کا یہ رویہ اختیار کرنا کہ موت کے وہی متعارف معنی جو علماء نے کیے ہیں لکھ کر یہ کہہ دینا کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بھی موت کے قائل ہیں سخت دھوکا ہے جس سے عوام یہ نتیجہ اخذ کریں گے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی عقیدہ ہے جو صاحبِ تسکین کا، جیسے کوئی مسلمان خاتم النبیین کے صحیح معنی بیان کرنے کے بعد کہہ دے کہ مرزائی بھی ختم نبوت کے قائل ہیں، مگر اُس مسلمان کا یہ قول صریح اُس کی دھوکا دہی ہے، کیا اِس قول میں اور صاحبِ تسکین کے قول میں کوئی فرق ہے؟" (ندائے حق جلد اول ص ۵۷۵) اس عبارت میں نیلوی صاحب استتار حیات والے معنی کو تسلیم نہیں کرتے جو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیے ہیں، بلکہ اس کو انکار موت قرار دے رہے ہیں، تو منکرین حیات کے نزدیک حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے منکر ہوئے، اب سوال یہ ہے کہ منکرین حیات کے اِس نظریے کے مطابق حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مسلمان رہے یا نہیں؟ (نعوذ باللہ) جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وقوع موت کا انکار کفر ہے۔ کیا یہی ہے سلفِ صالحین کی بات پر کاربند ہوجانا؟

المہند علی المفند جس میں پانچویں سوال کے جواب میں واضح طور پر لکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیاوی غیر تکلیفی ہے، دنیا والی تکلیفی زندگی نہیں۔ جس پر تیئس اکابرین دیوبند کے دستخط ہیں اور ۴۲ علمائے عرب کے دستخط ہیں، مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصدیق میں لکھتے ہیں: "رأیت الاجوبة کلها فوجدتها حقة صریحة لا یحوم حول سرادقاتها شك ولا ریب وهو معتقدی و معتقد مشائخی رحمهم الله۔ میں نے تمام جوابات دیکھے ہیں پس سب کو ایسا صریح حق پایا کہ اُس کے ارد گرد شک و ریب نہیں گھوم سکتا، یہی میرا اور میرے مشائخ کا عقیدہ ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے المہند میں درج سب عقائد پڑھنے دیکھنے کے بعد دستخط کیے ہیں، لیکن نیلوی صاحب المہند میں درج عقائد کا انکار کرتے ہیں اور اپنے استاذ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں: "المہند سے استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط پیش کرنا فضول سی بات ہے، کیونکہ کسی معتمد علیہ کی تصنیف شدہ کتاب کو تقریظ کرنے والا من اولہ الی آخرہ ایک ایک حرف کر کے کوئی نہیں دیکھتا۔" (ندائے حق جلد اول ص ۵۷۱)

سوال یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ میں نے اِن سب جوابات کو دیکھا ہے، لیکن نیلوی صاحب اُن کے دیکھنے کا انکار کرتے ہیں، اگر مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سچے ہیں تو نیلوی صاحب جھوٹے ہیں اور اگر نیلوی صاحب اپنی بات میں سچے ہیں تو نیلوی صاحب اور اُن کے ہمنوا بتائیں کہ وہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کیا کہیں گے؟ بعض لوگوں کی طرف سے اکابرین دیوبند کی طرف حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کا عقیدہ منسوب کر کے ان کو منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرار دے کر بدنام کرنے کی کوشش کی گئی، ہمارے اکابرین و اسلاف دیوبند نے واضح طور پر اپنا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم تحریر کر کے اِس الزام کی تردید کی، لیکن سلفِ صالحین کی بات پر کاربند ہونے کے دعویدار مہربانوں نے اپنے اکابرین دیوبند کی بات ماننے کی بجائے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ان کی طرف منسوب کر کے مذکورہ الزام کی تائید کر دی، اس کے باوجود اپنے آپ کو اصل دیوبندی اور قائلین حیات کو بناسپتی دیوبندی لکھتے رہتے ہیں اور یوں دیوبندی علماء کو بدنام کرنے میں غیر شعوری طور پر اکابرین دیوبند کے مخالفین کے ہمنوا اور معاون بنے ہوئے ہیں۔

ہم نے اس مضمون کا آغاز کیا تھا: "اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم" سے اور اختتام کرتے ہیں اس دعا پر" ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین اٰمنو" (حشر:۱۰) اے ہمارے رب! بخش دے ہمیں اور ہمارے گزرے ہوئے مؤمن بھائیوں کو، اور نہ ڈال ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے متعلق کینہ جو اہل ایمان ہیں (خصوصاً اہل علم اور سلف صالحین کے کینہ سے ہمارا سینہ پاک اور صاف رکھ) آمین!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رَبِّ یَسِّرْ وَاَعِنْ

برزخ اور عالم برزخ کی حقیقت

سعد: مفتی صاحب! یہ فرمائیں کہ برزخ اور عالم برزخ کی حقیقت کیا ہے؟

مفتی صاحب: میرے عزیز! میں آپ کو عالم برزخ اور عالم دنیا دونوں کی حقیقت اور ان کے کچھ احوال بتاتا ہوں تاکہ بات اچھی طرح سمجھ آجائے۔

عالم دنیا: عالم دنیا کی ابتداء اس وقت ہوتی ہے جب شکم مادر میں جنین کے اندر روح ڈالی جاتی ہے اور بعض حضرات نے کہا کہ عالم دنیا کی ابتداء ولادت کے وقت سے ہوتی ہے۔ پیٹ والی حیات من وجہ عالم دنیا کا حصہ ہے اور من وجہ عالم دنیا کا حصہ نہیں ہے، اگر اسے اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ اگر کوئی عورت یا مرد حاملہ عورت کو اتنا مارے کہ اس کے پیٹ کا بچہ مرجائے تو مجرم پر ایک غلام کی قیمت کے برابر تاوان لازم ہوتا ہے۔ نیز جیسے بیمار اور مسافر کو روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے اسی طرح اگر روزہ حمل یا حاملہ کے لئے نقصان دہ ہو تو اس صورت میں حاملہ کو بھی روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے اور اگر بچہ ماں کے پیٹ میں ہو اور اس کا باپ مرجائے تو وہ بچہ اپنے باپ کا وارث ہوتا ہے، یہ تینوں احکام جو حمل کی وجہ سے لاگو ہوئے ہیں اصل کے اعتبار سے دنیوی زندگی کے احکام ہیں ان احکام کے لحاظ سے بچہ کی حمل والی حیات من وجہ عالم دنیا کا حصہ ہے، اور چونکہ حمل والی حیات پیٹ میں مخفی ہے جب کہ دنیوی زندگی کھلی اور مشاہداتی ہوتی ہے اس کے خواص گرمی سردی، بھوک پیاس، بول و براز وغیرہ بھی حمل میں نہیں پائے جاتے، دنیا کے عرف میں بھی آدمی کی وہی زندگی شمار کی جاتی ہے جو ولادت کے وقت سے شروع ہوتی ہے، ولادت اور وفات کے سنین کے اعتبار سے عمر لکھی جاتی ہے، اس لحاظ سے دیکھا جائے تو حمل والی حیات عالم دنیا کی دنیوی زندگی کا حصہ نہیں ہے۔ پس حمل والی حیات نہ پورے طور پر عالم دنیا کا حصہ ہے اور نہ پورے طور پر اس کے حصہ ہونے کی نفی ہے بلکہ من وجہ عالم دنیا کا حصہ ہے اور من وجہ حصہ نہیں ہے۔

خلاصہ: یہ کہ ہر آدمی کے عالم دنیا کی ابتدا حمل میں نفخ روح سے یا ولادت کے وقت سے ہوتی ہے، اور اس کی انتہا موت کا وقت ہے، اس اعتبار سے ہر آدمی کا عالم دنیا جدا جدا ہے، یعنی ہر آدمی کی جتنی دنیا والی زندگی ہے وہی اس کا عالم دنیا ہے، موت آتے ہی اس کا عالم دنیا ختم ہوگیا۔ عالم دنیا کو اس وجہ سے عالم دنیا کہا جاتا ہے کہ دنیا عربی لفظ ہے جو دُنُوٌّ سے بنایا گیا ہے، اور دنو کا معنی قریب ہونا، چونکہ عالم آخرت کے مقابلہ میں عالم دنیا قریب ہے

اس لئے اس کو عالم دنیا کہا جاتا ہے اور چونکہ عالم دنیا مشاہدہ کا جہان ہے اس لئے اس کو عالم غیب کے مقابلہ میں عالم شہادۃ بھی کہا جاتا ہے۔

عالم برزخ: برزخ اور عالم برزخ کی ابتداء ہوتی ہے موت کے وقت سے اور اس کی انتہاء ہے قیام قیامت، پس وقوع موت اور قیام قیامت کے درمیان کا جہان برزخ اور عالم برزخ ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے:

''حتی اذا جاء احدهم الموت قال رب ارجعون. لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کلا. انها کلمة هو قائلها. و من ورائهم برزخ الی یوم یبعثون'' (مؤمنون: ۹۹) حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی پر موت آجاتی ہے تو وہ کہتا ہے اے میرے رب! مجھے واپس بھیج دے تا کہ جس دنیا کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں جا کر نیک عمل کروں۔ ہرگز نہیں، یہ تو ایک بات ہی بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے (جب کہ حقیقت یہ ہے کہ) ان مرنے والوں کے آگے برزخ ہے اس دن تک جس دن وہ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے۔ اس آیت مبارکہ سے چند امور ثابت ہوتے ہیں:

ا...... برزخ و عالمِ برزخ کی ابتداء موت کے وقت سے ہے اور انتہا قیام قیامت ہے۔

ب...... عالم دنیا دار التکلیف ہے جب کہ عالم برزخ دار التکلیف نہیں بلکہ چھوٹا دار الجزاء ہے اور عالم آخرت بڑا دار الجزا ہے۔

ج...... مرنے والا آرزو کرتا ہے پہلے کی طرح دوبارہ عالم دنیا میں روح و جسم عنصری سمیت کھلی مشاہداتی زندگی کے ساتھ واپس آنے کی تا کہ وہ نیک عمل کرے، کیونکہ عمل ہوتا ہے روح و جسم عنصری دونوں کے ساتھ، لیکن محسوس کھلی مشاہداتی زندگی قیامت کے دن عطا ہوگی، اس سے پہلے دوبارہ عالم دنیا میں یہ زندگی نہیں ملتی۔

د...... ''ومن ورائهم'' کی ضمیر روح و جسم عنصری کے مجموعہ کی طرف لوٹتی ہے یعنی پسِ مرگ روح و جسم عنصری کے آگے برزخ ہے، وہ دونوں قیامت تک برزخ میں رہیں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جہاں بدن عنصری ہے یا بدن کے اجزاء وذرات ہیں وہ بھی برزخ ہے، اور جہاں روح ہے وہ بھی برزخ ہے اور قیامت تک روح و بدن عنصری برزخ میں رہیں گے، لہٰذا ارضی قبر عالم برزخ کا حصہ ہے۔

ہ...... یہ بھی ثابت ہوا کہ عالم برزخ عالم دنیا سے بہت وسیع ہے کیونکہ جسم عنصری مدفون ہوتا ہے زمینی قبر میں، اور روح ہوتی ہے علیین یا سجین میں، پس قبر سے لے کر علیین و سجین تک ہر جگہ، اور موت سے قیامت تک سارا زمانہ اور اس میں پیش آنے والی ہر اچھی یا بری حالت برزخ اور عالم برزخ ہے، پس معلوم ہوا کہ جسد عنصری جہاں بھی ہے وہ برزخ میں ہے اور روح بھی برزخ میں ہے۔ چنانچہ جامع العلوم والفنون امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ امام عبد الجلیل رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں البرزخُ علی ثلثةِ اقسامٍ مکان و زمان و حال فالمکان من القبر الی علیین تعمرہ ارواح السعداء و من القبر الی سجین تعمرہ ارواح الاشقیاء واما الزمان فهو مدة بقاء الخلق فیه من اول من مات او یموت من الجن والانس الی یوم یبعثون واما الحال فاما منعمة واما معذبة اَوْ مَحْبُوسَةٌ حَتّٰی تَتَخَلَّصَ بِالسُّؤَالِ مِنَ الْمَلَكَیْنِ الْفَتَّانَیْنِ. (الحاوی للفتاوی ص ۱۸۵ ج ۲)

برزخ کی تین قسمیں ہیں: (۱) مکان، (۲) زمان، (۳) حال۔

برزخی مکان سے مراد وہ تمام جگہ ہے جو (زمینی) قبر سے لے کر علیین تک ہے، اور علیین کو نیک بخت لوگوں کی روحیں آباد رکھتی ہیں، اسی طرح قبر سے سجین تک ہے، اور سجین کو بد بخت لوگوں کی روحیں آباد رکھتی ہیں، اور برزخی زمان سے مراد فوت شدہ یا آئندہ فوت ہونے والے جن وانس کی برزخی مکان میں جو مدت بقاء ہے، (اس مدت کی ابتداء ہوتی ہے موت کے وقت سے اور انتہاء ہے قبروں سے اٹھنے تک)، اور برزخی حال کی تفصیل یہ ہے کہ فوت شدہ شخص یا نعمتوں سے مالا مال ہوگا یا عذاب میں مبتلا ہوگا یا ابھی قبر میں سوال وجواب کے مرحلہ سے گذر رہا ہوگا۔

ارضی قبر عالم برزخ کا حصہ ہے

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ عالم برزخ اتنا وسیع ہے کہ زمینی قبر سے لے کر علیین اور سجین تک ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ زمینی قبر بھی عالم برزخ کا حصہ ہے، اس لیے یہ ارضی قبر میت کے لئے قبر بھی ہے اور برزخ بھی ہے، لہٰذا قبر کی زندگی اور برزخی زندگی میں کوئی تضاد نہیں بلکہ ارضی قبر میں مدفون آدمی کی حیات برزخی بھی ہے کہ برزخ میں ہے، اور دنیاوی زندگی بھی ہے کہ اسی دنیاوی عنصری جسم میں ہے۔

مولانا محمد حسین نیلوی لکھتے ہیں: برزخ دنیا سے بڑا اور آخرت سے بہت چھوٹا ہے (ندائے حق ص ۷۱، ج ۱)

دوسری جگہ لکھتے ہیں اس عالم برزخ کا دوسرا نام عالم قبر ہے...... بلکہ انسان کا ایک گھر ہے جس میں انسان دنیا کے بعد اور آخرت سے پہلے رہتا ہے...... اور یہ گھر دنیا سے اتنا زیادہ وسیع ہے جتنا کہ دنیا ماں کے پیٹ سے زیادہ وسیع ہے۔ (ندائے حق ص ۷۷، ج ۱)

پھر تیسری جگہ لکھتے ہیں اور یہ گھر (یعنی عالم برزخ) دنیا سے اتنا زیادہ وسیع ہے جتنا کہ دنیا پیٹ سے زیادہ وسیع ہے۔

نیلوی صاحب کے دو کارنامے

منکرین حیات کے استاذ الکل اور وکیل اعظم شیخ الحدیث مولانا محمد حسین نیلوی نے برزخ کی تشریح میں شعوری یا غیر شعوری طور پر دو خیانتیں کی ہیں۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے (شرح الصدور ص ۱۰۱) میں فرمایا کہ برزخ اس مقام میں ہے جہاں اربعہ عناصر ختم ہو جاتے ہیں وہاں ان چاروں عنصروں (پانی، ہوا، مٹی، آگ) میں سے ایک عنصر بھی نہیں ہے۔'' (ندائے حق ص ۱۰۹، ج ۱)

جب اصل کتاب شرح الصدور کو دیکھا گیا تو یہ قول ابن حزم ظاہری کا ہے لیکن نیلوی صاحب نے اس کی نسبت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کر دی، لکھتے ہیں: ''علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الصدور ص ۱۰۱ میں فرمایا۔'' حالانکہ یہ ابن حزم کا قول ہے۔ دوسری خیانت یہ کی کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کی تردید میں بڑا سخت جملہ لکھا تھا موصوف نے وہ نقل نہیں کیا، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن حزم کا قول نقل کر کے لکھا: وهذا قول لم يقله احد من المسلمين ولا هو من جنس كلامهم وانما من جنس كلام المتفلسفة مسلمانوں میں سے کسی کا یہ قول نہیں، نہ مسلمانوں کے کلام کی جنس سے ہے، ہاں وہ لوگ جو فلسفی نہیں بلکہ فلسفہ کے جھوٹے مدعی ہیں ان کا قول ہے۔ (ملاحظہ کیجئے شرح الصدور مطبوعہ الرشید بالمدینۃ المنورہ ص ۱۱۱۔ طبع قدیم ص ۱۷۲۔ باب الارواح) اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول

کیسے ہوسکتا ہے جب کہ وہ اپنے فتاویٰ الحاوی میں لکھتے ہیں کہ برزخ مکانی قبر سے علیین تک اور برزخ زمان موت کے وقت سے قیامت قائم ہونے تک ہے، پھر وہ اس قول کی تردید بھی کررہے ہیں۔

عالم دنیا اور عالم برزخ میں ۹ فرق

اے میرے عزیز! عالم دنیا اور عالم برزخ کے درمیان کچھ فرق تو آپ کو معلوم ہو گئے مثلاً:

فرق نمبر ا: مرنے والے کے حق میں موت عالم دنیا کی انتہا ہے اور عالم برزخ کی ابتداء ہے۔

فرق نمبر ۲: عالم دنیا کے مقابلہ میں عالم برزخ بہت وسیع ہے، مکان کے اعتبار سے زمینی قبر سے لے کر علیین وسجین تک، اور زمانہ کے اعتبار سے موت کے وقت سے تا قیام قیامت سارا عالم برزخ ہے۔

فرق نمبر ۳: عالم دنیا دار التکلیف ہے جب کہ عالم برزخ آخرت کے مقابلہ میں چھوٹا دار الجزاء ہے۔

میں چند فروق اور بھی آپ کے گوش گزار کرنا مناسب خیال کرتا ہوں:

فرق نمبر ۴...... عالم برزخ ذوجہتین ہے

عالم برزخ نہ پورے طور پر عالم دنیا کا حصہ ہے اور نہ پورے طور پر آخرت کا حصہ ہے بلکہ ان دونوں کے درمیان میں ایک ایسا جہان ہے جو اپنے بعض احوال کے اعتبار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عالم دنیا کا حصہ ہے اور اس کا تتمہ ہے۔ مثلاً: (۱) خاوند کے فوت ہونے کے بعد ایام عدت میں عورت کے لئے حسب سابق دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کا حرام ہونا۔ (۲) شریف باحیا عورتیں شوہر کی عدم موجودگی میں زیب وزینت چھوڑ دیتی ہیں اسی طرح موت کے بعد بھی مرورعدت تک زیب وزینت کا ترک کرنا۔ (۳) اولاد کی دعا سے ماں باپ کو فائدہ پہنچنا۔ (۴) اپنے جاری کردہ علم اور صدقہ جاریہ سے ثواب کا حسب سابق جاری رہنا۔ (۵) میت کا خوابوں کے ذریعہ زندوں کو بقدرۃ الٰہی اپنے احوال سے یا کسی خاص امر کے بارے میں آگاہ کرنا اور بعض احوال سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم برزخ عالم دنیا کا حصہ نہیں بلکہ اس سے ایک جدا جہان ہے جیسے عالم دنیا کی زندگی ایک محسوس زندگی ہے زندہ آدمی کی نبض چلتی ہے، سانس چلتا ہے، آنکھیں پھڑکتی ہیں، دل دھڑکتا ہے، اندرونی اعضاء اپنا اپنا وظیفہ ادا کرتے ہیں، بھوک پیاس لگتی ہے، خون رگوں میں گردش کرتا ہے، بول و براز کا تقاضا ہوتا ہے، گرمی وسردی کا احساس ہوتا ہے، نفسانی خواہشات کا ہجوم گھیرے رہتا ہے، لیکن عالم برزخ میں یہ سب کچھ معدوم ہوجاتا ہے۔ نیز عالم دنیا دار التکلیف ہے جب کہ عالم برزخ دار التکلیف نہیں بلکہ چھوٹا دار الجزا ہے۔ پس عالم برزخ دار التکلیف نہ ہونے اور دار الجزا ہونے کے اعتبار سے دیکھا جائے تو عالم دنیا کا حصہ نہیں بلکہ عالم آخرت کا حصہ ہے، لیکن ابھی قیامت قائم نہیں ہوئی، میزانِ عمل نہیں لگا، عالم آخرت کی پوری جزاء وسزا متحقق نہیں ہوئی، اس لحاظ سے پورے طور پر عالم آخرت کا حصہ نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ عالم برزخ پورے طور پر عالم دنیا یا عالم برزخ کا حصہ نہیں بلکہ ہر دو کا من وجہ حصہ ہے اور من وجہ حصہ نہیں۔ اسی لئے اس کو برزخ کہا جاتا ہے کہ برزخ کا معنی ہے پردہ، اور دو چیزوں کے درمیان رکاوٹ، گویا عالم برزخ، عالم دنیا اور عالم آخرت کے درمیان ایک ایسا پردہ ہے جس کے ایک طرف عالم دنیا ہے دوسری طرف عالم آخرت ہے اور اللہ تعالیٰ نے دونوں کے درمیان عالم برزخ کا پردہ حائل کردیا ہے اور دونوں کے درمیان ایک رکاوٹ ہے۔

مولانا محمد حسین نیلوی لکھتے ہیں ''قبر سے مراد عالم برزخ ہے......اور اس عالم کا تعلق دونوں مقاموں کے ساتھ ہے'' (ندائے حق ص ۶۵، ج ۱) دوسری جگہ لکھتے ہیں: ''اس (عالم برزخ) کا کچھ تعلق اس دنیا کے جہان کے ساتھ بھی ہے اور کچھ تعلق آخرت کے جہان کے ساتھ بھی ہے۔'' (ندائے حق ص ۸۴، ج ۱)

فرق نمبر ۵......عالم برزخ عالم غیب ہے

عالم دنیا، عالم مشاہدہ ہے یعنی اس کے احوال کا حواسِ ظاہرہ کے ساتھ مشاہدہ ہوتا ہے، جب کہ عالم برزخ کے احوال زیر پردہ پوشیدہ اور مخفی ہیں، ان کا ظاہری حواس کے ساتھ ادراک نہیں ہوسکتا۔ برزخ کا معنی ہے پردہ، اور عالم برزخ کو اس وجہ سے بھی عالم برزخ کہا جاتا ہے کہ اس کے احوال زیر پردہ ہیں۔ پس عالم دنیا، عالم شہادۃ ہے یعنی مشاہدہ کا جہان ہے اور عالم برزخ عالم غیب ہے اور اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ جب عالم برزخ عالم غیب ہے تو اس کے وہ احوال وحقائق جن کی سرور کائنات ﷺ نے خبر دی ہے بن دیکھے نبی پاک ﷺ کی صداقت پر اعتماد کر کے ان کی تصدیق کی جائے گی اور ایمان بالغیب کے طور پر ایمان لایا جائے گا۔ اسی لیے بعض مفسرین حضرات نے یؤمنون بالغیب کی تفسیر میں جن غیوبات ایمانیہ کا ذکر کیا ہے ان میں قبر میں منکر نکیر کا آنا، ان کا سوال وجواب کرنا، قبر کا تنگ یا فراخ ہونا، قبر میں عذاب وثواب وغیرہ کا ذکر بھی کیا ہے اور کسی چیز کا نظر نہ آنا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہوتا، جیسے سب کچھ ہونے کے باوجود نابینا کو کچھ بھی نظر نہیں آتا، پہلی کا چاند کمزور نظر والے کو نظر نہیں آتا، آج تک کسی نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا، اپنے ساتھ رہنے والے کراماً کاتبین کو نہیں دیکھا، محافظ فرشتوں کو نہیں دیکھا، جبریل میکائیل اسرافیل کو نہیں دیکھا۔ سایہ گھٹتا بڑھتا ہے لیکن کسی نے سایہ کی حرکت نہیں دیکھی، ہوا کے اثرات نظر آتے ہیں مگر خود ہوا نظر نہیں آتی، درد ہوتا ہے مگر نظر نہیں آتا، آنکھوں کی نظر بہت کچھ دیکھتی ہے لیکن نظر خود نظر نہیں آتی۔ کیا ان امور کا نظر نہ آنا ان کے معدوم ہونے کی دلیل بن سکتا ہے؟ پس جیسے ان امور کا نظر نہ آنا ان کے معدوم ہونے کی دلیل نہیں ایسے ہی احادیث مبارکہ میں بیان کردہ احوال برزخ کا نظر نہ آنا بھی ان کے معدوم ہونے پر دلیل نہیں بن سکتا۔ لہٰذا جیسے ان امور دنیا کو سب نے بن دیکھے مان لیا ہے ایسے ہی برزخی امور و احوال کو بھی بن دیکھے سرور کائنات ﷺ کی صداقت پر اعتماد کر کے ان پر ایمان لانا چاہئے۔

فرق نمبر ۶......احوال برزخ کا احوال دنیا پر قیاس جائز نہیں

عالم دنیا دار الاسباب ہے، اس کے امور واحوال ظاہری واختیاری اسباب کے ساتھ وابستہ ہیں، اختیاری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان اسباب کو اختیار کرنے اور ان کو استعمال کرنے کی اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر ایک محدود درجہ میں قوت رکھی ہے۔ جب وہ اپنی خداداد قدرت وصلاحیت کے مطابق اسباب اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مشیت وارادہ کے مطابق اس پر نتیجہ مرتب فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہیں تو بلا اسباب بھی مطلوبہ نتائج وثمرات کو وجود بخش سکتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بن ماں باپ پیدا کیا، عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ پیدا کیا، صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو پتھر سے نکالا، مریم علیہا السلام کو بے موسم پھل عطا کئے، لیکن قانون قدرت یہ ہے کہ انسان سبب اختیار کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے مطابق نتیجہ مرتب فرما دیتے ہیں۔ لیکن عالم برزخ کے جمیع احوال

وامور ان دنیاوی ظاہری و اختیاری اسباب سے مافوق ہیں وہ خالصۃً اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مطابق مخفی برزخی اسباب سے وابستہ ہیں۔ عالم دنیا میں ماتحت الاسباب ظاہری طور پر کسی کو دکھ سکھ، راحت و تکلیف پہنچانا، کسی کو کھلانا پلانا انسان کے اختیار میں ہے، لیکن عالم برزخ میں ظاہری طور پر دکھ سکھ، راحت و تکلیف پہنچانا انسان کے بس میں نہیں ہے۔ کیونکہ برزخی جہان میں دکھ سکھ، راحت و تکلیف کے دنیاوی ظاہری اسباب غیر مؤثر ہو جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ عالم دنیا کے امور دنیا کے ظاہری و اختیاری اسباب سے وجود میں آتے ہیں، جب کہ عالم برزخ کے جملہ احوال وامور اللہ تعالیٰ کے مخفی برزخی اسباب کے تحت وجود پذیر ہوتے ہیں۔ جب عالم دنیا کے امور محسوسات اور مشاہدات کے قبیل سے ہیں اور عالم برزخ کے امور غیوبات کے قبیل سے ہیں، عالم دنیا کے امور کے لئے قانونِ قدرت علیحدہ ہے اور عالم برزخ کے امور کے لئے قانونِ قدرت علیحدہ ہے، عالم دنیا کے امور ظاہری و اختیاری اسباب کے تابع ہیں اور عالم برزخ کے امور مخفی برزخی اسباب کے ماتحت ہیں، تو عالم برزخ کے امور کا عالم دنیا کے امور پر قیاس کرنا بہت بڑی جہالت اور حماقت ہے۔ اگر عالم برزخ کے احوال وامور پر قرآن وحدیث کے دلائل ہوں تو ان کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینا چاہئے لیکن امور برزخیہ کا امور دنیا پر قیاس کرنا جہالت اور حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟، یہ قیاس بوجھ بجھکو والا قیاس ہے، کہ ایک آدمی درخت پر چڑھ گیا لیکن اتر نہیں سکتا تھا، اس کی قوم کے لوگ درخت کے نیچے جمع ہو گئے مگر اس کو اتارنے کی تدبیر کسی کو سمجھ نہ آئی، انہوں نے اپنے سردار بوجھ بجھکو کو بلایا، وہ صاحب آئے اور درخت کے نیچے کھڑے ہو کر ایک نگاہ اوپر نیچے ڈالی اور کہا رسہ اوپر پھینکو، وہ کمر کے ساتھ باندھ لے، پھر تم اس کو زور سے نیچے کھینچو، چنانچہ انہوں نے یہی تدبیر اختیار کی، جب وہ گر کر چکنا چور ہو گیا اور لوگ لگے بوجھ بجھکو کو کوسنے تو اس نے کہا بھائی لوگو ناراض کیوں ہوتے ہو، یہ تو قسمت کی بات ہے ورنہ ہم نے بیسیوں آدمی کنویں سے اسی طرح نکالے ہیں۔ یا پھر ایسا قیاس مشرکین مکہ نے کیا تھا جب انہیں بتایا گیا کہ قیامت کے روز شجرۂ زقوم جو بہت کڑوا درخت ہے جہنمیوں کی غذا ہوگا، وہ کہنے لگے آگ میں درخت کیسے اُگ سکتا ہے، انہوں نے اخروی حالت کو دنیوی حالت پر قیاس کیا۔ اسی طرح یہ قیاس کرنا کہ "دنیا میں زندہ آدمی دیوار کے پیچھے نہیں سن سکتا تو مرنے کے بعد منوں مٹی کے نیچے کیسے سن سکتا ہے، عالم دنیا میں دیوار سامنے آجائے تو زندہ آدمی دیوار کے پیچھے نہیں دیکھ سکتا تو منوں مٹی کے نیچے پڑا ہوا مردہ کیسے باہر دیکھ سکتا ہے، اگر مردہ کھاتا پیتا ہے تو بول و براز کہاں کرتا ہوگا" یہ سب بوجھ بجھکو والا اور مشرکین مکہ والا احمقانہ قیاس ہے۔ علامہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی (م ۶۷۱ھ) فرماتے ہیں: "وهذا كله ليس فيه مدخل للقياس ولا مجال للنظر فيه وانما فيه التسليم والانقياد لقول الصادق المرسل" (التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ ص ۱۷۱) برزخی امور میں قیاس کا کوئی دخل نہیں اور نہ ان میں غور وفکر کی گنجائش ہے، اس پر ایمان لانے کا صرف اور صرف ایک ہی طریقہ ہے وہ مقدس عالی ذات جو صادق ہے جن کو تمام بندوں کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے ان کی بات کو تسلیم کرنا اور اطاعت کرنا۔ اسی طرح المسامرہ شرح المسایرہ میں ہے وامور البرزخ لا تقاس بامور الدنیا (ص ۲۲۵) امور برزخ کا امور دنیا پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ مولانا نیلوی کتاب الاسلام کے حوالہ سے لکھتے ہیں عالم برزخ یعنی عالم قبر کی حقیقت اس عالم دنیا کی حقیقت کے علاوہ ہے۔ نیز لکھتے ہیں عالم قبر جدا عالم ہے، دنیا کے عالم سے جدا اور مباین ہے اور اس کے لوازم جدا ہیں۔ اس لئے اس عالم کا اس عالم دنیا پر پورا بعینہ قیاس نہیں ہو سکتا۔ (ندائے حق ص ۸۲، ج ۱)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں شہداء کی حیات غیر محسوس ہے تم اس کی حالت کا ظاہری حواس کے ساتھ ادراک نہیں کر سکتے کیونکہ شہداء کی حیات برزخ کے احوال میں سے ہے اور برزخ کے احوال پر سوائے وحی کے نہ کوئی مطلع ہو سکتا ہے اور نہ ان کے جاننے کا کوئی اور طریقہ ہے۔ (روح المعانی ص ۲۰، ج ۲)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں پس عالم برزخ کا قیاس دنیا کے امور و مشاہدات پر کرنا محض جہالت اور گمراہی ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جھٹلانا اور خداوند تعالیٰ قادر مطلق کو ایسے امور سے عاجز ٹھہرانا نعوذ باللہ یہ پرلے درجہ کی جہالت و گمراہی و ظلم ہے۔ (احکام اسلام عقل کی نظر میں ص ۳۵۰)

فرق نمبر ۷...... عالم برزخ میں روح کی آزادی اور قوت کی زیادتی

عالم دنیا میں روح جسم میں اس طرح مقید ہوتی ہے جیسے پرندہ قفس میں جب کہ عالم برزخ میں روح جسم میں مقید نہیں ہوتی بلکہ آزاد ہوتی ہے۔ روح بہت طاقتور شئے ہے لیکن جب وہ جسم میں مقید ہو جاتی ہے اور جسمانیت روح پر غالب آ جاتی ہے تو روح کی طاقت کمزور ہو جاتی ہے، اور اگر دنیا میں قلب و روح پر ریاضت و مجاہدہ کر کے جسمانیت کو مغلوب اور روحانیت کو غالب کر لیا جائے تو روح کی طاقت بڑھ جاتی ہے۔ اسی روحانیت کے غلبہ کی وجہ سے بعض اہل اللہ سے کمالات اور کرامات کا بقدرت الٰہی صدور ہوتا ہے اور عالم برزخ میں روحانیت کا غلبہ ہوتا ہے اس لئے بمقابلہ دنیا کے برزخ میں روح کی طاقت بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ منکرین حیات کے استاذ الکل مولانا محمد حسین نیلوی لکھتے ہیں عالم دنیا سے منتقل ہو کر عالم برزخ میں پہنچنے کے بعد عالم دنیا کی تمام باتیں یاد ہوں گی، سارے اعمال سامنے آ جائیں گے، کوئی واقعہ ایسا نہیں ہوا جو دنیا میں اسے پیش آیا ہو اور اب یاد نہ ہو اگر چہ دنیا میں نسیان کا مریض ہو قوت یادداشت اور قوی جائے گی اور اس عالم کا شعور و ادراک دنیا کے شعور و ادراک سے بڑھ کر ہوگا اور یہی شعور و ادراک ہے جس کے انکار کو امام الہند شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے کفر کہا ہے (ندائے حق ص ۲۲، ج ۱) مولانا نیلوی عالم برزخ میں انسان کے برزخی احوال و امور کی کیفیات کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ ہماری دنیا کا مادی احساس و شعور نہیں ہے بلکہ اس کی ہر کیفیت یہاں (یعنی عالم دنیا) کی ہر کیفیت سے زیادہ قوی لطیف اور تیز اور وسیع ہے۔ (ندائے حق ص ۱۰۰، ج ۱)

نیند کی حالت میں روح کو تھوڑی سی آزادی ملتی ہے تو اس کی پرواز اور نقل و حرکت کتنی تیز ہو جاتی ہے کہ نیند کی حالت میں یہ روح آسمان و زمین کی سیر کر لیتی ہے۔ پھر بیدار ہونے پر فوراً آناً فاناً واپس بھی آ جاتی ہے، اور موت کے بعد عالم برزخ میں روح کو نیند والی آزادی سے کئی گنا زیادہ آزادی حاصل ہو جاتی ہے، اس لیے عالم برزخ میں اسی نسبت سے قوت میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

فرق نمبر ۸...... عالم دنیا اور عالم برزخ میں روح و جسم کے تعلق میں فرق

عالم دنیا میں روح کے جسم عنصری کے ساتھ تین قسم کے تعلقات ہوتے ہیں: (۱) تعلق حیات۔ (۲) تعلق تدبیر یعنی اندرونی اعضاء دل، پھیپھڑے، جگر وغیرہ کا اپنا وظیفہ اور کام انجام دینا۔ (۳) تعلق افعال ظاہرہ۔ بیداری کی حالت میں تینوں تعلقات قائم رہتے ہیں اس لیے حیات بھی ہے اور اندرونی اعضاء اپنی اپنی تدبیر کا فریضہ بھی

انجام دیتے ہیں اور افعال ظاہرہ بھی صادر ہوتے ہیں، نیند کی حالت میں تعلق افعال ظاہرہ منقطع ہو جاتا ہے لیکن دوسرے دونوں تعلق باقی ہوتے ہیں، صرف ایک تعلق کم ہوا یعنی تعلق افعال ظاہرہ جس کی وجہ سے نیند کی حالت میں روح کی پرواز اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ وہ آسمان وزمین کے چکر لگاتی ہے اور بیدار ہوتے ہی فوراً واپس بھی آ جاتی ہے، اور موت کے بعد صرف ایک تعلق باقی رہ جاتا ہے یعنی تعلق حیات، اور دو تعلق ختم ہو جاتے ہیں، جب نیند کی حالت میں جسد عنصری کے ساتھ ایک تعلق منقطع ہوا تو روح کی پرواز تیز ہوگئی، موت کے بعد جب دو تعلق منقطع ہو جاتے ہیں یعنی تعلق تدبیر اور تعلق افعال ظاہرہ، تو روح کی پرواز حالت نیند سے بھی زیادہ قوی اور زیادہ تیز ہو جاتی ہے۔

فرق نمبر ۹...... عالم دنیا اور عالم برزخ میں راحت وتکلیف کے اعتبار سے فرق

عالم دنیا میں جسمانیت روحانیت پر غالب ہوتی ہے جب کہ عالم برزخ میں روحانیت کا جسمانیت پر غلبہ ہوتا ہے۔ مولانا محمد حسین نیلوی لکھتے ہیں عالم دنیا میں جسمانیت کا غلبہ ہوتا ہے اور عالم برزخ میں روحانیت کا غلبہ ہوتا ہے (ندائے حق ص ۷۶، ج ۱) اس لئے عالم دنیا میں دکھ وسکھ، راحت وتکلیف، لذت والم کا اولاً تعلق جسم کے ساتھ ہوتا ہے اور جسم کے واسطہ سے روح کو بھی وہی راحت وتکلیف، لذت والم اور خوشی وغمی پہنچتی ہے۔ اسی وجہ سے دنیاوی راحت وتکلیف کی نسبت جسم کی طرف کر کے کہا جاتا ہے جسمانی اذیت، جسمانی تکلیف، جسمانی ریمانڈ، حالانکہ اس جسمانی تکلیف میں روح کو بھی تکلیف پہنچتی ہے وہ بھی تکلیف زدہ ہوتی ہے لیکن عرف میں اس کو روحانی تکلیف یا روحانی ریمانڈ نہیں کہا جاتا وجہ یہ کہ چونکہ جسم کو بلاواسطہ اصالۃً اور اولاً تکلیف پہنچتی ہے روح کو بالواسطہ تبعاً تکلیف پہنچتی ہے اس لئے اس کو جسمانی تکلیف اور جسمانی ریمانڈ کہا جاتا ہے۔ ہماری مجبوری یہ ہے کہ جسم ہمارے سامنے ہے روح پوشیدہ ہے اس لئے ہم روح کو بلاواسطہ براہ راست اصالۃً تکلیف پہنچا بھی نہیں سکتے۔ جب کہ عالم برزخ میں معاملہ اس کے برعکس ہے، وہاں روح کو تکلیف پہنچتی ہے اولاً واصالۃً، اور جسم کو تکلیف پہنچتی ہے تبعاً، وجہ یہ کہ عالم برزخ میں راحت وتکلیف ہم نے نہیں پہنچانی اور نہ ہی ہم پہنچا سکتے ہیں کہ میت اُس جہان میں پہنچ گئی جہاں راحت وتکلیف اور لذت والم کے دنیاوی سب آلات واسباب بے اثر ہو جاتے ہیں۔ لیکن عالم برزخ میں راحت وتکلیف اور ثواب وعذاب پہنچانا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے برزخی مخفی اسباب کے ذریعے، اور روح اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں، اس کے سامنے ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے بغیر کسی واسطہ کے اصالۃً اور اولاً راحت وتکلیف پہنچاتے ہیں روح کو، پھر روح کے واسطہ سے جسم کو، اس لئے عالم برزخ کے ثواب وعذاب کو کہا جاتا ہے روحانی ثواب وعذاب۔ پس جیسے جسمانی تکلیف کہنے لکھنے سے روحانی اذیت اور روحانی تکلیف کی نفی نہیں ہوتی اسی طرح عالم برزخ کے ثواب وعذاب کو روحانی کہنے سے جسمانی ثواب وعذاب کی نفی بھی نہیں ہوتی۔ البتہ دونوں جہانوں میں بلاواسطہ اور بالواسطہ ''اصالۃً اور تبعاً'' کا فرق ضرور ہے جس کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔

مفتی صاحب: سعد بیٹا! میں نے عالم دنیا اور عالم برزخ کے درمیان آٹھ فرق بتائے ہیں، آپ ان میں سے تین فرق لازمی طور پر ذہن میں محفوظ کر لیں۔ ایک یہ کہ عالم برزخ زمینی قبر سے لے کر علیین وسجین تک وسیع ہے، اور زمینی قبر عالم برزخ کا حصہ ہونے کی وجہ سے برزخ بھی ہے اور میت کے لئے قبر بھی ہے، اس لیے عذاب برزخ یا برزخی عذاب کا لفظ بولنے سے زمینی قبر کے عذاب کی نفی نہیں ہوتی اسی طرح حیات برزخ یا حیات برزخی

سے حیات قبر کی نفی نہیں ہوتی۔ دوسرا یہ کہ عالم برزخ کے احوال وامور مغیبات کے قبیل سے ہیں ان کا فیصلہ عقل وفکر اور قیاس سے نہیں ہوگا بلکہ جیسے سرور کائنات ﷺ نے فرمایا اس کے مطابق ایمان لایا جائے گا۔ تیسرا یہ کہ عالم برزخ میں اصالۃً ثواب وعذاب ہوتا ہے روح کو، پھر روح وجسم کے درمیان معنوی غیر معلوم الکیفیت تعلق کی وجہ سے تبعاً جسم کو بھی ہوتا ہے، جیسا کہ عالم دنیا میں اصالۃً عذاب ہوتا ہے جسم کو، اور جسم وروح کے تعلق کی وجہ سے تبعاً روح کو بھی ہوتا ہے۔

جسم عنصری دنیاوی اور جسم عنصری برزخی میں فرق

جسد عنصری دنیاوی ظاہری میں اور جسد عنصری برزخی میں صفات کے اعتبار سے مغایرت اور فرق ہے۔

۱...... جسم عنصری دنیاوی خورد ونوش کا محتاج ہے، جسم عنصری برزخی خورد ونوش کا محتاج نہیں۔

۲...... جسم عنصری دنیاوی کو خورد ونوش کے بعد بول وبراز کا تقاضا پیش آتا ہے، جسم عنصری برزخی اس سے مبرا ہے۔

۳...... جسم عنصری دنیاوی کی نبض چلتی ہے، سانس لیتا ہے، دل دھڑکتا ہے، جب کہ جسم عنصری برزخی میں حیات کے یہ ظاہری آثار محسوس نہیں ہوتے۔ وجہ فرق یہ ہے کہ دنیا میں روح کا جسد عنصری کے ظاہر وباطن میں تصرف ہوتا ہے، اور بوقت موت روح کا جسم عنصری کے ظاہر وباطن سے تعلق منقطع ہوجاتا ہے، اور جیسے حدیث میں ہے کہ موت ایک پل ہے جس سے گزر کر آدمی عالم برزخ میں داخل ہوجاتا ہے، اور عالم برزخ میں داخل ہوتے ہی روح کا جسد عنصری کے باطن میں تصرف شروع ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے جسد عنصری کے باطن میں مخفی حیات پیدا ہوجاتی ہے اور میت میں شعور وادراک اور احساس کی قوت بھی پیدا ہوجاتی ہے، لیکن روح کا جسد عنصری کے ظاہر میں تصرف نہیں ہوتا، اسی لئے جسد عنصری کے ظاہر پر حیات کے ظاہری اثرات ظاہر نہیں ہوتے، اس لیے ظاہری اثرات کے معدوم ہونے سے باطنی مخفی حیات برزخی کی نفی کرنا قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔

۴...... روح کے جسم عنصری دنیاوی کے ساتھ تین تعلقات ہوتے ہیں۔ ۱۔ تعلق حیات۔ ۲۔ تعلق اَفعال ظاہرہ۔ ۳۔ اور تعلق تدبیر یعنی روح وجسم کے تعلق کی وجہ سے انسان کے اندرونی اعضاء جیسے معدہ، جگر، گردے، پھیپھڑے اپنا اپنا وظیفہ سرانجام دیتے ہیں، جب کہ جسم عنصری برزخی کے ساتھ روح کا فقط تعلق حیات ہوتا ہے، تعلق اَفعال ظاہرہ اور تعلق تدبیر ختم ہوجاتا ہے۔

۵...... جسم عنصری دنیاوی کی حیات خون اور سانس پر موقوف ہے، جسم عنصری برزخی کی حیات سانس اور خون پر موقوف نہیں۔

۶...... جسد عنصری دنیاوی مکلف ہوتا ہے، جسد عنصری برزخی مکلف نہیں ہوتا۔

۷...... جیسا کہ روح کی صفت ہے تجسد یعنی اللہ کی قدرت سے روح ظاہری جسامت اختیار کرلیتا ہے، جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی معراج کی رات جو ملاقات ہوئی اُس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ ارواح جسم مثالی کی شکل میں متشکل ہوگئے، موت کے بعد جب اللہ چاہتے ہیں بقدرت الٰہی جسد عنصری برزخی میں تروح کی صفت آجاتی ہے یعنی جیسے روح جسم سے آزاد ہونے کے بعد اُس کا ادراک وشعور تیز ہوجاتا ہے اور ہزاروں میل کے فاصلے منٹوں سیکنڈوں میں طے کرلیتا ہے اسی طرح یہی صفت بقدرت الٰہی جسم عنصری میں بھی پیدا ہو

جاتی ہے، اور اس کی مثال دنیاوی زندگی میں بھی موجود ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسم ہوا میں اڑتا ہوا مہینوں کی مسافت چند گھنٹوں میں کر لیتا تھا غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ اور تخت بلقیس ہزاروں میل کے فاصلہ سے آنکھ کی حرکت کرنے کی مقدار سے بھی پہلے موجود ہو گیا أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي، جب کہ عالم دنیا میں جسم کے اندر دنیاوی کثافتیں بھی موجود ہوتی ہیں اور موت کے بعد یہ کثافتیں ختم ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے جسد عنصری میں بقدرت الٰہی تروح کی صفت کا پیدا ہو جانا کوئی بعید نہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''واسری به الی المسجد الاقصی ثم الی سدرة المنتهی والی ما شاء الله وکل ذالك لجسده ﷺ فی الیقظة ولکن ذالك فی موطن هو برزخ بین المثال والشهادة جامع لاحکامهما فظهر علی الجسد احکام الروح'' (حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲ ص ۵۶۰)

آپ ﷺ کا یہ سارا سفر معراج جاگتے ہوئے آپ ﷺ کے جسم اطہر کے ساتھ تھا لیکن یہ اُس مقام میں تھا جو عالم شہادت یعنی عالم دنیا اور عالم مثال کے مابین ایک برزخی درجہ میں ہے، اُس میں عالم شہادت اور عالم مثال دونوں کے احکام جمع ہیں اور جسد اطہر پر روح کے احکام ظاہر ہو گئے تھے۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں: عالم دنیا میں جسمانیت کا غلبہ ہوتا ہے اور عالم برزخ میں روحانیت کا غلبہ ہوتا ہے اس لیے جسمانی کیفیتیں کالعدم ہو جاتی ہیں (ندائے حق جلد اول ص ۷۶) صفات و کیفیات کی اِسی تبدیلی کا نام تروح ہے اگرچہ نیلوی صاحب عالم برزخ میں دائمی طور پر جسمانی کیفیات کے کالعدم ہونے کا اور روحانی کیفیات کے غالب ہونے کا عقیدہ لکھ رہے ہیں، لیکن محققین اس کو یوں تعبیر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں جسد عنصری میں تروح کی صفات پیدا کر دیتے ہیں۔

شارح مشکوۃ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''قَدْ سَبَقَ أَنَّهُمْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ. وَأَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ لُحُومَهُمْ. ثُمَّ أَجْسَادُهُمْ كَأَرْوَاحِهِمْ لَطِيفَةٌ غَيْرَ كَثِيفَةٍ. فَلَا مَانِعَ لِظُهُورِهِمْ فِي عَالَمِ الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ عَلَى وَجْهِ الْكَمَالِ بِقُدْرَةِ ذِي الْجَلَالِ'' (مرقاۃ ج ۱۰ ص ۱۸۰)

یہ بات گزر چکی ہے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں، اپنے رب کے مقرب ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ ان کے جسموں کو کھائے، پھر (بعد الوفات) ان کے ابدان ان کی ارواح کی طرح لطیف ہیں، کثیف نہیں، پس اس بات سے کوئی چیز مانع نہیں کہ وہ (ارواح کی طرح) اللہ تعالیٰ کی قدرت سے عالم دنیا اور عالم بالا میں مکمل طور پر ظاہر ہوں۔ (اجساد کا ارواح کی طرح لطیف ہونا یہی ہے تروح الاجساد یعنی روحی صفات کے ساتھ متصف ہونا)

معلوم ہوا کہ اکابر کی جن عبارات میں یہ عنوان ہے کہ روح کا برزخ میں اُس بدن کے ساتھ تعلق ہے جو اِس دنیاوی بدن کثیف کا مغایر ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ روح کا جسد عنصری کے ساتھ تعلق نہیں بلکہ کسی اور جسم کے ساتھ تعلق ہے، کیونکہ برزخ میں جسد عنصری بھی صفات کے لحاظ سے جسد عنصری دنیاوی کا مغایر ہوتا ہے۔

منکرین حیات سے پانچ سوال

سوال نمبر ۱: نیلوی صاحب نے ندائے حق میں اس پر بہت زور لگایا ہے کہ برزخ اور عالم برزخ وہاں ہے جہاں عناصر اربعہ ختم ہو جاتے ہیں، ص ۱۰۹ پر علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا۔ پھر ص ۱۱۰ پر لکھتے ہیں: ''برزخ وہ جگہ ہے جو اربعہ عناصر سے ماوراء ہے یعنی وہاں اِس عالم دنیا کی نہ مٹی ہے، نہ پانی، نہ ہوا، نہ آگ۔'' گویا

اُن کے نزدیک ارضی قبر برزخ سے خارج ہے، کیا ان کے دعویٰ کے مطابق قرآن وحدیث میں اس پر کوئی قطعی دلیل ہے؟، یا نیلوی صاحب کا اپنا خواب وخیال ہے؟ یا ابن حزم کی اندھی تقلید ہے؟

سوال نمبر ۲: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: برزخ دو مقاموں کا نام ہے (یعنی علیین وسجین) (ندائے حق ص ۹۹) اور ص ۱۱۰ پر لکھتے ہیں: ''برزخ کے دو مقام ہیں، نیکوں کے لئے علیین اور بدوں کے لئے سجین۔ علیین ساتوں آسمانوں سے اوپر ہے اور سجین ساتویں زمین سے نیچے ہے۔'' کیا اِس نظریے پر قرآن وحدیث سے کوئی قطعی دلیل پیش کی جاسکتی ہے کہ عالم برزخ علیین وسجین کا نام ہے، اور عالم برزخ اِن دو مقاموں میں بند ہے، اور ارضی قبر برزخ کا حصہ نہیں ہے؟

سوال نمبر ۳: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: علیین وسجین کو عالم مثال کہتے ہیں۔ (ص ۱۱۰)
کیا اِس پر قرآن وحدیث میں کوئی قطعی دلیل موجود ہے؟ اگر قطعی دلیل ہے تو پیش کی جائے، اگر کوئی قطعی دلیل نہیں تو بغیر کتاب وسنت کی قطعی دلیل کے ایسا عقیدہ بنانا کن لوگوں کا کام ہے؟

سوال نمبر ۴: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: سجین اور علیین کو عالم قبر کہتے ہیں۔ (ندائے حق ص ۱۶۶)
کیا قرآن وحدیث میں اس پر کوئی دلیل ہے؟ اگر ہے تو پیش کریں اور اگر یہ عقیدہ بے دلیل ہے تو اس سے رجوع کریں۔

سوال نمبر ۵: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: اصطلاحِ شریعت میں قبر گڑھے کو کہتے ہی نہیں، بلکہ عالم مثال کو کہتے ہیں قبر (ندائے حق ص ۶۹) نیلوی صاحب لکھتے ہیں: حقیقی شرعی قبر عالم برزخ ہے، نیز لکھتے ہیں: قبر سے مراد عالم برزخ ہے (ندائے حق ص ۶۵) اور وحید الزمان کے حوالہ سے لکھتے ہیں: اِسی طرح عالم برزخ کا دوسرا نام قبر ہے (ندائے حق ص ۷۷) اور اس کے برعکس لکھتے ہیں: پس قرآن پاک اور کتب لغت سے ثابت ہوا کہ برزخ دو چیزوں کے درمیانی پردہ کا نام ہے، یا موت وقیامت کے درمیانی زمانہ یا جگہ کا نام ہے، برزخ کے معنی قبر نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور نہ کتب لغت سے (ندائے حق ص ۹۷) شرعی قبر کی دو تعریفیں ہیں، ایک تعریف وہ ہے جو نیلوی صاحب کر رہے ہیں یعنی روح کی جائے قرار جس کے بقول نیلوی صاحب مختلف نام ہیں، جسم مثالی، عالم مثال، عالم برزخ، عالم قبر، علیین وسجین، لیکن اس کا ماخذ نہ قرآن میں ہے نہ کتب لغت میں ہے، دوسری وہ تعریف ہے جس کا ماخذ قرآن وحدیث اور لغت ہے، ان میں سے کون سی تعریف صحیح ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رَبِّ یَسِّرْ وَاَعِنْ

قبر کی حقیقت

سعد: مفتی صاحب! یہ فرمایئے کہ قبر کی حقیقت کیا ہے؟

مفتی صاحب: قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی میں کثرت کے ساتھ قبر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ قبر کا مصداق اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے متعلق قرآن وحدیث اور ماہرین شریعت علماء کی تحقیقات کی روشنی میں عرض کرتا ہوں۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کا لفظ قرآنِ کریم میں دو معنوں میں استعمال ہوا ہے:

(۱) قبر کا لغوی و عرفی معنی (۲) قبر کا شرعی معنی

قبر کا لغوی کا عرفی معنیٰ

قبر کا عربی لغت میں جو معنی ہے عرب کے عرف عام میں بھی قبر کا لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، اس لئے قبر کا لغوی اور عرفی معنی ایک ہی ہے۔ قبر از باب نصر وضرب میت کو زمین میں دفن کرنا قَبَرَالْمَيِّتَ میت کو دفن کیا اور اَقْبَرَالْمَيِّتَ کا معنی ہے میت کو دفن کرنے کے لئے قبر بنانا، میت کو قبر والا بنانا، قبر میں دفن کرنے کا حکم دینا اور اَلْقَبْرُ کا معنی مَدْفَنُ الْاِنْسَانِ آدمی کے دفن کرنے کی جگہ، اور مَقْبُرَةٌ کا معنی قبرستان (لسان العرب، المنجد، تاج العروس، وغیرہ)

دلیل از قرآن

قرآنِ کریم میں قبر کا لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے: (۱) ''ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولاتقم علیٰ قبرہ'' (توبہ: ۸۴) آپ ﷺ کسی منافق کی نہ نماز جنازہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ آدمی اسی قبر پر کھڑا ہوتا ہے جو زمین میں ہوتی ہے اور اسی پر کھڑے ہونے سے ممانعت ہے۔ (۲) ''فبعث اللہ غرابا یبحث فی الارض لیریہ کیف یواری'' (مائدہ: ۳۱) پس بھیجا اللہ تعالیٰ نے کوا، جو زمین کریدتا تھا تاکہ قابیل کو دکھائے کہ وہ اپنے مقتول بھائی کے جسد عنصری کو زمین میں کیسے چھپائے یعنی زمین میں کیسے دفن کرے۔ اس آیت میں زمینی قبر کی طرف راہنمائی کی گئی ہے۔ (۳) ''من نطفۃ خلقہ فقدرہ ثم السبیل یسرہ ثم اماتہ فاقبرہ'' (عبس: پارہ ۳۰) اللہ تعالیٰ نے انسان کو نطفہ سے خاص اندازے کے ساتھ پیدا کیا پھر اس کی ولادت کی راہ کو آسان کر دیا پھر اس کو موت دی اور اس کو قبر والا بنایا (یعنی جس انسان کو نطفہ سے پیدا کیا اور خاص اندازے سے اعضاء بنائے، جس کی ولادت کا راستہ آسان کیا اُسی کو قبر والا بنایا یعنی جسد عنصری کو، اور وہ اسی زمینی قبر میں مدفون ہوتا ہے) (۴) ''کما یئس الکفار من اصحاب القبور'' (ممتحنہ: ۱۳) جیسا کہ مایوس ہیں قبروں والے کفار۔ (۵) ''وما انت بمسمع من فی القبور'' (فاطر: ۲۲) آپ خود نہیں سنا سکتے ان کو جو قبروں میں ہیں۔ (۶) ''الھکم التکاثر حتیٰ زرتم المقابر'' (تکاثر، پارہ ۳۰) تمہیں (آخرت۔ سے) غافل کر دیا کثرتِ مال کی مقابلہ بازی نے حتی کہ تم قبروں تک پہنچ گئے۔ اِن سب آیات میں قبور سے یہی لغوی عرفی قبر مراد ہے یعنی ارضی قبر جو میت کی جائے دفن ہے۔

دلیل از حدیث

احادیث مبارکہ میں بھی میت کے دفن ہونے کی جگہ کو قبر کہا گیا ہے۔

(۱) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب میت کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے (مسلم ۲/۳۸۶) جب میت کو اس کی قبر میں داخل کیا جاتا ہے، (ترمذی ۱/۲۰۵) اور یہ ظاہر بات ہے کہ میت کا مصداق فوت شدہ آدمی کا عنصری بدن ہے روح یا بدن مثالی نہیں، اور عنصری بدن کو اسی زمینی قبر میں رکھا جاتا ہے۔

(۲) نبی کریم ﷺ تعلیم فرماتے تھے کہ جب تم اہلِ قبور کے پاس سے گزرو تو ان کو سلام کرو (مسلم ۱/۳۱۴) اور ہم زمینی قبور کے پاس سے گزرتے ہیں۔

(۳) نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو آدمی میت کے قبر میں دفن تک حاضر رہے گا تو اس کے لئے دو قیراط (یعنی دو بڑے پہاڑ) کے برابر اجر ہے (مسلم ۱/۳۰۷) اور میت کو زمینی قبر میں دفن کیا جاتا ہے۔

(۴) نبی کریم ﷺ نے قبر کو چونا گچ کرنے سے منع فرمایا۔ (مسلم ۱/۳۱۲)

(۵) نبی کریم ﷺ نے قبر پر چراغاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی۔ (ترمذی ۱/۴۳)

(۶) نبی کریم ﷺ نے قبر پر عمارت بنانے سے منع فرمایا۔ (مسلم ۱/۳۱۲)

(۷) نبی کریم ﷺ نے قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ (مسلم ۱/۳۱۲)

(۸) نبی کریم ﷺ نے قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ (مسلم ۱/۳۱۲)

(۹) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، انہوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ (بخاری ۱/۶۲)

(۱۰) نبی کریم ﷺ نے عیسائیوں کے بارے میں فرمایا کہ جب ان کا کوئی نیک آدمی مرجاتا تو بَنَوْا عَلٰی قَبْرِہٖ مَسْجِدًا (بخاری ۱/۶۱) اس کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیتے۔ یہ زمینی قبر تھی۔

(۱۱) نبی کریم ﷺ نے مشرکین کی قبروں کے بارے میں حکم دیا تو ان کو اکھیڑ دیا گیا (بخاری ۱/۶۱)، یہ زمینی قبریں تھیں۔

(۱۲) نبی کریم ﷺ نے قیامت کی ایک علامت یہ بھی بیان فرمائی کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کی قبر کے پاس سے گزرے گا تو تمنا کرے گا کہ کاش میں اس کی جگہ ہوتا۔ (بخاری ۲/۱۰۵۴)

(۱۳) نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ جو بھی بلند قبر دیکھو اس کو برابر کر دو (یعنی پست کر دو) (مسلم ۱/۳۱۲)

(۱۴) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا، اب تم ان کی زیارت کیا کرو (مسلم ۱/۳۱۴)

(۱۵) نبی کریم ﷺ ایک قبر کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ یہ ابو رغال کی قبر ہے۔ (ابوداؤد ۲/۸۴)

(۱۶) نبی کریم ﷺ نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پر نشان رکھنے کے بعد فرمایا اَتَعَلَّمُ بِهَا قَبْرَ اَخِيْ وَاَدْفِنُ اِلَيْهِ مَنْ مَاتَ مِنْ اَهْلِيْ (ابوداؤد ۲/۱۰۱) میں اس کے ذریعے اپنے بھائی کی قبر پہچانوں گا اور اپنے اہل میں سے جو فوت ہوگا اُس کو اس کے پاس دفن کروں گا۔

(۱۷) نبی کریم ﷺ کی ایک بیٹی کی وفات ہوئی، آپ قبر پر بیٹھے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے (بخاری ۱/۱۷۱)

(۱۸) نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی تو اللہ نے اجازت دے دی (مسلم ۱/۳۱۴) پھر حضور ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی (حوالہ مذکورہ)

(۱۹) نبی کریم ﷺ رات کے وقت ایک قبر میں داخل ہوئے اور میت کو خود اتارا۔ (ترمذی ۱/۲۰۴)

(۲۰) نبی کریم ﷺ قبر پر موجود تھے اور قبر کھودنے والے کی راہنمائی فرما رہے تھے۔ (ابوداؤد ۲/۱۱۷)

(۲۱) نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے اور ان میں عذاب محسوس کر کے ان پر عذاب کی تخفیف کے لئے کھجور کی تر چھڑی گاڑی اور فرمایا ان میں سے ایک کو پیشاب کی وجہ سے اور ایک کو چغل خوری کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا (بخاری ۱/ ۳۵) یہ زمینی قبریں تھیں اور ان میں عذاب کی تخفیف آپ کے دستِ مبارک کی برکت کی وجہ سے ہوئی۔

(۲۲) اِذخر گھاس کے بارے میں ایک صحابی نے حضور ﷺ سے درخواست کی تھی کہ اِنَّا نَجْعَلُهُ فِي بُيُوتِنَا وَقُبُورِنَا (بخاری ۱/ ۲۲) کہ ہم یہ گھاس اپنے گھروں اور اپنی قبروں میں ڈالتے ہیں، اور صحابہ یہ گھاس انہی زمینی قبروں میں ڈالتے تھے۔

(۲۳) نبی کریم ﷺ کا خچر پانچ یا چھ قبروں میں عذاب کی وجہ سے ڈرا (مسلم ۲/ ۳۸۶)، یہ زمینی قبریں تھیں۔

(۲۴) نبی کریم ﷺ ایک قبر کے پاس سے گزرے تو ایک غمزدہ عورت کو صبر کی تلقین کی (بخاری ۱/ ۱۶۷)، یہ بھی زمینی قبر تھی۔

(۲۵) نبی کریم ﷺ نے ایک خادمۂ مسجد کی قبر پر جا کر دعا کی (بخاری ۱/ ۶۵)، وہ زمینی قبر تھی۔

(۲۶) بنت رسول ﷺ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی تدفین کے وقت نبی کریم ﷺ قبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ آپ قبر میں اتریں فَنَزَلَ فِي قَبْرِهَا (بخاری ۱/ ۱۷۱) پس وہ اُن کی قبر میں اترے۔ یہ زمینی قبر تھی۔

(۲۷) نبی کریم ﷺ (معراج کی رات بیت المقدس کی طرف جاتے ہوئے) موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرے جو سُرخ ٹیلہ کے پاس تھی (مسلم ۲/ ۲۶۸)، یہ سرخ ٹیلہ اور قبر زمین پر تھے۔

(۲۸) نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں شہدائے اُحد میں سے دو، دو اور تین، تین کو ایک قبر میں دفن کیا گیا (ابوداؤد ۲/ ۹۱)، یہ تدفین بھی زمینی قبر میں ہوئی۔

(۲۹) نبی کریم ﷺ کے حکم سے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو تدفین کے بعد قبر سے نکالا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کو اپنی قمیص مبارک پہنائی، اس کے منہ میں لعاب دہن ڈالا پھر اس کو قبر میں دفن کیا (بخاری ۲/ ۸۶۲)، یہ زمینی قبر تھی۔ (اسی پر حکم نازل ہوا: ''ولا تصل علىٰ احد منهم مات ابدا ولا تقم علىٰ قبره'' (توبہ: ۸۴)

(۳۰) نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد ان کی قبر کے پاس دیر تک تسبیح کرتے رہے (مسند احمد ۳/ ۳۶۰)، یہ قبر زمینی تھی۔

(۳۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی قبر پر خیمہ لگا ہوا ہے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے وہ خیمہ ہٹا دیا اور فرمایا اِنَّمَا يُظِلُّهُ عَمَلُهُ ان پر ان کے عمل کا سایہ ہوگا۔ (بخاری ۱/ ۱۸۱)

(۳۲) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ بعد اپنے والد کو قبر سے نکال کر ان کے ساتھ دوسرے مدفون صحابی سے علیحدہ کر کے جدا قبر میں دفن کیا۔ (بخاری ۱/ ۱۸۰)

اسی طرح قبر کے لئے زمین کو کھودنا، لحد بنانا، میت کو قبلہ جانب سے قبر میں اتارنا، قبر کو مٹی سے بند کرنا، قبر پر پانی چھڑکنا، قبر کے سر کی جانب سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات اور پائنتی کی جانب سورۂ بقرہ کی آخری آیات کا پڑھنا، ان احکام کا تعلق اسی زمینی قبر کے ساتھ ہے، مذکورہ بالا آیات واحادیث اور احکام شرع سے معلوم ہوا کہ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور فقہی احکام کے بیان میں قبر سے قبر لغوی وعرفی مراد ہے یعنی زمین میں میت کے

دفن کرنے کی جگہ جس کو زمینی قبر یا ارضی قبر کہا جاتا ہے، یہ احادیث اور احکام کتب حدیث اور کتب فقہ کی کتاب الجنائز میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

لغوی و شرعی معنی کے فرق کی چند مثالیں

قرآن و حدیث میں ایسے بہت سے الفاظ ہیں جن کے لغوی اور شرعی معنوں میں فرق ہوتا ہے، لغوی معنی اہلِ لغت بتاتے ہیں جن کی عرب کے محاورات اور الفاظ کے استعمال پر وسیع نظر ہوتی ہے، جب کہ شرعی معنی کی پوری وضاحت ماہرین شریعت اور ماہرین کتاب و سنت کرتے ہیں کیونکہ اصولِ شریعت پر ان کی گہری نظر ہوتی ہے اور ہر مسئلہ و شرعی حکم کے دلائل و مآخذ ان کے سامنے ہوتے ہیں نیز وہ شریعت کے مزاج شناس بھی ہوتے ہیں، پس وہ ان اصولوں کو اور دلائل و مآخذِ شریعت کو سامنے رکھ کر شرعی معنی متعین کرتے ہیں۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ کیجئے:

(۱) اَلطَّھَارَۃُ کا لغوی معنی ہے اَلنَّظَافَۃُ یعنی صفائی ستھرائی، یہ معنی عام ہے، ہر قسم کی صفائی ستھرائی کو شامل ہے، لیکن اصطلاحِ شریعت میں اس کا معنی خاص ہے نَظَافَۃُ الْمَحَلِّ عَنِ النَّجَاسَۃِ الْحَقِیْقِیَّۃِ اَوِ الْحُکْمِیَّۃِ نجاست حقیقیہ (حسی نجاست) اور نجاست حکمیہ (بے وضو یا جنبی ہونا) سے محلِ نجاست کو پاک و صاف کرنا۔

(۲) لغت میں اَلْوُضُوْءُ کا لفظ ماخوذ ہے اَلْوَضَاءَۃُ سے اور اَلْوَضَاءَۃُ کا معنی بھی نظافت ہے جو بھی نظافت ہو، لیکن شرعی اصطلاح میں اس کا معنی خاص ہے نَظَافَۃُ الْاَعْضَاءِ الْاَرْبَعَۃِ لِاِزَالَۃِ النَّجَاسَۃِ الْحُکْمِیَّۃِ اَوْ لِرَفْعِ الدَّرَجَۃِ یعنی چار اعضاء (بازو، پاؤں، چہرہ، سر) کو پاک و صاف کرنا نجاست حکمیہ کو زائل کرنے کے لئے یا رفع درجات کے لئے۔

(۳) اَلْاَذَانُ کا لغت میں معنی ہے اَلْاِعْلَامُ: اطلاع دینا، آگاہ کرنا، اور شرعی اصطلاح میں معنی ہے اَلْاِعْلَامُ لِوَقْتِ الصَّلٰوۃِ بِاَلْفَاظٍ مَّخْصُوْصَۃٍ نماز کا وقت جتلانا مخصوص الفاظ کے ساتھ۔

(۴) اَلصَّلٰوۃُ کا لغت میں معنی ہے دعا، رحمت۔ شرعی اصطلاح میں الصلوۃ کا معنی ہے ھِیَ اَقْوَالٌ وَّاَفْعَالٌ مَّخْصُوْصَۃٌ فِیْ اَوْقَاتٍ مَّخْصُوْصَۃٍ نماز خاص اقوال و افعال کا نام ہے جو مخصوص اوقات میں ادا کئے جاتے ہیں، چونکہ شرعی نماز سببِ رحمت اور قبولیتِ دعا کا ذریعہ ہے اس لیے اُس کو صلوۃ کہا جاتا ہے۔

پس اسی طرح قبر کا بھی ایک لغوی و عرفی معنی ہے یعنی ''زمین میں میت کے دفن کرنے کی جگہ''، اور دوسرا شرعی معنی ہے۔ اب تک آپ کے سامنے قبر کا لغوی و عرفی معنی بیان ہوا، اب قبر کا شرعی معنی بھی ملاحظہ کیجئے۔

قبر کا شرعی معنی

ماہرین شریعت اور ماہرین کتاب و سنت علماء نے مذکورہ بالا قرآن و سنت کے دلائل اور قبر سے متعلقہ آیات و احادیث کی روشنی میں جو قبر کا شرعی معنی متعین کیا ہے وہ تمام انواعِ قبر کو شامل ہے وہ یہ ہے کُلُّ مَوْضِعٍ فِیْہِ مَقَرُّ الْجِسْمِ فَھُوَ قَبْرُہٗ ہر وہ جگہ جو جسم یا اجزائے جسم کی جائے قرار ہے وہی اس کے لئے قبر ہے خواہ جسم اور اجزائے جسم قرار پکڑیں زمین میں یا زمین کے اوپر بکس وغیرہ میں یا اس کو درخت کے ساتھ باندھ دیں یا فضاء میں لٹکا دیں یا اس کو راکھ بنا کر دریا میں بہا دیں یا ہوا میں اڑا دیں یا اس کو درندے کھالیں، وہ اجزاء جہاں بھی ہوں اور جس شکل میں بھی ہوں وہی اس میت کی قبر ہے۔ اس کا ثبوت قرآنِ کریم سے ملاحظہ کیجئے۔

دلیل از قرآن

قرآن کریم میں دو قسم کی آیات ہیں ان میں غور کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے۔

قسم اوّل: پ ۱۷ سورۃ الحج آیت نمبر ۷ میں ہے: ''وان الله يبعث من فی القبور'' اور بے شک اللہ تعالیٰ اٹھائے گا ان سب کو جو قبروں میں ہیں اور پ ۳۰ سورۃ العادیات آیت نمبر ۹ میں ہے: ''افلا يعلم اذا بعثر ما فی القبور'' کیا انسان اس وقت کو نہیں جانتا جب اکھیڑ کر نکالا جائے گا وہ سب کچھ جو قبروں میں ہے۔ اسی طرح: ''واذا القبور بعثرت'' (انفطار: ۴) اور جب قبریں اکھیڑی جائیں گی۔ اِن آیات سے اتنا معلوم ہوگیا کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ تمام مرنے والوں کو قبروں سے اٹھائے گا پس وہ جس جس جگہ سے اٹھائے جائیں گے وہ جگہ ان کی قبر ہے۔

قسم دوم: اللہ تعالیٰ مُردوں کو قبروں سے کیسے اٹھائے گا؟ اس کی کیفیت کیا ہوگی؟ قرآنِ کریم نے اس کو بھی کھول کر بیان کیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے، پ ۳، سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۵۹، ۲۶۰ میں قرآنِ کریم نے دو واقعات کا ذکر کر کے قبروں سے اٹھنے کی کیفیت کو واضح طور پر بتایا ہے۔

واقعہ نمبر ۱: حضرت عزیر علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک تباہ شدہ بستی پر گزرے تو ان کی بکھری اور بوسیدہ ہڈیوں کو دیکھ کر بطور تعجب فرمایا: ''انی یحی هذه الله بعد موتها'' اللہ تعالیٰ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس تعجب کو دور کرنے کے لئے خود ان پر اور ان کے گدھے پر موت طاری کر دی اور وہ صحیح سالم جسم کے ساتھ سو سال تک اس جگہ بحالت موت محفوظ رہے، سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی جگہ سے زندہ کیا اور پوچھا آپ یہاں کتنی مدت ٹھہرے رہے؟ جواب دیا کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا بلکہ تم سو سال ٹھہرے رہے، پھر فرمایا اپنے گدھے کی (بوسیدہ بکھری) ہڈیوں کی طرف دیکھو، ہم ان کو کیسے اٹھاتے ہیں اور کیسے ان پر گوشت چڑھاتے ہیں، جب انہوں نے بچشم خود اس کا مشاہدہ کیا اور ان پر قبروں سے اٹھنے کی کیفیت آشکارا ہوگئی تو فرمایا میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے تو بوسیدہ بکھری ہڈیوں کے دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ یعنی جب کسی جن وانس اور فرشتہ نے ان بکھرے ذرات اور بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ نہیں کرنا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان کو زندہ کرنا ہے تو جس آدمی کا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر ایمان و یقین ہے وہ نہ اس کا انکار کر سکتا ہے اور نہ اس میں شک کر سکتا ہے۔

واقعہ نمبر ۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ جل شانہ سے درخواست کی: ''رب ارنی کیف تحی الموتیٰ'' اے میرے رب! مجھے دکھایئے آپ مردوں کو کیسے زندہ کریں گے؟، اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا: ''اولم تؤمن'' کیا آپ اس پر ایمان نہیں رکھتے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا جی ہاں ایمان تو رکھتا ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ بچشم خود مشاہدہ کر لوں تاکہ میرا قلبی اطمینان اور یقین زیادہ ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا چار پرندے پکڑ، اور ان کو اپنے ساتھ مانوس کر، پھر ان کو ریزہ ریزہ کر کے ان کے ذرات کو اردگرد کے مختلف پہاڑوں پر بکھیر دو، پھر ان کو بلاؤ، وہ آپ کے پاس جلدی سے اُڑتے ہوئے آئیں گے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا ان پرندوں کے جسموں کو ریزہ ریزہ کر کے ان ذرات کو مختلف پہاڑوں پر بکھیر دیا لیکن ان کے سر اپنے پاس رکھ

لئے، پھر ان کو آواز دی، اللہ تعالیٰ نے ان ذرات میں حیات پیدا کر کے ان کو ابراہیم علیہ السلام کی آواز سنا دی، آواز سنتے ہی چاروں پرندوں کے ذرات ایک دوسرے سے جدا ہو کر پیوست ہونا شروع ہوئے، آن کی آن میں پرندوں کی شکل میں متشکل ہو کر ہر پرندے کا دھڑ بغیر سر کے اڑتا ہوا آیا اور اپنے اپنے سر کے ساتھ جڑ گیا۔

قارئین کرام! ذرا توجہ کیجئے! حضرت عزیر علیہ السلام کا جسم زمین میں مدفون نہیں تھا بلکہ موت کے بعد وہ جسم زمین کے اوپر سو سال تک محفوظ پڑا رہا اور گدھے کا گوشت ریزہ ریزہ ہو گیا اور ہڈیاں بوسیدہ ہو کر بکھر گئیں، اللہ تعالیٰ نے پہلے حضرت عزیر علیہ السلام کو زندہ کر کے ان کو ان کی جگہ سے اٹھایا بعد ازاں ان کے سامنے ان کے گدھے کے بکھرے ذرات اور بوسیدہ بکھری ہڈیوں کو زندہ کیا اور ان کی جگہ سے اٹھایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں چار پرندوں کے ذرات کو مختلف پہاڑوں پر بکھیرنے کے باوجود ان ذرات میں حیات پیدا کی، حیات پیدا کر کے ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز سنوائی، پھر وہ ذرات جہاں جہاں تھے وہاں سے ان کو اٹھا کر ان کو پرندوں کی جسمانی شکل دے کر ان کو زندہ کیا، پس اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے بکھرے ذرات کو اُن جگہوں سے اٹھا کر مردوں کو قبروں سے زندہ کر کے ان کو اٹھانے کی کیفیت کا مشاہدہ کرایا۔

اے مسلمان بھائیو! ان دونوں قسم کی آیات میں غور کریں، پہلی قسم کی آیات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز سب اموات کو ان کی قبروں سے اٹھائیں گے، اور دوسری قسم کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے قبروں سے اٹھانے کی کیفیت کا مشاہدہ کرایا، اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیز علیہ السلام کے محفوظ جسم کو ان کی جگہ سے اٹھایا اور گدھے اور پرندوں کے بکھرے ذرات کو ان کی جگہوں سے اٹھایا، اس سے معلوم ہوا کہ قبر اس جگہ کا نام ہے جہاں جسم عنصری یا جسم عنصری کے ذرات ہوں، کیونکہ ان کے اٹھنے کی جگہ وہی ہے اور جسم یا ذرات جسم کے اٹھنے کی جو جگہ ہے وہی قبر ہے۔ حتیٰ کہ اگر جسم کو بکس میں رکھ دیں تو وہ اس بکس سے اٹھے گا۔ لہٰذا وہ بکس اس کے لئے قبر ہے، اور اگر کسی پیر صاحب کے جاہل محبین اپنے پیر صاحب کے لئے فضا میں پنگھوڑے کا انتظام کر دیں کہ فرشتے پیر صاحب کو جھولے دیں گے تو وہی پنگھوڑا اس پیر صاحب کے لئے قبر ہے کیونکہ وہ وہاں سے اٹھے گا، اور اگر کسی کی نعش کے ٹکڑے کر کے دریا میں ڈال دیں تو وہ ٹکڑے جہاں جہاں ہوں گے وہی اس کے لئے قبر ہے، اور اگر کسی کی میت کو چرند پرند یا درندے کھا لیں یا دریائی جانور کھا لیں یا اس کو جلا کر راکھ بنا کر کچھ ہوا میں اڑا دیں کچھ دریا میں بہا دیں تو جہاں جہاں اس کے ذرات جس شکل میں ہوں گے وہی اس کی قبر ہے۔

مختصر الفاظ میں قبر کی تعریف یہ ہے کُلُّ مَقَرِّ الْجِسْمِ فَهُوَ قَبْرُهٗ جسم یا ذرات جسم کی جو جائے قرار ہے وہ اس کی قبر ہے اور اس کا برزخ ہے۔ پس برزخ یا برزخی قبر کی تعبیر سے زمینی قبر کی نفی نہیں ہوتی بلکہ یہی زمینی قبر مردہ کی شرعی قبر بھی ہے اور برزخ و برزخی قبر بھی ہے اور اسی قبر میں میت کے جسم عنصری یا جسم عنصری کے خوردہ یا سوختہ اجزاء کو عذاب و ثواب اور جزا و سزا ہوتی ہے، اس مضمون کے شروح حدیث اور علم الکلام کی کتب میں متعدد حوالہ جات ہیں، چند حوالے تفصیلاً باقی اجمالاً ملاحظہ کیجئے۔

<u>تائیدات</u>: (اَلْقَبْرُ مَقَرُّ الْمَيِّتِ قبر میت کی جائے قرار ہے۔ (المفردات فی غریب القرآن از امام راغب اصفہانی)

(۲) كُلُّ مَوْضِعٍ فِيْهِ مَقَرُّهٗ فَهُوَ قَبْرُهٗ ہر وہ جگہ جو میت کی جائے قرار ہے وہی اس کی قبر ہے (خواہ میت

اپنی اصلی شکل میں ہو یا راکھ یا بکھرے ذرات کی صورت میں ہو) (المرقاۃ شرح المشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۳۷ باب اثبات عذاب القبر فصل ۱)

(۳) كُلُّ مَا اسْتَقَرَّ فِيْهِ بَعْدَ الْمَوْتِ فَهُوَ قَبْرُهٗ ہر وہ جگہ جس میں موت کے بعد میت ٹھہر جائے وہی اس کی قبر ہے۔ (المرقاۃ شرح المشکوٰۃ ج ۱ صفحہ ۳۶۲ فصل نمبر ۳)

(۴) كُلُّ مَوْضِعٍ فِيْهِ مَقَرٌّ فَهُوَ قَبْرُهٗ: ہر وہ جگہ جو میت کی جائے قرار ہے وہی اس کی قبر ہے۔

(غیر مقلدین کی معتبر کتاب عون المعبود شرح سنن ابی داؤد ج ۴ صفحہ ۳۸۲ باب المسئلۃ فی القبر وعذاب القبر)

(۵) حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ میں ہے: ’’فلولا انه كان من المسبحين، للبث في بطنه الیٰ يوم يبعثون‘‘ اگر یونس علیہ السلام اللہ کی تسبیح نہ کرتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ٹھہرے رہتے، اس آیت کے تحت مفسرین حضرات نے صراحت کی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مچھلی کا پیٹ ان کے لئے قبر بن جاتا لَصَارَ بَطْنُ الْحُوْتِ قَبْرًا لَّهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ البتہ مچھلی کا پیٹ قیامت تک ان کے لئے قبر بن جاتا۔ (تفسیر الخازن ج ۴ صفحہ ۲۸)

(۶) وَ عَنْ قَتَادَةَ لَكَانَ بَطْنُ الْحُوْتِ قَبْرًا لَّهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں البتہ مچھلی کا پیٹ ان کے لئے قبر ہو جاتا۔ (تفسیر مدارک ج ۴ صفحہ ۲۸ علی حاشی الخازن)

(۷) اَيْ يَكُوْنُ بَطْنُ الْحُوْتِ قَبْرًا لَّهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ہو جاتا مچھلی کا پیٹ ان کے لئے قبر قیامت کے دن تک۔ (تفسیر قرطبی ج ۸ صفحہ ۱۲۳)

(۸) لَصَارَ بَطْنُ الْحُوْتِ قَبْرًا لَّهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (جلالین ۲/ ۳۷۸) البتہ مچھلی کا پیٹ ان کے لئے قبر بن جاتا۔

(۹) وَعَنْ قَتَادَةَ لَكَانَ بَطْنُ الْحُوْتِ قَبْرًا لَّهٗ وَظَاهِرُهٗ اَنَّهٗ اُرِيْدَ لَلَبِثَ مَيِّتًا فِيْ بَطْنِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ وَلَا مَانِعَ مِنْ بَقَاءِ بِنْيَةِ الْحُوْتِ لِبِنْيَتِهٖ مِنْ غَيْرِ تَسْلِيْطِ الْبَلَاءِ اِلٰى ذٰلِكَ الْيَوْمِ (روح المعانی ج ۲۳ صفحہ ۱۴۵) حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے البتہ مچھلی کا پیٹ ان کے لئے قبر بن جاتا یوم البعث تک، اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کے بدن مبارک کے محفوظ ہونے کی وجہ سے مچھلی کا بدن بھی محفوظ رہتا اور روز قیامت تک ان پر کوئی آفت اور ہلاکت مسلط نہ ہوتی۔

(۱۰) وَ كَانَ بَطْنُهٗ قَبْرًا لَّهٗ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ اور یونس علیہ السلام کے لئے مچھلی کا پیٹ یوم البعث تک قبر بن جاتا۔ (تفسیر کبیر)

(۱۱، ۱۲) قَالَ قَتَادَةُ لَصَارَ بَطْنُ الْحُوْتِ قَبْرًا لَّهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مفسر قرآن قتادہ رحمہ اللہ تابعی نے کہا البتہ روز قیامت تک مچھلی کا پیٹ ان کے لئے قبر بنا رہتا۔ (زاد المسیر لابن قیم ج ۷ صفحہ ۸۷، البحر المحیط ج ۷ صفحہ ۳۷۵)

(۱۳) یعنی لَمَاتَ فِيْ بَطْنِهٖ وَصَارَ لَهٗ قَبْرًا فَيَبْقٰى اَجْزَائُهٗ مُخْتَلِطًا بِاَجْزَاءِ الْحُوْتِ حَيْثُمَا كَانَ فِيْ عِلْمِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (التفسیر المظہری ج ۸ صفحہ ۱۴۴) یعنی اگر یونس علیہ السلام تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو (بطور تنبیہ) مچھلی کے پیٹ میں رہتے یہیں ان پر موت آتی (حتیٰ کہ مچھلی ان کو ہضم کر جاتی) اور ان کے اجزاء مچھلی کے اجزاء کے ساتھ خلط ملط ہو کر قیامت تک اسی حالت میں رہتے اور وہ مچھلی بایں صورت یا مچھلی کے اجزاء زمین کے اندر جہاں بھی ہوتے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتے لیکن تسبیح کی برکت سے ان کو اللہ تعالیٰ نے اس حالت سے محفوظ رکھا۔

مچھلی کا پیٹ قبر کیسے؟

مچھلی کا پیٹ ان کے لئے قبر بن جاتا، اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) روح المعانی وغیرہ کے بیان کے مطابق اللہ تعالیٰ مچھلی کے پیٹ کو قبر بنا دیتے اور موت کے بعد یونس علیہ السلام کے بدن کو اور ان کے بدن کی وجہ سے مچھلی کے بدن کو تا قیامت محفوظ اور باقی رکھتے۔ (۲) یا تفسیر مظہری کے مطابق مچھلی کا پیٹ اس طرح قبر بنتا کہ اگر بالفرض یونس علیہ السلام تسبیح نہ کرتے تو مچھلی ان کو ہضم کر جاتی اور ان کے اجزاء مچھلی کے اجزاء کے ساتھ مل جاتے اور قیامت تک اسی حالت میں رہتے اور وہ اجزاء زمین کے اندر جہاں بھی ہوتے وہی جگہ قبر ہوتی، یہ ایسے ہی ہے جیسے "وھم بھا لولا ان رأ برھان ربہ" (یوسف: ۲۴) اگر بالفرض یوسف علیہ السلام رب کا برہان نہ دیکھتے تو وہ بھی زلیخا کا قصد کر لیتے، لیکن رب کے برہان کی وجہ سے اس قبیح ارادہ سے بچ گئے، اسی طرح "لئن اشرکت لیحبطن عملك" (زمر: ۶۵) اے پیغمبر! اگر بالفرض آپ بھی شرک کریں گے تو آپ کے عمل بھی باطل ہو جائیں گے۔ اس فرضی صورت سے یوسف علیہ السلام کی عصمت میں فرق نہیں آیا، نہ ہی سرور کائنات ﷺ کی توحید میں فرق آیا، تو اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں اس فرضی صورت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد الوفات اجسام مبارکہ کے محفوظ ہونے والے عقیدہ میں بھی فرق نہیں آتا۔ ہمارے نزدیک یہ دوسری صورت مرجوح ہے اور پہلی صورت راجح ہے۔ تاہم ان حوالہ جات سے یہ بات خوب واضح ہو جاتی ہے کہ بعد از وفات قبر اس جگہ کا نام ہے جہاں میت کا جسم یا اجزائے جسم قرار پکڑیں۔

(۱۴) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مردہ اور مردہ کے اجزاء خوردہ کے لئے عذاب قبر کی کیفیت یوں بیان فرماتے ہیں وَلَا مَانِعَ فِي الْعَقْلِ مِنْ اَنْ يُّعِيْدَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْحَيَاةَ فِيْ جُزْءٍ مِّنَ الْجَسَدِ اَوْ فِي الْجَمِيْعِ عَلٰى خِلَافٍ بَيْنَ الْاَصْحَابِ فَيُثِيْبُهٗ وَيُعَذِّبُهٗ وَلَا يَمْنَعُ مِنْ ذَالِكَ كَوْنُ الْمَيِّتِ قَدْ تَفَرَّقَتْ اَجْزَائُهٗ كَمَا يُشَاهَدُ فِي الْعَادَةِ اَوْ اَكَلَتْهُ السِّبَاعُ وَالطُّيُوْرُ وَحِيْتَانُ الْبَحْرِ لِشُمُوْلِ عِلْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَقُدْرَتِهٖ۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۱ صفحہ ۲۴۳) اگر عقل سے کام لیں تو اس میں کوئی چیز مانع نہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم کے اصلی جزء میں یا تمام اجزاء میں حیات لوٹا کر اس کو ثواب دیں یا عذاب دیں، اور میت کے اجزاء کا بکھرنا (جیسا کہ عادۃً ایسا ہو جاتا ہے) یا اس کو درندوں، پرندوں اور دریا کی مچھلیوں کا کھا جانا جزء اصلی میں یا تمام اجزاء کے اندر حیات کے لوٹانے میں مانع نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ہر ایک کے ذرہ ذرہ کا علم ہے اور ان میں حیات لوٹانے پر قدرت ہے (جب اجزائے میت کا عذاب عذاب قبر ہے تو یہ تب ہو سکتا ہے جب اجزائے میت کی جگہ کو قبر تسلیم کیا جائے اور اُن اجزاء میں حیات ہو۔)

(۱۵) علم الکلام کی مشہور نصابی کتاب شرح العقائد ص ۷۷ میں علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اِنَّهٗ يَجُوْزُ اَنْ يَّخْلُقَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ جَمِيْعِ الْاَجْزَاءِ اَوْ فِيْ بَعْضِهَا نَوْعًا مِّنَ الْحَيٰوةِ قَدْرَ مَا يُدْرِكُ اَلَمَ الْعَذَابِ اَوْ لَذَّةَ التَّنْعِيْمِ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کے تمام اجزاء میں یا بعض اجزاء میں اتنی حیات پیدا کر دیں جس کے ساتھ وہ عذاب کی تکلیف یا نعمت رسانی کی لذت محسوس کر سکے اور یہی قبر کا عذاب وثواب ہے۔ جب میت کے اجزاء جس حالت میں جہاں بھی ہوں ان کو عذاب قبر ہوتا ہے تو اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ اجزاء جس جگہ اور جس حالت میں ہوں وہی جگہ میت کی قبر ہے۔

(۱۶) ثُمَّ اعْلَمْ اَنَّ اتِّصَالَ الرُّوْحِ بِالْبَدَنِ لَا یَخْتَصُّ بِجُزْءٍ دُوْنَ جُزْءٍ بَلْ هِیَ مُتَّصِلَةٌ مُشْرِقَةٌ عَلٰی سَائِرِ اَجْزَائِهٖ وَاِنْ تَفَرَّقَتْ وَکَانَ جُزْءٌ بِالْمَشْرِقِ وَجُزْءٌ بِالْمَغْرِبِ وَ لَعَلَّ هٰذَا الْاِشْرَاقَ عَلَی الْاَجْزَاءِ الْاَصْلِیَّةِ لِاَنَّهَا الَّتِیْ یَقُوْمُ بِهَا الْاِنْسَانُ مِنْ قَبْرِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَلٰی مَا اخْتَارَهٗ جَمْعٌ (روح المعانی ج۱۵ صفحہ ۱۶۳) پھر جان لیجئے کہ (موت کے بعد) روح کا بدن کے کسی ایک جزء کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا بلکہ بدن کے تمام اجزاء کے ساتھ (سورج اور زمین کے تعلق کی طرح) اشراقی تعلق ہوتا ہے اگرچہ وہ اجزاء بکھر چکے ہوں ایک جزء مشرق میں ہو دوسرا مغرب میں ہو، اور لگتا یہ ہے کہ روح کا یہ پرتو بدن کے اصلی اجزاء (عنصریہ) پر ہوتا ہے کیونکہ یہی وہ اجزاء ہیں جن کے ساتھ انسان قیامت کے دن قبر سے اٹھے گا۔

(۱۷) علامہ ابن ہمام کی کتاب المسایرہ فی العقائد المنجیہ فی الآخرۃ کے حاشیہ میں علامہ قاسم بن قطلوبغا لکھتے ہیں وَ غَایَةُ مَافِی الْبَابِ اَنْ یَّکُوْنَ بَطْنُ السَّبُعِ وَ نَحْوِهٖ قَبْرًا لَهٗ عذاب قبر کے باب میں انتہائی فیصلہ کن بات یہ ہے کہ درندے وغیرہ کا پیٹ اس میت کے لئے قبر ہوگا (اس کو ثواب یا عذاب بھی وہیں ہوگا اور قیامت کے روز وہ وہیں سے اٹھے گا جہاں درندے کے اجزاء کے ساتھ مخلوط ہو کر پڑا ہوگا)

(۱۸) والمراد بالقبر البرزخ والتعبیر به للغالب او کل ما استقر فیه اجزائه فهو قبره یعنی (عذاب قبر سے مراد قبر میں لوہے کے گرزوں سے مارنا، قبر کا بھینچنا وغیرہ) اور یہاں قبر سے مراد برزخ ہے اور عذاب القبر میں اگر قبر سے مدفن مراد ہو تو یہ اکثر افراد کے اعتبار سے ہے، یا قبر کا معنی ہے کہ قبر ہر وہ جگہ ہے جس میں میت کے اجزاء قرار پکڑیں (وہ اجزاء جس حالت میں بھی ہوں)　(ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح المجتبیٰ ج۱۵ ص۲۵۱)

(۱۹) واما الذی تاکله السباع فغایة ما فی الباب ان یکون بطن السبع قبرا له (جس کو درندے کھا جائیں اس باب میں انتہائی بات یہ ہے کہ درندے کا پیٹ اس کے لیے قبر ہوگا)　(الاقتصاد للغزالی ص۱۱۷)

(۲۰) المراد بالقبر مقر المیت سواء کان قبرا او جوف الانسان او جوف السباع (حاشیہ کورانی علی شرح العقائد ص۴۸۱) قبر سے مراد میت کی جائے قرار ہے خواہ اس کی جائے دفن ہو یا انسان کا پیٹ ہو یا درندوں کا پیٹ ہو۔

(۲۱) قبر کل انسان مکانه الذی حل فیه (حاشیہ عدوی علی کفایۃ الربانی ج۱ ص۱۰۸) ہر انسان کی قبر اس کی وہ جگہ ہے جس میں وہ اترے۔

(۲۲) ان بطنها صارا قبرا له (حاشیہ صاوی علی الشرح الصغیر ج۲ ص۱۴۷) اگر بچہ ماں کے پیٹ میں مر جائے تو ماں کا پیٹ ہی اس بچے کے لئے قبر ہوگا۔

(۲۳) حکیم الامت حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: حرق (مردہ کو جلانے) سے انعدام نہیں ہوتا بلکہ استحالہ (تبدیلی) ہوتا ہے پس اجزاء باقی ہیں اور وہ اجزاء جہاں ہیں وہی ان کی قبر ہے، حقیقت قبر کی محل وجود میت ہے۔　(امداد الفتاویٰ ج۴ ص۶۶۷)

(۲۴) ''برزخ'' دنیا اور آخرت کے درمیانی عالم کا نام ہے جس جگہ بھی اور جس حال میں بھی مردہ مرنے کے بعد سے لے کر یوم البعث تک رہے گا وہی برزخ ہے خواہ مردہ قبر میں دفنا دیا جائے یا سمندر میں ڈبو دیا جائے یا آگ میں جلا دیا جائے یا کوئی جانور یا درندہ اس کو کھا لے، غرض اس جملہ احوال کا عنوان برزخ ہے اور اسی کو

اصطلاحی طور پر قبر کہا جاتا ہے، اگرچہ قبر لفظی طور سے زمین کے گڑھے کو کہتے ہیں مگر شریعت کی نظر میں یہ جملہ احوال عالم قبر ہی شمار کیے جاتے ہیں۔ (معارف القرآن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، مؤمن: ۴۶)

(۲۵) قبر لغت کے اعتبار سے زمین میں کھود کر بنائے ہوئے گڑھے کو کہا جاتا ہے مگر اصطلاح شریعت میں "قبر" عالم برزخ کا نام ہے، یعنی وہ محل اور حالت جو انسان کے مرنے کے بعد سے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے تک کی ہے، نزع روح کے بعد وہ جسم انسانی کسی بھی جگہ ہو خواہ زمین میں دفن کر دیا جائے یا دریا میں غرق ہو جائے یا آگ میں جل جائے یا کوئی جانور اس کو کھا جائے یا جسم کے ذرات ہواؤں میں اڑ جائیں غرض ہر حالت اور مکان برزخ ہے اور اسی برزخی حالت یا محل کو شریعت قبر کے لفظ سے تعبیر کرتی ہے، اسی بناء پر ہر میت سے مرنے کے بعد نکیرین کے سوال کا ذکر احادیث میں آتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ سوال ہر ایک میت سے ہوتا ہے اور مرنے کے بعد انسان کی لاش بسا اوقات ان حالتوں میں واقع ہوتی ہے۔ (معارف القرآن، سورہ عبس: ۲۱)

(۲۶) دنیا اور آخرت کے درمیانی عالم کا نام عالم برزخ ہے، اور قبر عالم برزخ کے اس مخصوص مقام کا نام ہے جو میت کے ساتھ متعلق ہے۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۳ ص ۱۷۸)

(۲۷) مختصر تذکرۃ قرطبی صفحہ ۳۶ طمصر۔ (۲۸) کتاب الروح لابن القیم ص ۷۱۔

(۲۹) شرح الصدور للسیوطی ص ۵۹۔ (۳۰) کتاب الروح لابن قیم ص ۸۹، ۹۰۔

(۳۱) شرح مسلم للامام نووی ج ۲ ص ۳۸۵، ۳۸۶۔ (۳۲) فتح الباری ج ۳ ص ۳۰۱۔

(۳۳) عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۲ باب المیت یسمع خفق النعال۔

(۳۴) لمعات التنقیح للشیخ عبدالحق ج ۱ ص ۲۱۷۔ (۳۵) اشعۃ اللمعات للشیخ عبدالحق ج ۱ ص ۱۱۴۔

منکرین حیات خصوصاً نیلوی صاحب کا دعویٰ یہ ہے رجال کو حق کے تابع ہونا چاہئے، حق رجال کے تابع نہیں ہونا چاہیے (ندائے حق جلد اول ص ۳۱۹) اور ص ۳۱۷ پر ستائیس نام لکھ کر فرماتے ہیں کہ ان علماء کے حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ انسان کی شرعی قبر وہی عالم برزخ ہے، یہ انسان کا کھودا ہوا گڑھا نہیں ہے، اور برزخ وہ مقام ہے جو عالم عناصر سے بالاتر ہے۔ (اب ایک طرف قارئین کے سامنے شرعی قبر کے متعلق قرآن وحدیث کی تصریحات اور سلف صالحین کی تائیدات ہیں، دوسری طرف منکرین حیات کے منتخب ترجمان کی تحقیق ہے جس پر قرآن وحدیث میں کوئی تصریح نہیں ہے، البتہ کچھ علماء کی عبارات ہیں جن سے اپنی کج فہمی یا کم فہمی سے اپنا نظریہ کشید کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ قارئین فیصلہ کریں کہ منکرین حیات اپنے دعویٰ میں کس حد تک سچے ہیں؟)

قبر کے لغوی اور شرعی معنی میں عموم وخصوص کا فرق

قبر کے عرفی لغوی اور شرعی معنی کے درمیان فرق یہ ہے کہ عرفی لغوی معنی خاص ہے، یہ صرف اس آدمی کی قبر کو شامل ہے جو زمین میں گڑھا کھود کر دفن کیا گیا، اور جن کی تدفین نہیں ہوئی ان کی قبور کو شامل نہیں، جب کہ قبر کا شرعی معنی عام ہے کیونکہ موت کے بعد جسم یا اجزاء جسم جس جگہ ہوں اور جس حالت میں ہوں وہ جگہ شرعی قبر ہے پس یہ تعریف اتنی جامع اور عام ہے جو مدفون اور غیر مدفون سب اموات کی قبور کو شامل ہے، سو اس شرعی تعریف کے مطابق کوئی بھی ایسا انسان نہیں جس کے لئے پس مرگ قبر نہ ہوتی ہو، کسی نہ کسی جگہ اس کی قبر ضرور ہوگی۔ نیز جب لغوی وعرفی

قبر، شرعی قبر میں داخل ہو کر اس کا ایک فرد بن گئی تو یہ شرعی قبر سے الگ قسم شمار نہ ہوگی بلکہ شرعی قبر کی ہی ایک قسم یا ایک فرد شمار ہوگی، یعنی شرعی قبر کی دو قسمیں بن جائیں گی۔ مدفن (میت کی جائے دفن) اور غیر مدفون میت کی قبر وہ میت جہاں بھی ہو اور جس حالت میں ہو۔

نتیجہ: مفتی صاحب نے سعد سے پوچھا آپ نے قبر کی حقیقت کیا سمجھی ہے؟ اور کیا کوئی ایسا انسان ہے پس مرگ جس کی قبر نہ ہو۔ سعد نے کہا قرآن حدیث اور اسلاف کی تحقیقات کی روشنی میں قبر اس جگہ کا نام ہے جہاں میت کا جسم عنصری ہو یا اُس کے اجزاء ہوں اور وہ جس حالت میں بھی ہوں۔ شرعی قبر کی اس تعریف کے مطابق کوئی بھی انسان ایسا نہیں جس کی قبر نہ ہو۔

قبر کی تین تعبیرات (ارضی قبر، برزخی قبر، عالم برزخ کی وضاحت)

سعد: حضرت! ہمارے بعض معتبر علماء نے لکھا ہے کہ قبر عالم برزخ کا نام ہے، جب کہ بعض نے برزخی قبر کا ذکر کیا ہے، اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

مفتی صاحب: ٹھیک ہے میں اس کی وضاحت کرتا ہوں:

آپ نے پڑھ لیا کہ قبر شرعی کی تعریف میں اختلاف الفاظ اور اختلاف تعبیرات کے باوجود مفہوم ایک ہی رہا، بعض نے کہا اَلْقَبْرُ مَقَرُّ الْمَيِّت، بعض نے کہا کلُّ موضعٍ فیہ مقر الجسم فهو قبره، بعض نے کہا کل موضع فيه مقره فهو قبره، بعض نے کہا کل مقر الجسم فهو قبره، بعض نے کہا کل ما استقر فيه بعد الموت فهو قبره لیکن سب کا مفہوم ایک ہے یعنی شرعی قبر وہ جگہ ہے جہاں میت کا جسم یا جسم کے اجزاء قرار پکڑیں خواہ وہ جس حالت میں ہوں اور یکجا ہوں یا منتشر ہوں۔

اسی طرح اہل علم کے ہاں شرعی قبر کی ایک اور تعبیر بھی ہے کہ شرعی اصطلاح کے اعتبار سے قبر عالم برزخ کا نام ہے، اس کے سمجھنے کے لئے یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ بعض مرتبہ بول چال میں ایسا لفظ بول دیا جاتا ہے جو اپنے ظاہری مفہوم و معنی کے اعتبار سے عام ہوتا ہے لیکن اس کا مصداق خاص ہوتا ہے اور وہی خاص مصداق متکلم کی مراد ہوتی ہے جیسے آپ سے کسی نے پوچھا جناب! آپ کا گھر کہاں ہے؟ آپ جواب دیں ملتان، تو اس سے پورا ملتان مراد نہیں بلکہ ملتان سے گھر کا خاص مقام مراد ہے۔ آپ سے کسی نے پوچھا باب العلوم کہاں ہے؟ آپ نے کہا کہروڑ پکا میں، تو اس سے پورا کہروڑ پکا مراد نہیں ہوتا بلکہ اس کا خاص محل وقوع مراد ہوتا ہے، کسی نے پوچھا آپ نے نماز کہاں پڑھی ہے؟ جواب ہوگا مسجد میں، تو آپ نے ذکر کیا مسجد کا جو عام ہے، حالانکہ آپ نے نماز پڑھی ہے مسجد کی خاص جگہ میں، اور مسجد سے آپ کی مراد خاص جگہ ہوگی۔ سفر کے دوران آپ سے کسی نے پوچھا جناب کہاں جا رہے ہو؟ آپ نے جواب دیا فیصل آباد، سائل سمجھتا ہے کہ آپ نے اگرچہ لفظ فیصل آباد کا بولا ہے جو عام ہے لیکن آپ نے جانا ہے خاص جگہ، اور آپ کے دل میں مراد بھی وہی خاص جگہ ہے، اس لئے وہ دوبارہ سوال کرتا ہے فیصل آباد کس جگہ؟ آپ جواب دیتے ہیں فلاں جگہ؟

پس اسی طرح شرعی قبر کی تعریف و تعیین میں لفظ تو عام بولا گیا ہے عالم برزخ، لیکن اس سے خاص جگہ مراد ہے یعنی ''جسم یا اجزائے جسم کی جائے قرار''۔ ہمارے استاذ محترم استاذ الاساتذہ جامع المعقول والمنقول

فاضل دیو بند علامہ حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (ظاہر والی، بہاول پور) فرمایا کرتے تھے ''ہم عالم دنیا میں ہیں جو عالم برزخ کے مقابلہ میں چھوٹا جہان ہے اور اس میں ہم چلتے پھرتے ہیں سیر وتفریح کے لئے سفر کرتے ہیں اس کے باوجود اس عالم دنیا میں ہمارا ایک متعین ٹھکانہ اور متعین جگہ ہوتی ہے، یارو! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ عالم برزخ جو عالم دنیا کے مقابلہ میں بہت وسیع جہان ہے اور اس میں مردے چلتے پھرتے بھی نہیں یہاں ٹھکانہ اور جگہ متعین نہ ہو؟ لہٰذا عالم برزخ میں جگہ متعین ہونی چاہئے اور وہ ہے جسم عنصری یا جسم عنصری کے اجزاء کی جائے قرار خواہ مدفون ہو یا غیر مدفون، کیونکہ فوت شدہ کے لئے جسم عنصری یا اجزاء جسم کی جو جگہ ہے وہ برزخ ہے، پس وہ میت جس جگہ ہو اور جس حالت میں ہو وہ عالم برزخ میں ہے، اس لئے اسی زمینی قبر کو کہہ سکتے ہیں برزخی قبر اور یہ بات گزر چکی ہے کہ فوت شدہ آدمی کے لئے قیامت تک سارا زمانہ اور ہر جگہ برزخ ہے لہٰذا میت کا جسم یا اجزاء جسم جس جگہ بھی ہیں وہ میت کے لئے برزخ ہے، اگر جسم زمین میں مدفون ہے تو دفن کی جگہ اس میت کے لئے برزخ ہے، اگر وہ درخت کے ساتھ یا سولی پر لٹکا ہوا ہے تو اس کے لئے وہی برزخ ہے، اور اگر کسی درندے نے یا چرند پرند نے کھالیا اور وہ ان کا جزو بدن بن گیا تو ان کا بدن اس کے لئے برزخ ہے۔ پھر اُس جانور کے مرنے کے بعد اُس کے ساتھ خلط ملط ہو کر زمین کے جس حصہ میں پیوست ہوں گے وہی جگہ اُس کے لئے قبر ہوگی، اور اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ اس میت کے اجزاء عنصر یہ میں حیات پیدا کر کے اُن کو ثواب یا عذاب دے اور جانور کے اجزاء کو عذاب نہ ہو، جیسا کہ انسان کے جسم کا جو حصہ سن کر دیا جائے اُس میں جراحی عمل سے درد نہ ہوگا، لیکن اس کے متصل والے غیر ماؤف حصہ میں وہی جراحی عمل کیا جائے تو درد ہوتا ہے۔ غرضیکہ جسد عنصری اور جسد عنصری کے اجزاء کی جائے قرار وہ اس میت کے لئے برزخ ہے، لہٰذا وہ جگہ اس میت کے لئے شرعی قبر بھی ہے اور برزخی قبر بھی، بلکہ اگر اس میت کو دفن کیا گیا ہے تو اس کے دفن کی جگہ عرفی قبر بھی ہے اور شرعی و برزخی قبر بھی ہے۔ پس شرعی قبر کی جو تعبیر ہے برزخ یا عالم برزخ یا برزخی قبر اس کے ساتھ مدفون میت کے مدفن (جائے دفن) کو شرعی قبر کے مفہوم سے خارج کرنے کے لئے نہیں بلکہ شرعی قبر کے مفہوم میں عموم اور وسعت پیدا کر کے مدفون وغیر مدفون اموات کی قبور کو شامل اور داخل کرنا مقصود ہے۔

''حفرہ قبر نہیں'' اور ''حفرہ ہی قبر نہیں'' میں فرق

<u>سعد</u>: ہمارے بعض اکابر نے حفرہ اور جائے دفن کے قبر ہونے کی نفی کی ہے اور فرمایا قبر عالم برزخ کا نام ہے۔

<u>مفتی صاحب</u>: ہمارے جن بعض اکابر کی تحریروں میں حُفرہ (قبر کا گڑھا) کے قبر ہونے کی نفی ہے اس سے حفرہ میں قبر کے منحصر ہونے کی نفی ہے حفرہ کے قبر ہونے کی نفی نہیں، یعنی ان حضرات کا مطلب یہ ہے کہ شرعی قبر صرف حفرہ (قبر کا گڑھا) کا نام ہی نہیں بلکہ شرعی قبر برزخ یا عالم برزخ کا نام ہے جو حُفرہ، غیر حُفرہ، مدفون اور غیر مدفون سب اموات کی قبور کو شامل ہے۔

<u>تائیدات</u>: (۱) قبر سے مراد عالم برزخ ہے قبر سے مراد یہاں مدفن نہیں ہے تاکہ یہ کیفیت شامل ہو ان لوگوں کو بھی جو دریا میں ڈوب گئے یا آگ میں جل کر مرگئے یا کسی جانور نے ان کو کھالیا ہو۔

(تہذیب العقائد ص ۴۰ بحوالہ ندائے حق ص ۷۹)

(۲) محدث دہلوی نواب قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں عذاب قبر ثابت ہے کتاب وسنت سے اس میں کچھ

شبہ نہیں اور مراد قبر سے عالم برزخ ہے کہ وہ واسطہ ہے درمیان دنیا اور آخرت کے اور یہ ہر جا ہوسکتا ہے کچھ معنی قبر کا گڑھا ہی مراد نہیں۔ (مظاہر حق قدیم ص ۶۲ بحوالہ ندائے حق ص ۰ ۷)

اس عبارت میں نواب قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے گڑھے کے قبر ہونے کی نفی نہیں کی بلکہ قبر کے گڑھے میں منحصر ہونے کی نفی کی ہے کہ قبر صرف گڑھا ہی نہیں بلکہ قبر عالم برزخ ہے جو ہر جگہ ہوسکتا ہے یعنی ہر وہ جگہ جہاں میت کا جسد عنصری ہے یا جسد عنصری کے اجزاء ہیں سو نواب قطب الدین کی اس وضاحت کے مطابق عالم برزخ کا لفظ مدفون اور غیر مدفون سب اموات کی قبور کو شامل ہے۔

(۳) و مراد بقبر عالم برزخ است که واسطه میان دنیا و آخرت و تعلق دار دبهر دو مقام نه آں گورے که مرده را درو گور کنندچه بسیار مردگاں که درآب غرق شوند و درآتش سوخته گردندو در شکم جانوراں بتحلیل روند (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۱۴) اور قبر سے مراد عالم برزخ ہے جو دنیا و آخرت کے درمیان واسطہ ہے دونوں جہان کے ساتھ تعلق رکھتا ہے قبر سے صرف وہ گڑھا مراد نہیں جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے کیونکہ بہت سے مردے پانی میں غرق ہوجاتے ہیں بعض کو آگ میں جلا دیا جاتا ہے اور بعض جانوروں کے پیٹ میں تحلیل ہوجاتے ہیں (اور عالم برزخ کی عام تعبیر ان سب قبور کو شامل ہے)

(۴) ومما ینبغی ان یعلم ان عذاب القبر هو عذاب البرزخ فکل من مات وهو مستحق للعذاب نالہ نصیبہ منہ قبر اولم یقبر فلو اکلتہ السباع او احرق حتی صار رمادا او نسف فی الھواء او صلب او غرق فی البحر وصل الی روحه وبدنه من العذاب ما یصل الی القبور (کتاب الروح ص ۷۴ ط پشاور) یہ بات جان لینا مناسب ہے کہ عذاب قبر وہی عذاب برزخ ہے پس ہر وہ آدمی جو فوت ہوگیا، اور وہ عذاب کا مستحق ہے تو وہ خواہ قبر میں دفن کیا گیا ہو، یا دفن نہ کیا گیا دونوں صورتوں میں اس کو وہ عذاب پہنچے گا اگرچہ اس کو درندوں نے کھالیا یا وہ جلا دیا گیا حتیٰ کہ راکھ بن گیا اور وہ فضا میں اڑا دیا گیا یا وہ سولی پر لٹکا دیا گیا یا دریا میں غرق ہوگیا تو جو عذاب دفن ہونے کی صورت میں اس کی طرف پہنچتا ہے وہ ان صورتوں میں بھی روح و بدن کی طرف پہنچتا ہے۔

اس عبارت سے چند امور معلوم ہوئے (۱) میت کے جسم عنصری یا اس کے اجزاء جس جگہ ہوں وہ اس کی قبر ہے۔ (۲) ان اجزاء کو خواہ راکھ بنا کر ہوا میں اڑا دیں یا دریا میں بہا دیں تب بھی ان اجزاء کو عذابِ قبر ہوتا ہے۔ (۳) جس جگہ میت کا جسم یا اجزاء جسم ہیں وہ اس کی شرعی قبر بھی ہے اور برزخ بھی ہے۔ (۴) قبر میں جسم عنصری یا جسم عنصری کے ذرات کو جو عذاب ہوتا ہے وہ عذاب قبر بھی ہے اور وہی عذاب برزخ بھی ہے۔ (۵) زمینی قبر شرعی قبر بھی ہے اور برزخی قبر بھی ہے۔

(۵) محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں والمراد بالقبر ھھنا عالم البرزخ وھو عالم بین الدنیا والآخرة له تعلق بکل منهما ولیس المراد الحفرة التی یدفن فیها المیت فرب میت لا یدفن کا لغریق والمحروق والماکول فی بطن الحیوانات یعذب وینعم ویسأل اس جگہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے اور یہ دنیا و آخرت کے درمیان ایک جہان ہے جو دنیا و آخرت میں سے ہر ایک کے ساتھ من وجہ تعلق رکھتا ہے اور عذاب قبر کے باب میں صرف وہ گڑھا مراد نہیں جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے کیونکہ بعض مردے ایسے ہوتے ہیں جن کو دفن نہیں کیا جاتا جیسے جو مردہ پانی میں غرق ہوجائے یا اس کو جلا دیا جائے یا اس کو جانور کھالیں اور وہ ان کے پیٹ

میں چلا جائے عذاب یا ثواب ان کو بھی ہوتا ہے اور ان سے بھی سوال کیا جاتا ہے۔ (لمعات التنقیح ج ۱ ص ۲۱۷)

فائدہ: قبر سے اگر محض گڑھا مراد ہو تو غیر مدفون اموات کے لئے نہ یہ حفرہ والی قبر ہوگی نہ ان کے لئے عذاب وثواب ہوگا نہ سوال وجواب، حالانکہ عذاب وثواب اور سوال وجواب ان سے بھی ہوتا ہے، اور اگر قبر سے عالم برزخ مراد ہو تو شرعی قبر کی یہ تعریف وتعبیر اتنی عام اور وسیع ہے جو مدفون، غیر مدفون سب اموات کی قبور کو شامل ہو جاتی ہے اور یہ بات واضح ہے کہ عنصری جسم ہی غرق ہوتا ہے وہی جلایا جاتا ہے اسی کو جانور کھاتے ہیں، جسم مثالی نہ پانی میں غرق ہوتا ہے نہ اس کو جلایا جاتا ہے نہ اس کو جانور کھاتے ہیں، اس لئے علماء کی یہ وضاحت اس بات کی دلیل ہے کہ شرعی قبر کی تعریف میں عالم برزخ کا مصداق وہ خاص جگہ ہے جہاں عنصری جسم یا عنصری جسم کے اجزاء غرق ہونے یا جلانے یا کھائے جانے کے بعد قرار پکڑیں۔ وہ جہاں بھی قرار پکڑیں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ وہ ان اجزاء میں حیات پیدا کر دے پھر ان سے سوال وجواب بھی ہو اور ان کے لئے عذاب وثواب بھی ہو)

(۶) حکیم الامت حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: برزخ اس حالت کا نام ہے جو آخرت اور دنیا کے درمیان کی حالت ہے، اگر قبر میں دفن کر دیا وہی اس کا برزخ ہے۔ اس سے وہاں ہی سوال وجواب اور ثواب وعذاب ہوگا اور اگر بھیڑیئے نے یا شیر نے کھا لیا اس کے لئے وہی برزخ ہے اور اگر جلا دیا تو جہاں جہاں اس کے اجزاء ہونگے اس سے وہاں ہی یہ سب واقعات پیش آئیں گے۔ لیکن چونکہ شریعت میں دفن کرنے کا حکم ہے اس لئے عالم برزخ کو قبر سے تعبیر فرمایا ہے۔ (خطبات ج ۱۴ ص ۸۱: وعظ: حیات طیبہ)

(۷) حق تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بتلا دیا کہ قبر بھی آخرت میں داخل ہے، اس سے موت اور ما بعد الموت کا مراقبہ بہت قریب ہو گیا، کیونکہ قبر کیا چیز ہے؟ یہی زمین تو ہے جس پر آپ روزانہ چلتے پھرتے ہیں۔
(خطبات حکیم الامت ج ۲۲ ص ۳۹۵)

(۸) منکرین حیات کے وکیل اعظم مولانا محمد حسین نیلوی ایک بریلوی مولوی صاحب کی عبارت اپنی تائید میں نقل کرتے ہیں اس میں بھی حصر کی نفی ہے۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں ایک مشہور بریلوی مولوی مفتی احمد یار بدایونی ثم گجراتی بھی بریلوی مسلک کا ہو کر اس امر کو مان گیا ہے کہ قبر سے مراد صرف یہ غار نہیں جس میں یہ مردہ دفن ہوتا ہے بلکہ اس سے عالم برزخ مراد ہے مردہ کا جسم کہیں ہو مگر روح تو محفوظ ہے اسی روح کو جسم کے اصل ذرات سے متعلق کر کے اس سے سوال وجواب ہو جاتے ہیں۔ یہ حوالہ نقل کر کے خود نیلوی صاحب لکھتے ہیں بہر حال یہ اس (بریلوی مولوی صاحب) کو بھی مسلّم ہے کہ قبر صرف غار اور گڑھے کا نام نہیں بلکہ عالم برزخ کا نام ہے قبر۔ (ندائے حق ص ۹۷، ۹۸، ج ۱)

(۹) علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں برزخ کی تین قسمیں ہیں، مکان، زمان، حال۔ فالمکان من القبر الی علیین ومن القبر الی سجین (الحاوی للفتاوی ص ۱۸۵) برزخ مکانی، قبر سے علیین تک اور قبر سے سجین تک ہے۔ معلوم ہوا کہ ارضی قبر بھی برزخ کا حصہ ہے۔

(۱۰) ان عذاب القبر هو عذاب البرزخ فكل من مات وهو مستحق للعذاب ناله نصيبه منه قبر اولم يقبر (لوامع الانوار البہیہ ج ۲، ص ۲۶) عذاب قبر وہی عذاب برزخ ہے ہر وہ شخص جو فوت ہو گیا اور وہ عذاب کا مستحق ہے تو اس کو اس کے عذاب کا حصہ پہنچتا ہے خواہ اس کو قبر میں دفن کیا گیا یا دفن نہ کیا گیا۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ قبر یعنی میت کو دفن کرنے کی جگہ برزخ کا حصہ ہے اور اس میں جو عذاب ہوتا ہے اسی کو عذاب قبر کہتے

ہیں اور اسی کو عذاب برزخ بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر کے ثواب وعذاب کا تعلق اُس جسد کے ساتھ ہے جس کو دفن کیا جاتا ہے لیکن کبھی اُس کو بعض عوارض کی وجہ سے دفن نہیں کیا جاتا تاہم اُس کو ثواب وعذاب پھر بھی ہوتا ہے، ہمیں نظر آئے یا نظر نہ آئے۔

(۱۱) العقیدہ السفارینیۃ میں عبارت ہے من فتنۃ البرزخ والقبور شارح اس کی شرح میں لکھتے ہیں:
والبرزخ الحاجز بین الشئیین والمراد بہ ما بین موت الانسان الی قیام الساعۃ وعطف القبور علیہ من باب عطف الخاص علی العام لان البرزخ اعم من القبور قد یموت الانسان ویلقیٰ علی وجہ الارض فتاکلہ السباع فھو حین ذالك لا یکون فی قبر ویکون فی برزخ فکل میت فھو فی برزخ و کل مقبور فھو فی برزخ (شرح العقیدۃ السفارینیۃ ج۱، ص ۴۳۱) برزخ دو چیزوں کے درمیان رکاوٹ کا نام ہے اور یہاں پر مراد وہ (مکان، زمان اور حال) ہے جو موت کے وقت سے قیامت تک ہے اور قبور کا عطف برزخ پر خاص کا عطف ہے عام پر، کیونکہ برزخ قبور سے عام ہے (یعنی قبور برزخ کا خاص فرد اور خاص حصہ ہے) بعض دفعہ انسان مرتا ہے اور اس کو زمین کے اوپر ڈال دیا جاتا ہے اس کو درندے کھا جاتے ہیں پس وہ دفن والی عرفی قبر میں نہیں لیکن برزخ میں ہے پس ہر میت (مدفون ہو یا غیر مدفون) برزخ میں ہے، اور ہر وہ میت جس کو قبر میں دفن کیا گیا وہ برزخ میں ہے۔ معلوم ہوا قبر برزخ کا خاص حصہ اور خاص فرد ہے جب کہ برزخ اس سے عام ہے۔

(۱۲) عن الحسن البصری قال البرزخ ھی ھذہ القبور التی بینکم وبین الآخرۃ (تفسیر مجاہد ص ۴۸۸) حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ برزخ یہی محسوس مبصر مشاہدہ میں آنے والی قبریں ہیں۔

(۱۳) مفسر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کرتے ہیں: وَیْلٌ لِاَھْلِ الْمَعَاصِیِ مِنْ اَھْلِ الْقُبُوْرِ تَدْخُلُ عَلَیْھِمْ فِیْ قُبُوْرِھِمْ حَیَّاتٌ سُوْدٌ. نافرمان اہل قبور کے لئے ہلاکت ہے، ان پر ان کی قبروں میں کالے سانپ داخل ہوتے ہیں...... فَذٰلِكَ الْعَذَابُ فِی الْبَرْزَخِ الخ، یہی عذاب برزخ ہے جس کا ذکر اللہ نے آیت ومن وراءھم برزخ میں کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مؤمنون: ۱۰۰)

(۱۴) سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے ایک میت کا جنازہ پڑھا۔ فلما وضعت فی لحدھا قال ابو امامۃ ھٰذا برزخ إلی یوم یبعثون (القبور لابن ابی الدنیا ص ۷۳) جب میت کو لحد میں رکھا گیا تو ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ برزخ ہے قیامت تک۔

(۱۵) قتادہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷ھ) فرماتے ہیں: اَھْلُ الْقُبُوْرِ فِی الْبَرْزَخِ (تفسیر یحیٰی بن سلام ص ۴۱۶ جلد اول) اہل قبور برزخ میں ہیں۔

(۱۶) عون بن عبداللہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ (م قبل ۱۲۰ھ) کا قول ہے: اَلدُّنْیَا مَمَرٌّ وَالْاٰخِرَۃُ مَرْجِعٌ وَالْقَبْرُ بَرْزَخٌ بَیْنَھُمَا (القناعۃ والتعفف لابن ابی الدنیا ص ۶۶: تاریخ دمشق ج ۴۷ ص ۶۷) دنیا گزرگاہ ہے، آخرت لوٹنے کی جگہ ہے، اور قبر ان دونوں کے درمیان برزخ ہے۔

(۱۷) مفسر طبری رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۱۰ھ) لکھتے ہیں: عذاب القبر دون یوم القیامۃ لانہ فی البرزخ (تفسیر طبری ج ۲۲ ص ۴۸۸) قبر کا عذاب یوم قیامت سے پہلے ہے کیونکہ وہ برزخ میں ہوتا ہے۔

(۱۸) غلام ثعلب رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۴۵ھ) لکھتے ہیں: القبر برزخ لانّه بین الدُّنیا والآخِرَة (یاقوتۃ الصراط فی تفسیر غریب القرآن ص ۳۸۳) قبر برزخ ہے کیونکہ یہ دنیا اور آخرت کے درمیان ہے۔

(۱۹) مفسر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۷۱ھ) آیت النار یعرضون الخ لکھ کر فرماتے ہیں: فهذا عذاب القبر فی البرزخ (التذکرۃ ص ۳۸۸) اس آیت میں جس عذاب کا ذکر ہے یہ برزخ میں قبر کا عذاب ہے۔

(۲۰) ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷۵ھ) نے قبر کے مختلف ناموں میں لحد اور برزخ کا لفظ بھی لکھا ہے۔
(الالفاظ المختلفہ ص ۲۴۳)

(۲۱) ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۷۲۸ھ) آیت: سنعذبهم مرتین کی تفسیر قتادہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے نقل کرتے ہیں: فی الدنیا القتل وفی البرزخ عذاب القبر (الصارم المسلول ص ۳۴۶) یعنی اس آیت میں جن دو عذابوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک دنیا میں قتل کی صورت میں اور دوسرا برزخ میں عذاب قبر کی صورت میں ہے۔

(۲۲) ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں: إنّ عذاب القبر ونعیمه اسم لعذاب البرزخ ونعیمه (کتاب الروح ص ۷۳، مسئلہ ۷، فصل ۹) قبر کا عذاب وثواب برزخ کے عذاب وثواب کا نام ہے۔ نیز امام ابن قیمؒ لکھتے ہیں: مِمَّا یَنْبَغِي اَنْ یُعْلَمَ اَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ هُوَ عَذَابُ الْبَرْزَخِ۔ یہ بات جان لینا مناسب ہے کہ عذاب قبر وہی عذاب برزخ ہے۔ (کتاب الروح، مسئلہ ۶، فصل ۴)

(۲۳) ابن ابی العز رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۹۲ھ) لکھتے ہیں: وَاعْلَمْ اَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ هُوَ عَذَابُ الْبَرْزَخِ (شرح الطحاویہ ص ۳۹۶) عذاب قبر عذاب برزخ ہی ہے۔

(۲۴) شمس الدین منبجی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۸۵ھ) فرماتے ہیں: عذاب القبر ونعیمه اسم لعذاب البرزخ ونعیمه۔ (عذاب وثواب قبر برزخ کے عذاب وثواب کا نام ہے)

(۲۵) علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں: قَالَ الْعلمَاء عَذَاب الْقَبْر هُوَ عَذَاب البرزخ (شرح الصدور ص ۱۸۱) علماء کہتے ہیں کہ عذاب قبر یہی عذاب برزخ ہے۔

(۲۶) سفارینی (۱۱۸۸ھ) لکھتے ہیں: (الْبَرْزَخ...وَالْقُبُوْرِ) جَمْعُ قَبْرٍ وَهُوَ مِنْ عَطْفِ الْخَاصِّ عَلَى الْعَامِّ لِاَنَّ أَحْوَالَ الْبَرْزَخِ تَشْتَمِلُ عَلٰى ذٰلِكَ (لوامع الانوار البهیہ ج ۲ ص ۴) قبور کا برزخ پر عطف عطف الخاص علی العام ہے کیونکہ احوال برزخ اس (زمینی قبر) پر مشتمل ہیں۔

(۲۷) قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں: فَاُدْخِلُوْا نارًا أي عالم البرزخ المسمی بالقبر (تفسیر مظہری) قوم نوح کے لوگ آگ میں داخل کیے گئے عالم برزخ میں جس کا نام قبر ہے۔

(۲۸) علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں: فَاُدْخِلُوا نارًا أهی نار البرزخ والمراد عذاب القبر (روح المعانی ج ۱۵ ص ۸۸) آیت: فادخلوا نارا میں جس نار کا ذکر ہے وہ نار برزخ ہے اور مراد عذاب قبر ہے۔

(۲۹) عبدالرحمٰن بن قاسم نجدی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۹۲ھ) لکھتے ہیں: انه ﷺ حی فی قبره حیاة برزخیة (الاحکام شرح اصول الاحکام ج ۱ ص ۴۶۹) نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں حیات برزخی (مخفی زیر پردہ حیات) کے ساتھ زندہ ہیں۔

(۳۰) بن باز رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۲۰ھ) لکھتے ہیں: قد صرح الکثیرون من أهل السنة بأن النبی ﷺ حی فی قبره حیاة برزخیة (مجموع فتاوی بن باز ج ۲ ص ۳۸۶) بہت سے اہل سنت علماء نے صراحت کی

ہے کہ نبی ﷺ اپنی قبر میں برزخی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں۔ نیز لکھتے ہیں وحیاۃ المیت فی قبرہ غیر حیاتہ الدنیویۃ بل ھی حیاۃ خاصۃ برزخیۃ (مجموع فتاوی ابن باز ج ۸ ص ۳۳۹) قبر میں میت کی حیات، دنیوی حیات (یعنی تکلیفی محسوس حیات) نہیں ہوتی، بلکہ یہ خاص برزخی حیات ہوتی ہے۔

(۳۱) عطیہ سالم رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۲۰ھ) لکھتے ہیں: ان البرزخ اعم من القبر فمن احرق فھو فی برزخ، من اغرق واکلتہ الحیتان فھو فی برزخ، من اکلتہ السباع فی الخلاء فھو فی برزخ (شرح الاربعین النوویۃ) برزخ کا لفظ قبر سے عام ہے۔ پس جو شخص جلا دیا گیا وہ برزخ میں ہے، جو غرق ہو گیا اور اس کو مچھلیوں نے کھا لیا وہ بھی برزخ میں ہے، جس کو درندوں نے کھا لیا وہ بھی برزخ میں ہے۔

فائدہ: جب برزخ قبر سے عام ہے اور قبر خاص ہے تو قاعدہ یہ ہے کہ ہمیشہ خاص عام کا فرد یا اُس کی ایک قسم بنتی ہے۔

(۳۲) شیخ عثیمین رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۲۱ھ) لکھتے ہیں: وھذا لاینافی ان یکون حیاً فی قبرہ حیاۃ برزخیۃ (شرح الاربعین النوویۃ للعثیمین ص ۲۹) یہ اس بات کے منافی نہیں کہ وہ اپنی قبر میں زندہ ہو حیات برزخیہ کے ساتھ۔

(۳۳) شیخ عبد المحسن العباد رحمۃ اللہ علیہ (سعودیہ) فرماتے ہیں: فالرسول ﷺ حی فی قبرہ حیاۃ برزخیۃ، رسول اللہ ﷺ اپنی قبر میں حیات برزخی کے ساتھ زندہ ہیں۔ (شرح سنن ابی داود للعباد، درس نمبر ۲۳۴)

(۳۴) محمد بن خلیفہ تمیمی رحمۃ اللہ علیہ (مدینہ یونیورسٹی) لکھتے ہیں: الانبیاء احیاء فی قبورھم حیاۃ برزخیۃ، انبیاء اپنی قبروں میں حیات برزخیہ کے ساتھ زندہ ہیں۔ (حقوق النبی ﷺ علی امتہ فی ضوء الکتاب والسنۃ ج ۲ ص ۷۸۱)

(۳۵) عبد الکریم الخضیر (مشہور عرب عالم) فرماتے ہیں: وھو منعم فی قبرہ فی حیاۃ برزخیۃ، حضور ﷺ اپنی قبر میں انعام پا رہے ہیں حیات برزخیہ کے ساتھ۔ (شرح بلوغ المرام)

(۳۶) قرآنِ کریم میں ہے ومن وراءھم برزخ الی یوم یبعثون (سورہ مؤمنون: ۱۰۰) اس آیت میں بہت سے علماء ومفسرین نے برزخ کا مفہوم قبر کے ساتھ بیان کیا ہے: دیکھئے الزہد لابی حاتم ص ۴۲۔ غریب القرآن للسجستانی ص ۱۲۶۔ تفسیر سمرقندی۔ الغریبین فی القرآن والحدیث ص ۱۶۹۔ تفسیر ثعلبی۔ تفسیر سمعانی۔ شرح السنۃ للبغوی ج ۱۵ ص ۱۲۰۔ تحفۃ الاریب بما فی القرآن من الغریب ص ۶۳۔ عمدۃ الحفاظ فی تفسیر اشرف الالفاظ ج ۱ ص ۱۸۰ (وقال ھو مدۃ لبثھم فی القبور) التبیان فی تفسیر غریب القرآن ص ۲۴۳۔ فتح الرحمٰن فی تفسیر القرآن ج ۴ ص ۴۹۳۔ مجمع بحار الانوار ج ۱ ص ۱۶۳۔ وغیرہ۔

(۳۷) مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''قبر'' لغت کے اعتبار سے زمین میں کھود کر بنائے ہوئے گڑھے کو کہا جاتا ہے مگر اصطلاحِ شریعت میں ''قبر'' عالم برزخ کا نام ہے، یعنی وہ محل اور حالت جو انسان کے مرنے کے بعد سے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے تک کی ہے، نزع روح کے بعد وہ جسم انسانی کسی بھی جگہ ہو خواہ زمین میں دفن کر دیا جائے یا دریا میں غرق ہو جائے یا آگ میں جل جائے یا کوئی جانور اس کو کھا جائے یا جسم کے ذرات ہواؤں میں اڑ جائیں غرض ہر حالت اور مکان برزخ ہے اور اسی برزخی حالت یا محل کو شریعت قبر کے لفظ سے تعبیر کرتی ہے، اسی بناء پر ہر میت سے مرنے کے بعد نکیرین کے سوال کا ذکر احادیث میں آتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ سوال ہر ایک میت سے ہوتا ہے اور مرنے کے بعد انسان کی لاش بسا اوقات ان حالتوں میں واقع ہوتی ہے۔ (معارف القرآن، سورہ عبس)

(۳۸) قبر کی منزل دنیا اور آخرت کے درمیان برزخ ہے۔ (تفسیر عثمانی، سورہ ابراہیم: ۲۷)

(۳۹) عالم قبر کو عالم برزخ بھی کہا جاتا ہے۔ (معارف القرآن مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حشر: ۱۹)

(۴۰) قبر کی زندگی، قبر کا سوال و جواب اور قبر میں ثواب و عذاب ہونا قرآنِ کریم کی متعدد آیات اور حدیث کی متواتر روایات سے ثابت ہے...... یہ برزخی زندگی اس طرح کی زندگی نہیں ہے جو انسان کو دنیا میں حاصل ہے یا آخرت میں پھر ہوگی بلکہ ایک درمیانی صورت مثل خواب کی زندگی کے ہے۔ (معارف القرآن، بقرہ: ۲۸)

(۴۱) مگر چونکہ اس عذاب کا تعلق اس عالم عناصر سے نہیں بلکہ عالم قبر سے ہے جس کو برزخ کہا جاتا ہے اس لیے یہ عذاب عام طور پر آنکھوں سے نہیں دیکھا جاتا ہے۔ (معارف القرآن، انفال: ۵۰)

(۴۲) نیلوی صاحب اپنے استاذ مفتی کفایت اللہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں قبر سے مراد زمین کا گڑھا ہی نہیں بلکہ موت کے بعد آخرت سے پہلے کا زمانہ مراد ہے۔ (ندائے حق ص ۹۷ ج ۱)

(۴۳) نیز دیکھیں: (جواہر الایمان ص ۶ مؤلفہ مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ)

علامہ عطاء اللہ بندیالوی کا عظیم کارنامہ

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں نفی حصر کی ہے، یعنی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہ ہے کہ قبر صرف گڑھے کا نام نہیں بلکہ اس کا مفہوم عام ہے جو گڑھے میں مدفون اور غیر مدفون سب کو شامل ہے اور وہ ہے برزخ یا عالم برزخ ۔لیکن چونکہ بندیالوی صاحب وغیرہ زمینی قبر کو حقیقی و شرعی قبر نہیں مانتے اس لیے دیوانہ بکار خویش ہوشیار کے مطابق بندیالوی صاحب نے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت جواہر الایمان سے نقل کرتے ہوئے ''ہی'' کا لفظ حذف کر کے اُن کو بھی اپنے نظریے کا حامل قرار دیا۔ دونوں عبارتیں ملاحظہ کیجئے:

اصل عبارت	تحریف شدہ عبارت
قبر سے مراد زمین کا گڑھا ہی نہیں بلکہ موت کے بعد آخرت سے پہلے کا زمانہ مراد ہے۔ (جواہر الایمان ص ۶)	قبر سے مراد زمین کا گڑھا نہیں بلکہ موت کے بعد آخرت سے پہلے کا زمانہ مراد ہے۔ (رسالہ حیات النبی کلاں ص ۱۳۔ پاکٹ سائز ص ۳۹)

قبر اور برزخ میں تضاد نہیں

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جیسے سیاہ و سفید، رات دن، نیکی و بدی کے درمیان تضاد ہے قبر اور برزخ کے درمیان بھی ویسے ہی تضاد ہے یہ ان کی صریح غلطی ہے۔ زمینی قبر بھی برزخ ہے۔ اگر مذکورہ بالا ۴۳ حوالہ جات کے ساتھ شرعی قبر کی تعریف کے ثبوت میں جو ۳۵ حوالے نقل کئے گئے ہیں ان سب کو یہاں بھی ملحوظ رکھ لیا جائے تو عالمِ برزخ کے مصداق متعین کرنے پر ۷۸ دلائل ہو جاتے ہیں، طرز استدلال آپ کے سامنے آچکا ہے۔

آپ دوستوں نے دیکھ لیا کہ جو حضرات قبر سے عالم برزخ مراد لے رہے ہیں اس سے ان کی غرض غیر مدفون اموات کی قبور کو قبر کی تعریف میں داخل کرنا ہے، زمینی قبر یعنی جائے دفن کو خارج کرنا نہیں، بالفاظ دیگر

شرعی قبر کی عالم برزخ کے ساتھ تعریف کرنا شرعی قبر کے مفہوم میں عموم اور وسعت پیدا کر کے مدفون اور غیر مدفون سب اموات کی قبور کو داخل کرنے کے لئے ہے، عالم برزخ کے ساتھ خصوص پیدا کر کے زمینی قبر کو شرعی قبر کی تعریف سے خارج کرنے کے لئے نہیں اور یہ بات یاد رہے کہ عالم برزخ سے عموم پیدا ہوتا ہے خصوص پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ عالم برزخ میں زمان مکان اور حال کے اعتبار سے اتنا عموم ہے کہ موت کے بعد قیامت تک میت کے لئے ہر جگہ ہر زمانہ اور ہر حالت برزخ ہے اور عالم برزخ ان سب کو شامل ہے، دراصل عالم برزخ عالم دنیا سے بہت وسیع جہان ہے اس لیے عالم برزخ سے عموم پیدا ہوتا ہے خصوص پیدا نہیں ہوتا۔ نیز عالم برزخ سے ارضی قبر تب خارج ہوتی جب ارضی قبر اور عالم برزخ میں سیاہ وسفید، نور وظلمت اور رات دن کی طرح منافات ہوتی، جب کہ ان میں منافات نہیں بلکہ ارضی قبر عالم برزخ میں داخل ہے اور عالم برزخ اپنی وسعت کی وجہ سے ارضی قبر کو بھی شامل ہے، جیسے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کو رب الناس بھی کہا گیا ہے اور رب العالمین بھی، رب العالمین کہنا انسانوں کو اس سے خارج کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس میں عموم اور وسعت پیدا کر کے انسانوں کے ساتھ انسانوں کے علاوہ سب جہانوں کو شامل کرنے کے لئے ہے اور جیسے کہا جاتا ہے جاء زید والقوم (زید اور قوم آئی) اس میں زید کے بعد القوم کا لفظ بولنا زید کو قوم سے خارج کرنے کے لئے نہیں بلکہ قوم کا لفظ بول کر عموم پیدا کر کے زید اور زید کے علاوہ قوم کے دوسرے سب افراد کو شامل کرنے کے لئے ہے۔ اسی طرح یہاں بھی عالم برزخ کی تعبیر سے عموم اور وسعت پیدا کر کے مدفون اور غیر مدفون سب کی قبور کو شامل کرنے کے لئے ہے۔

قبر کا معنی عالم برزخ کرنے کی حکمت

سعد: حضرت! یہ فرمائیں کہ ہمارے ان اکابرین نے عالم برزخ والی جو عام تعبیر اختیار کی ہے اس کی کیا ضرورت پیش آئی؟

مفتی صاحب: اصل میں بعض معتزلہ خوارج اور روافض نے زمینی قبر میں جسمانی حیات اور جسمانی عذاب کا انکار کیا اور صرف روح کے لئے حیات اور ثواب وعذاب کے قائل ہو گئے۔ اس کی ایک وجہ انہوں نے یہ بتائی کہ بعض لوگ پانی میں غرق ہو جاتے ہیں، بعض مردوں کو دریا میں پھینک دیا جاتا ہے ان کو دریائی جانور کھا جاتے ہیں، بعض کو درندے کھا جاتے ہیں، بعض کو جلا کر راکھ بنا کر دریا میں بہا دیا جاتا ہے یا ہوا میں اڑا دیا جاتا ہے، ان کو دفن والی زمینی قبر نصیب ہی نہیں ہوتی اور ان کا جسم باقی نہیں رہتا تو ان کو قبر میں جسمانی حیات اور جسمانی عذاب کیسے ہو سکتا ہے؟ اہل حق علماء نے اس کا ایک جواب یہ دیا کہ مندرجہ بالا احوال قبر کی جسمانی حیات اور جسمانی عذاب قبر میں مانع نہیں بن سکتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ہر مردے کے ذرہ ذرہ کا علم ہے اور اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ مردہ کے اجزاء جس حالت میں ہوں اور جہاں ہوں وہ اپنی قدرت کاملہ سے ان میں بتعلق روح اتنی حیات پیدا کر دے جس سے وہ راحت وتکلیف کا ادراک کر سکیں، پس ان مردوں کے لئے عذاب قبر کی یہ صورت ممکن ہے۔ لہٰذا درج بالا وجہ کی بنیاد پر جسمانی حیات قبر اور جسمانی عذاب قبر کا انکار درست نہیں۔ امام المناظرین دور حاضر کے نانوتوی مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک صاحب نے عذاب قبر کے بارے میں یہی معتزلہ والا اعتراض نقل کیا۔ مولانا نے فرمایا بھائی! اگر تو عذاب وثواب دینا ہے میں نے اور آپ نے پھر تو واقعی ناممکن ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ نے

دینا ہے تو اس کے لئے کوئی مشکل نہیں، وہ علی کل شئی قدیر بھی ہے، بکل شئی علیم بھی ہے، پس وہ اپنے علم و قدرت کی وجہ سے ہر حالت میں ان میں حیات ڈال کر عذاب دینے پر قادر ہے۔ جب اہل حق علماء نے مُردوں کے بکھرے ذرات کے لئے عذاب قبر کی یہ صورت بیان کی ہے اور اس کو عذاب قبر قرار دیا ہے تو ان ذرات کے عذاب کو عذاب قبر تب کہہ سکتے ہیں جب وہاں قبر ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ قبر کہاں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قبر وہ جگہ ہے جہاں موت کے بعد مردہ کا جسم عنصری ہے یا جہاں اس کے اجزاء اور ذرات جس حالت میں جہاں جہاں بکھرے ہوئے ہیں وہی اس کی قبر ہے کیونکہ اس کو عذاب قبر وہیں ہوتا ہے اور قیامت کے روز ان کا اٹھنا بھی وہیں سے ہوگا۔ دوسرا جواب یہ دیا کہ شرعی قبر عالم برزخ کا نام ہے، اور عالم برزخ میں اتنا عموم اور اتنی وسعت ہے کہ مدفون اور غیر مدفون اموات کی سب قبور کو شامل ہے کیونکہ میت موت کے بعد جہاں بھی ہے وہی اس کا عالم برزخ ہے اور وہی اس کی قبر ہے، وہیں اس کو ثواب و عذاب ہوتا ہے۔

فَاَقْبَرَہٗ کا صحیح معنی و تفسیر

قرآنِ کریم (پارہ ۳۰) میں اللہ جل شانہ نے فرمایا: ''قتل الانسان ما اکفرہٗ من ای شیء خلقہٗ من نطفۃ خلقہ فقدرہٗ ثم السبیل یسرہٗ ثم اماتہ فاقبرہٗ ثم اذا شآء انشرہٗ'' یعنی مارا جائے انسان وہ کس قدر ناشکرا ہے۔ اس انسان کو اللہ نے کس چیز سے پیدا کیا؟ نطفہ سے (جو قابل نفرت ہے) اس (انسان) کو اس طور پر پیدا کیا کہ اس کے اعضاء میں تناسب رکھ کر اس کو خوبصورت بنایا، پھر اس (انسان) کی ولادت کا راستہ آسان کر دیا۔ پھر اس (انسان) کو موت دی اس (انسان) کو قبر والا بنایا پھر جب وہ چاہے گا اس (انسان) کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ما اکفرہٗ کے بعد جو سات باتیں ارشاد فرمائی ہیں ان سب کا تعلق جسم عنصری کے ساتھ ہے۔ (۱) جسم عنصری نطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔ (۲) جسم عنصری میں مختلف عنصری اعضاء و اجزاء ہوتے ہیں۔ (۳) جسم عنصری کے اعضاء و اجزاء میں تناسب کی رعایت رکھ کر اس کو خوبصورت بنایا جاتا ہے۔ (۴) جسم عنصری کے لئے ہی ولادت کا راستہ آسان کیا جاتا ہے۔ (۵) جسم عنصری سے ہی روح قبض کر کے اس کو موت دی جاتی ہے۔ (۶) جسم عنصری کو ہی قبر میں دفن کیا جاتا ہے۔ (۷) جسم عنصری کو ہی ہڈیوں کے بوسیدہ اور گوشت کے ریزہ ریزہ ہونے کے باوجود قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسی قبر سے اس کو زندہ کرے گا۔ فاقبرہٗ کے سیاق و سباق اور اس کے ماقبل و مابعد کو دیکھیں تو صاف معلوم ہو رہا ہے کہ فاقبرہٗ (اللہ تعالیٰ نے انسان کو قبر میں دفن کرنے کا حکم دیا) کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جسم کو دفن کرنے کا حکم دیا ہے جس میں اس آیت کے اندر ذکر کردہ صفات پائی جاتی ہیں اور وہ جسم عنصری ہے۔ عالم برزخ کا نوری، کافوری جسم مثالی اور برزخی بدن نہیں کیونکہ وہ نہ نطفہ سے پیدا ہوتا ہے نہ اس میں اعضاء و اجزاء عنصریہ ہیں، نہ اس کی ولادت ہوتی ہے، نہ اس کی ولادت کے لئے راستہ آسان کیا جاتا ہے، نہ اس پر موت آتی ہے، نہ اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہوتی ہیں، نہ اس کا گوشت ریزہ ریزہ ہوتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس کے دفن کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کے غیر مرئی اور غیب ہونے کی وجہ سے اس کو دفن کرنا لوگوں کے اختیار میں بھی نہیں۔ لہٰذا اس آیت میں لوگوں کو جس انسانی جسم کے دفن کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ جسم عنصری ہے، اور ظاہر ہے اسی کو زمین میں دفن کیا جاتا ہے نہ کہ بدن مثالی کو۔

تائیدات: سعد بیٹا! سردست چوبیس (۲۴) تفسیریں آپ کے سامنے ہیں۔ (۱) تفسیر مدارک، (۲) تفسیر روح المعانی، (۳) البحر المحیط، (۴) مظہری، (۵) تفسیر ابوالسعود، (۶) احکام القرآن للجصاص، (۷) روح البیان، (۸) خازن، (۹) کبیر للرازی، (۱۰) ابن کثیر، (۱۱) جامع البیان للطبری، (۱۲) معالم التنزیل، (۱۳) جلالین، (۱۴) الجمل، (۱۵) زاد المسیر، (۱۶) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، (۱۷) تفسیر القاسمی، (۱۸) تفسیر زاہدی، (۱۹) التفسیر المنیر، (۲۰) تفسیر قشیری، (۲۱) تفسیر نیشاپوری، (۲۲) تفسیر سمعانی، (۲۳) تفسیر ثعالبی، (۲۴) الوجیز للواحدی اور لغت کی معروف اور معتبر کتاب لسان العرب۔

ان سب کتابوں میں اقبر کا معنی بعض نے لکھا ہے جعلہ ذا قبر: اس کو قبر والا بنایا، بعض نے معنی لکھا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو دفن کرنے کا حکم دیا، بعض نے معنی کیا اس کو قبر میں رکھنے کا حکم دیا، بعض نے معنی کیا اس کو قبر میں داخل کرنے کا حکم دیا، یہ صرف الفاظ کا فرق ہے مفہوم سب کا ایک ہے۔

اس تفسیر کا ایک بڑا مضبوط قرینہ آیت کا سیاق وسباق ہے جو آپ نے سن لیا۔ اب مفسرین حضرات نے جو قرائن وشواہد پیش کئے ہیں وہ بھی سن لیجئے:

تدفین کی تین حکمتیں

(۱) جسد عنصری کی تدفین کی تین حکمتیں لکھی ہیں، ایک یہ کہ انسانی جسم کی عزت وتکریم ہو بے حرمتی نہ ہو، دوسری یہ کہ مردار جانوروں کی طرح مردہ کو باہر نہیں ڈال دیا گیا تاکہ درند، چرند، پرند کے چیرنے پھاڑنے اور کھانے سے حفاظت ہو جائے، تیسری یہ کہ اگر میت کی لاش باہر ڈال دیں تو بصورت تغیر لوگ نفرت کریں گے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے جسم عنصری کو دفن کرنے کا حکم دے کر اس کو چھپا دیا۔ ان تینوں حکمتوں سے پتہ چلتا ہے کہ فاقبرہ کا تعلق انسان کے جسد عنصری کے ساتھ ہے بدن مثالی کے ساتھ نہیں۔ (ب) مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے لا کالبھائم یعنی میت کو دفن کرنے کا حکم ہے، اس کو مردار جانوروں کی طرح زمین کے اوپر پھینک نہیں دیا جاتا، یہ تشبیہ بھی تقاضا کرتی ہے کہ اس جملے کا تعلق جسد عنصری کے ساتھ ہے۔ (ج) مفسرین حضرات نے قابِر اور مُقْبِر کے درمیان فرق لکھا ہے۔ قابر کا معنی ہے دفن کرنے والا اور مقبر کا معنی ہے قبر میں دفن کرنے کا حکم دینے والا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف اَقْبَرَ کی نسبت اسی وجہ سے ہے: ''لانہ امر الناس بجعلِ المیتِ فی القبرِ صیانۃً عن السِّباعِ (مظہری) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ وہ میت کو قبر میں رکھیں درندوں سے بچانے کے لئے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جسم عنصری کو درندوں سے بچانے کی ضرورت ہے، عالم برزخ کے برزخی بدن کو درندوں سے بچانے کی ضرورت نہیں۔ پس جس بدن کے لئے درندوں کے چیرنے پھاڑنے اور کھانے کا خطرہ ہے اسی کے دفن کرنے کا حکم ہے اور وہ جسم عنصری ہے۔ (د) اکثر مفسرین حضرات نے قَبَرَ واَقْبَرَ اور قابِر و مُقْبِر کے درمیان فرق بتانے کے لئے اور مُقْبِر کے معنی سمجھانے کے لئے دو محاورے بھی تائیداً پیش کیے ہیں: بترتُ ذنبَ البعیرِ واللہُ اَبْتَرَہٗ: میں نے اونٹ کی دم کاٹی اور اللہ نے اس کے کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ عضبتُ قرنَ الثورِ واللہُ اَعْضَبَہٗ میں نے بیل کا سینگ کاٹا اور اللہ نے کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی یہ معنی ہوگا قبرتُ المیتَ واللہُ اَقْبَرَہٗ: میں نے میت کو دفن کیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے دفن کرنے کا حکم دیا ہے یا اللہ تعالیٰ نے اس کو قبر والا

بنایا ہے۔ (ہ) زاد المسیر میں ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے فلیس فعلہ کفعل الآدمی اللہ تعالیٰ کا فعل آدمی کے فعل کی طرح نہیں کہ آدمی خود میت کو دفن کرتا ہے اللہ تعالیٰ خود دفن نہیں کرتا بلکہ اس نے دفن کرنے کا حکم دیا ہے۔ (و) اکثر مفسرین نے امام اللغۃ ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی پیش کیا ہے وقال ابو عبیدہ اقبرہ ای اَمَرَ اَنْ یُقْبَرَ اس نے حکم دیا کہ اس کو قبر میں دفن کیا جائے۔ (ز) یہ بھی لکھا ہے کہ جب عمر بن ھبیرہ نے صالح بن عبدالرحمن کو قتل کیا تو بنوتمیم نے عمر بن ھبیرہ کو کہا اَقْبِرْنَا صالحًا ہمیں صالح کو دفن کرنے کی اجازت دیجئے۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ فاقبرہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت آمر و حاکم ہونے کی وجہ سے مجازاً ہے، ورنہ حقیقتاً دفن کرنے والے خود انسان ہوتے ہیں۔

تدفین کا حکم غالب افراد کے اعتبار سے ہے

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے جو لوگوں کو حکم دیا ہے کہ وہ میت کو قبر میں داخل کریں اس کے متعلق محققین حضرات لکھتے ہیں کہ یہ حکم غالب احوال کے اعتبار سے ہے، کیونکہ مسلمانوں کے لئے اصل حکم یہی ہے کہ وہ میت کو قبر میں دفن کریں۔ باقی دفن نہ کرنے کی جتنی صورتیں ذکر کی جاتی ہیں وہ معروضی حالات ہیں۔ اگرچہ قبر ان کی بھی ہوتی ہے جہاں ان کا جسم عنصری یا جسم عنصری کے اجزاء و ذرات ہوں وہی ان کی قبر ہے۔ تاہم دفن کرنے کا حکم دینا اور اس کی تخصیص کرنا غالب افراد کے اعتبار سے ہے۔ چنانچہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں باعتبارِ الغالب (شرح الصدور ص ۶) یعنی میت کو قبر میں داخل کرنے کا حکم غالب احوال اور غالب افراد کے اعتبار سے ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کی قبر سے اس کے ساتھی واپس ہوتے ہیں تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، یہاں قبر کی تخصیص اکثر افراد کے اعتبار سے ہے والعبرۃ بالاکثر (مرقاۃ ج ۱، ص ۳۳۹) دفن والی قبر کی تخصیص کرنے میں اکثر افراد کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اسی طرح علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ عذاب القبر سے مراد عذاب البرزخ ہے، جو اپنے عموم کے اعتبار سے تمام اموات کو شامل ہے خواہ وہ مدفون ہو یا غیر مدفون۔ باقی دفن والی قبر کی طرف اضافت کرکے جو عذاب القبر کہا گیا ہے لانہ الغالب یہ اس لئے ہے کہ غالب دفن کرنا ہی ہے۔

نیلوی صاحب کا عظیم کارنامہ (آیت کا غلط ترجمہ اور تحریف)

منکرینِ حیات کے وکیل اعظم مولانا محمد حسین نیلوی کا عظیم کارنامہ جو ان کے کئی ضمنی کارناموں پر مشتمل ہے، پہلے اجمالاً ملاحظہ فرمائیے، پھر ہم اس کی تفصیل عرض کریں گے۔ نیلوی صاحب نے پہلے اپنے خود ساختہ تین نظریات بتائے:

(۱) ایک یہ کہ ’’برزخ اور عالم برزخ کے دو مقام ہیں علیین اور سجین، علیین جنت میں ہے اور جنت ساتویں آسمان میں یا ساتویں آسمان کے اوپر ہے، اور سجین دوزخ میں ہے جو ساتویں زمین میں یا ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ لہٰذا عالم برزخ وہاں ہے جہاں عناصر اربعہ (آگ، پانی، ہوا، مٹی) ختم ہو جاتے ہیں اور زمینی قبر عالم برزخ کا حصہ نہیں۔‘‘ جب کہ زمینی قبر سے لے کر علیین سجین تک میت کے لئے عالم برزخ ہے۔

(۲) دوسرا نظریہ صوفیاء کے کشفی قول اور قرآن و حدیث کے صوفیانہ ذوقی اشارات پر استوار کیا، وہ یہ کہ

''روح جسم مثالی میں ہے اور جسم مثالی عالم مثال میں ہے''، حالانکہ عقائد و مسائل میں کشف اور صوفیانہ اشارات دونوں حجت نہیں، کیونکہ خود منکرین حیات لکھتے ہیں کہ عقیدہ کے لئے صحیح خبر واحد بھی کافی نہیں بلکہ دلیل ایسی ہونی چاہیے جو قطعی اور متواتر ہو۔

(۳) تیسرا نظریہ یہ اپنایا کہ ''عالم مثال اور عالم برزخ ایک چیز ہے'' حالانکہ عالم برزخ قرآن و حدیث سے ثابت شدہ ایک حقیقت ہے اور عالم مثال کشفی چیز ہے اور جب ان کو اکابر کی عبارات میں یہ لفظ نظر آیا کہ قبر عالم برزخ کا نام ہے یا کہیں برزخی قبر کا لفظ دیکھ لیا تو انہوں نے اپنے سابقہ تین غلط نظریات کو بنیاد بنا کر ایک نیا عقیدہ اختیار کیا کہ زمینی قبر نہ شرعی قبر ہے نہ حقیقی قبر ہے اور نہ برزخی قبر ہے بلکہ حقیقی، شرعی اور برزخی قبر وہ جگہ ہے جہاں روح ہے یعنی جسم مثالی یا عالم مثال یا عالم برزخ یا علیین وسجین پھر اپنے عقائد و نظریات کو اصل قرار دے کر قرآن و حدیث اور اکابر کی مبہم و مجمل عبارات کی وہ تفسیر و تشریح شروع کر دی جو ان کے فاسد نظریات پر فِٹ آئے۔

نیلوی صاحب کی نرالی تحقیق

منکرین حیات کے وکیل اعظم نیلوی صاحب کا کارنامہ بھی سنئے وہ ان سب شواہد و قرائن کو نظر انداز کر کے تمام مفسرین کی تفسیر کے برعکس فرماتے ہیں ''اَماتَہٗ اور اَقبرَہٗ کا فاعل ایک ہے یعنی اللہ نے اس کو موت دی اور اللہ نے اس کو قبر میں داخل کیا، پس جیسے سب کو موت دینا اللہ کا کام ہے ایسے ہی سب کو قبر میں داخل کرنا بھی اللہ کا کام ہے۔'' آں محترم نے پہلے فاقبرہٗ کا ترجمہ غلط کیا، پھر اس کو بنیاد بنا کر آگے دو باتیں ارشاد فرمائی ہیں: ایک یہ کہ جن مردوں کو جلا دیا جاتا ہے یا ان کو درندے کھا جاتے ہیں یا دریائی جانور ہضم کر جاتے ہیں ان کو زمینی عرفی قبر نہیں ملتی جب کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے کہ وہ سب کو موت دے گا اور سب کو قبر میں داخل بھی کرے گا لیکن یہ زمینی قبر میں داخل نہیں ہوئے تو وعدہ پورا نہ ہوا۔ دوسری یہ کہ زمینی قبر کا گڑھا اللہ نہیں کھودتا، نہ اللہ خود اس کو قبر میں داخل کرتا ہے، آدمی گڑھا کھودتے ہیں اور آدمی ہی گڑھے میں داخل کرتے ہیں، حالانکہ قرآنِ کریم میں ہے اللہ اس کو قبر میں داخل کرتا ہے، لہٰذا فاقبرہٗ میں زمینی قبر مراد نہیں بلکہ حقیقی قبر، برزخی قبر، شرعی قبر میں داخل کرنا مراد ہے، وہ ہے روح کی جگہ یعنی جسم مثالی یا عالم مثال اور وہ قبر سب کو ملتی ہے اور اس میں اللہ خود داخل کرتا ہے۔ (ندائے حق ص ۹۳، ۹۴) اس کے متعلق ہماری چند گذارشات ہیں:

نیلوی صاحب اپنی تحقیق کے جال میں خود ہی پھنس گئے

(۱) جہاں تک نیلوی صاحب کا ترجمہ ہے تو موصوف نے اپنے قلم سے خود لکھ دیا ہے کہ علماء مفسرین نے تو قابِر کا معنی کیا ہے دفن کرنے والا اور مُقْبِر کا معنی قبر میں دفن کا حکم دینے والا (ندائے حق ص ۹۵) یہ لکھ کر آگے جو کچھ لکھا اس کا عنوان یہ بنتا ہے ''لیکن میں، میں، میں یوں کہتا ہوں''۔ اب ایک طرف اہل لغت اور تمام مفسرین کی متفقہ مدلل ترجمہ و تفسیر ہے، دوسری طرف نیلوی صاحب کی منفرد بے دلیل تفسیر بلکہ تحریف ہے۔ سعد! آپ کو کیا پسند ہے؟، سعد نے جواب دیا کہ حضرت! مجھے تو متفقہ مدلل تفسیر پسند ہے کہ موت کے بعد انسان کے جسد عنصری کو دفن کرنے کا حکم دیا ہے۔

(۲) محترم نیلوی صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ کے حکم دینے والا معنی شافعی مفسرین نے کیا ہے اور یہ معنی اس لئے کیا کہ شافعیہ کے نزدیک کفار فروع (عملی احکام) کے مکلف ہیں، چونکہ میت کو قبر میں داخل کرنا فروعات میں سے ہے، اور اس فروعی حکم کے مسلمانوں کی طرح کفار بھی مخاطب ہیں اس لئے شافعیہ نے یہ معنی کئے۔ جناب من! اس معنی کرنے کی یہ وجہ اگر کسی شافعی مفسر نے لکھی ہو تو حوالہ دے کر ہماری معلومات میں اضافہ فرمائیں۔

(۳) نیلوی صاحب کی تفسیر کے مطابق جب اللہ تعالیٰ نے بندوں کو دفن کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ قبر میں داخل کرنا موت دینے کی طرح اللہ کا اپنا کام ہے تو مسلمان اس کے مکلف نہ رہے۔

(۴) نیلوی صاحب اس آیت میں زمینی قبر میں داخل کرنا اس لئے مراد نہیں لیتے کہ زمینی قبر میں آدمی داخل کرتے ہیں جب کہ موت اور قبر میں داخل کرنا دونوں اللہ کے کام ہیں، تو جناب والا! میت کی روح کو نہ اللہ تعالیٰ خود قبض کرتا ہے اور نہ ہی روح کو جسم مثالی میں خود داخل کر کے عالم مثال والی برزخی قبر میں داخل کرتا ہے، یہ سب کچھ فرشتے اللہ کے حکم سے کرتے ہیں، لہٰذا نیلوی تحقیق کے مطابق زمینی قبر کی طرح عالم مثالی والی برزخی قبر بھی مراد نہیں لینی چاہئے، نیلوی صاحب کو چاہیے کہ وہ کوئی تیسری قبر تلاش کریں جس میں اللہ تعالیٰ بلا واسطہ خود داخل کریں، کیونکہ نیلوی کی حالیہ تلاش کردہ قبر کے مطابق اللہ کا وعدہ پورا نہیں ہوتا۔

(۵) نیلوی صاحب کا یہ کہنا کہ صرف شافعیہ یہ معنی کرتے ہیں، بالکل غلط ہے۔ مفسرین شافعی ہوں یا حنفی، حنبلی ہوں یا مالکی، سب نے یہی معنی کیا ہے یعنی انسان کو قبر والا بنایا یا قبر میں دفن کرنے کا حکم دیا، میں نے آپ کے سامنے جن تفاسیر کے حوالے پیش کئے ہیں ان میں روح المعانی، مدارک، مظہری، البحر المحیط، تفسیر ابوالسعود، روح البیان، احکام القرآن للجصاص کے مفسرین حنفی ہیں۔ الجامع لاحکام القرآن کے مفسر امام قرطبی مالکی ہیں، زاد المسیر کے مفسر امام ابن قیم حنبلی ہیں، اور شافعی مفسرین کا وہ خود اقرار کر چکے ہیں۔ نیلوی صاحب اپنی تائید میں مذاہب اربعہ کے مفسرین میں سے کسی ایک مفسر کا حوالہ بھی پیش نہیں کر سکتے، اور جن اردو مفسرین کے حوالے پیش کیے ہیں وہ مفسرین نہیں بلکہ ناقلین ہیں لیکن انہوں نے بھی اصل مفسرین کے حوالے پیش نہیں کیے۔

(۶) نیلوی صاحب اپنے ترجمہ وتفسیر کی تائید میں ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ کی احکام القرآن ص ۷۱، ج ۳ کا حوالہ دیا ہے جعل لہٗ قبراً. بندہ ناچیز عرض کرتا ہے کہ احکام القرآن میں تین جگہ اَقْبَرَ کا لفظ آیا ہے، اور تینوں جگہ نیلوی صاحب کی تائید کی بجائے تردید ہوتی ہے۔ (الف) کاش! نیلوی صاحب احکام القرآن کے دیئے ہوئے اپنے حوالہ کی پوری عبارت دیکھ لیتے اور نقل کر دیتے تو نہ خود دھوکا کھاتے اور نہ ان کے شاگرد وہمنوا دھوکا کھاتے، احکام القرآن کے اسی مقام میں اس سے پہلے آیت: ''الم نجعل الارض کفاتا احیاء وامواتا'' (کیا ہم نے زمین کو اس طور پر نہیں بنایا کہ وہ زندوں کو (ظاہر پر) اور مردوں کو (باطن میں) ملانے والی ہے) کے تحت لکھتے ہیں قال ابوبکر وھذا یدل الخ ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس پر دلالت کرتا ہے کہ میت کو چھپانا اور اس کو دفن کرنا اور اس کے بالوں کو اور اس کے ان تمام اجزاء کو جو اس سے جدا ہو جائیں دفن کرنا واجب ہے۔ نیز یہ فرمانِ الٰہی اس پر بھی دلالت کرتا ہے کہ میت کے بالوں کو اور اس کے بدن کے کسی بھی جزء کو بیچنا اور اس میں تصرف کرنا جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دفن کرنے کا حکم دیا ہے، یہ صفات جسد عنصری کی ہیں، نیلوی صاحب

کے کافوری برزخی بدن کی نہیں کیونکہ نہ اس کو دفن کیا جاتا ہے نہ اس سے بال و ناخن وغیرہ جدا ہوتے ہیں نہ ان کو بیچا جاتا ہے نہ ان کی خرید وفروخت ہوتی ہے۔ آگے ابوبکر رازی انسانی بالوں کے انتفاع سے ممانعت کی حدیث لکھ کر فرماتے ہیں وھذہ الایۃ نظیر قولہ تعالیٰ ثم اماتہ فاقبرہ یعنی جعل لہ قبرا مطلب یہ ہے کہ: الم نجعل الارض کفاتا والی آیت اللہ تعالیٰ کے فرمان ثم اماتہ فاقبرہ کے مثل ہے، اور فاقبرہ کا مطلب ہے جعل لہ قبرا اس کے لئے قبر بنانے کا حکم دیا۔ ابوبکر رازی کی اس تفسیر سے پتہ چلا کہ دونوں آیتوں کی تفسیر ایک جیسی ہے اور دونوں کا تعلق جسد عنصری کے ساتھ ہے مثالی بدن کے ساتھ نہیں۔ (ب) اے کاش! نیلوی صاحب اگر ابوحیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر البحر المحیط دیکھ لیتے تو وہ اس غلطی میں مبتلا نہ ہوتے، البحر المحیط ص ۴۲۹، ج ۸ میں ہے ثم اماتہ فاقبرہ ای جعل لہ قبرا صیانۃ لجسدہ ان یاکلہ الطیر والسباع مفسر نے بعینہ احکام القرآن والے الفاظ لکھے ہیں جعل لہ قبرا ۔ اور ساتھ اس کی حکمت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میت کے لئے قبر بنانے کا حکم اس لئے دیا ہے تا کہ اس کو پرندے درندے نہ کھائیں۔ نیلوی صاحب اور ان کے ہمنواؤں سے کوئی پوچھے کہ یہ نوچ کر اور چیر پھاڑ کر کھانے کا خطرہ جس سے بچانے کے لئے قبر بنانے کا حکم دیا گیا ہے یہ جسم عنصری کے لئے ہے یا بقول شما عناصر اربعہ کی حدود سے باہر کسی اور جہان میں پائے جانے والے غیر مرئی، غیر مبصر برزخی بدن کے لئے ہے؟ ظاہر ہے یہ خطرہ جسد عنصری کے لئے ہے۔ (ج) احکام القرآن ج ۲، ص ۴۴ امام ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا باب دفن الموتی اس میں فبعث اللہ غرابا یبحث الخ چھٹے پارہ کی آیت نقل کی جس کا خلاصہ یہ ہے (پس اللہ تعالیٰ نے کوا بھیجا جو زمین کریدتا تھا تا کہ وہ قابیل قاتل کو دکھائے کہ وہ اپنے بھائی ہابیل مقتول کی لاش کو کیسے چھپائے) اس آیت کا تعلق واضح طور پر جسد عنصری کے ساتھ ہے، قابیل نے اسی جسد عنصری کو زمینی قبر میں چھپایا، پھر ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر القرآن بالقرآن کے طور پر تائید کے لئے دو آیات ذکر کی ہیں، پہلی آیت ''ثم اماتہ فاقبرہ''، دوسری آیت ''الم نجعل الارض کفاتا احیاء وامواتا'' پھر جسد عنصری کو قبر میں چھپانے کی حکمت بیان کی لانہ لو ترکہ حتی ینتن لقیل لجیفۃ سوأۃ اگر جسد عنصری کو زمین کے اوپر چھوڑ دیتا حتیٰ کہ وہ بدبودار ہوجاتا تو کہا جاتا کہ یہ لاش بری ہے۔ ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بتادیا کہ ان تینوں آیات کا تعلق جسد عنصری کے ساتھ ہے کہ بدبودار وہی ہوتا ہے، مؤمن کا مثالی بدن بدبودار نہیں ہوتا۔ (د) احکام القرآن ج ۱، ص ۲۶۸: اس مقام میں ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ نے مبرد اور زجاج کے مذہب کے مطابق حَصَرَ اور اَحْصَرَ میں فرق لکھا ہے حصرہ کا معنی ہے حبسہ اس کو قید کیا، اور احصرہ کا معنی ہے عرضہ للحصر اس کو قید کے لئے پیش کیا۔ اس کی تین مثالیں بھی پیش کی ہیں تیسری مثال یہ ہے قبرہ ای دفنہ اس کو دفن کیا، اور اقبرہ کا معنی ہے عرضہ للدفن فی القبر اس کو قبر میں دفن کے لئے پیش کیا۔ سعد! آپ نے دیکھ لیا تینوں جگہ میں کسی جگہ بھی مفسر رحمۃ اللہ علیہ نے ان آیات کا تعلق برزخی بدن یعنی جسم مثالی کے ساتھ نہیں بتایا اور نہ ہی جسم مثالی کو دفن کرنے کا حکم بتایا ہے، اور نہ فاقبرہ کا نیلوی والا معنی کیا ہے کہ اللہ انسان کے مثالی بدن کو خود قبر میں داخل کرتا ہے۔

(۷) نیلوی صاحب نے اپنی تائید میں دوسرا حوالہ دیا ہے تفسیر نسفی (مدارک) کا، کہ جعلہ ذا قبر یواری فیہ کاش! اگر نیلوی صاحب اس مقام میں مدارک کی پوری عبارت دیکھ لیتے اور نقل بھی کر دیتے تو بات مکمل جاتی کہ

اس سے نیلوی صاحب کی تائید ہوتی ہے یا تردید۔ دیکھئے تفسیر مدارک آپ کے سامنے ہے اس کی پوری عبارت یہ ہے:
جعلہ ذا قبر یواری فیہ لا کالبھائم کرامۃ لہ.قبر المیت دفنہ واقبر المیت امرہ بان یقبر ومکنہ منہ (مدارک مع خازن ج ۴،ص ۳۸۰) اس کو قبر والا بنایا تاکہ میت کی شرافت وعظمت کی وجہ سے اس کو چھپایا جائے، مردار جانوروں کی طرح زمین پر پھینک نہ دیا جائے۔ قبر المیت کا معنی ہے میت کو دفن کیا، اور اقبر المیت کا معنی ہے میت کو دفن کرنے کا حکم دیا، اور اس پر اس کو قدرت واختیار دیا۔ شروع میں اقبر کا معنی کیا قبر والا بنایا، اخیر میں بتادیا کہ قبر والا اس طرح بنایا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو میت کے دفن کرنے کا حکم دیا۔ لا کالبھائم کا لفظ واضح قرینہ ہے کہ اس حکم کا تعلق انسان کے جسد عنصری کے ساتھ ہے کہ انسان کے جسد عنصری کو دوسرے جانداروں کی طرح زمین کے اوپر نہیں پھینک دیا جاتا، جیسا کہ مردار جانوروں کے ظاہری جسم زمین کے اوپر پھینک دیئے جاتے ہیں تاکہ ان کو چرند پرند کھالیں، لیکن انسان کی کرامت وشرافت کی وجہ سے اس کو قبر میں چھپانے کا حکم دیا تاکہ چرند، پرند اس کو چیر پھاڑ نہ دیں اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے جعلہ ذا قبر کی یہی وضاحت کی ہے وہ لکھتے ہیں والمراد من جعلہ ذا قبر امرہ عزوجل بدفنہ (روح المعانی ۵۶/۳) قبر والا بنایا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اس کو قبر میں دفن کرنے کا حکم دیا ہے۔ نیلوی صاحب کے اس حوالہ سے بھی بجائے ان کی تائید کے تردید ہوتی ہے۔

(۸) محترم نیلوی صاحب نے ندائے حق کی پہلی جلد میں سارا زور اس پر لگایا ہے کہ میت کے اندر دو قسم کے اجزاء ہوتے ہیں، اجزاء اصلیہ جو ہمیشہ محفوظ رہتے ہیں، دوسرے اجزائے زائدہ۔ سلف کا ایک قول یہ ہے کہ عالم برزخ میں اللہ تعالیٰ روح کا ان اجزاء اصلیہ کے ساتھ تعلق قائم کر کے ان میں اتنی حیات پیدا کر دیتے ہیں جس کے ساتھ وہ راحت وتکلیف کا احساس وادراک کر سکے اور قیامت کے روز بھی ان اجزائے اصلیہ میں روح کو داخل کر کے ان کے ساتھ اجزاء زائدہ ملا کر قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرے گا۔ نیلوی صاحب نے سلف کے اسی قول کو ترجیح دی اور اسی کو صحیح قرار دیا ہے لیکن نیلوی صاحب نے اپنے اجتہاد واستنباط سے چند اضافات کیے ہیں:

۱...... عالم برزخ وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں عناصر اربعہ ختم ہو جاتے ہیں۔ ۲...... عالم برزخ کے دو مقام ہیں علیین وسجین، علیین جنت میں ہے جو ساتویں آسمان کے اوپر ہے اور سجین دوزخ میں ہے جو ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ ۳...... ارضی قبر عالم برزخ کا حصہ نہیں۔ ۴...... موت کے وقت اللہ تعالیٰ میت کے اجزائے اصلیہ کو اجزائے زائدہ سے جدا کر لیتے ہیں۔ ۵...... موت کا فرشتہ روح اور اجزائے اصلیہ دونوں کو قبض کرتا ہے۔ ۶...... قبض کر کے روح اور اجزائے اصلیہ کو عالم برزخ (یعنی علیین یا سجین) میں لے جاتا ہے۔ ۷...... پھر عالم برزخ میں اُن اجزائے اصلیہ کو آدمی کی دنیا والی صورت کا لباس پہنا دیا جاتا ہے۔ ۸...... پھر اجزائے اصلیہ سے تیار شدہ جسم مثالی میں روح داخل کر دی جاتی ہے۔ ۹...... روح داخل کر کے جسم مثالی میں اتنی حیات پیدا کر دی جاتی ہے جس کے ساتھ وہ نیک ہے تو تلذذ وتنعم، بد ہے تو گرزوں کی زد محسوس کر سکے۔ ۱۰...... اور جسم مثالی جس میں روح کو داخل کیا جاتا ہے یہی حقیقی اور شرعی قبر ہے۔ ۱۱...... برزخ کی ساری کارروائی روح اور اسی جسم مثالی کے ساتھ ہوتی ہے۔ ۱۲...... جسم عنصری جو ارضی قبر میں ہے اس کے ساتھ نہ روح کا تعلق ہوتا ہے نہ اُس کو دکھ سکھ پہنچتا ہے۔

عالم برزخ کے ان مذکورہ ۱۲ رغیبی امور برزخیہ کے انکشافات پر آں محترم نے کوئی قرآن وحدیث سے

دلیل پیش نہیں کی، چند ناقص حوالہ جات کے بعد اپنے انکشافات کا خود ہی پول کھول دیا۔ لکھتے ہیں: ''اے صاحبو! جو کچھ میں اس سے پیشتر شرح و بسط کے ساتھ بیان کر چکا ہوں اس کے بعد ذرہ یہ بھی سن لیجئے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ یہی توجیہ اور اجزاء کے ذروں کے ساتھ اور زائد اجزاء کی ہیکل (صورت) کے ساتھ تفسیر اور اس کے علاوہ جو تفصیل میں نے اس مقام پر بیان کی ہے وہ سب پیروانِ محمد ﷺ کے کلام میں تصریحاً (صراحتاً) موجود ہے یا ان کے ذمے بعث کا اسی تفصیل و بیان کے موافق اعتقاد کرنا ضروری ہے، ہرگز نہیں۔ میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ علماء شریعت نے بیان کیا ہے کہ انسان کے اصلی اور زائد دو قسم کے اجزاء ہوتے ہیں اور اس کے ذریعہ سے انہوں نے ان شبہات کو دفع کیا ہے جو بعث (حیاۃ قبر، عذاب قبر اور سوال و جواب قبر وغیرہ) وغیرہ پر وارد ہوتے ہیں اور میں آپ سے پہلے کہہ بھی چکا ہوں کہ شریعت کے بڑے بڑے جلیل القدر کثیر علماء (جیسے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ) کے کلام سے مستنبط ہوتا ہے۔ (ندائے حق ج ۱ ص ۲۹۳) اگرچہ نیلوی صاحب اپنی اس تفصیلی گفتگو کو استنباط کہہ رہے ہیں، میرے عزیز! استنباط تب ہوتا اگر اکابر کی ان عبارات میں اس بات کے اشارات ہوتے جب کہ ان عبارات میں ان ۱۲/ امور کی طرف کوئی اشارہ نہیں ملتا، اس لئے یہ استنباط نہیں بلکہ اختراع یا افتراء ہے۔

(۹) مولانا نیلوی صاحب نے ندائے حق میں بار بار فرمایا ہے کہ عالم برزخ عالم غیب ہے اس کے احوال و امور کو قیاسات اور اجتہادی آراء کے ذریعے معلوم نہیں کیا جا سکتا۔ حتیٰ کہ ندائے حق ج ۱، ص ۱۰۶ پر حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ ''مومن مرتا ہے تو اس کا لڑکا اس کا استقبال کرتا ہے۔'' چونکہ اس قول کا تعلق عالم برزخ کے ساتھ ہے اس لئے نیلوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ کے بتائے بغیر کسی کو کسی طرح معلوم نہیں ہو سکتی، لہٰذا سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے صحابی سے، صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوگی۔ اس طرح سے موصوف نے تابعی کے قول کو حدیث مرفوع بنا دیا۔ لیکن حضرت والا شان خود بعض علماء کی ادھوری عبارات کی آڑ میں احوال برزخ کے متعلق اپنے قیاس و اجتہاد اور استنباط کے ذریعے انکشافات فرما رہے ہیں۔

(۱۰) مولانا نیلوی صاحب نے ندائے حق میں جتنی حدیثیں اور جتنے حوالے درج کیئے ہیں کوئی ایک حدیث اور متکلمین، فقہاء، محدثین کا کوئی ایک حوالہ بھی ایسا درج نہیں کیا جس میں یہ صراحت ہو کہ زمینی قبر عالم برزخ کا حصہ نہیں جب کہ وہ سارا زور اسی پر لگا رہے ہیں۔

نیلوی صاحب کے حوالہ جات کی حقیقت

سعد بیٹا! آپ بتائیں نیلوی صاحب نے جو اتنی ضخیم کتاب لکھی ہے (ندائے حق) اور اس میں انہوں نے حوالہ جات کا انبار لگا دیا ہے اس کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے۔

سعد: جناب میری رائے یہ ہے کہ ایک تو نیلوی صاحب نے حوالے ادھورے نقل کئے ہیں، دوسری میری رائے وہی ہے جو خود موصوف نے لکھ دی ہے کہ انہوں نے جو اتنی تفصیل لکھی ہے نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں ہے نہ سلف کے کلام میں ہے پھر ہے کیا؟ تو جناب سلف کے اقوال و عبارات کے پردے میں انہوں نے اپنے خود تراشیدہ نظریات اور آراء پیش کی ہیں، جب کہ دعویٰ یہ ہے کہ ہمارے پاس رب کا قرآن ہے۔ نیلوی صاحب کا سب کچھ لکھ کر اس اعتراف کرنے پر مجھے ایک چور کا قصہ یاد آ رہا ہے، ایک چور خود سراغیوں میں شامل ہو گیا، دیوار کے پاس جا کر

کہنے لگا چور ادھر سے آیا ہوگا یہاں پاؤں رکھ کر دیوار پر چڑھا ہوگا جب اترنے لگا تو میرا پاؤں پھسل گیا۔

عالم برزخ سے عالم مثال مراد نہیں

سعد: بعض علماء فرماتے ہیں عالم برزخ سے مراد عالم مثال ہے۔ آپ اس کی وضاحت فرمائیں؟

مفتی صاحب: محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ حضرات کی مذکورہ بالا وضاحت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس جگہ عالم برزخ کا مصداق عالم مثال نہیں، کیونکہ عالم مثال میں جو جسم ہے نہ وہ دریا میں غرق ہوتا ہے نہ اس کو جلایا جاتا ہے نہ اس کو درند، چرند، پرند کھاتے ہیں، لہٰذا شرعی قبر کی تعریف میں قبر اور عالم برزخ کا مصداق وہ جگہ ہے جہاں عنصری جسم ہے یا جہاں عنصری جسم غرق ہوا، یا جس جگہ عنصری جسم کے سوختہ یا خوردہ اجزاء ہیں، اور وہ جس جگہ اور جہاں بھی ہوں، اور اگر کسی بزرگ نے زیر بحث مسئلہ میں عالم برزخ کا مصداق عالم مثال یا عالم مثال کی قبر کو بنایا ہے تو ان کی یہ تعبیر ان سب تصریحات کے خلاف ہے جن میں عالم برزخ والی تعبیر کا مقصد غرق شدہ یا سوختہ یا خوردہ اموات کی قبور کو شرعی قبر کی تعریف میں داخل کرنے کی صراحت اور وضاحت ہے، اور مذکورہ بالا حرق، غرق وغیرہ حالات عنصری جسم کو پیش آتے ہیں، مثالی جسم کو پیش نہیں آتے۔ نیز عالم برزخ کے اس مصداق کے مطابق قبر شرعی کی سب تعبیرات میں تطبیق اور یکسانیت پیدا ہوجاتی ہے، اور اگر عالم برزخ کا مصداق عالم مثال یا مثالی جسم کو قرار دیا جائے تو قبر شرعی کی تعبیرات میں تضاد پیدا ہوجاتا ہے، اس اعتبار سے بھی عالم برزخ کا مصداق بجائے عالم مثال یا مثالی جسم کے عنصری جسم یا اس کے غرق شدہ یا سوختہ یا خوردہ اجزاء کی جگہ کو بنانا زیادہ مناسب ہے۔ اس لئے ان بزرگوں کی یہ وضاحت ان کا تفرد یا تسامح ہے یا مجاز پر محمول ہے یا صرف ان منکرین عذابِ قبر کو لاجواب کرنے کے لئے ہے جو ضدی، کینہ ور اور معاندین ہیں۔

قبر کی حقیقت اور حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ

سعد: حکیم الامت حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب اشرف الجواب اور اپنے مختلف خطبات میں فرماتے ہیں کہ قبر عالم مثال یا جسم مثالی یا علیین و سجین ہے۔

مفتی صاحب: اس کے پانچ جواب ہیں:

جواب اوّل (عالم مثال صوفیہ کا کشف ہے)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد مقامات میں واضح طور پر لکھا اور فرمایا ہے کہ عالم مثال اور جسم مثالی کے ثبوت پر قرآن وحدیث میں کوئی صریح نص موجود نہیں، یہ صوفیہ کا کشف ہے، اور کشف بالاتفاق حجت نہیں، حتی کہ خود صاحب کشف کے حق میں بھی حجت نہیں۔ جب کشف شرعی طور پر حجت نہیں تو صوفیہ کے کشفی قول کو کسی عقیدہ کے لئے بنیاد کیسے بنایا جاسکتا ہے، اور کشفی قول کی وجہ سے قرآن وحدیث کی صریح نصوص اور صریح دلائل کو کیسے چھوڑا جاسکتا ہے؟ جب قرآن وحدیث میں صراحتاً ارضی قبر کو قبر کہا گیا ہے جیسا کہ اس پر دلائل پیش ہوچکے ہیں تو محض صوفیہ کے کشفی قول (جو شرعاً حجت نہیں اور ہے بھی قرآن وحدیث کے خلاف) کی وجہ سے بلا دلیل محض اپنے خیال وگمان سے قرآن وحدیث کی نصوصِ صریحہ اور دلائل متواترہ میں عرفی قبر اور مجازی قبر کی تاویل کرکے قرآن وحدیث کے

صریح مفہوم کو چھوڑنا اور چھوڑ کر کشفی قول کو ترجیح دینا اور عقیدے کی بنیاد بنانا، اس کا کیا جواز ہے؟ قرآن وحدیث کے ساتھ ایسا طرز عمل اختیار کرنا یقیناً علم وعقل، عدل وانصاف، دین وایمان، اور قواعد شرعیہ کے تقاضوں کے خلاف ہے، یہ سب کچھ ان حضرات نے کیا ہے جن کے دعوے اور نعرے یہ ہیں ''ہمارے پاس رب کا قرآن ہے'' ''سب سے پہلے قرآن'' اور ''عقیدے کے لئے قرآن کی قطعی دلیل شرط ہے''۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حضرات صاف اقرار کرلیں کہ عالم مثال، جسم مثالی، علیین وسجین کے شرعی اور حقیقی قبر ہونے پر ہمارے پاس نہ قرآن ہے نہ حدیث ہے، ہاں ہمارے پاس صوفیائے کرام کا کشفی قول ہے جو عقائد میں تو کجا، عملی مسائل میں بھی حجت نہیں ہوتا اور اگر قرآن وحدیث کی کوئی ایک بھی صریح دلیل ہے تو درخواست ہے کہ وہ پیش کریں۔ مہلت تا قیامت۔

اب سوال طلب بات یہ ہے کہ کیا حکیم الامت حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ نے یہ لکھا ہے کہ عالم مثال اور جسم مثالی صوفیہ کا کشف ہے اور کشف حجت نہیں ہوتا؟ جی ہاں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد مقامات میں یہ دونوں باتیں لکھی ہیں، اس کا ثبوت ملاحظہ کیجئے:

۱......اب رہی یہ بات کہ جسم انسانی کون سا ہے جس کے اندر شہداء کی روحیں حلول کر کے حواصل طیور خضر میں سوار ہوں گی، آیا وہ یہی جسم عنصری ہے یا کوئی دوسرا جسم ہے؟، اس کی تحقیق کے لئے کشف کی ضرورت ہے، کیونکہ نص اس سے ساکت ہے، اہل کشف کو معلوم ہوا ہے کہ عالم برزخ میں انسان کو جسم مثالی عطا ہوتا ہے جو اسی جسم عنصری کے مشابہ ہے۔ (خطبات ج۱ ص ۳۱۴، وعظ: ترجیح الآخرۃ۔ نیز اشرف الجواب ص ۴۸۴، حصہ سوم)

۲......اہل کشف کو معلوم ہوا ہے کہ برزخ میں عذاب وثواب ارواح کو جسم مثالی کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ (ایضاً)

۳......صوفیہ اس کے قائل ہوئے ہیں کہ دوسرا بدن جو مشابہ اسی بدن عنصری کے ہوتا ہے عالم برزخ میں دیا جاتا ہے......سب عذاب وثواب اُس پر ہوتا ہے۔ (خطبات ج۱۷، ص ۳۱۳۔ وعظ: روح البح والذبح)

۴...... اصل چیز اللہ رسول کی اطاعت ہے باقی کشف وکرامات وغیرہ یہ چیزیں کوئی کمال نہیں، ایسے عجائب اہل باطل سے بھی صادر ہوجاتے ہیں۔ (ملفوظات ج۱ ص ۲۱۲)

۵......فرمایا کہ بعض کشف ہی ایسا ہوتا ہے کہ اس میں بالکل احتمال غلطی کا نہیں ہوتا مگر پھر بھی شرعاً حجت نہ ہوگا...... اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک شخص رمضان کی ۲۹ تاریخ کو عید کا چاند دیکھتا ہے اور دیکھنا ظاہر ہے کہ حسی طور پر ہے جس میں کوئی اشتباہ نہیں، پھر اس پر یہ بھی واجب ہوگا کہ قاضی سے جا کر ظاہر کرے......مگر اتفاق سے اور کوئی شہادت نہ تھی اس لئے قاضی نے کہہ دیا کہ حجت نہیں تو اس صورت میں باوجود اس کے کہ اس نے خود دیکھا اور بلا اشتباہ دیکھا مگر پھر بھی خود اس کے لئے بھی حجت نہیں چنانچہ یہ بھی روزہ وجوباً رکھے گا (یعنی اس کو بھی بوجہ عید کا چاند خود دیکھ لینے کے بعد افطار کرنا جائز نہیں بلکہ روزہ ہی رکھنا واجب ہے اور نماز عید پڑھنا جائز نہیں، کیونکہ شہادت شرعی سے عید کا چاند ثابت نہیں ہوا)، ایسے ہی اگر کسی کو کشف ہو اور بالکل بلا تلبیس مگر پھر بھی عدم تلبیس مستلزم نہیں حجت کو، شیخ اکبر بعض کشوف میں تلبیس کی نفی فرماتے ہیں مگر غلطی سے یہ مشہور ہوگیا کہ وہ کشف بلا تلبیس کو حجت سمجھتے ہیں، ان کے قول میں یہ کہیں تصریح نہیں کہ بعض کشف حجت ہے پس مذہب منصور سب کے نزدیک یہی ہے کہ کشف حجت نہیں۔ (ملفوظات ج ۳ ص ۲۱۶۔۲۱۷)

۶......فرمایا کہ شیخ اکبرؒ سے منصوص ہے کہ بعض کشف میں تلبیس بالکل نہیں ہوتی مگر یہ تلبیس نہ ہونا مستلزم

حجیت کو نہیں یعنی اگر کشف بلا تلبیس بھی ہو تب بھی حجت نہیں جیسا کہ اگر کوئی شخص ۲۹ رمضان کو عید کا چاند دیکھ لے مگر تفرد کی وجہ سے اس کی شہادت مقبول نہ ہو تو خود اس کو بھی اس رؤیت پر عمل جائز نہیں یعنی صبح کو روزہ رکھنا واجب ہوگا۔ (ملفوظات ج ۳ ص ۲۶۶)

۷......قواعد شرعیہ سے ثابت ہے کہ کشف والہام کوئی حجت نہیں۔ (ملفوظات ج ۹ ص ۷۷)

۸......ان کشفوں سے کیا جی خوش ہو، کشف کوئی حجت شرعی نہیں، بڑی چیز تو شریعت ہے اور کسی چیز کا اعتبار نہیں۔ (ملفوظات ۹/۱۷۹)

۹......اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اگر کشف کوئی قابل التفات چیز ہوتی تو شارع علیہ السلام ہم کو اس کی تعلیم دیتے۔ (ملفوظات ج ۱۲، ص ۱۳۴)

۱۰......فرمایا آئمہ کرام کا قیاس جنید و شبلی کے کشف والہام سے ہزار درجہ مقدم ہے۔ (ملفوظات ج ۱۵ ص ۲۲۹) جب قیاس سے عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا تو کشف والہام جو ہزار درجے قیاس سے کم ہے اس سے عقائد کیسے ثابت ہو سکتے ہیں؟

۱۱......کشف والہام کوئی حجت شرعی نہیں اس کے ذریعہ شریعت کے کسی قاعدہ میں ترمیم یا استثناء نہیں ہو سکتا۔ (ملفوظات ج ۲۴ ص ۵۹)

۱۲......ارشاد فرمایا کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی تحقیق اگرچہ یہ ہے کہ مشائخ کاملین کے کشف والہام میں غلطی نہیں ہوتی۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے فرمایا ہے کہ جو علم کسی امتی کو کشف والہام کے طریقے سے حاصل ہوتا ہے وہ مستحکم قابل اطمینان نہیں بلکہ مکمل اطمینان اس علم پر ہو سکتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے ملتا ہے۔ (ملفوظات ج ۲۴ ص ۱۳۴)

۱۳......فرمایا بعض صوفیاء اس کے قائل ہیں کہ جنت میں ایک جنت ہے اس میں نہ حور ہیں اور نہ قصور۔ صرف یہ ہے رب ارنی ارنی۔ فرمایا کہ یہ غلط ہے اگر کشف ہے تو بھی غلط ہے نصوص کے خلاف ہے۔ (ملفوظات ج ۲۶ ص ۴۷۰)

مولانا امیر بندیالوی تسکین الصدور پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ایسی کتابیں لکھنا جن سے شرک اور بدعت کے سینکڑوں دروازے کھل جائیں اپنی مخترعات اور مفروضات، ضعیف روایات، خوابوں اور کشفوں سے وسیلۂ بدعت جیسا مسئلہ سنانا زہر قاتل کا حکم رکھتا ہے۔'' (مقدمہ ندائے حق ص ۳۱)

ہم حیران ہیں کہ منکرین حیات دوسروں پر یہ شرط لگاتے ہیں کہ عقیدہ پر قطعی اور متواتر دلیل پیش کریں، قول بھی وہ پیش کریں جو قرآن و حدیث کے مخالف نہ ہو، مگر اُن کے اپنے عقائد کی بنیاد کتنی کمزور ہے یعنی صوفیہ کے کشف اور صوفیہ کے ذوقی اشارات اور ان کے کشوف و اشارات پر مبنی بعض علماء و صوفیہ کے اقوال جن پر قرآن و حدیث کی کوئی قطعی اور صریح دلیل نہیں۔

جواب دوم (کیا صوفیہ روح اور جسد عنصری کے تعلق، حیات اور ثواب و عذاب کے منکر ہیں؟)

اِن علماء و صوفیہ نے زمینی قبر میں روح کے جسد عنصری یا اجزائے جسد عنصری کے ساتھ تعلق اور حیات کا انکار نہیں کیا، اسی طرح زمینی قبر میں روح و بدن عنصری یا اجزائے بدن عنصری کے ثواب و عذاب کا بھی انکار نہیں کیا

بلکہ اس کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے عذاب قبر کے منکرین کو جواب دینے کے لئے کشفی طور پر عالم مثال اور جسم مثالی اور اس میں روح کے ثواب وعذاب کا ایک زائد قول بھی اختیار کیا، لیکن ان کشوف اور ذوقی اشارات کی وجہ سے قرآن وحدیث سے ثابت شدہ مذکورہ عقائد پر نہ انکار کیا اور نہ انکار کر کے اپنے کشوف واشارات اور ان پر مبنی اقوال کا قرآن وحدیث سے تضاد پیدا کیا۔ قرآن وحدیث سے ثابت شدہ عقائد وحقائق کو بھی تسلیم کیا اور اپنے کشوف واشارات کے ذریعے اہل باطل کو جواب بھی دیا، لیکن منکرین حیات نے ان کشوف واشارات اور ان پر مبنی اقوال کے مطابق عقائد اختیار کر کے قرآن وحدیث سے ثابت شدہ عقائد کا تاویلات اور عقلی شکوک وشبہات کی آڑ میں انکار کر کے قرآن وحدیث اور ان کشوف اور کشوف پر مبنی اقوال کے درمیان تضاد وتخالف پیدا کر دیا۔ اس کے باوجود قرآن وحدیث کے مخالف کشوف اور ان پر مبنی اقوال وعقائد پر اصرار اور قرآن وحدیث سے ثابت شدہ حقائق وعقائد کا انکار حیران کن بات ہے، اور یہ سب کچھ اُن مہربانوں نے کیا جن کا دعویٰ ہے: ''سب سے پہلے قرآن''۔

کشفی قول کی بنیاد پر اختیار کئے گئے عقیدے

پھر ستم بالائے ستم یہ کہ صوفیہ کے اسی کشفی قول کو بنیاد بنا کر ان حضرات نے متعدد عقیدے اختیار کیے ہیں:

۱۔ ارضی قبر حقیقی اور شرعی قبر نہیں ہے۔

۲۔ ارضی قبر اور اس میں مدفون جسم عنصری کے ساتھ روح کا تعلق نہیں ہے۔

۳۔ عالم مثال، جسم مثالی، علیین سجین حقیقی شرعی قبر ہے۔

۴۔ ارضی قبر کے اندر جسم عنصری میں حیات نہیں۔

۵۔ ارضی قبر میں ثواب وعذاب قبر نہیں ہوتا۔

۶۔ ارضی قبر میں تمام انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارکہ بے جان اور عقل وشعور کے بغیر ہیں۔

۷۔ قبر شریف کے پاس پڑھا ہوا درود وسلام نبی کریم ﷺ نہ سنتے ہیں اور نہ اس کا جواب دیتے ہیں۔

۸۔ استشفاع عند قبر النبی ﷺ جائز نہیں۔

۹۔ نبی پاک ﷺ کی مدینہ والی قبر جنت اور باغ جنت نہیں ہے۔

۱۰۔ نبی کریم ﷺ کا دنیوی جسم مبارک جنت میں نہیں، صرف روح جنت میں ہے۔

۱۱۔ ارضی قبر کو جنت یا دوزخ ماننا غیر مسلم لوگوں کا عقیدہ ہے، چنانچہ منکرین حیات النبی ﷺ کے منتخب وکیل اعظم جناب نیلوی صاحب جلی عنوان قائم کرتے ہیں ''قبر عرفی کو غیر مسلم لوگ جنت، دوزخ سمجھتے تھے۔''

(ندائے حق ج۱ ص ۳۶۲)

ہماری اپنے ان مہربانوں سے درخواست ہے کہ وہ اپنے دعوے اور اپنے نعرے کے مطابق اپنے ان گیارہ عقیدوں پر قرآن کریم کی گیارہ صریح قطعی الدلالت آیات یا صریح اور قطعی الدلالت احادیث پیش کریں۔

اہل کشف سماع موتی پر متفق ہیں

عجیب بات ہے کہ جو کشفی قول قرآن وحدیث کے خلاف ہے اس کی بنیاد پر بعض لوگوں نے یہ گیارہ عقیدے

اختیار کر لیے، لیکن سماع موتی اور مردے کے ادراک کا عقیدہ جس پر اہل کشف متفق ہیں اور وہ قرآن وحدیث کے خلاف بھی نہیں اس کو شرک قرار دیتے ہیں، اہل کشف کے اس اتفاقی عقیدے پر حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

ا۔ حکیم الامت حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ مسئلہ سماع موتی میں فقہاء کا اختلاف ہے مگر اہل کشف سماع کے وجود پر متفق ہیں۔ (ملفوظات ج ۲۴ ص ۲۲۷)

۲۔ ایک صاحب نے سماع موتی کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ اہل کشف تو عموماً سماع موتی کے قائل ہیں اور اس مسئلہ میں میں انہیں کا معتقد ہوں کیونکہ مجھے ظن غالب ہے کہ موتی سنتے ہیں۔ (ملفوظات ج ۲۵ ص ۱۲۹)

۳۔ فرمایا اہل کشف متفق ہیں کہ مردہ کو ادراک ہوتا ہے یہ مسئلہ کشفی اور ظنی ہوا، اہل ظاہر اس میں اختلاف کرتے ہیں (ملفوظات ج ۲۶ ص ۴۴۶) منکرین حیات وسماع سے ہمارا سوال ہے کہ سماع موتی کا قول کر کے حکیم الامت حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ اور دیگر صوفیاء کرام مشرک ہوئے ہیں یا نہیں؟

جواب سوم (قبر کا مجازی معنی)

لغت اور عرف کے اعتبار سے قبر کا حقیقی معنی ہے مَدْفَنُ الْمَيِّت یعنی میت کے دفن کرنے کی جگہ، اور شرعی اعتبار سے قبر کا حقیقی معنی ہے موت کے بعد جسد عنصری یا جسد عنصری کے اجزاء کی جائے قرار، جس کو عالم برزخ اور برزخی قبر سے بھی تعبیر کیا گیا ہے، جس میں جائے دفن یعنی زمینی قبر بھی شامل ہے۔ قبر کا ایک اور معنی بھی کیا جاتا ہے وہ ہے عالم مثال یا عالم مثال میں جسم مثالی۔ لیکن قبر کے لغوی، عرفی اور شرعی معنی کے مقابلہ میں یہ معنی مجازی ہے کیونکہ:

(ا) یہ بات تفصیل سے آپ کے سامنے آچکی ہے کہ عالم دنیا میں راحت وتکلیف کا اصالۃً تعلق جسم کے ساتھ ہوتا ہے پھر روح وجسم کے درمیان اتصال وتعلق کی وجہ سے وہی راحت وتکلیف روح کو بھی پہنچتی ہے، جب کہ عالم برزخ میں معاملہ اس کے برعکس ہے، عالم برزخ میں اصالۃً راحت وتکلیف روح کو پہنچتی ہے اور چونکہ عالم برزخ میں روح اور جسم عنصری کے درمیان تعلق ہوتا ہے اس لئے بواسطہ روح وہی راحت وتکلیف جسم عنصری کو بھی پہنچتی ہے خواہ وہ مدفون ہو یا غیر مدفون، اسلئے جسم مثالی ماننے کی ضرورت نہیں۔ تاہم چونکہ روح ایک لطیف جسم اور ہوائی چیز ہے اس لئے درجہ اسباب میں بذات خود روح نہ کچھ کر سکتی ہے اور نہ بلا واسطہ براہِ راست عذاب وثواب کا محل بن سکتی ہے اس لئے روح کے افعال میں اور عذاب وثواب میں جسم آلہ ہوتا ہے اسی لیئے عالم دنیا میں جسم عنصری کے واسطہ سے روح کو راحت وتکلیف پہنچتی ہے اور عالم برزخ میں جسم عنصری کے اجزائے اصلیہ اور روح کے درمیان تعلق کے باوجود ہر ایک کا محل جدا جدا ہوتا ہے بایں وجہ عالم دنیا کی طرح جسد عنصری بعض حضرات کے نزدیک واسطہ نہیں بن سکتا اس لئے روح کو راحت وتکلیف پہنچانے کے لئے جسد عنصری کے مثل ایک اور جسم ان لوگوں نے کشفی طور پر یا منکرین عذاب قبر کے دفاعی جواب کے طور پر تسلیم کیا ہے اسی لئے اس کو جسم مثالی کہا جاتا ہے، یہ جسم مثالی خود مثاب یا معذب نہیں ہوتا، ہاں! روح کے مثاب یا معذب ہونے میں واسطہ بنتا ہے۔ جیسا کہ آلۂ ضرب اور آلۂ عذاب خود مضروب ومعذب نہیں ہوتا بلکہ عذاب میں محض واسطہ ہوتا ہے، بعینہٖ یہی حیثیت جسم مثالی کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جرائم اور معاصی کے ارتکاب میں روح اور جسم عنصری شریک ہوتے ہیں دونوں مل کر جرم کرتے ہیں، جسم مثالی کسی درجے میں بھی جرم ومعصیت میں شریک نہیں ہوتا تو وہ معذَّب کیوں ہو؟ اس لئے عذاب قبر میں مقصود ہوتا ہے

روح اور جسم عنصری کو عذاب دینا لیکن درمیان میں جسم مثالی کو آلۂ عذاب کی طرح واسطہ بنایا جاتا ہے روح کو عذاب دینے کے لئے۔ اسلئے بعض حضرات نے عالم مثال کو، بعض نے جسم مثالی کو (جو عذاب قبر میں واسطہ بن رہا ہے) مجازاً قبر کہہ دیا اور روح کے عذاب کو مجازاً عذاب قبر کہہ دیا۔ جیسے قلم آلہ کتابت ہے اور ہم مجازاً کہہ دیتے ہیں "قلم نے لکھا" یا "قلم لکھ رہا ہے" یا "قلم لکھتا ہے"، "چاقو کاٹتا ہے"۔ قلم اور چاقو کاٹنے اور لکھنے کا آلہ ہیں، لیکن کاٹنے اور لکھنے کی چاقو اور قلم کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ پس اسی طرح عالم مثال میں جسم مثالی بھی واسطہ عذاب ہے اس لئے اس کو مجازاً قبر کہا گیا ہے اور روح کے عذاب کو بھی مجازاً عذاب قبر کہا گیا ہے۔

(۲) اس قول کے قائلین یہ بھی کہتے ہیں کہ روح جسم مثالی میں ہے، جسم مثالی عالم مثال میں ہے اور عالم مثال علیین و سجین میں ہے، اور علیین ساتویں آسمان کے اوپر جنت میں ہے سجین ساتویں زمین کے نیچے دوزخ میں ہے، اور ظاہر ہے کہ جنت اور دوزخ میں حقیقتاً نہ قبریں ہیں نہ قبرستان ہیں لیکن جیسے جسم عنصری یا جسم عنصری کے اجزاء کی جائے قرار ان کے لئے ظرف ہے ایسے ہی جسم مثالی روح کے لئے چھوٹا ظرف ہے۔ عالم مثال اس سے بڑا اور علیین وسجین اس سے بھی بڑا ظرف ہے پس بعض نے جسم مثالی کو بعض نے عالم مثال کو اور بعض نے علیین و سجین کو مجازاً قبر کہہ دیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ بعض مرتبہ کسی وصف میں اشتراک کی بناء پر کسی چیز پر مجازاً ایک لفظ بول دیا جاتا ہے جیسے شیر اور زید کے درمیان بہادری مشترک صفت ہے تو زید کو مجازاً شیر کہہ دیا جاتا ہے۔ کفار، معاندین اور مُردوں کے لئے قرآن کا سننا غیر نافع ہے، اس عدم نافعیت والے مشترک وصف کی وجہ سے قرآن کریم میں کفار معاندین کو مجازاً موتیٰ کہا گیا ہے، انك لاتسمع الموتیٰ اور ان کے لئے مَن فی القبور کا عنوان بھی اختیار کیا گیا ہے، وما انت بمسمع من فی القبور۔ بعینہٖ اسی طرح جسم عنصری یا جسم عنصری کے اجزاء کی جائے قرار ان کے لئے ظرف ہے اور ادھر جسم مثالی عالم مثال اور علیین سجین بھی روح کے لئے ظرف ہے۔ اس ظرفیت والی مشترک صفت کی وجہ سے عالم مثال جسم مثالی اور علیین و سجین کو بھی بعض حضرات نے مجازاً قبر کہہ دیا ہے، ورنہ حقیقتاً قبر وہ ہے جہاں جسم عنصری یا جسم عنصری کے اجزاء ہیں اور حقیقتاً عذاب قبر وہ ہے جو روح اور جسم عنصری کو یا جسم عنصری کے اجزاء و ذرات کو ہوتا ہے۔

(۳) حقیقتاً قبر حقیقی مُردہ کے لئے ہوتی ہے اور وہ بدن عنصری ہے جو عالم دنیا کے اعتبار سے قیامت تک ہمیشہ مُردہ ہے، جب کہ روح قیامت تک زندہ ہے اور زندہ کے لئے حقیقتاً قبر نہیں ہوتی، البتہ بعض علماء نے روح کے جسم سے محض جدا ہونے کو روح کے لئے موت مجازاً اور بدن عنصری کے لئے ناقص موت قرار دیا ہے، اس لئے موت کے بعد جس جگہ عنصری جسم یا اس کے اجزاء ہیں وہ حقیقی قبر ہے اور جس جگہ روح ہے وہ عالم مثال ہو یا جسم مثالی ہو یا علیین وسجین ہو اس کو قبر کہنا مجازاً ہے۔

اُعجوبہ: عجیب بات ہے کہ جسم عنصری مدفون ہو یا غیر مدفون اس کی جائے قرار کو قرآن و حدیث میں قبر کہا گیا، اور صحابہ کرام، تابعین عظام اور علماء امت نے بھی اس کو قبر کہا ہے، وہ تو بن جائے قبر مجازی اور غیر شرعی قبر، اور عالم مثال یا جسم مثالی یا علیین و سجین جس کو کہیں بھی قرآن و حدیث میں قبر نہیں کہا گیا اور نہ اسکے قبر ہونے پر قرآن و حدیث کی کوئی دلیل ہے، اور جسم مثالی یا عالم مثال جو محض بعض حضرات کا کشفی قول یا منکرین عذاب قبر کے جواب کے لئے دفاعی قول ہے اس کو حقیقی قبر اور شرعی قبر کہا جائے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں بھی عالم مثال یا جسم مثالی یا علیین وسجین کو قبر کہا ہے تو منکرین عذاب قبر کے جواب اور دفاع کے طور پر کہا ہے۔

گڑھا بدن کے لئے حقیقی قبر ہے، روح کے لئے نہیں

سعد: حضرت! حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''گڑھا حقیقی قبر نہیں، حقیقی قبر وہ ہے جہاں روح ہے۔''

مفتی صاحب: اس کا جواب یہ ہے کہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود یہ ہے کہ گڑھا روح کے لئے حقیقی قبر نہیں بلکہ روح کے لئے حقیقی قبر وہ جگہ یا وہ جہان ہے جہاں روح ہے لیکن گڑھا بدن کے لئے حقیقی قبر ہے۔ چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ناواقف لوگ اس گڑھے ہی کو قبر سمجھتے ہیں مگر جو واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ (روح کے لئے) حقیقی قبر نہیں ہے بلکہ یہ جسد کی قبر ہے، بدن کا گھر ہے، روح کا گھر یہ گڑھا نہیں، گو روح کو اس سے بھی تعلق ہے مگر روح اس میں مقید نہیں ہے، تعلق اور چیز ہے، قید ہونا دوسری چیز ہے، دیکھو! آفتاب کو زمین سے تعلق تو ہے کہ تمام عالم اس سے منور ہے مگر کیا وہ زمین کے اندر مقید ہے؟ ہرگز نہیں...... پس یہ قبر ظاہری محض جسد کے لئے تو قید ہے مگر روح کے لئے قید نہیں ہے...... پس خوب سمجھ لو کہ روح قبر کے اندر مقید نہیں، ہاں اس کو قبر سے تعلق ضرور ہوتا ہے تو جو لوگ بالکل ناواقف ہیں وہ...... اس ظاہری قبر کو روح کی قبر سمجھتے ہیں۔'' (خطبات ج ۱ ص ۴۳۱۔ وعظ: دار المسعود)

خلاصہ یہ ہے کہ جسم عنصری یا جسم عنصری کے اجزاء کی جائے قرار جسم کے لئے قبر حقیقی ہے، اور روح کی جائے قرار بوجہ تعلق جسم کے لئے قبر مجازی ہے، اور روح کی جائے قرار روح کے لئے قبر حقیقی ہے اور جسم کی جائے قرار روح کے لئے بوجہ تعلق قبر مجازی ہے، فرق یہ ہے کہ جسم کی جائے قرار کا قبر ہونا قرآن و حدیث کے کثیر دلائل سے ثابت ہے جب کہ روح کی جائے قرار کا روح کے لئے قبر ہونا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں بلکہ صوفیاء کا کشفی قول ہے۔

قبر کے مجازی معنی اختیار کرنے کی حکمتیں

سعد: حضرت یہ فرمائیے کہ قبر کے مجازی معنی اختیار کرنے میں کیا حکمت ہے؟
مفتی صاحب: اس کی دو حکمتیں ہیں:

حکمت اوّل (کفر سے بچانا)

بعض عقل پرست لوگوں نے عذاب قبر کا اس وجہ سے انکار کیا کہ ان کو بعض آیات و احادیث کے ظاہر سے یہ دھوکا ہوا کہ قبر صرف اور صرف میت کی جائے دفن کا نام ہے، اس بنیاد پر انہوں نے سوچا کہ بعض اموات کو یہ دفن والی قبر نصیب نہیں ہوتی جیسے کسی کو بکس میں رکھ دیا، یا درخت کے ساتھ لٹکا دیا، یا جلا کر راکھ بنا کر دریا میں بہا دیا، یا ہوا میں اڑا دیا، یا میت کو چرند پرند نے کھالیا، تو ان کے خیال کے مطابق ان کو قبر ہی نصیب نہیں ہوئی تو ان کو عذاب قبر کیسے ہوگا، اسی طرح انہوں نے کہا کہ بعض مُردوں کے سینہ پر قبر میں پارہ رکھا گیا، کچھ دنوں کے بعد دیکھا تو وہ پارہ ویسے ہی رکھا تھا، اگر قبر میں ان کو بٹھایا جاتا ہے اور ان سے سوال و جواب ہوتا ہے تو پارہ اپنی جگہ سے کیوں نہ گر گیا، ہم نے قبر کو کھول کر دیکھا تو نہ آگ ہے نہ سانپ ہیں اور قبر بھی نہ فراخ ہے نہ تنگ، نہ میت پر کوئی آثار حیات نظر آئے، لہٰذا قبر کے سوال و جواب اور ثواب و عذاب وغیرہ کی باتیں بے بنیاد ہیں، اس وجہ سے انہوں نے عذاب قبر کا انکار کر دیا، اور عذاب قبر کے قائلین پر بھی انہوں نے یہی اعتراضات کرنے شروع کر دیئے۔ اہل سنت والجماعت کی طرف سے

مذکورہ اعتراضات کا اصل جواب تو یہ ہے کہ قبر صرف زمینی گڑھے کا نام نہیں بلکہ جسم یا اجزائے جسم کی جائے قرار کا نام ہے وہ جہاں بھی ہوں اور جس حالت میں ہوں وہی ان کی قبر ہے اور ان کو وہیں عذاب وثواب ہوتا ہے۔ لیکن جب یہ جواب عقل پرستوں کے لئے تسلی بخش ثابت نہ ہوا تو بعض علماء نے یہ سوچا کہ مطلقاً عذاب قبر کا انکار کفر ہے لہٰذا ان عقل پرست منکرین عذاب قبر کو سمجھانے اور ان کو کفر سے بچانے کے لئے ایسی تعبیر اختیار کی جائے کہ قبر اور عذاب قبر ان کو سمجھ آجائے اور وہ کفر سے بچ جائیں، چنانچہ انہوں نے کہا کہ قبر عالم مثال یا جسم مثالی یا علیین اور سجین کا نام ہے یعنی جہاں روح ہے وہ قبر ہے، اور اس جگہ جو روح کو عذاب ہوتا ہے وہ عذاب قبر ہے۔ صرف انہوں نے منکرین عذاب قبر کو کفر سے بچانے کے لئے یہ مجازی تعبیر اختیار کی کہ یہ بات عقل پرستوں کی عقل میں آسانی سے آسکتی ہے، اور وہ اس طرح کفر سے بچ جائیں گے، چنانچہ مولانا نیلوی عنوان قائم کرتے ہیں ''قبر کا مفہوم از مولانا تھانوی رحمۃ اللہ ملاحدہ کے جواب میں''، اس کے تحت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کے ملفوظات حسن العزیز کے حوالے سے ایک ملفوظ نقل کرتے ہیں: بعض ملاحدہ کہتے ہیں کہ اگر مردہ کو جلا یا گیا تو عذاب قبر کیسے ہوگا فرمایا: اس نے یہی نہیں سمجھا کہ معذب کون سا جسم ہے؟ خاکی یا مثالی؟ معذب جسم مثالی ہے، یہ لوگ اس کو کیا جانیں (ندائے حق ج ا ص ۸۰) اگر چہ صرف روح کے لئے عذاب قبر کو ماننا اور جسم عنصری کے لئے عذاب کو نہ ماننا بھی گمراہی اور فسق ہے مگر کفر نہیں۔

پانچ تائیدات

(۱) اس کی تائید میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کا حوالہ ملاحظہ کیجئے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ بحوالہ امام غزالی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ''منکرین عذاب قبر نے اعتراض کیا کہ ہم نے کافر کو قبر میں ایک مدت تک دیکھا، نگرانی کی، لیکن ہمیں اُس میں سانپ بچھو نظر نہ آئے، امام غزالی رحمۃ اللہ نے اِحیاء العلوم ج ۴ ص ۵۰۰ میں اِس کے تین جواب دیئے ہیں (۱) سانپ بچھو ہوتے ہیں لیکن اِس دنیاوی آنکھ کے ساتھ اُن کو نہیں دیکھا جا سکتا، کیونکہ وہ سانپ بچھو دنیا والے نہیں جن کو دنیا کی آنکھ سے دیکھا جا سکے، وہ دوسرے جہان کے ہیں جن کو دیکھنے کے لئے اُسی جہان کی آنکھ درکار ہے۔ (۲) جیسے نیند والا بحالت نوم کبھی دیکھتا ہے کہ سانپ نے اُس کو کاٹا ہے، وہ اُس کی تکلیف اتنی محسوس کرتا ہے کہ پسینہ پسینہ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ بیداری کے بعد اُس پر پسینہ بھی ہوتا ہے اور وہ درد بھی محسوس کرتا ہے، لیکن اُس کے پاس بیٹھنے والے کو پتہ نہیں چلتا، اِسی طرح اللہ تعالیٰ مُردہ کو بھی خیالی سانپ بچھو کے ذریعے تکلیف دے سکتا ہے۔ (۳) تکلیف سانپ بچھو کا زہر نہیں بلکہ اُلم وتکلیف اُس اثر میں ہے جو زہر پر مرتب ہوتا ہے اور ایسا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی زہریلا اثر بغیر سانپ بچھو کے مردہ کے جسم میں پیدا کر دے۔'' حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ اِن جوابات کو نقل کر کے فرماتے ہیں ''امام غزالی رحمۃ اللہ عذاب قبر کے اُسی طرح قائل ہیں جس طرح جمہور اہل اسلام قائل ہیں، اور وہ صراحۃً پہلے طریق (جواب) کو اظہر، اصح اور اسلم بتا رہے ہیں، باقی طریق (جوابات) کو غیر اظہر، غیر اصح اور غیر اسلم فرماتے ہیں، گو بالکل انکار سے وہی طریق (دوسرا اور تیسرا جواب) غنیمت ہے (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۶۷، ۴۶۸) اسی طرح اگر منکرین عذاب قبر عذاب روح کے قائل ہو جائیں تو یہ بھی غنیمت ہے کہ کفر سے بچے رہیں گے۔

(۲) نیز مولانا محمد حسین نیلوی صاحب نے حضرت سعید بن جبیر تابعی کا قول نقل کیا وہ فرماتے ہیں جب مومن مرتا ہے تو اس کا لڑکا اس کا استقبال کرتا ہے، جیسے مسافر کا استقبال کرتے ہیں۔ اس کے بعد فائدہ کا عنوان قائم

کر کے لکھتے ہیں (عالم برزخ کی) یہ بات کسی کو کسی طرح معلوم نہیں ہو سکتی جب تک رسول اللہ ﷺ سے نہ پائی ہو، تو ضرور ہوا کہ سعید بن جبیر ثقہ تابعی نے اس کو کسی صحابی سے سنا اور صحابی نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے۔ لیکن سعید بن جبیر نے اس لئے حدیث کر کے روایت نہیں کیا کہ شاید بعض نادان لوگوں کی سمجھ میں نہ آوے اور وہ شک کریں۔ پس اگر اس سے کہا جاوے گا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے پھر اس نے شک کیا تو کافر ہو جائے گا اور اگر میرے کہنے میں شک کرے گا تو کافر نہ ہوگا۔ اس نکتہ سے آپ نے اس کو اس طرح بیان کیا ہے۔ (ندائے حق ج ۱، ص ۱۰۷) معلوم ہوا کہ بعض دفعہ اکابرین مخاطب کو کفر سے بچانے کے لئے کوئی مناسب تعبیر اختیار کر لیتے تھے۔

(۳) اور فقہاء کرام نے ایک اصول لکھا ہے من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما جب کوئی آدمی دو ناگزیر مصیبتوں میں مبتلا ہو جائے تو ان میں سے اس مصیبت کو اختیار کرے جو زیادہ آسان ہو۔ فقہاء کرامؒ کے ارشاد فرمودہ اس حکیمانہ اصول کے مطابق دانشمند دانشور اہل علم حضرات نے مختلف مواقع پر اس اصول کی رعایت رکھی ہے۔ چنانچہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں ''مجھے معلوم ہوا کہ کانپور کے گردونواح میں بعض دیہات کے نومسلم راجپوت مرتد ہونے والے ہیں، آریہ ان کو بہکا رہے ہیں، میں نے اپنے احباب میں سے کچھ علماء اور رؤسا کو ساتھ لیا اور موضع گجیر میں قیام کیا جو سب دیہات میں بڑا گاؤں تھا۔ پھر وہاں سے دو دو تین عالموں کو متفرق دیہات میں تبلیغ کے لئے بھیجا گیا، اور ان کے چودھریوں کو بھی بلایا اور کہا بھائی ہم نے سنا ہے کہ تم آریہ ہونے والے ہو، اگر کوئی اسلام کے متعلق شبہ ہو تو رفع کر لو، ایک نے جواب دیا کہ ہم آریہ کیوں ہوتے، چودہریوں میں ایک کا نام نونسگھ تھا، دوسرے کا نام ادھار سنگھ تھا، ادھار سنگھ نے کہا ہم آریہ کیسے بنت، ہمارے یہاں تو تاجیہ (تعزیہ) بنت ہے، میں نے سن کر کہا دیکھو تعزیہ مت چھوڑنا، وہ کہنے لگے اجی بھلا ہم کب چھوڑنے لگے۔ بعض علماء کو خیال ہوا کہ میں نے مسلمانوں کو ایک بدعت کی اجازت دے دی ہے، میں نے کہا بس چپکے بیٹھے رہو، یہ کانپور اور لکھنو میں بدعت ہے مگر یہاں فرض ہے کیونکہ اس جگہ تعزیہ ہی ان لوگوں کے دین کی حفاظت کا ذریعہ ہے، ابھی تو ان لوگوں کا تعزیہ بناتے رہنا ہی ان کے اسلام کا محافظ ہے، پھر رفتہ رفتہ یہ پکے مسلمان ہو جائیں گے، اس وقت بدعت وسنت کی تعلیم دے دینا۔　　(ملفوظات حکیم الامت ج ۴ ص ۲۲۷)

(۴) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے لئے کسی بڑے مفسدے کے دفع کرنے کے لئے کسی خفیف مکروہ کے ارتکاب کو بھی جائز رکھا جاتا ہے، جب کہ اس کے ذریعے سے کسی گناہ کبیرہ سے بچانا منظور ہو (تفاضل اعمال، خطبات ج ۱۸، ص ۲۸۱) امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب عدم سماع موتی کے قول کی تردید کرنے کے بعد حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ہاں یہ ممکن ہے کہ فقہاء متاخرین نے جب یہ دیکھا کہ عوام کے عقائد سماع موتی کے مسئلہ سے خراب ہوتے ہیں اس لئے انتظام کی غرض سے اس کا انکار کر دیا ہو تو ممکن ہے کہ ان فقہاء کو صحت سماع موتی کا علم ہو مگر عوام کی اصلاح کے لئے مصلحتاً انکار کیا'' (خطبات ج ۲۲ ص ۳۹۸۔ وعظ: التشمیع) اسی طرح ہو سکتا ہے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ اور چند دیگر علماء نے روح کی جائے قرار یعنی عالم مثال اور جسم مثالی کو مجازاً قبر اور روح کے عذاب کو عذاب قبر کہہ دیا کہ یہ بات ان عقل پرستوں کی سمجھ میں جلدی آ سکتی تھی، اس سے وہ کفر سے بچ جائیں گے، پھر رفتہ رفتہ جسم عنصری کے عذاب قبر کے بھی قائل ہو جائیں گے۔

(۵) نیلوی صاحب لکھتے ہیں "بعث اور دوبارہ زندہ کیے جانے کے ساتھ ایمان لانا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ یہ کسی ایسے طریق پر واقع ہوگا جس سے کوئی محال لازم نہ آئے ہمارے لیے بالکل کافی ہے، اپنے ایمان کے صحیح کرنے کے لئے ہمیں یہ ضروری نہیں کہ ہم اُس کی اِس کیفیت کو بھی بیان کریں جسے اللہ تعالیٰ اُس میں جاری کرے گا، ہمیں اس کا تفصیلی علم خدا کے حوالے کرنا چاہیے، لیکن عقل کی تفصیلی تسکین کے لئے اور کمزور دین والوں کے خیالات کو پریشانی سے بچانے کے لئے ہم کہتے ہیں کہ جسم کے جو اجزاء لوٹائے جائیں گے وہ سب اصلی اجزاء ہوں گے...... ایسا ہی اِس شبہ کے جواب دینے کے لئے جو ایک انسان کو دوسرے انسان کو کھا جانے کی بناء پر کیا گیا ہے...... اور اسی امر سے باقی شبہوں کا بھی جواب دیا جاسکتا ہے۔" (ندائے حق جلد اول ص ۲۷۷)

فقہائے کرام کا مذکورہ اصول قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے

فقہاء کرام اور حکمائے اسلام کا تحریر کردہ مذکورہ بالا اصول خود ساختہ نہیں، بلکہ قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے اور لکل آیۃ ظھر وبطن (مشکوۃ ج ۱ ص ۳۵) (ہر آیت کے ظاہر میں بھی علم ہے اور باطن میں بھی) کے مطابق قرآن وحدیث کے باطنی اور مخفی علوم میں سے ہے: (۱) حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام جب کشتی میں سوار ہوئے تو حضرت خضر علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ آگے ایک ظالم بادشاہ ہے جو ہر صحیح وسالم کشتی غصب کر لیتا ہے، حضرت خضر علیہ السلام نے صاحبِ سفینہ کو اس ناقابل تلافی بڑے نقصان سے بچانے کے لئے کشتی کا ایک تختہ توڑ کر کشتی کو عیب دار کر دیا تاکہ کشتی والا اس چھوٹے نقصان (جو کہ قابل تلافی ہے) کی وجہ سے بڑے نقصان سے بچ جائے۔ موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو تختہ توڑنے پر شروع میں اعتراض ہوا، لیکن جب ان کو اس کی حکمت بتائی گئی تو وہ بھی مطمئن ہو گئے (کہف: ۷۱۔۷۹) (۲) اگر کسی مؤمن کو کفار نے کہا کہ آپ زبان سے کہیں کہ فلاں بت اللہ کا شریک ہے اور بت کو سجدہ بھی کر، ورنہ ہم تجھے قتل کر دیں گے، اگر وہ استقامت دکھائے اور عزیمت پر عمل کرے کہ کفریہ کلمہ بھی نہ کہے اور بت کو سجدہ بھی نہ کرے اور قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے، لیکن اگر اس کا دل توحید باری تعالیٰ پر پورے شرح صدر کے ساتھ مطمئن ہو اور عقیدۂ توحید پر پختہ ہو لیکن جان بچانے کے لئے وقتی طور پر زبان سے یہ کلمۂ کفر کہہ دے اور بت کو سجدہ بھی کر لے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی رخصت واجازت دی ہے (نحل: ۱۰۶)، ایک موحد مؤمن کا کفار کے ہاتھوں ظلماً قتل ہو جانا دنیا کے اعتبار سے ناقابل تلافی عظیم نقصان ہے، اس کے مقابلہ میں توحید پر سو فیصد سے بھی زیادہ دل مطمئن ہو لیکن وقتی طور پر اس اضطراری حالت میں زبان سے کلمۂ کفر کہنا اور بت کو سجدہ کر لینا چھوٹا نقصان ہے، اللہ تعالیٰ نے بڑے نقصان سے بچانے کے لئے چھوٹے گناہ کی اجازت دی ہے۔ ۳۔ اگر خاوند بیوی کے درمیان یا نسبی یا ایمانی دو بھائیوں کے درمیان اختلاف ونزاع کی صورت پیدا ہو جائے اور کوئی جھوٹی بات بنائے بغیر ان کے درمیان صلح ناممکن ہو تو ان کے درمیان صلح کرانے کے لئے جھوٹی بات بنانے کی اجازت ہے، کیونکہ خاوند بیوی اور بھائیوں کے درمیان اختلاف ونزاع بڑا نقصان ہے اور ان کے درمیان رفع نزاع وصلح کرانے کے لئے جھوٹ بولنا چھوٹا نقصان ہے، جس کی خود نبی کریم ﷺ نے دریں صورت اجازت دی ہے، فرمایا لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس (بخاری ج ۱ ص ۳۷۱) وہ آدمی جھوٹا نہیں جو (جھوٹ بول کر) لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے اور یہ سب لوگوں کا مشاہدہ ہے کہ جتنے آپریشن ہوتے ہیں ان کی بنیاد یہ ہے کہ کسی بڑے نقصان کا خطرہ ہوتا ہے تو اس سے بچنے کے لئے کسی ماہر سرجن ڈاکٹر کو بھاری فیس دے کر مال اور آپریشن کا چھوٹا نقصان برداشت کیا جاتا ہے۔

حکمت دوم (تعبیر میں مصلحت وقت کی رعایت)

یہ بات آپ حضرات کو بخوبی معلوم ہے کہ ہر زمانہ کے اہل حق یعنی اہل السنۃ والجماعۃ علماء نے اپنے اپنے زمانہ میں پیش آمدہ باطل کے مقابلہ میں اصلاحِ احوال کے لئے حکمتِ عملی اور مصلحت کے طور پر وہ تعبیر اختیار کی جو اُس وقت مناسب تھی۔ مثلاً محدثین حضرات کو زیادہ واسطہ پڑا کرامیہ اور مرجیہ کے ساتھ، جن کے ہاں عمل کی کوئی اہمیت نہ تھی، مرجیہ کا مشہور قول ہے: ان المعصیة لاتضر مع الایمان کما ان الطاعة لاتنفع مع الکفر ، ایمان کی حالت میں معصیت مضر نہیں جیسا کہ کفر کی حالت میں طاعت نافع نہیں، تو اُس وقت ضرورت تھی ان کے مقابلہ میں عمل کی اہمیت اجاگر کرنے کی، اس لیے محدثین نے کہا عمل ایمان کامل کا جزء ہے، یعنی عمل ہوگا تو ایمان کامل ہے ورنہ ایمان ناقص ہے، عمل زیادہ ہوگا تو ایمان بھی زیادہ ہوگا، عمل ناقص تو ایمان بھی ناقص، جب کہ متکلمین کو سابقہ پڑا معتزلہ کے ساتھ، اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ گناہ کبیرہ کی وجہ سے آدمی ایمان سے خارج ہوجاتا ہے، تو متکلمین نے اُن کے مقابلہ میں تعبیر یہ اختیار کی کہ ایمان تصدیق کا نام ہے اور تصدیق باطن میں ہوتی ہے اس لیے اعمال ظاہرہ ایمان کا جزء نہیں اور گناہ کبیرہ سے تصدیق قلبی ختم نہیں ہوتی، اور جب اعمال ایمان کا جزء نہیں تو عمل کے ترک سے اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے ایمان ختم نہیں ہوتا، کیونکہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے، وہ ترک عمل کے باوجود دل میں باقی رہتی ہے، پس اسی طرح اہل سنت والجماعت کے کچھ علماء کو واسطہ پڑا معتزلہ اور خوارج کے ساتھ، جو بعد از وفات روح کے لئے عذاب کے قائل تھے، دنیاوی جسم کے لئے عذاب کے قائل نہ تھے، وجہ یہ کہ بعض اموات کو جلا دیا جاتا ہے، بعض کو چرند پرند کھا جاتے ہیں، تو اُن کا کہنا یہ تھا کہ اِن کی قبر ہی نہیں تو اِن کو عذاب قبر کیسے ہوگا، اِس شبہ کی وجہ سے اُنہوں نے ارضی قبر اور ارضی قبر میں جسم عنصری کے لیے عذاب قبر کا انکار کردیا اور روح کے لئے عذاب قبر کے قائل ہو گئے۔ علماء اہل سنت نے جواب دیا کہ شرعی طور پر قبر اُس جگہ کا نام ہے جس جگہ میت کا جسم عنصری یا اُس کے اجزاء ہوں، وہ جس حالت میں بھی ہوں اللہ تعالیٰ اپنے علم اور قدرت کاملہ سے اُن میں اتنا احساس وادراک پیدا کردیتے ہیں جس کے ساتھ وہ راحت وتکلیف کا ادراک کر سکے، اور راحت وتکلیف پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے لئے انسانی ڈھانچہ شرط نہیں اور بعض علماء اہل سنت کو واسطہ پڑا اُن لوگوں کے ساتھ جو کلیۃً عذاب قبر کے منکر تھے، اُن کے انکار کرنے کی وجہ بھی وہی تھی جو معتزلہ کے انکار کی وجہ بنی، صرف اتنا فرق ہے کہ معتزلہ روح کے لئے عذاب کے قائل تھے لیکن یہ دوسرے درجہ کے منکرین روح کے لئے بھی عذاب کے قائل نہ تھے، تو اِن کے مقابلے میں علماء اہل سنت نے قبر کے مجازی معنی والی تعبیر اختیار کی کہ قبر عالم مثال یا جسم مثالی یا علیین وسجین کا نام ہے جہاں روح ہے اور روح زندہ ہے اور جہاں روح ہے وہی قبر ہے اور روح اور جسم مثالی کے لئے عذاب قبر ہے۔ یہ تعبیر اس لیے اختیار کی گئی کہ شاید اُن کو یہ بات سمجھ آجائے، وہ اِس کو مان لیں تو کم از کم کفر سے بچ جائیں گے ورنہ یہ علماء بھی جسم عنصری یا جسم عنصری کے اجزاء کے لئے حیات اور عذاب قبر اور ثواب قبر کے قائل تھے، صرف اتنا فرق ہے کہ عالم برزخ یعنی عالم قبر میں روح کے لئے عذاب وثواب اصالۃً ہے اور جسم عنصری یا جسم عنصری کے اجزاء کے لئے تبعاً ہے۔

مخالفین کے لئے اِن علماء کا یہ انداز ایسا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشرکین کو سمجھانے کے لئے ایک عجیب انداز اختیار کیا، ایک بڑا ستارہ دیکھا تو کہا ھذا ربی (یہ میرا رب ہے) اور جب وہ غروب ہو گیا تو کہا کہ میں غروب ہونے والوں کو رب نہیں مانتا، پھر جب چاند کو دیکھا تو کہا ھذا ربی (یہ میرا رب ہے) جب وہ بھی غروب ہو گیا تو فرمایا اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ دیتا تو میں بھی گمراہوں میں سے ہوتا، پھر سورج طلوع ہوا تو کہا ھذا ربی (یہ میرا رب ہے) کہ یہ تو ان سے بھی بڑا ہے اور بڑی روشنی والا ہے، جب یہ بھی غروب ہو گیا تو مشرکین کے باطل معبودوں سے براءت کا اعلان کر دیا۔ العیاذ باللہ ابراہیم علیہ السلام نے جو یہ کہا ھذا ربی یہ کوئی عقیدے کے طور پر نہیں تھا بلکہ محض ان مشرک جاہلوں کو سمجھانے کے لئے ایک انداز تھا۔ اسی طرح اِن علماء نے بھی قبر اور عذاب قبر کی مندرجہ بالا مجازی تعبیرات عقیدے اور مسلک کے طور پر اختیار نہیں کیں، بلکہ کلموا الناس علیٰ قدر عقولھم کے تحت مخاطبین کی مصلحت کے طور پر ہے۔

مولانا نیلوی صاحب نے اپنا ایک نظریہ پیش کیا ہے جو نہ قرآن وحدیث میں ہے اور نہ علمائے امت سے صراحتاً منقول ہے، بلکہ وہ نیلوی صاحب کے اپنے استنباطات اور خیالات پر مبنی ہے، وہ یہ ہے کہ (۱) انسان جسم عنصری کے جزء اصلی، غیر مبصر، جزء لا یتجزیٰ کا نام ہے، جس کو پشتِ آدم سے نکال کر اُس میں عقل وشعور پیدا کر کے عہد اَلست لیا گیا۔ (۲) موت کے وقت ملک الموت روح کے ساتھ اُس جزء کو بھی جدا کر کے اپنے قبضے میں کر لیتا ہے۔ (۳) روح کو جزء اصلی میں داخل کر کے اس میں عقل وشعور پیدا کر دیا جاتا ہے جو دنیا کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے۔ (۴) روح اور جزء اصلی کے مجموعہ کو بدن مثالی میں داخل کر کے اس کو عالم برزخ (جو عالم مثال اور علیین وسجین ہے) میں ٹھہرایا جاتا ہے۔ (۵) اور وہی جگہ اُس میت کی حقیقی وشرعی قبر ہے۔ (۶) اسی قبر میں روح وجزء اصلی سے سوال وجواب اور اُس پر ثواب وعذاب ہوتا ہے۔

نیلوی صاحب نے جزء اصلی پر حوالے پیش کر کے اُن سے اپنا مذکورہ بالا نظریہ مستنبط کیا ہے اور اس استنباط کا خود انہوں نے اعتراف بھی کیا ہے۔ واضح رہے کہ صرف نمبر ایک کی بعض علماء نے صراحت کی ہے، باقی پانچ نمبرات نیلوی صاحب کی اپنی اختراع ہے جس کو وہ استنباط کہہ رہے ہیں۔

چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''میں یہ نہیں کہتا کہ یہی توجیہ اور اجزاء کے ذروں کے ساتھ اور زائد اجزاء کی ہیکل کے ساتھ تفسیر، اور اس کے علاوہ جو تفصیل میں نے اس مقام پر بیان کی ہے وہ سب پیروانِ محمد ﷺ کے کلام میں تصریحاً موجود ہے یا ان کے ذمے بعث کا اِسی تفصیل وبیان کے موافق اعتقاد کرنا ضروری ہے، ہرگز نہیں بلکہ میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ علمائے شریعت نے بیان کیا ہے کہ انسان کے اصلی اور زائد دو قسم کے اجزاء ہوتے ہیں اور اس کے ذریعہ سے انہوں نے اُن شبہوں کو رفع کیا ہے جو بعث وغیرہ پر وارد ہوتے ہیں اور میں آپ سے پہلے کہہ بھی چکا ہوں کہ شریعت کے بڑے بڑے جلیل القدر کثیر علماء جیسے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور ابو طاہر مصنف سراج العقول، شعرانی، خازن، اور ایسے ہی اور علماء کے کلام سے مستنبط ہوتا ہے کہ اس سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا، اگر اصلی اجزاء سے جنہیں انہوں نے اعتراضوں کے جواب دینے کے لئے ذکر کیا ہے الخ'' (ندائے حق ص ۲۹۳)

فائدہ: نیلوی صاحب کی عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ معاد جسمانی کے منکرین معاندین کی طرف سے جو اعتراضات ہیں ان کے جواب کے لئے ہے، عقیدہ حقہ کے طور پر نہیں، اسی لیے نیلوی صاحب نے خود لکھ دیا

کہ اس کے موافق اعتقاد کرنا ہرگز ضروری نہیں۔ اسی طرح ص ۲۹۴ پر لکھتے ہیں'' اور یہ ایسی بات ہے (اجزائے اصلیہ اور زائدہ کی دو قسمیں) جس سے بعث پر جو بیش تر اشکالات وارد کیے گئے تھے ان کا مندفع ہونا آپ کے نزدیک بالکل ظاہر ہو جاتا ہے''۔ نیز نیلوی صاحب نے ندائے حق ص ۲۶۸ پر عنوان قائم کیا ہے'' معاد جسمانی پر بعض شکوک وشبہات اور ان کے جوابات''، موصوف نے پہلے منکرین معاد جسمانی کے تین اعتراض نقل کیے، پھر فرماتے ہیں'' جواب یہ ہے کہ بدنِ انسانی میں دو قسم کے اجزاء ہیں، ایک اجزائے اصلیہ جو اول سے آخر تک باقی رہتے ہیں، دوسرے اجزائے زائدہ وعارضہ کہ جن میں تغیر وتبدل، کمی وزیادتی ہوتی رہتی ہے، جیسے انسان بچہ اور جوان اور بوڑھا ہوتا ہے، اول عمر سے اخیر عمر تک زید ہی کہلاتا ہے حالانکہ اس مدت میں اُس کے جسم میں ہزاروں تغیر اور تبدل پیش آئے اور وقتاً فوقتاً جسم گھٹتا اور بڑھتا رہا، معلوم ہوا کہ زید کے اجزائے اصلیہ میں کوئی تغیر نہیں ہوا، صرف اجزائے زائدہ میں تغیر وتبدل ہوتا رہا، پس حشر کے وقت ہر انسان کے اجزائے اصلیہ علیحدہ کر دیئے جاویں گے اور ہر شخص اپنے اجزائے اصلیہ کے ساتھ اٹھایا جائے گا''۔ پھر ص ۲۶۹ پر لکھتے ہیں'' لہٰذا ہر شخص کا حشر اپنے اپنے اجزائے اصلیہ کے ساتھ ہوگا، الحمد للہ اب کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا''۔ اس کے بعد شبہ نمبر ۴ اور ۵ لکھنے کے بعد پھر فرماتے ہیں'' انسان فقط روح کا نام نہیں، بلکہ انسان روح اور جسم کے مجموعہ کو کہتے ہیں، اور جسم میں دو قسم کے اجزاء ہیں، ایک اجزائے اصلیہ کہ اول عمر سے اخیر عمر تک باقی رہتے ہیں، اُن میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہوتا، دوسرے اجزائے زائدہ...... پس روح کا اصل تعلق انہی اجزائے اصلیہ اور ذرات کے ساتھ ہے، انہی سے عہد اَلست لیا گیا، اور پیدائش کے وقت بھی روح کا اصل تعلق ان اجزائے اصلیہ کے ساتھ ہوتا ہے...... مرنے کے بعد انسان کے اجزاء کتنے ہی متفرق اور منتشر ہو جائیں مگر اللہ کے علم ازلی اور قدیم میں اجزائے اصلیہ اور اجزائے زائدہ سب علیحدہ علیحدہ محفوظ اور ممتاز ہیں...... لہٰذا ممکن ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد اجزائے اصلیہ بمشیت ایزدی محفوظ رہیں، اور جس وقت ایک حیوان دوسرے حیوان کو کھا جائے تو اجزائے اصلیہ اس کا جزو بننے سے محفوظ رہیں، اور صرف اجزائے زائدہ دوسرے حیوان کا جزو بن جائیں تو دراصل اعتبار اجزائے اصلیہ ہی کا ہے، اجزائے زائدہ کا اعتبار نہیں...... پس حقیقی انسان جو احکام شریعت کا مخاطب اور مکلف ہے وہ روح اور ان اجزائے اصلیہ کے مجموعہ کا نام ہے...... اس تقریر سے بحمد اللہ تعالیٰ تمام اشکالات دور ہو گئے، پس اصل انسان روح اور ان ذرات کے مجموعہ کا نام ہے۔ (ایک اور شبہ لکھنے کے بعد پھر فرماتے ہیں) ووجہ الاندفاع ظاہر اور اس قسم کے شبہات اور جوابات الیواقیت والجواہر میں بالتفصیل مذکور ہیں۔ (ندائے حق ص ۲۷۰ تا ۲۷۲)

نیلوی صاحب مفسر نیشاپوری کے حوالہ سے لکھتے ہیں: وکلنا یجد انہ شئی واحد من اول عمرہ الی آخرہ والباقی مغایر للمتبدل لا یبعد ان ینفصل بعد موت البدن حیا او اماتہ اللہ فیعیدہ حیا وبھذا یثبت عذاب القبر وثوابہ وتزول الشبھات (ندائے حق ص ۴۳)، جزءِ اصلی ایک ایسی چیز ہے جو ابتدائے عمر سے اخیر عمر تک ہم میں سے ہر ایک میں موجود رہتی ہے، اور جو جزء باقی رہنے والا ہے (جزءِ اصلی) وہ اس جزء کا مغایر ہے جو تبدیل ہوتا رہتا ہے (یعنی اجزائے زائدہ) اور یہ بعید نہیں کہ بدن کی موت کے بعد جزءِ اصلی زندہ رہے اور جدا ہو جائے، یا اللہ تعالیٰ اُس کو موت دے دے پھر اُس میں حیات لوٹا دے، اور اس کے ساتھ قبر کا عذاب وثواب بھی ثابت ہو جاتا ہے، اور شبہات بھی زائل ہو جاتے ہیں۔

مولانا محمد امیر بندیالوی لکھتے ہیں'' کچھ احکام بمقتضائے زمانہ بدلتے رہتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ اگر آج پیغمبر خدا ﷺ موجود ہوتے تو عورتوں کو مساجد میں نماز پڑھنے کی کبھی اجازت نہ دیتے'' (مقدمہ ندائے حق ص ۱۳) جب بندیالوی صاحب مقتضائے زمانہ کے مطابق احکام بدلنے کے قائل ہیں تو مقتضائے زمانہ کے لحاظ سے مناسب تعبیر اختیار کر لینا اس سے آسان تر ہے، اس لیے ہم کہتے ہیں کہ جن اکابرین نے ارضی قبر کے مقابلہ میں دوسری تعبیرات اختیار کی ہیں وہ صرف عذابِ قبر کے منکرین کو کفر سے بچانے اور کچھ دیگر مصلحتوں اور حکمتوں کے تحت اختیار کی گئی ہیں نہ کہ عقیدے کے طور پر، جیسا کہ خود نیلوی صاحب نے اعتراف کیا ہے کہ روح اور جزء اصلی کے مجموعہ کو بدن مثالی میں مان کر اُس کو قبر کہنا اور اس میں ثواب وعذاب کا قول کرنا محض بعث اور قبر کے ثواب وعذاب پر اعتراضات کے جواب کے طور پر ہے اس لیے موصوف نے لکھ دیا کہ اس کے مطابق عقیدہ رکھنا فرض نہیں، معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ عقیدے کے طور پر نہیں بلکہ منکرین کے جواب کے طور پر تعبیرات اختیار کی گئی ہیں۔

جواب چہارم (مجازی قبر کے قائلین ارضی قبر کے عذاب کے منکر نہیں)

قبر کی یہ مجازی تعبیر اس لیے نہیں کہ وہ جسم عنصری اور اجزائے جسم عنصری کی جائے قرار کے قبر ہونے اور اس میں عذاب قبر کے منکر ہیں، بلکہ وہ جسم عنصری اور اجزائے جسم عنصری کی جائے قرار کو جسد کے لئے حقیقی قبر مانتے ہیں اور اس کے اجزائے اصلیہ میں اور بعض علماء کے نزدیک تمام اجزاء میں بتعلق روح عذاب قبر کو بھی مانتے ہیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارضی قبر میں ثواب وعذاب اور تعلق کے قائل ہیں

چونکہ ارضی قبر کے منکرین حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات پیش کرتے ہیں اس لیے ہم بھی اپنے مذکورہ بالا مدعا پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی چند عبارات پیش کرتے ہیں:

(۱) ناواقف لوگ اس گڑھے ہی کو قبر سمجھتے ہیں مگر جو واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ (روح کے لئے) حقیقی قبر نہیں ہے بلکہ یہ جسد کی قبر ہے، بدن کا گھر ہے، روح کا گھر یہ گڑھا نہیں، گو روح کو اِس سے بھی تعلق ہے مگر روح اِس میں مقید نہیں ہے، تعلق اور چیز ہے، قید ہونا دوسری چیز ہے، دیکھو! آفتاب کو زمین سے تعلق تو ہے کہ تمام عالم اِس سے منور ہے مگر کیا وہ زمین کے اندر مقید ہے؟ ہرگز نہیں...... پس یہ قبر ظاہری محض جسد کے لئے تو قید ہے مگر روح کے لئے قید نہیں ہے...... پس خوب سمجھ لو کہ روح قبر کے اندر مقید نہیں، ہاں اِس کو قبر سے تعلق ضرور ہوتا ہے تو جو لوگ بالکل ناواقف ہیں وہ...... اِس ظاہری قبر کو روح کی قبر سمجھتے ہیں۔'' (خطبات ج ۱ ص ۱۴۱۔۴۲۔ وعظ: دار المسعود)

(۲) جسد عنصری پر عذاب وثواب محسوس نہ ہونے سے اِس کی مطلقاً نفی نہیں ہوسکتی، پھر بعض دفعہ حق تعالیٰ نے اپنی قدرت ظاہر کرنے کے لئے اِس جسم عنصری پر بھی عذاب وثواب ظاہر کیا ہے، چنانچہ اس قسم کے واقعات منقول ہیں کہ بعض لوگوں نے کسی مردہ کی قبر میں آگ جلتی ہوئی دیکھی، بعض لوگوں کو کسی قبر سے نہایت پاکیزہ خوشبو محسوس ہوئی۔ (خطبات ج ۱ ص ۱۴، ۴۱۳، وعظ: ترجیح الآخرۃ۔ نیز اشرف الجواب ص ۴۸۴)

(۳) بعد موت کے بھی روح کو کسی قدر تعلق جسم سے رہتا ہے اور وہ ایسا تعلق ہے جیسا کہ اِس وقت ہمارے جسم کو لباس سے تعلق ہے پس اگر کوئی ہمارا اترا ہوا کرتا پھاڑ دے تو ہم کو کلفت (تکلیف) ہوتی ہے، اِس تعلق

کا یہ اثر بھی ہے کہ قبر کے پاس جا کر سلام و دعا جو کچھ کی جاتی ہے مردہ اُس کو سنتا ہے اور شہداء میں یہ تعلق عام مؤمنین سے زیادہ ہوتا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ اُن کا جسم بعد موت کے سالم رہتا ہے، زمین اُس کو کھا نہیں سکتی، نیز اِس تعلق سے بعض اولیاء کو مرنے کے بعد قوت تصرف بھی عطا ہوتی ہے، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم اُن کے مزاروں پر جا کر اُن سے مرادیں مانگا کریں کہ شرعاً یہ بالکل ناجائز ہے، ہاں اِس کا مضائقہ نہیں کہ اُن کے وسیلہ سے حق تعالیٰ سے دعا مانگی جائے...... اور اولیاء سے زیادہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ارواح کو اپنے اجسام سے تعلق رہتا ہے جس کے بعض آثار یہ ہیں کہ اُن کی میراث تقسیم نہیں ہوتی، ایک اثر یہ ہے کہ اُن کی بیویوں سے نکاح کرنا اُن کے بعد بھی حرام ہے۔ (خطبات ج ۲ ص ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ وعظ: الکمال فی الدین)

(۴) ثابت ہو گیا کہ بدن کو تکلیف نفس (روح) کو تکلیف ہونے سے ہوتی ہے۔

(خطبات ج ۱۷ ص ۳۱۳۔ وعظ: روح العج و الثج)

(۵) تمام سوالات و جوابات روح سے ہوتے ہیں اور اُس وقت روح کو اِس جسم عنصری سے تعلق ہوتا ہے...... باقی روح کو زیادہ تعلق مرنے کے بعد جسم مثالی سے ہوتا ہے، سب باتیں اُسی جسم مثالی سے ہوتی ہیں...... غرض مردہ میں موت کے بعد بھی برزخی حیات ہوتی ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ میت کو قرع نعال (جوتیوں کی کھسکھاہٹ) کی آواز آتی ہے اور جو کوئی عزیز و اقارب اُس کی قبر پر آتا ہے اُسے پہچانتا ہے، گو معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے مگر احادیث میں اِس کا ثبوت موجود ہے، بعض لوگوں نے عدم سماع موتی کا مسئلہ امام صاحب (یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف منسوب کیا ہے مگر امام صاحب کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں، امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے صراحتاً یہ امر منقول نہیں اور جس مسئلہ سے لوگوں نے اِس کو مستنبط کیا ہے...... وہ یمین کا مسئلہ ہے جس کا مبنیٰ (بنیاد) عرف پر ہے اس لیے امام صاحب کا کلام اس بارے میں صریح نہیں، ہاں یہ ممکن ہے کہ فقہاء متاخرین نے جب یہ دیکھا کہ عوام کے عقائد سماع موتی کے مسئلہ سے خراب ہوتے ہیں اس لئے انتظام کی غرض سے اس کا انکار کر دیا ہو تو ممکن ہے کہ ان فقہاء کو صحت سماع موتی کا علم ہو مگر عوام کی اصلاح کے لئے مصلحۃً انکار کیا۔" (خطبات ج ۲۲ ص ۳۹۸۔ وعظ: التثبیت)

فائدہ: بقول حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جب روح کا جسد مثالی اور جسد عنصری دونوں کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور سوالات و جوابات روح سے ہوتے ہیں تو بوجہ تعلق سوال و جواب کی نسبت روح اور جسم مثالی کی طرف کریں تو بھی درست ہے اور اگر روح اور جسد عنصری کی طرف کریں پھر بھی درست ہے، صوفیہ کرام اپنے کشوف کی بناء پر روح اور جسد مثالی کی طرف نسبت کرتے ہیں جب کہ متکلمین اور فقہائے کرام قرآن و حدیث کے دلائل کی بنیاد روح اور جسد عنصری کی طرف نسبت کرتے ہیں۔

(۶) برزخ کے احکام ارواح پر جاری ہوں گے یعنی دکھ سکھ روح کو جب پہنچے گا تو وہ صاحب روح کے جسم پر بھی سرایت کرے گا جیسا کہ دنیا میں جسم کو کچھ راحت یا دکھ پہنچے تو اس کا اثر روح پر بھی سرایت کر جاتا ہے۔

(المصالح العقلیہ ص ۳۴۵)

(۷) روح کا تعلق بدن سے گو عام حالات میں ظاہر نہیں لیکن ایک غیر معلوم وجہ پر یہ بھی رہتا ہے بدن سے اِس کا بالکل انقطاع اور جدائی نہیں ہوتی۔ (حوالہ مذکورہ)

(۸) قبر کی فراخی وکشادگی بالذات (اِصالۃً) روح کے لئے ہوتی ہے اور بدن کو روح کی متابعت (تابع ہوکر) میں کشادگی مل جاتی ہے ورنہ جسم تو بہت تھوڑی جگہ میں سمایا ہوتا ہے۔ (المصالح العقلیہ ص ۳۴۹)

(۹) قبر کی آگ اور سبزی نہ دنیا کی آگ کی قسم میں سے ہوتی ہے اور نہ دنیا کی کھیتی وسبزہ کے مانند ہیں جو دیکھ کر معلوم ہو سکے، وہ تو آخرت کی آگ اور آخرت کی سبزی کی قسم سے ہوتی ہے اور اس کو اہل دنیا معلوم نہیں کر سکتے (اس کے لئے دنیا کو دیکھنے والی نہیں، آخرت کو دیکھنے والی آنکھ درکار ہے) اور یہ امر اس لیے ہوا کہ ایمان بالغیب کی حکمت قائم رہے پس اس بناء پر ممکن ہے کہ دو شخصوں کو ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو دفن کیا جائے اور ان کے اعمال متفرق ہوں تو ان میں سے ایک دوزخ کے گڑھے میں جلتا ہو اور اس کے پاس والے پر حرارت دوزخ کی نہ پہنچ سکتی ہو بلکہ یہ دوسرا بہشت کے باغ میں ہوتا ہو اور اس کے پاس والے دوزخی کو اس کے آرام اور چین سے حصہ نہ پہنچ سکتا ہو یہ بات بھی طلسمات (عجائبات) الٰہی میں سے ہے اور خدا تعالیٰ اِن باتوں پر قادر ہے کیونکہ جب اُس نے انسان کو ایسے ایسے ہنر سکھائے ہیں کہ وہ اپنی ایک چیز میدان میں رکھ کر اس پر بعض کو اطلاع دیتا اور دکھاتا ہے بعض کی اُس سے چشم بندی کرتا ہے (شعبدہ باز ایسا کرتے ہیں) تو پھر خدا تعالیٰ جو خالق الکل ہے اور قادر مطلق ہے اس کے آگے ایسے امور کس طرح ناممکن ومتعسر (مشکل) ہو سکتے ہیں، اور یہ ایمان بالغیب کی حکمت چونکہ بہائم اور مویشیوں کے حق میں نہیں ہے لہٰذا وہ مردہ کی پکار فریاد کو سنتے ہیں اور محسوس ومعلوم کرتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ پس عالم برزخ کا قیاس دنیا کے امور ومشاہدات پر کرنا محض جہالت اور گمراہی ہے اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو جھٹلانا اور خداوند تعالیٰ قادر مطلق کو ایسے امور سے عاجز ٹھہرانا ہے اور پرلے درجہ کی جہالت وگمراہی وظلم ہے کیونکہ وہ قادر ہے کہ جس بات کو جس پر چاہے کشادہ کرے (یعنی دکھادے) اور دوسرے لوگوں کی نظر سے اس کو پوشیدہ رکھے وہ قادر ہے کہ لوگوں کو ایک چیز تنگ دکھائی دے حالانکہ وہ بہت کشادہ خوشبودار اور بہت بڑی اور نورانی وروشن ہو اور لوگ اس کو دیکھ نہ سکیں اور اسی طرح بالعکس۔ (المصالح العقلیہ ص ۳۴۹۔۳۵۰)

فائدہ: کیا بہائم اور مویشی اِسی ارضی قبر سے چیخ وپکار اور فریاد سنتے ہیں یا سجین سے؟ جو ساتویں زمین میں ہے یا اُس سے بھی نیچے ہے۔

(۱۰) ارواح کا تعلق قبور سے بھی ہوتا ہے اور اس میں کوئی محال عقلی لازم نہیں آتا۔ (ایضاً ص ۳۵۲)

(۱۱) قبور کے ساتھ جو تعلق ارواح کا ہوتا ہے یہ ایک امر واقع تو ہے مگر اس کا پتہ دنیا کی اِس آنکھ کا کام نہیں، یہ کشفی آنکھ کا کام ہے۔ (ایضاً ص ۳۵۴)

(۱۲) پس یہ امر کہ ارواح کا قبور کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اُس چشم سے لینا چاہیے جس کو کسی قدر کشفی آنکھ نے بھی بتلایا ہے (اور جیسا کہ احادیثِ حیات سے بھی یہی ثابت ہے) کہ اس تودۂ خاک سے ارواح کا ایک تعلق ہوتا ہے اور السلام علیکم یا اہل القبور کہنے سے جواب ملتا ہے جو آدمی اُن قویٰ سے کام لے جن سے کشفِ قبور ہوتا ہے (قبروں کا حال معلوم ہوتا ہے) تو وہ اِن تعلقات کو دیکھ سکتا ہے۔ (ایضاً ص ۳۵۴)

(۱۳) پس جس طرح آفتاب کے چڑھنے میں ایک اندھے کے انکار سے فرق نہیں آسکتا اور ایک مسلوب العقل (بے عقل) کے طریق استدلال سے فائدہ نہ اٹھانے سے اُس کا اِبطال نہیں ہوسکتا اسی طرح اگر کوئی شخص کشفی آنکھ

(مخفی چیزوں کو دیکھنے والی آنکھ) نہیں رکھتا تو وہ اس تعلق روح کو کیونکر دیکھ سکتا ہے پس اس کے انکار سے محض اس لئے کہ وہ نہیں دیکھ سکتا اِس کا انکار جائز نہیں ہے کیونکہ ایسی باتوں کا پتہ نری عقل اور قیاس سے کچھ نہیں لگتا اللہ تعالیٰ نے اسی لیے انسان کو مختلف قویٰ دیئے ہیں اگر ایک ہی حاسہ سب کام دیتا تو پھر اس قدر قویٰ کے عطا کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ جن میں بعض قویٰ کا تعلق آنکھ سے ہے بعض کا کان سے، بعض کا زبان سے اور بعض کا ناک سے، اسی طرح مختلف قسم کی حسیں انسان رکھتا ہے، سو قبور کے ساتھ **تعلق** ارواح کے دیکھنے کے لئے کشفی حس کی ضرورت ہے اگر کوئی **فاقد الکشف** (مخفی چیزوں کو جاننے والی حس سے محروم) اس تعلق کی نسبت یہ کہے کہ ٹھیک نہیں تو وہ غلط کہتا ہے۔ (ایضاً ص ۳۵۵)

(۱۴) انبیاء علیہم **الصلوۃ** والسلام کی ایک کثیر تعداد اور کروڑوں اولیاء وصلحاء کا سلسلہ دنیا میں گزرا ہے اور (روحانی) مجاہدات کرنے والے بے شمار لوگ ہو گزرے ہیں وہ سب اِس امر کی (روح وجسم کے تعلق کی) زندہ شہادت ہیں، گو اس کے تعلقات کی کیفیت پورے طور پر ہم معلوم کرسکیں یا نہ کرسکیں مگر نفس تعلق سے انکار نہیں ہوسکتا۔ (ایضاً ۳۵۶)

(۱۵) غرض روح کا تعلق قبر کے ساتھ ضرور ہوتا ہے انسان میت سے کلام کرسکتا ہے ارواح کا تعلق آسمان سے بھی ہوتا ہے جہاں اس کے لئے ایک مقام ملتا ہے۔ (ایضاً ص ۳۵۶)

(۱۶) اسی طرح بلاشبہ مرنے کے بعد اجزائے بدن سے بھی روح کا تعلق رہتا ہے گو نیکوں کی روحیں علیین میں ہوتی ہیں اور بدوں (بروں) کی سجین میں، لیکن روحوں کا روحانی تعلق ابدان کے ذرات کے ساتھ رہنا ضروری ہے، خواہ کسی کو قبر میں دفن کریں خواہ جلادیں خواہ وہ ڈوب جائے ذرے ذرے کے ساتھ روح کا تعلق بالاتر از فہم (سمجھ سے بہت اونچا) رہتا ہے، اس کی نظیر ایک تار برقی کافی ہے، تار برقی کا تعلق دیکھئے کہاں سے کہاں تک رہتا ہے ایسا ہی روح کا تعلق باوجود علیین وسجین کے تعلق کے بدن کے ساتھ بھی ہے اور ضرور ہے مگر اس دنیا کی آنکھیں محسوس نہیں کرسکتیں، کیونکہ عالم غیب (عالم برزخ) کے اَسرار کو دنیادار کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، اور نہ ہی دکھایا جانا مناسب ہے کیونکہ پھر ایمان بالغیب نہیں رہے گا۔ (ایضاً ص ۳۵۶)

(۱۷) صرف محسوس نہ ہونے کے سبب کسی امر کا انکار صریحاً عقل کی بدہضمی ہے، قبر کا تنگ یا فراخ ہونا یہ بھی ایک عالم باطن (پوشیدہ عالَم) کے اَسرار سے ہے جسے اہل دنیا کی آنکھیں ذ یکھ نہیں سکتیں، **عقلیں** دریافت نہیں کرسکتیں، ہاں اہل کشف صوفیہ واولیاء اللہ لوگ دیدۂ باطن سے اُس کو دیکھ لیتے ہیں، اہل باطن بسا اوقات کشفِ قبور کے ذریعہ سے مُردوں کو قبروں میں معذّب یا مثاب (عذاب یا ثواب میں مبتلا) دیکھتے ہیں۔ (ایضاً ص ۳۵۷)

جواب پنجم (صوفیہ کے بدن مثالی اور منکرین حیات کے بدن مثالی میں فرق)

صوفیہ کے کشفی عالم مثال میں اجسام مثالیہ ہیں اور ان کے نزدیک جسم مثالی روح کے ثواب وعذاب میں واسطہ بنتا ہے، کیونکہ جسم کے ساتھ تعلق کے بغیر روح برزخی اسباب کے تحت راحت وتکلیف کا محل نہیں بن سکتی، نہ اس سے کوئی فعل صادر ہوسکتا ہے، اور خود جسم مثالی کو ثواب وعذاب نہیں ہوتا کہ اس سے کوئی نیکی یا بدی کا کام سرزد نہیں ہوا، جب کہ منکرین حیات بدن مثالی کے معذب ہونے کے قائل ہیں۔ نیز صوفیہ کرام جسم مثالی میں روح کے لئے ثواب وعذاب ماننے کے ساتھ ساتھ روح کا جسم عنصری کے ساتھ تعلق اور جسم عنصری کے لئے ثواب وعذاب کے بھی قائل ہیں جیسا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات میں گزر چکا ہے، جب کہ منکرین حیات روح اور جسم مثالی دونوں

کے لئے ثواب وعذاب کے قائل ہیں اور جسم عنصری کے ساتھ روح کے تعلق اور جسم عنصری کے لیے ثواب وعذاب کے قائل نہیں، نیز وہ جسم مثالی کو جسم عنصری کے اجزائے اصلیہ سے مرکب مانتے ہیں اُن کے نزدیک سوال وجواب بھی جسم مثالی سے ہوتا ہے کیونکہ نیلوی صاحب فرماتے ہیں کہ عہد الست اجزائے اصلیہ سے لیا گیا، جواب بھی اُسی سے لیا جائے گا، لہٰذا ان حضرات کا صوفیہ کے حوالے پیش کرنا یا صوفیہ کے کشف پر مبنی دوسرے علماء کے اقوال نقل کرنا بے فائدہ ہے۔

قائلین حیات جو روح کا جسم عنصری کے ساتھ تعلق مانتے ہیں یا منکرین حیات بدن مثالی کے ساتھ تعلق مانتے ہیں وہ بدن عنصری کے ثواب وعذاب کے لئے ہے، چنانچہ مولانا نیلوی بحوالہ شعرانی لکھتے ہیں ''جس (عنصری) ذرہ کو حضرت عزرائیل نے پہلی دفعہ زمین سے اپنے قبضہ میں لیا تھا وہ ہر انسان میں باقی ہے......جس سے روز میثاق میں عہد لیا گیا تھا اسی جزء سے منکر نکیر قبر میں سوال کریں گے اور اسی ذرہ کی طرف روح اور حیات دوبارہ واپس کر کے جواب کا ذمہ دار بنے گا اور وہی ذرہ ہے جس کو بتعلق روح عذاب یا ثواب ہوگا'' (ندائے حق ج ۱ ص ۴۴)

نیز لکھتے ہیں کہ روح کا تعلق اجزائے اصلیہ (عنصریہ) کے ساتھ ہوتا ہے اور تعلق بھی اتنا جس سے دکھ محسوس کر سکے، سارے اجزاء کے ساتھ تعلق قائم کرنے کی ضرورت نہیں، ضرورت ہے تو صرف اتنی کہ نیک ہے تو تلذذ وتنعم اسے حاصل ہو، اگر بد ہے تو گرزوں کی زد محسوس کر سکے۔ (ندائے حق ج ۱ ص ۳۵)

عالم مثال اور جسم مثالی پر مولانا نیلوی کے پیش کردہ دلائل کی حقیقت

سعد: مفتی صاحب! حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عالم مثال اور جسم مثالی اور ان کا قبر ہونا کشفی چیز ہے حالانکہ شیخ الحدیث مولانا محمد حسین نیلوی نے عالم مثال اور جسم مثالی کے اثبات پر پینتالیس احادیث نقل کی ہیں، اسی طرح شیخ الحدیث قاضی شمس الدین صاحب نے مسالک العلماء میں حدیث طیر وغیرہ سے عالم مثال اور جسم مثالی کو ثابت کیا ہے۔

مفتی صاحب: (جواب اول): جن ابدان مثالیہ کا منکرین حیات دعوی کرتے ہیں یعنی اجزائے اصلیہ سے تیار شدہ بدن مثالی جو روح کا مستقر ہے اور روح کی قبر ہے یہ کسی حدیث سے بھی ثابت نہیں اور جن احادیث مبارکہ میں عالم دنیا کے غیر مجسم وغیر محسوس حقائق ومعانی اور اعمال کے عالم برزخ میں اجسام کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ ورؤیت کا ذکر ہے یا بعض اشخاص اور اُن کے اعمال کے ثواب وعذاب کا جسمانی صورت میں مشاہدہ کرایا گیا ہے وہ اجسام وابدان نہیں بلکہ معانی، اعمال، دنیوی حقائق اور اجسام وابدان کی حسی صورتیں اور تصویریں ہیں، جیسا کہ ٹی وی کی سکرین پر بیت اللہ اور بیت اللہ کے گرد طواف، روضہ پاک، سمندر، سمندری جانور، مختلف شہروں اور مختلف جنگلات وغیرہ جو کچھ نظر آتے ہیں یا آئینہ میں جو کچھ ہم دیکھتے ہیں وہ اجسام نہیں بلکہ اجسام کی تصویریں اور صورتیں ہیں، اس تصویری جہان کو ہی عالم مثال کہا گیا ہے جیسے جنت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے قدموں کی آواز سننا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے انبیاء اور ان کی امتوں کو دیکھا کسی نبی کے ساتھ ایک آدمی ہے، کسی کے ساتھ دو آدمی ہیں، اور کسی کے ساتھ چند لوگ ہیں، موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اتنی جماعت کثیرہ ہے کہ اس نے آسمان کے کنارے کو بند کر رکھا ہے اور میں نے اپنے سامنے اور دائیں بائیں اس سے کئی گنا بڑی جماعت کو دیکھا جس نے ہر طرف سے آسمان کے کناروں کو روک رکھا ہے، بتایا گیا کہ اے محمد! یہ آپ کی امت ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ میں نے خواب میں کعبۃ اللہ کے پاس مسیح بن مریم اور مسیح دجال کو دیکھا، آپ ﷺ نے فرمایا میں جنت میں داخل ہوا تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی رمیصاء کو جنت میں دیکھا، بلال کے چلنے کی آواز سنی، اور حضرت عمر کے لیے ایک عورت اور محل دیکھا، آپ کے لیے جنت اور دوزخ کو مصور کیا گیا، غیبت کرنے والے کو انسانی گوشت کھاتے دیکھا، ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے دیکھا کہ غیبت کرنے والے کے سامنے اچھا اور صاف ستھرا گوشت رکھا ہوا ہے اور گندہ بدبودار گوشت بھی رکھا ہوا ہے، وہ گندہ اور بدبودار گوشت کھاتا ہے، دنیا کو بوڑھی عورت کی صورت میں دیکھا، یہودیت ونصرانیت کے داعی کو دیکھا، شیطان کو اپنے راستہ کی طرف دعوت دیتے ہوئے دیکھا، تارکین نماز کے سر کو پتھر کے ساتھ کچلتے دیکھا، کچھ لوگوں کو دیکھا کہ اُن کے ہونٹ اونٹ کی طرح بڑے ہیں اُن میں آگ ڈالی جارہی ہے، بعض کی زبانیں قینچی سے کاٹی جارہی ہیں، زانیہ عورت کو چھاتیوں کے بل لٹکا ہوا دیکھا۔ یہ اجسام نہیں، اجسام کی صورتیں اور تصویریں ہیں، اسی تصویری جہان کو عالم مثال کہا گیا ہے۔ مفکر اسلام پروفیسر ڈاکٹر علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ پی ایچ ڈی لندن لکھتے ہیں ”یہ چار جہانوں (عالم ارواح، عالم دنیا، عالم برزخ، عالم آخرت) کا بیان تھا، ان کے سوا ایک اور جہان ہے جو رہنے کی جگہ نہیں صرف دیکھنے کی چیز ہے (جیسا کہ آپ لوگ ٹی وی کی سکرین پر مختلف صورتیں اور آئینہ میں اپنی صورت دیکھتے ہیں۔ ناقل) اس میں حقائق ومعانی حسب حال مختلف صورتوں میں دکھائی دیتے ہیں اور نادیدہ حقیقتیں دیدہ بن جاتی ہیں، اسے عالم مثال کہتے ہیں (مقام حیات ص ۳۱۱) اجزائے اصلیہ سے تیار شدہ ابدان مثالیہ پر مشتمل عالم مثال کسی ایک حدیث سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔ سبز پرندوں والی حدیث میں بھی اجزائے اصلیہ سے مرکب ابدان مثالیہ کا نہ ذکر ہے نہ اُن کی طرف اشارہ ہے اور نہ ہی عالم مثال کا ذکر ہے نہ عالم مثال کی طرف اشارہ ہے، لہٰذا یہ حدیث بھی عالم مثال اور ابدان مثالیہ کے اثبات پر دلیل نہیں بن سکتی اور نہ ہی اس کے قبر حقیقی وقبر شرعی ہونے کا اس حدیث میں ذکر ہے نہ اُس کی طرف اشارہ ہے بلکہ اس حدیث میں مطلقاً قبر کا ذکر تک نہیں ہے۔

<u>جواب دوم</u>: اور اگر بالفرض عالم مثال میں ابدان مثالیہ تسلیم کرلیں تو جن ابدان مثالیہ کا منکرین حیات دعوی کرتے ہیں یعنی اجزائے اصلیہ سے تیارہ شدہ بدن مثالی جو روح کا مستقر ہے اور روح کی قبر ہے کسی ایک حدیث سے بھی ثابت نہیں ہوتا، نہ اس کا صراحتاً ذکر ہے اور نہ اس کی طرف کسی حدیث میں اشارہ ہے، اور اگر منکرین حیات اپنے اِن مخصوص ابدان مثالیہ کا احادیث میں مذکور ابدان پر قیاس کریں گے تو عالم برزخ کے امور واحوال میں قیاس کرنا خود منکرین حیات کے نزدیک بھی صحیح نہیں۔

ارضی قبر کے منکرین سے تین سوال

<u>سعد: سوال نمبر ۱</u>: جن لوگوں کا دعویٰ ہے کہ ہمارے پاس رب کا قرآن ہے ان سے ہماری درخواست ہے کہ جیسے ہم نے قرآن وحدیث اور سلف کے ۸۷ رحوالہ جات سے ثابت کیا ہے کہ میت کے جسم عنصری یا جسم عنصری کے اجزاء کی جائے قرار اس کی قبر ہے۔ وہ بھی قرآن کی کوئی ایک آیت یا ایک حدیث پیش کریں جس میں صراحت ہو کہ اصلی اور حقیقی قبر علیین سجین ہے یا عالم مثال یا جسم مثالی ہے اور جسم عنصری کی جائے قرار اصلی اور حقیقی قبر نہیں ہے۔۔۔مہلت تا قیامت۔

<u>سعد: سوال نمبر ۲</u>: قبر دنیاوی جسم کے لئے ہوتی ہے یا روح کے لئے؟، اللہ تعالیٰ نے کوے کے ذریعے

دنیاوی جسم کے لئے قبر کی راہنمائی کی تھی یا روح کی قبر کے لئے؟ روح کی قبر پر کوئی آیت یا حدیث پیش کریں اور اگر اس کی بنیاد کشف ہے تو کیا کشف عقیدے کی بنیاد بن سکتا ہے؟

سوال نمبر ۳: منکرین حیات ارواح کی جائے قرار کو قبر حقیقی و شرعی ثابت کرنے کے لئے جو اقوال پیش کرتے ہیں وہ قرآن وحدیث کے موافق ہیں یا مخالف ہیں؟ اگر موافق ہیں تو موافقت والی صریح آیات واحادیث پیش کریں، اور اگر مخالف ہیں (اور یقینا مخالف ہیں جیسا کہ ۸/ آیات، ۳۲/ احادیث، اور سلف کی ۸۷/ عبارات پیش ہو چکی ہیں) تو جو آدمی قرآن وحدیث کے مخالف اقوال کو پکڑے اور قرآن وحدیث کو چھوڑ دے یا اقوال کو ترجیح دے کر قرآن وحدیث میں تاویل کرے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ منکرین حیات پر ہمارا یہ سوال اُن کے اصول کے مطابق ہے کیونکہ مولانا نیلوی خبر واحد صحیح کے حجت ہونے کے لئے بھی شرط لگاتے ہیں کہ وہ قرآن اور حدیث متواتر یا مشہور کے مخالف نہ ہو، چنانچہ موصوف لکھتے ہیں ''نہ ہم معجزات وکرامت کے منکر ہیں جو سند صحیح سے ثابت ہو جائے اسے ہم مانتے ہیں بشرطیکہ ایسی خبر واحد نہ ہو جو قرآن یا حدیث متواتر یا مشہور سے ٹکرائے'' (ندائے حق ج ۱ ص ۱۷) حیران کن بات ہے کہ خبر واحد اگر چہ صحیح ہو لیکن قرآن یا حدیث متواتر یا مشہور سے ٹکرائے تو وہ قابل قبول نہیں، لیکن اپنے نظریہ کے مطابق روح کی جائے قرار کو قبر حقیقی اور قبر شرعی ثابت کرنے کے لئے اُن اقوال پر مدار رکھ دیا جو قرآن حدیث سے ٹکراتے ہیں، کیا یہ اقوال خبر واحد صحیح سے بھی زیادہ معتبر ہیں؟

نتیجہ: مفتی صاحب نے سعد سے پوچھا: پیارے سعد! آپ نے قبر کی حقیقت کیا سمجھی ہے؟ اور یہ کہ جسد عنصری والی ارضی قبر برزخ یا عالم برزخ ہے یا نہیں؟ سعد نے جواب دیتے ہوئے کہا: قبر کی حقیقت ہے جسم عنصری یا جسم عنصری کے اجزاء کی جائے قرار اور اسی کو عالم برزخ اور برزخی قبر بھی کہا جاتا ہے۔ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں اور اسی طرح اسلاف کی عبارات میں جہاں قبر کا لفظ آتا ہے اس سے قبر کا یہی شرعی معنی مراد ہوتا ہے یعنی جسم عنصری یا اجزائے جسم عنصری کی جائے قرار، وہ جہاں بھی ہوں اور جس حالت میں ہوں، اس سے قبر کا وہ مجازی معنی مراد نہیں ہوتا جو منکرین عذاب قبر کے جواب میں دفاع کے طور پر بعض حضرات نے لکھا ہے یعنی روح کی جائے قرار۔

سرور کائنات ﷺ کی قبر اطہر کہاں ہے؟

سعد: حضرت یہ فرمایئے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ نے آپ ﷺ کی قبر کہاں بتائی ہے؟ آپ کی قبر کا تعین کس جگہ کیا ہے؟

مفتی صاحب: اس کا آسان تر جواب یہ ہے کہ خود نبی کریم ﷺ نے نیز صحابہ کرام اور تابعین عظام نے آپ ﷺ کے لئے جس قبر کا تعین کیا ہے وہی قبر رسول ہے اور جو صاحب اُس قبر کو قبر تسلیم نہیں کرتا اس نے در حقیقت خود نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام رحمہم اللہ سے اختلاف کر کے اپنا الگ مذہب بنا لیا ہے۔ ذیل میں نبی کریم ﷺ کے فرامین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین عظام رحمہم اللہ کے اقوال ملاحظہ کیجئے:

۱...... نبی کریم ﷺ حضرت معاذ بن جبل کو قاضی و معلم بنا کر یمن کی طرف بھیجا اور ایک محبت بھرا پُرسوز جملہ ارشاد فرمایا کہ: اے معاذ! عسیٰ ان لا تلقانی بعد عامی هذا ولعلك ان تمر بمسجدی هذا وقبری (مشکوۃ ۲/ ۴۴۶) قریب ہے کہ اس سال کے بعد آپ مجھ سے نہ مل سکیں اور شاید کہ آپ میری اس مسجد اور

میری قبر کے پاس سے گزریں۔

فائدہ: مرور یعنی گزرنا ارضی قبر کے پاس ہوتا ہے یا روح والی قبر کے پاس؟

۲...... نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا لَا تَجْعَلَنَّ قَبْرِي وَثَنًا (مسند ابی یعلی ج ۱۲ ص ۳۴) میری قبر کو بت نہ بنالینا۔ (فائدہ: یہود و نصاریٰ جسم عنصری والی ارضی قبر کو بت بناتے تھے یا روح والی قبر کو؟)

۳...... نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی اللّٰھمّ لا تجعل قبری وثنا یعبد (مشکوٰۃ ص ۷۲) اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی عبادت کی جائے۔ (جسم عنصری والی ارضی قبر کی عبادت ہوتی تھی یا روح والی قبر کی؟)

۴...... من صلی علی عند قبری سمعتہ (مشکوٰۃ ص ۸۷) جو میری قبر کے پاس مجھ درود پڑھے گا میں اس کو سنوں گا۔ (فائدہ: کیا ارضی قبر کے پاس درود پڑھا جاتا ہے یا روح والی قبر کے پاس؟)

۵...... مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِي بَعْدَ مَوْتِي كَانَ كَمَنْ زَارَنِي فِي حَيَاتِي (معجم اوسط ج ۴ ص ۳۵) جس نے میری موت کے بعد حج کیا پھر میری قبر کی زیارت کی وہ ایسا ہے گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ (فائدہ: زیارت مدینہ والی قبر کی ہوتی ہے یا اعلیٰ علیین والی قبر کی؟)

۶...... نبی کریم ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا فیدفن معی فی قبری (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۸۰) وہ میرے ساتھ میری قبر میں دفن کیے جائیں گے۔

فائدہ: عیسیٰ علیہ السلام مدینہ والی قبر میں مدفون ہوں گے یا اعلیٰ علیین والی قبر میں؟

۷...... نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي (الکنی والاسماء للدولابی ج ۲ ص ۸۴۶) جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

۸...... نبی کریم ﷺ نے حضرت قیس بن سعد کو فرمایا أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِي أَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهُ (ابو داؤد ج ۱ ص ۲۹۱) یہ بتاؤ کہ اگر آپ میری قبر کے پاس گزریں گے تو کیا اس کو سجدہ کریں گے؟ قَالَ قُلْتُ لَا: وہ کہتے ہیں میں نے کہا کہ نہیں۔

۹...... نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لَئِنْ قَامَ عَلَى قَبْرِي فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ لَأُجِيبَنَّهُ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۱) اگر وہ (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) میری قبر پر کھڑے ہوں گے اور کہیں گے اے محمد! تو میں ان کو جواب دوں گا۔ (فائدہ: عیسیٰ علیہ السلام کس قبر کے پاس کھڑے ہوں گے؟)

۱۰...... مَا عَلَى الْأَرْضِ بُقْعَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ من أَنْ يَكُونَ قَبْرِي بِهَا مِنْهَا (موطا امام مالک ص ۴۴۸) مدینہ منورہ کے مقابلے میں مجھے زمین کا کوئی ٹکڑا پسند نہیں کہ اس میں میری قبر ہو۔

فائدہ: نبی کریم ﷺ نے جس کو قبری کہا ہے یہ مدینہ والی ارضی قبر ہے یا کوئی اور؟، اول شق میں مدعا ثابت، دوسری شق ہو تو اس پر قرآن وحدیث کی صرف ایک دلیل پیش کریں۔

۱۱...... لَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا (ابو داؤد ج ۱ ص ۲۸۶) اے لوگو! میری قبر کو میلہ اور عید نہ بنالینا۔

۱۲...... نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مَا بَيْنَ قَبْرِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۳۰۵۔ مسند احمد ج ۳ ص ۶۴۔ التاریخ الکبیر للبخاری ج ۱ ص ۳۹۲۔ کتاب السنۃ لابن ابی عاصم ج ۲ ص ۳۴۹۔ مسند بزار ج ۲ ص ۱۴۸) وہ حصہ جو میری قبر اور میرے منبر کے درمیان ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

۱۳......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جُعِلَ فِی قَبْرِ رَسُولِ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَطِیفَةٌ حَمْرَاءُ (مسلم ج۱ ص۳۱۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں سرخ چادر رکھی گئی۔

۱۴......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مِنَ السُّنَّةِ اَنْ تَأْتِیَ قَبْرَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ وَتَجْعَلَ ظَهْرَكَ إِلَى الْقِبْلَةِ وَتَسْتَقْبِلَ الْقَبْرَ لِوَجْهِكَ (مسند ابی حنیفہ للحصکفی، کتاب الحج ص۱۲۶) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرنے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ زیارت کنندہ قبلہ جانب سے آئے اور اپنی پشت قبلے کی طرف کرلے اور چہرہ قبر کی طرف کرلے۔

۱۵......صحابی رسول حضرت شقران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اَنَا وَاللہِ طَرَحْتُ الْقَطِیفَةَ تَحْتَ رَسُولِ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم فِی الْقَبْرِ (ترمذی ج۱ ص۲۰۳) اللہ کی قسم میں نے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے قبر میں چادر بچھائی تھی۔

۱۶......حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رُشَّ قَبْرُ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَكَانَ الَّذِی رَشَّ الْمَاءَ عَلٰی قَبْرِهٖ بِلَالَ بْنَ رَبَاحٍ بِقِرْبَةٍ بَدَاَ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهٖ حَتّٰی انْتَهٰی اِلٰی رِجْلَیْهِ (مشکوٰۃ ج۱ ص۱۴۹) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر پانی چھڑکا گیا، اور حضرت بلال بن رباح نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر مشکیزہ کے ساتھ پانی چھڑکا، سر کی جانب سے شروع کیا پاؤں کی جانب تک۔

۱۷......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ قحط کے موقع پر فرمایا انظروا قبر النبی الخ (مشکوٰۃ ج۲ ص۵۴۵) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو دیکھو۔

۱۸......عبداللہ بن دینار تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا یَقِفُ عَلٰی قَبْرِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَیُصَلِّی عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم (موطا امام مالک ص۱۵۰) کہ وہ نبی علیہ السلام کی قبر کے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں اور درود پڑھ رہے ہیں۔

۱۹......اسلم تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو دیکھا یَبْكِی عِنْدَ قَبْرِ رَسُولِ اللہِ (معجم کبیر طبرانی ج۲۰ ص۱۵۳۔ شرح مشکل الآثار للطحاوی ج۵ ص۴۸) کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس رو رہے ہیں۔

۲۰......امام زین العابدین تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نُصِبَ اللَّبِنُ عَلٰی قَبْرِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم نَصْبًا (مصنف ابن ابی شیبہ ج۳ ص۲۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر (لحد میں) کچی اینٹیں کھڑی کی گئیں۔

۲۱......قاسم بن محمد تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور میں نے درخواست کی، امی جان! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دو ساتھیوں کی قبریں دکھا دیں فَكَشَفَتْ لِی عَنْ ثَلَاثَةِ قُبُورٍ (ابوداؤد ج۲ ص۱۰۳) تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے تین قبریں دکھائیں۔

۲۲......نافع تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ أَتٰی قَبْرَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم الخ (مصنف عبدالرزاق ج۳ ص۵۷۶) کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب سفر سے واپس آتے تو پہلے نبی علیہ السلام کی قبر پر حاضر ہوتے۔

۲۳......امام باقر تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلَّذِی اَلْحَدَ قَبْرَ رَسُولِ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَبُو طَلْحَةَ (ترمذی ج۱ ص۲۰۳) جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں لحد بنائی وہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ہے۔

۲۴......محمد بن منکدر تابعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وَھُوَ یَبْکِی عِنْدَ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ (شعب الایمان ج ٦ ص ۵۳) کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی قبر کے پاس رو رہے ہیں۔

۲۵......سفیان تمار تبع تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اَنَّہٗ رَاٰی قَبْرَ النَّبِیِّ ﷺ مُسَنَّمًا (بخاری ص ۱۸٦) کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی قبر کو دیکھا تو وہ کوہان نما تھی۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے ان پیارے ارشادات میں مدینہ منورہ والی زمینی قبر اطہر کو جس میں آپ ﷺ اپنے دنیاوی جسم مقدس کے ساتھ آرام فرما ہیں قبری (میری قبر) فرمایا ہے، صحابہ کرام اور تابعین نے بھی اسی قبر کو قبر الرسول، قبر النبی کہا ہے، اب ہمارے اپنے مہربانوں سے چند سوال ہیں۔

قبر اطہر کے منکرین سے چند سوالات

سوال ۱......صحابہ کرام مدینہ منورہ والی قبر کے پاس گزرتے تھے یا علیین اور عالم مثال والی قبر کے پاس؟

سوال ۲......آپ ﷺ نے اپنی قبر کو میلہ وعید بنانے سے منع فرمایا تو یہ حکم مدینہ والی قبر کے متعلق ہے یا علیین اور عالم مثال والی قبر کے متعلق؟

سوال ۳......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ والی قبر کے پاس ٹھہرتے اور روتے تھے یا علیین اور عالم مثال والی قبر کے پاس؟

سوال ۴......کوہان والی قبر مدینہ میں ہے یا علیین اور عالم مثال میں؟

سوال ۵......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کو مدینہ والی تین قبریں دکھائی تھیں یا علیین اور عالم مثال والی؟

سوال ٦......حضرت ابوطلحہ نے مدینہ والی قبر میں لحد بنائی تھی یا علیین اور عالم مثال والی قبر میں؟

سوال ۷......پانی مدینہ والی قبر پر چھڑکا گیا تھا یا علیین اور عالم مثال والی قبر پر؟

سوال ۸......سرخ چادر مدینہ والی قبر میں بچھائی گئی یا علیین اور عالم مثال والی قبر میں؟

سوال ۹......نبی کریم ﷺ کی قبر اطہر پر آنے والا قبلہ جانب سے آئے اور قبر مبارک کی طرف رخ کرے، یہ حکم مدینہ والی قبر کا ہے یا علیین اور عالم مثال والی قبر کا؟

سوال ۱۰......آپ ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان کا حصہ جنت کا باغ ہے، تو یہ مدینے والی قبر ہے یا علیین اور عالم مثال والی قبر؟

سوال ۱۱......نبی کریم ﷺ کا ایک فرمان پیش کریں جس میں آپ ﷺ نے علیین یا عالم مثال کو قبری (میری قبر) فرمایا ہو۔

سوال ۱۲......کسی ایک صحابی کا قول پیش کریں جس نے علیین یا عالم مثال کو قبر الرسول یا قبر النبی فرمایا ہو۔

سوال ۱۳......کسی ایک تابعی کا قول پیش کریں جس نے علیین یا عالم مثال کو نبی کریم ﷺ کی قبر کہا ہو۔

سوال ۱۴......کسی ایک تبع تابعی کا قول پیش کریں جس نے علیین یا عالم مثال کو نبی کریم ﷺ کی قبر کہا ہو۔

منکرین حیات کے منتخب ترجمان اور وکیل اعظم کی قلا بازیاں

نیلوی صاحب ندائے حق جلد اوّل ص ۲۷۹ پر یہ ثابت کرتے ہیں کہ جزء اصلی جو غیر مبصر اور جزء لا یتجزی ہے اور وہ ہمیشہ ایک ہی حالت پر رہتا ہے، اُس میں تغیر تبدل نہیں ہوتا، اس کا نام انسان ہے، اس پر چار دلیلیں پیش

کرتے ہیں۔(۱) انسان مرنے کے بعد زندہ رہتا ہے، حالانکہ بذریعہ حس بدن مردہ معلوم ہوتا ہے۔(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انسان مرنے کے بعد زندہ کیا جاتا ہے۔(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے انبیاء اللہ تعالیٰ لا یموتون ولکن ینقلون من دار الی دار یعنی خدا تعالیٰ کے نبی نہیں مرتے بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل کر دیئے جاتے ہیں۔(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے القبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر النار یعنی قبر یا تو باغات جنت میں سے ایک باغ ہے یا آگ، یعنی دوزخ کی خندقوں میں سے ایک خندق ہے۔ پس یہ جملہ نصوص اس بات پر دال ہیں کہ انسان بدن کے مرنے کے بعد زندہ رہتا ہے، حالانکہ بداہتِ عقل اور فطرت دونوں اس بات پر شاہد ہیں کہ یہ بدن مردہ ہے، اور اگر ہم اِس کا اِسی حالت میں زندہ ہونا جائز رکھیں تو اِس طرح کی زندگی تمام جمادات میں ہوگی اور یہ بڑا دھوکا ہے، جب یہ ثابت ہوگیا کہ انسان زندہ اور بدن مردہ ہے تو لازم آیا کہ انسان بدن نہیں ہوسکتا بلکہ کوئی دوسری چیز ہے۔

قارئین کرام! یہ واضح رہے کہ نیلوی صاحب کا یہ نظریہ سراسر قرآن کے خلاف ہے، کیونکہ قرآنِ کریم کی ۲۴ آیات ہیں جن کو ہم آئندہ ذکر کریں گے، اُن میں صراحتاً بتایا گیا ہے کہ انسان نطفہ، علقہ، مضغہ، انسانی ڈھانچہ اور نفخ روح کے مراحل سے گزرتا ہے، جب کہ نیلوی صاحب دعویٰ قرآن کے باوجود قرآن کے خلاف لکھتے ہیں کہ انسان کا مصداق بدن کے علاوہ کوئی اور چیز ہے، اور عجیب بات ہے کہ اِس پر جو انہوں نے دلیلیں پیش کی ہیں اُن میں دارومدار کتاب وسنت پر نہیں رکھا بلکہ ظاہری بدن کے مشاہدے پر رکھا، جب کہ قائلین حیات موت کے بعد انبیاء علیہم السلام کے اجسادِ عنصریہ میں مخفی حیات مانتے ہیں جس کے بدن کے ظاہر پر کوئی آثار نظر نہیں آتے۔

نیلوی صاحب نے اپنے اِس دعوے کے اِثبات میں جو بزعم خود دلیلیں پیش کی ہیں اُن میں یہ حدیث بھی ذکر کی ہے القبر روضة من ریاض الجنة، پھر ندائے حق جلد اول ص ۳۶۱ پر لکھتے ہیں ''اکثر لوگوں کی زبان پر یہ حدیث جاری ہے القبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر النیران جس سے متبادر یہی عرفی قبر یعنی گڑھا مفہوم ہوتا ہے، اسی لیے اُن کا عقیدہ ہے کہ یہی گڑھا نیکوں کے لئے جنت ہے اور بروں کے لئے دوزخ، یہ حدیث ہی ضعیف ہے، باب الاعتقاد میں اس کا کوئی اعتبار نہیں'' اور آگے تقریباً ایک صفحہ میں اس کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ پھر آگے جا کر ندائے حق ص ۴۶۷ پر صغریٰ کبریٰ بنا کر یہ ثابت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر مبارک جنت نہیں، اور العیاذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر جنت سے محروم ہے۔ موصوف ص ۴۶۵ پر ایک حدیث لکھتے ہیں اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوا قُلْتُ يَارَسُولَ اللهِ وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ الْمَسَاجِدُ الخ جب تم جنت کے باغوں سے گزرو تو چرا کرو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، جنت کے باغ کون سے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجدیں۔ اِس سے موصوف اپنے قیاس کا کبریٰ اخذ کرتے ہیں اور دوسری حدیث لکھتے ہیں الارض کلھا مسجد الا المقبرة والحمام زمین ساری کی ساری سجدہ کرنے کی جگہ ہے مگر قبروں کی جگہ اور حمام۔ لیکن خصوصیت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر کے بارے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی: اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد اِس حدیث سے صغریٰ اخذ کرتے ہیں اور صغریٰ کبریٰ کی ترتیب یوں بناتے ہیں ''مقابر مساجد نہیں، اور مساجد جنت کے باغ ہیں''، نتیجہ یہ نکلا کہ مقابر ریاض الجنة نہیں۔ موصوف کا مقصد یہ ہے کہ العیاذ باللہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر نہ جنت ہے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک جنت میں ہے، موصوف نے اصل میں اس غلیظ عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے اپنے علم

حدیث اور علم منطق کو بنیاد بنایا ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کا علم حدیث بھی ناقص ہے اور علم منطق بھی ناقص، اس لیے کہ آں موصوف نے قیاس اقترانی کی شکل اول جو بدیہی الانتاج ہے اُس کے بنانے کی کوشش کی ہے، لیکن یہ بھول گئے کہ شکل اول کی صحت کے لئے ایجاب صغریٰ شرط ہے جو یہاں مفقود ہے، نیز قیاس کے صحیح ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ حد اوسط مکرر ہو، لیکن یہاں پر صغریٰ میں مساجد سے لغوی معنی مراد ہے یعنی جائے سجدہ، کیونکہ جس حدیث سے انہوں نے یہ صغریٰ اخذ کیا ہے وہ یہ ہے کہ ساری زمین مسجد ہے، اور ظاہر بات ہے کہ ساری زمین شرعی مسجد نہیں بلکہ لغوی معنی میں مسجد کہا گیا یعنی جائے سجدہ، جب کہ جس حدیث سے کبریٰ اخذ کیا گیا ہے اس میں المساجد سے شرعی مساجد مراد ہیں۔ معلوم ہوا موصوف منطق کی مبادیات سے بھی ناواقف ہیں۔

دوسرا مقصد یہ ہے کہ وہ ارضی قبر کے حقیقی اور شرعی قبر ہونے کا انکار کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جہاں روح ہے یعنی بدن مثالی، عالم مثال، عالم برزخ، علیین، سجین حقیقی اور شرعی قبر ہے، اور واضح رہے کہ نیلوی صاحب کے نزدیک یہ سب الفاظ تقریباً مترادف ہیں، موصوف نے طریقہ یہ اختیار کیا کہ جو اپنے قیاس سے انہوں نے نتیجہ نکالا کہ مقابر ریاض الجنۃ نہیں، جب کہ حدیث میں ہے القبر روضۃ من ریاض الجنۃ الخ، ان دونوں میں تضاد ہے، کہ قیاس سے معلوم ہو رہا ہے کہ مقابر جنت کا باغ نہیں، اور حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ قبور جنت کا باغ ہیں، اس تضاد کو موصوف اپنے انداز سے اِس طرح دور کرتے ہیں کہ القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النار میں قبر سے ارضی قبر مراد نہیں بلکہ عالم مثال اور علیین سجین والی قبر مراد ہے، پس جہاں قبر پر نماز کی ممانعت ہے وہاں عرفی قبر (ارضی قبر) مراد ہے، اور جہاں عذاب وثواب کی نسبت قبر کی طرف ہے وہاں عالم برزخ، عالم مثال اور علیین سجین والی قبر مراد ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ نیلوی صاحب کا قیاس بھی غلط ہے اور اُن کے نزدیک القبر روضۃ الخ حدیث بھی ضعیف ہے تو کیا ایسی دلیل معتبر ہو سکتی ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ جب اِس حدیث کو خود ضعیف ثابت کر چکے ہیں تو ص ۲۷۹ پر انسان کا مصداق ثابت کرنے کے لئے اِس حدیث کو دلیل کیوں بنایا؟، اور یہاں ص ۴۷۶ پر اپنے غلط قیاس اور اِس حدیث میں تضاد پیدا کرنے اور پھر ختم کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

تیسری بات یہ ہے کہ منکرین حیات کا متفقہ عام اصول ہے کہ عقیدہ کے لئے دلیل قطعی ضروری ہے لیکن یہاں پر درج ذیل تین عقیدے کہ بدن عنصری انسان کا جزء نہیں بلکہ انسان کوئی اور چیز ہے، اور ارضی قبر حقیقی شرعی قبر نہیں بلکہ بدن مثالی اور عالم مثال حقیقی اور شرعی قبر ہے، اور ارضی قبر جنت کا باغ نہیں، یہ عقیدے قطعی دلیل کی بجائے غلط قیاس اور بقول نیلوی صاحب ضعیف حدیث سے ثابت کیے جا رہے ہیں۔

چوتھی بات یہ ہے کہ جب قیاس اور حدیث میں تضاد ہو تو محدثین اور فقہاء کا اصول یہ ہے کہ وہ حدیث کو ترجیح دیتے ہیں اور قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں، لیکن نیلوی صاحب نے اس کے برعکس قیاس کو ترجیح دے کر حدیث میں تاویل کی ہے، اور دعویٰ یہ ہے کہ قرآن وحدیث مقدم ہے، چنانچہ مولانا محمد امیر بندیالوی لکھتے ہیں ''علمائے دیوبند کے خدام میں سے حضرت مولانا حسین علی کے معتقدین ومریدین کا شیوا یہی ہے کہ کتاب وسنت کے مقابلہ میں کسی کا قول وفعل حجت نہیں سمجھتے، اور ایسی اندھی تقلید سے ہمیشہ ہمیشہ مبرا رہتے ہیں، جہاں دوسرے حضرات اکابر، سلف، جمہور کا بورڈ لگا کر عوام کالانعام کا خلاف کتاب وسنت لے جانا چاہتے ہیں وہاں یہ مخلص اور مجاہد حضرات

اپنے اکابرین کے اقوال میں تاویل فرما کر کتاب و سنت کو اپنا مشعل ہدایت بناتے ہیں۔'' (مقدمہ ندائے حق ص ۲۸)

نیز ص ۱۴ پر لکھتے ہیں ''قطعیات و یقینیات کے ہوتے ہوئے کسی سلف یا خلف، اکابر یا اصاغر، جماہیر ہوں یا مشاہیر کا قول و فعل حجت نہیں بن سکتا''۔ لیکن اس کے برعکس نیلوی صاحب اپنے مزعومہ غلط قیاس کو ترجیح دے کر حدیث میں تاویل کر رہے ہیں۔

نیلوی صاحب کا غلیظ ترین فتویٰ

نیلوی صاحب نے جس حدیث کو ضعیف ثابت کیا ہے اُس حدیث اور ایک سیاح کی تحریر کی بنیاد پر جو غلیظ ترین فتویٰ دیا ہے وہ ملاحظہ کیجئے۔ نیلوی صاحب پہلے القبر روضۃ الخ والی حدیث کا ضعف بیان کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں: ''اس حدیث کے معنی یہ نہیں جو آپ نے سمجھے ہیں بلکہ اس حدیث میں حضور ﷺ نے عوام کے ایک زعم کو رد فرمایا ہے، اس طرح کہ لوگ اِسی گڑھے کو قبر سمجھتے ہیں اور تعذیب و تنعیم فی القبر جو برحق ہے اُس کا مطلب یہ سمجھنا کہ اِس گڑھے میں ہوتے ہیں کیونکہ قبر اِس گڑھے کا نام نہیں ہے جس میں انسان کے دھڑ کو دبا دیا جاتا ہے، بلکہ وہ قبر جس میں عذاب و ثواب ہوتا ہے وہ مؤمن کے لئے علیحدہ مقام ہے یعنی روضۃ من ریاض الجنۃ البرزخیۃ، اور کافر کے لئے علیحدہ مقام ہے یعنی حفرۃ من حفر النیران البرزخیۃ، انہی مقاموں کو علیین اور سجین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ حضور ﷺ نے قبر شرعی کی تعریف بیان فرمادی ہے (یعنی علیین سجین) جس میں تنعیم و تعذیب ہوتی ہے، اور (اس سے) قبر عرفی میں تنعیم و تعذیب کی التزاماً تردید ہوگئی۔ ھذا ھو الحق وبہ یقول اھل الحق وبہ ناخذ والحمد للہ رب العالمین'' (ندائے حق جلد اول ص ۳۶۱۔ ۳۶۲)

جس حدیث کو موصوف نے پہلے ضعیف لکھا ہے اُسی کی بنیاد پر اپنا نظریہ ثابت کرنے پر کس طریقہ سے اللہ کا شکر ادا کیا جارہا ہے اور تائید میں ایک سیاح احمد بن فضلان کا واقعہ بھی لکھا ہے، ان دو بنیادوں پر موصوف نے جلی عنوان دے کر فتویٰ لکھا ''قبر عرفی کو غیر مسلم جنت دوزخ سمجھتے تھے''۔ منکرین حیات جن کے منتخب نمائندہ نیلوی صاحب ہیں وہ بتائیں کہ جتنے بھی مفسرین، محدثین، فقہاء، اہل اللہ، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور سب اہل سنت قدیم و جدید علماء کیا یہ سب غیر مسلم تھے؟، کیونکہ وہ سارے کے سارے اِسی ارضی قبر میں عذاب و ثواب کے قائل ہیں، جیسا کہ تفصیل آگے آرہی ہے، اور یہ واضح رہے کہ اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ سو کے قریب آیات اور سینکڑوں احادیث سے ثابت ہے، تو کیا اس میں رسول اللہ ﷺ کی توہین لازم آتی ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبِّ يَسِّرْ وَاَعِنْ

روح کی حقیقت اور مقصد تخلیق

روح کی پوری حقیقت سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا، البتہ اس کی بعض صفات اور مقصد تخلیق ملاحظہ کیجئے۔ روح اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ایک ایسا مخفی جسم ہے جو غیر مادی ہے یعنی وہ دوسرے نوری، ناری، خاکی جسموں کی طرح کسی خاص مادہ سے پیدا نہیں ہوا اس لئے وہ نہ نوری ہے نہ ناری ہے اور نہ خاکی ہے بلکہ وہ ان تینوں قسموں

سے جدا ایک بے مادہ جسم ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وجود میں آیا ہے اور قیام قیامت تک زندہ ہے اور جس جسم کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس کا تعلق جوڑ دے وہ جسم روح کے تصرف و تاثیر کی وجہ سے بقدرت الٰہی زندہ ہو جاتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے عالم اسباب میں روح کو ذی روح مخلوق کے جسم کی حیات کا ذریعہ وسبب بنایا ہے۔

تائیدات: (۱) لسان العرب لابن المنظور ص ۱۶۱۲، ج ۲ میں ہے تاویل الروح انہ مابہ حیاۃ النفس روح کی وضاحت یہ ہے کہ روح ایسی چیز ہے جس کے ذریعہ انسان کو حیات نصیب ہوتی ہے اور لسان العرب کے اسی صفحہ پر ہے قال الفراء والروح ھو الذی یعیش بہ العباد روح وہ ہے جس کے سبب لوگ زندہ رہتے ہیں۔ (۲) لسان العرب ص ۱۶۱۳، ج ۲ پر ہے وحی کو روح اس لئے کہا جاتا ہے لانہ حیاۃ من موت الکفر کالروح الذی یحیا بہ الانسان وحی کفر والی موت سے حیات (ایمان) کا ذریعہ ہے مثل اس روح کے جس کے ذریعے انسان کو زندہ کیا جاتا ہے۔ (۳) امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ شافعی لکھتے ہیں اما الروح الذی ھو سبب الحیاۃ تفسیر کبیر ص ۳۹، ج ۲۱) روح سبب حیات ہے۔ (۴) علامہ جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ ویسئلونک عن الروح کی تفسیر میں لکھتے ہیں ای الروح الذی یحی بہ البدن وہ آپ سے اس روح کی حقیقت پوچھتے ہیں جس کے ذریعے بدن کو زندہ کیا جاتا ہے۔ (۵) مفسر علامہ السید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ حنفی لکھتے ہیں انھا جوھر بسیط مجرد محدث بامر اللہ تعالیٰ و تکوینہ و تاثیرہ افادۃ الحیاۃ للجسد (روح المعانی ص ۱۵۴، ج ۱۵) بے شک روح جوہر ہے (یعنی اس کا اپنا مستقل وجود ہے) بسیط ہے (یعنی مختلف اجزاء سے مرکب نہیں) مجرد ہے (یعنی نوری، ناری، خاکی مادہ سے خالی ہے) اللہ تعالیٰ کے تکوینی حکم اور تکوینی قدرت کی تاثیر سے پیدا ہوا ہے جسم میں حیات کا فائدہ دینے کے لئے۔ (۶) امام محمد بن احمد قرطبی رحمۃ اللہ علیہ مالکی لکھتے ہیں والروح جسم لطیف اجری اللہ العادۃ بان یخلق الحیاۃ فی البدن مع ذالک الجسم (احکام القرآن ص ۲۴، ج ۱۰) روح ایک مخفی جسم ہے اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے کہ وہ اس مخفی جسم کے ذریعے بدن میں حیات پیدا کرتا ہے۔ (۷) بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی لکھتے ہیں الروح الذی یحی بہ بدن الانسان و یدبرہ (تفسیر مظہری ص ۴۸۴، ج ۵) روح وہ چیز ہے جس کے ذریعے انسان کا بدن زندہ کیا جاتا ہے اور وہ اس کی تدبیر کرتا ہے۔ (۸) امام اللغۃ والنحو امام ابوحیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں فالروح بھا تدبیر عالم الحیاۃ (البحر المحیط ص ۴۳۰، ج ۷) روح جسموں کے عالم حیات کی تدبیر کرتا ہے۔ (۹) الشیخ الامام تقی الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں فان ملازمۃ الحیاۃ للروح امر عادی لا عقلی (شفاء السقام ص ۱۹۱) روح کے ذریعے حیات کا لازم ہونا امر عادی ہے عقلی نہیں (یعنی روح و جسم کے تعلق سے حیات کا لازماً پایا جانا اللہ کی عادت جاریہ ہے لیکن عقلاً لازم نہیں ہے۔ جیسا کہ آگ کا جلانا آگ کا لازم عادی ہے عقلی نہیں۔ (۱۰) محدث العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں الحیاۃ فی اللغۃ شئی مغایر للروح لا عینہ بل ثمرۃ تعلقہ (تحیۃ الاسلام ص ۳۶) لغت میں حیات ایسی چیز ہے جو روح کا غیر ہے بعینہ روح نہیں بلکہ روح کے جسم کے ساتھ تعلق کا ثمرہ ہے۔ (۱۱) علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں بلکہ تحقیق آنست کہ معنی حیات تعلق روح ببدن (مشکلات القرآن ص ۱۳) بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حیات کا معنی ہے روح کا بدن کے ساتھ تعلق۔ (۱۲) وذھب اکثر اھل التاویل الی انھم سألوا عن الروح الذی یکون بہ حیاۃ الجسد (احکام القرآن للقرطبی ج ۱۰، ص ۳۲۴) اکثر مفسرین کا خیال یہ ہے کہ یہود نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس روح کے متعلق سوال کیا تھا جس کے ذریعہ جسم کی حیات

وجود میں آتی ہے۔ (۱۳) فاحیاکم بخلق الارواح ونفخھا فیکم (تفسیر قاسمی) پھر تمہیں زندہ کیا روح کو پیدا کرنے اور اس کو تم میں پھونکنے کے ساتھ۔ (۱۴) نطفۃ الرجل الی الرحم فھی میتۃ الی نفخ الروح فیحییھا بالنفخ (البحر المحیط ج۱، ص ۱۳۰) آدمی کا نطفہ رحم میں روح پھونکنے تک مردہ ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس میں روح پھونک کر زندہ کرتا ہے۔ (۱۵) والارواح التی بھا الحیاۃ (تفسیر کبیر ج ۲۵، ص ۱۰۸) ارواح جن کے ذریعے حیات حاصل ہوتی ہے۔ (۱۶) امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں لان حیاۃ الانسان بروحہ (کتاب الروح ص ۱۲۰) انسان کی حیات روح کی وجہ سے ہے۔ (۱۷) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ حیات روح ہی کے تعلق سے ہوتی ہے۔ بغیر تعلق روح کے حیات کا کیا مطلب؟ (معارف شیخ ص ۳۹) (۱۸) تعلق روح کو جو بدن کے ساتھ ہے...... اسی کو عرف میں حیات کہتے ہیں اور بعض آیات وحدیث میں اس تعلق کو حیات سے تعبیر کیا ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ مترجم ص ۴۹۳، باب ۸، عقیدہ سوم)

نتیجہ: مفتی صاحب نے سعد سے دریافت کیا: بیٹا سعد! آپ نے کیا سمجھا اور اس گفتگو سے کیا نتیجہ اخذ کیا؟

سعد: جناب مفتی صاحب! میں نے ایک بات تو یہ سمجھی ہے کہ روح کی پوری پوری حقیقت سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ دوسری بات یہ اخذ کی ہے کہ روح کی بعض صفات معلوم ہوسکتی ہیں کہ روح اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ایک بے مادہ مخفی جسم ہے جس کا اپنا مستقل وجود ہے اور بسیط ہے یعنی مختلف اجزاء سے مرکب نہیں، تیسری بات یہ سمجھی ہے کہ روح کو پیدا کرنے کی غرض ہے اس کے ذریعہ ذی روح مخلوق کے بے جان جسموں میں حیات (زندگی) پیدا کرنا، چوتھی بات یہ سمجھ آئی ہے کہ جسموں میں حیات پیدا ہوتی ہے روح کے جسم کے ساتھ تعلق سے اور روح وجسم کے تعلق سے حیات کا پیدا ہونا لازم ہے لیکن یہ ملازمہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے عقلی طور پر لازم نہیں بلکہ اسی تعلق کا نام حیات ہے۔ پانچویں بات یہ معلوم ہوئی کہ ذی روح مخلوق میں روح اور جسم عنصری کا تعلق اور حیات یہ دونوں لازم وملزوم ہیں، یعنی روح اور جسم عنصری کے درمیان تعلق ہوگا تو لازماً حیات ہوگی، اور جہاں حیات ہوگی وہاں لازماً تعلق ہوگا، جیسے سورج اور سورج کی روشنی کے درمیان لزوم ہے جب سورج ہوگا تو سورج کی روشنی بھی لازماً ہوگی اور جب سورج کی روشنی ہوگی تو لازماً سورج طلوع ہوگا، غرضیکہ ایک کا ثبوت دلیل ہوگی دوسرے کے ثبوت پر، لہٰذا تعلق ثابت ہوجائے تو حیات ثابت، حیات ثابت ہوجائے تو تعلق ثابت۔

مفتی صاحب: شاباش، شاباش، بہت خوب!

مفتی صاحب: روح کے متعلق چند اہم امور اور بھی ہیں وہ بھی سمجھ لیں:

روح وجسم ایک دوسرے کے محتاج ہیں

روح وجسم ایک دوسرے کے بغیر بے کار ہیں، روح کے تعلق کے بغیر جسم اور اعضائے جسم کوئی کام اور کوئی حرکت نہیں کرسکتے، اسی طرح جسم اور اعضائے جسم روح کے آلات ہیں، ان کے بغیر روح بے کار ہے، اکیلی روح نہ دیکھ سکتی ہے نہ سن سکتی ہے نہ بول سکتی ہے نہ چل سکتی ہے نہ کچھ کرسکتی ہے، پس روح وجسم کی مثال پٹرول اور گاڑی کی طرح ہے، گاڑی کے بغیر اکیلے پٹرول سے سفر نہیں ہوسکتا اور پٹرول کے بغیر اکیلی گاڑی سے منزل طے نہیں ہوسکتی، جب پٹرول اور گاڑی ملیں گے تو منزل مقصود تک رسائی ہوگی، یا پھر اس کی مثال کاریگر اور اس کے آلات

ہیں، روح کاریگر کی طرح ہے اور جسم عنصری اور اس کے اعضاء روح کے آلات ہیں، کام انجام دینے میں دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔

تائیدات: (۱) جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد کو نکال کر اُن سے اپنی ربوبیت کا عہد لینے کا ارادہ فرمایا تو اُس وقت روحیں موجود تھیں مگر ان روحوں کو بھی چھوٹی چیونٹیوں کے حجم میں جسم دے کر روح وجسم کے درمیان تعلق جوڑ کر عہد وقرار لیا۔　　　(تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۵۵۔ ودیگر تفاسیر)

(۲) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے موقوفاً حدیث ہے جو حکماً مرفوع ہے، کہ قیامت کے دن جسم اور روح کا آپس میں جھگڑا ہوگا، جسم کہے گا اے میرے رب! میں تو محض ایک بوسیدہ لکڑی کی طرح تھا، میرے ہاتھ پکڑ نہیں سکتے تھے، آنکھ دیکھ نہیں سکتی تھی، کان سن نہیں سکتے تھے، پاؤں چل نہیں سکتے تھے، روح آئی اور مجھ میں داخل ہوگئی، اس کے بعد اس کی وجہ سے ہی سب کچھ ہوا، پس مجھے اس سے جدا کر دے اور اس پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عذاب مسلط کر دے۔ روح کہے گی اے میرے رب! روح تیری طرف سے ہے، تو نے ہی اس کو پیدا کیا، اے میرے رب! میں تو ایک شعلہ کی مانند تھی، میرے ہاتھ نہیں جن کے ساتھ میں پکڑ سکوں، میری آنکھ نہیں جس کے ساتھ دیکھ سکوں، میرے کان نہیں جن کے ساتھ سن سکوں، میرے پاؤں نہیں جن کے ساتھ چل سکوں، حتی کہ مجھے لا کر جسم میں داخل کر دیا گیا اس کے بعد ہوا جو کچھ ہوا، لہٰذا اے میرے رب! مجھے جسم سے جدا کر دے اور جسم پر ہمیشہ ہمیشہ کا عذاب مسلط کر دے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک فرشتہ آئے گا، وہ جسم وروح کے سامنے ایک مثال پیش کر کے خود اُن سے فیصلہ کرائے گا، مثال یہ ہے، تم دونوں کی مثال اندھے اور اپاہج کی طرح ہے، یہ دونوں ایک پھل دار باغ میں داخل ہو گئے لیکن اندھے کو پھل نظر نہیں آتے اس لیے وہ توڑ نہیں سکتا اور اپاہج کو نظر آتے ہیں مگر وہ ان تک پہنچ نہیں سکتا، دونوں نے غور کر کے پھل توڑنے کے لئے یہ تدبیر سوچی کہ اپاہج اندھے کے کندھے پر سوار ہو جائے، سوار ہو کر اوپر سے پھل توڑے، چنانچہ اس تدبیر سے پھل توڑ کر دونوں نے کھائے، اے جسم! اور اے روح! بتاؤ سزا کا مستحق کون ہے؟ سزا کس کو ملے؟، روح وجسم کہیں گے کہ اکیلا اندھا کچھ نہیں کر سکتا تھا اور اکیلا اپاہج بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا، چوری دونوں نے مل کر کی ہے لہٰذا دونوں کو سزا ملنی چاہیے، فرشتہ کہے گا اے جسم! اے روح! تم دونوں نے اپنے خلاف فیصلہ دے دیا، کہ اکیلا جسم بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا، اکیلی روح بھی کچھ نہیں کر سکتی تھی، لہٰذا جو گناہ بھی ہوئے تم دونوں نے مل کر کیے اس لیے عذاب دونوں کو ہوگا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۳۔ کتاب الروح لابن القیم ص ۲۲۰۔ شرح الصدور للسیوطی ص ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ الفائدۃ العاشرۃ)

(۳) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور احیاء العلوم کے شارح علامہ السید محمد الحسینی الزبیدی المرتضی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ومعنی مفارقتھا للجسد انقطاع تصرفھا عن الجسد الخ روح کے جسد عنصری سے جدا ہونے کا مطلب ہے جسد سے روح کے تصرف کا منقطع ہونا، جس کی صورت یہ ہے کہ جسم روح کی اطاعت کرنے سے نکل جاتا ہے، کیونکہ جسم عنصری کے اعضاء روح کے آلات ہیں جن کو روح استعمال کرتا ہے حتی کہ روح جسم عنصری کے ہاتھ کے ساتھ پکڑتی ہے، اس کے کانوں کے ساتھ سنتی ہے، اس کی آنکھ کے ساتھ دیکھتی ہے (اس کے پاؤں کے ساتھ چلتی ہے) البتہ اشیاء کو جاننا، اُن کا علم وادراک، حزن وغم، سرور وخوشی روح کی ذاتی صفت ہے جو کسی آلے کی محتاج نہیں، پس روح کی ہر وہ صفت جو اس کی ذاتی ہے وہ جسم سے جدا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے، اور وہ صفت جو روح کے لئے اعضاء کے واسطہ سے

ثابت ہوتی ہے وہ موت کے ساتھ باطل ہوجاتی ہے، حتی کہ جب روح کا جسم کے ساتھ دوبارہ اعادہ ہوتا ہے (بصورت دخول فی الجسد یا بصورت اتصال) تو پھر وہ صفات بحال ہوجاتی ہیں۔ (اتحاف السادۃ مع احیاء العلوم ج ۱۰ ص ۳۷۶)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبِّ یَسِّرْ وَأَعِنْ

موت وحیات کی حقیقت

سعد: موت وحیات کی حقیقت کیا ہے۔؟

مفتی صاحب: روح کی حقیقت اور مقصد تخلیق جان لینے کے بعد موت وحیات کی تعریف آسانی سے سمجھ آجاتی ہے۔

حیات کی تعریف

روح کے جسم میں تصرف وتاثیر کا نام حیات ہے۔ جب حیات کی تعریف معلوم ہوگئی تو قاعدہ یہ ہے کہ دو چیزیں جو ایکدوسرے کی ضد ہوں جیسے نور وظلمت، حرکت وسکون، اگر ان میں سے ایک کی تعریف سمجھ آجائے تو اس کی ضد کی تعریف ازخود سمجھ آجاتی ہے۔ موت وحیات ایک دوسرے کی ضد ہیں جب حیات کی تعریف معلوم ہوگئی تو اس سے موت کی تعریف بھی سمجھ آجاتی ہے۔

موت کی تعریف اور دو قسمیں

موت جسم سے تعلق وتصرف کے انقطاع کا نام ہے، موت کی دو قسمیں ہیں: (۱) موت کامل (۲) موت ناقص

موت کامل: یہ ہے کہ روح جسم عنصری سے جدا ہوجائے اور جسم سے تاثیر وتصرف منقطع ہوجائے۔

موت ناقص: یہ ہے کہ روح جسم سے جدا ہوجائے لیکن روح کا جسم عنصری میں تاثیر وتصرف منقطع نہ ہو، جیسے سورج زمین سے جدا ہے لیکن سورج کی زمین میں تاثیر باقی رہتی ہے، اور جیسے نیند کے وقت روح بدن سے جدا ہوتی ہے مگر روح کا بدن میں تصرف وتاثیر ختم نہیں ہوتی، اسی لیے نوم کو اخوالموت کہا گیا، یعنی یہ بھی ناقص درجہ کی موت ہے۔ صرف روح کا جسم سے جدا ہوجانا کامل موت نہیں بلکہ روح جسم سے جدا ہونے کے بعد جسم سے روح کے تصرف وتاثیر کا منقطع ہونا بھی ضروری ہے اور جن حضرات نے موت کی یہ تعریف کی ہے انفکاك الروح عن الجسد (روح کا جسم سے جدا ہونا) تو اس سے ان کی مراد ہے "انفکاک اور انقطاع کامل" وہ یہ کہ روح جسم سے جدا ہوجائے اور تعلق وتصرف بھی منقطع ہوجائے۔ یا انفکاک سے مراد ہے تعلق وتصرف کا منقطع ہونا، جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ آگے آرہا ہے۔

تائیدات: (۱) محدث وفقیہ امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نوم اور موت کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: والموت قطع تعلقه بالبدن ظاهراً و باطناً (عمدۃ القاری ص ۱۲۸، ج ۵) نیند والے کی روح قبض کرنے کا مطلب ہے روح کے تعلق کا بدن کے ظاہر سے منقطع کرنا، اور موت کا معنی ہے روح کے تعلق کا بدن کے ظاہر وباطن سے منقطع ہونا، (اور باطنی تعلق سے مراد تصرف وتاثیر ہے) (۲) امام راغب اصفہانی اللہ تعالیٰ کے فرمان: کل نفس ذائقة الموت میں موت کا معنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں: فعبارة عن زوال القوة الحیوانیة وابانة الروح عن الجسد (مفردات القرآن ص ۴۹۴) قوت حیوانیہ کا زائل ہونا اور روح کا جسم سے جدا ہونا (اور

قوت حیوانیہ زائل ہوتی ہے روح کے جسم میں تصرف و تاثیر کے منقطع ہونے سے) (۳) علامہ السید محمد الحسینی الزبیدی لکھتے ہیں: ومعنی الموت انقطاع تصرفه عن البدن و خروج البدن عن ان یکون آلة له (اتحاف السادۃ شرح احیاء العلوم ص ۳۷۷، ج ۱۰) موت کا معنی ہے بدن سے روح کے تصرف کا منقطع ہونا اور بدن کا روح کے لئے آلہ ہونے سے نکل جانا۔ (۴) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ومعنی مفارقتها للجسد انقطاع تصرفها عن الجسد (احیاء العلوم ص ۴۹۳، ج ۴) روح کے جسم سے جدا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جسم سے روح کے تصرف کا منقطع ہونا۔ (۵) قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یقبضها عن الابدان الخ اللہ تعالیٰ روحوں کو بدنوں سے قبض کرتا ہے اس طور پر کہ روحوں کا بدنوں سے تعلق بالکل منقطع کر دیتا ہے۔ حتیٰ کہ ارواح کے لئے بدنوں کے ظاہر و باطن میں تصرف کرنا ممکن نہیں ہوتا اور روح کو قبض کرنے کی یہ صورت موت کے وقت ہوتی ہے یا اللہ تعالیٰ ارواح کو بدنوں کے ظاہر سے قبض کر لیتا ہے اس طور پر کہ ان بدنوں سے حس اور حرکتِ ارادیہ سلب کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ روح کو عالم مثال کے مطالعہ کی طرف متوجہ کر دیتا ہے اور عالم دنیا سے غافل کر دیتا ہے تا کہ بدن راحت وسکون حاصل کرے، یہ نیند کی حالت میں ہوتا ہے۔ (تفسیر مظہری ج ۸، ص ۲۱۷) (۶) مولانا محمد حسین نیلوی صاحب شیخ زادہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: یقبضها عن الابدان بأن یقطع تعلقها عنها و تصرفها فیها اما ظاهراً وباطناً وذالك عند الموت اوظاهراً لا باطناً وهو فی النوم (ندائے حق ج ۱ ص ۱۸۴) اللہ تعالیٰ ارواح کو بدنوں سے قبض کرتا ہے بایں طور کہ ان کا تعلق اور تصرف بدنوں سے ختم کر دیتا ہے یا ظاہر و باطن دونوں سے اور یہ موت (کامل) کے وقت ہوتا ہے یا فقط ظاہر سے ختم کرتا ہے باطن سے ختم نہیں کرتا اور یہ نیند کی حالت میں ہوتا ہے (جو موت ناقص ہے) (۷) مولانا نیلوی صاحب لکھتے ہیں انہی اجزائے اصلیہ کے ساتھ جب روح کا تعلق ہوتا ہے تو حیات آتی ہے اور جب تعلق منقطع ہوتا ہے تو موت آتی ہے۔ (ندائے حق ج ۱ ص ۲۷۲)

مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ ذی روح مخلوق میں حیات آتی ہے روح کے تعلق کی وجہ سے، لہٰذا حیات دلیل بن جاتی ہے تعلق کے لئے، اور تعلق دلیل بن جاتا ہے حیات کے لئے۔ بعض علماء نے حیات کی تعریف یہ کی ہے ما یصح بوجوده الاحساس (روح المعانی ج ۲۹ ص ۴) حیات وہ شئی ہے جس کے وجود سے احساس وشعور پیدا ہوتا ہے، اس کے مقابل موت کی تعریف ما لا یصح بوجوده الاحساس موت ایسی چیز ہے جس کے وجود کی وجہ سے احساس وشعور صحیح نہ ہو۔

فائدہ (موت کی دو جہتیں)

موت کی دو جہتیں اور دو حیثیتیں ہیں: (۱) موت عالم دنیا کی محسوس اور کھلی زندگی کے لئے قاطع وسالب ہے۔ (۲) عالم برزخ کی غیر محسوس مخفی برزخی زندگی کے لئے جالب ہے، یعنی موت سے دنیا کی محسوس زندگی ختم ہو جاتی ہے اور عالم برزخ کی مخفی غیر محسوس برزخی زندگی شروع ہو جاتی ہے، پس جن علماء نے موت کی پہلی حیثیت کو دیکھا انہوں نے کہا کہ موت عدمی چیز ہے تو انہوں نے موت کی تعریف یوں کی ہے عدم الحیاة عما من شانه ان یکون حیًّا (روح المعانی ج ۲۹، ص ۴) یعنی ایسی ذی روح چیز میں حیات کا نہ ہونا جس کی شان میں سے ہو زندہ ہونا۔ جن علماء نے موت کی دوسری حیثیت کو ملحوظ رکھا انہوں نے مختلف تعریفیں کی ہیں، بعض نے تعریف یہ کی ہے انقطاع

تعلق الروح بالبدن ومفارقته وحيلولة بينهما وتبدل حال وانتقال من دار الى دار (شرح الصدور ص ۸، کتاب الروح ص ۴۸، التذکرہ للقرطبی ص ۴، ص ۱۹۱) روح کا بدن سے منقطع اور جدا ہونا اور دونوں کے درمیان فاصلے کا حائل ہو جانا نیز حالات کا بدلنا اور ایک دار (عالم دنیا) سے دوسرے دار (عالم برزخ) کی طرف منتقل ہونا۔

روح و جسم کے تعلق وتصرف کی دو صورتیں

روح وجسم کے تعلق وتصرف کی دو صورتیں (۱) روح جسم کے اندر ہو اور جسم میں تصرف و تاثیر کرے جیسے حالت بیداری میں ہوتا ہے۔ (۲) روح جسم سے باہر ہو اور ایک دوسرے سے دور ہونے کے باوجود روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہو اور روح جسم میں تصرف و تاثیر کرے جیسا کہ سورج زمین سے ہزاروں میل دور ہے لیکن اس کا زمین کے ساتھ ایسا تعلق ہے اور اس میں ایسی تاثیر ہے کہ سورج کی حرارت کی وجہ سے زمین اور زمین پر پڑا ہوا لوہا، پتھر، پانی گرم ہو جاتا ہے، پھل پک جاتے ہیں۔ اسی طرح دو موبائلوں کے درمیان ہزاروں میل کا فاصلہ ہوتا ہے اس کے باوجود دونوں کا آپس میں ایسا مخفی تعلق اور کنکشن ہوتا ہے کہ آپس میں بات چیت بھی ہو جاتی ہے اور دونوں آدمی ایک دوسرے کی صورت بھی دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ ذرون حملہ میں میزائل اور چپ کے درمیان اتنا مضبوط تعلق ہوتا ہے کہ ہزاروں میلوں کے فاصلہ پر میزائل چپ والی جگہ پر گرتا ہے، خلائی سیارہ فضا میں ہوتا ہے لیکن اس کا کنٹرول سسٹم زمین پر ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر روح جسم سے باہر ہو اور دور ہو لیکن روح کا جسم یا ذرات جسم کے ساتھ ایسا غیر معلوم الکیفیۃ مخفی تعلق ہو کہ اس تعلق کی وجہ سے روح کا جسم یا ذرات جسم میں تصرف و تاثیر ہو اور جسم میں حیات پیدا ہو جائے تو یہ بھی ممکن ہے۔ لیکن جسم میں حیات کے لئے بغیر تصرف اور بغیر تاثیر کے زمانہ ماضی کا محض وہمی و خیالی تعلق کافی نہیں جیسا کہ کمرہ اور بستر سے جدا ہونے کے بعد مہمان کے دل و دماغ میں کمرہ اور بستر کا ایک وہمی اور خیالی تعلق رہ جاتا ہے لیکن یہ تعلق اتنا کمزور ہوتا ہے کہ اس سے کمرہ اور بستر میں کوئی تصرف و تاثیر ظاہر نہیں ہوتی، اور جن حضرات نے مہمان اور بستر کی مثال دی ہے وہ محض ایک معنوی تعلق کی مثال ہے، تعلق مع التصرف کی مثال نہیں۔ تعلق مع التصرف کی مثال سورج اور زمین کی ہے جو شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الملہم میں ذکر کی ہے، یا خواب کی مثال ہے کہ نیند میں روح جسم سے خارج ہوتی ہے لیکن اس کا بدن عنصری کے ساتھ ایسا تعلق ہوتا ہے کہ بیدار ہونے کے بعد آدمی خواب کے اثرات اپنے بدن پر محسوس کرتا ہے حتی کہ بعض دفعہ خواب میں کھائی ہوئی چیز کا منہ میں ذائقہ محسوس کرتا ہے اور بعض دفعہ غسل فرض ہو جاتا ہے، اور روح وجسم کے درمیان تعلق وتصرف کی یہ دونوں صورتیں قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔ پہلی صورت کی دلیل یہ ہے قرآنِ کریم میں تخلیق آدم اور سجود آدم کا ذکر کرتے ہوئے اللہ جل شانہ نے فرمایا: "فاذا سويته ونفخت فيه من روحي فقعوا له سجدين" (حجر: ۲۹ و سورۂ ص: ۷۲) جب میں اس بشری قالب کو پوری خوبصورتی کے ساتھ بنادوں اور اپنی پیدا کردہ خاص روح اس میں پھونک دوں تو تم اس کی طرف منہ کر کے (تعظیماً و تواضعاً) سجدہ کرو۔ دوسرے مقام میں نسل انسانی کی تخلیق کے متعلق ارشاد فرمایا: "ثم سواه ونفخ فيه من روحه" (سورہ سجدہ: ۹) پھر اس کو خوبصورت بنا کر اپنی پیدا کردہ روح اس میں پھونکی۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم اور نسل آدم کے بے جان جسموں میں روح ڈال کر روح وجسم کے درمیان تعلق پیدا کر کے ان جسموں میں حیات پیدا کر دی۔ پس بے جان جسموں میں حیات کا پیدا ہونا روح وجسم کے اسی

اندرونی وداخلی تعلق اور تصرف کا ثمرہ ونتیجہ ہے۔ روح وجسم کے تعلق وتصرف کی دوسری صورت کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے جو بمع تفسیر جلالین ملاحظہ کریں۔ ''وھو الذین یتوفکم باللیل (یقبض ارواحکم عند النوم) ویعلم ما جرحتم بالنھار (کسبتم بالنھار) ثم یبعثکم فیہ (فی النھار برد ارواحکم) لیقضیٰ اجل مسمیٰ (وھو اجل الحیاۃ)'' (سورہ انعام:۶۰) اللہ وہ ہے جو رات کے وقت یعنی نیند کے وقت تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور وہ تمہارے ان اعمال کو جانتا ہے جو دن کے وقت تم کماتے ہو پھر وہ تمہاری روحیں واپس لوٹا کر دن میں تمہیں اٹھاتا ہے تاکہ تمہاری زندگی کی مدت پوری کی جائے۔ (تفسیر جلالین ص ۱۱۷، ج۱، و تفسیر الخازن ص ۲۲، ج ۲)

اسی طرح قرآن کریم کے چوبیسویں پارے میں ہے: ''اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضیٰ علیھا الموت ویرسل الاخریٰ الیٰ اجل مسمی '' اللہ ان کے بدنوں سے روحیں قبض کرتا ہے موت کے وقت، اور جن پر موت نہیں آئی ان کی روحیں قبض کرتا ہے نیند کے وقت، پھر جن پر موت کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے ان کی روحوں کو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسر ومحدث علامہ السید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''فتوفی الانفس حین الموت و توفیھا فی وقت النوم بمعنی قبضھا عن الابدان وقطع تعلقھا بھا تعلق التصرف الا ان توفیھا حین الموت قطع لتعلقھا بھا تعلق التصرف ظاھرا و باطنا وتوفیتھا فی وقت النوم قطع لذالک ظاھرا فقط۔۔۔ ویرسل الاخری ای الانفس الاخری وھی النائمۃ الی ابدانھا فتکون کما کانت حال الیقظۃ متعلقۃ بھا تعلق التصرف ظاھرا وباطنا۔ (تفسیر روح المعانی ص ۲۷۷، ج ۲۴)

''موت اور نیند کے وقت ''توفی ارواح'' کا مطلب ہے روحوں کو بدنوں سے قبض کرنا اور بدنوں سے ان کے تصرف والے تعلق کو ختم کرنا، لیکن موت کے وقت جسموں کے ظاہر وباطن سے یہ تعلق ختم ہو جاتا ہے اور نیند کے وقت فقط جسم کے ظاہر سے تعلق ختم ہوتا ہے مگر جسم کے باطن میں روح کا تعلق وتصرف جاری رہتا ہے۔ پھر نیند والوں کی روحوں کو ان کے بدنوں کی طرف چھوڑ دیتا ہے بس وہ ارواح واجسام اسی طرح ہو جاتے ہیں جس طرح وہ بیداری کی حالت میں تھے یعنی پھر روحوں کا جسموں کے ساتھ ایسا تعلق ہو جاتا ہے کہ روحیں جسموں کے ظاہر وباطن میں تصرف کرتی ہیں۔''

فائدہ: نیند کی حالت میں اللہ روحوں کو قبض کرتا ہے پھر ان کو جسموں کی طرف چھوڑ دیتا ہے، قبض کرنے اور چھوڑ دینے سے معلوم ہوا کہ نیند والے کی روح بھی قبض ہو جاتی ہے۔

صحابی رسول حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے، بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رات کے آخری حصہ میں آرام کرنے کی خواہش ظاہر کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے خوف ہے کہ تم صبح کی نماز کے وقت سوئے رہو گے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا میں جگادوں گا، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لیٹ گئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنی سواری کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور ان کو بھی نیند آگئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو سورج طلوع ہو چکا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آواز دی یابلال این ما قلت، اے بلال! آپ نے جو بات کہی تھی وہ کہاں گئی۔ بلال نے کہا آج مجھ پر ایسی نیند طاری کر دی گئی کہ اس سے پہلے اس جیسی نیند کبھی نہیں آئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان اللہ قبض ارواحکم حین شاء وردھا علیکم حین

شاء بے شک اللہ تعالیٰ نے جب چاہا تمہاری روحوں کو قبض کر لیا اور جب چاہا ان روحوں کو تمہاری طرف لوٹا دیا۔
(صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۳۔ ج ۲ ص ۱۱۱۳)

اس حدیث کی شرح میں علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں المعنی من قبض الروح هنا قطع تعلقه عن ظاهر البدن فقط والموت قطع تعلقه بالبدن ظاهراً وباطنا (عمدۃ القاری ص ۱۲۸، ج ۵) ''نیند والے کی روح قبض کرنے کا مطلب ہے روح کے تعلق کا بدن کے ظاہر سے منقطع کرنا، اور موت کا معنی ہے روح کے تعلق کا بدن کے ظاہر و باطن سے منقطع کرنا۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت کی یہ دعا سکھائی ہے باسمك ربي وضعت جنبي و بك ارفعه ان امسكت نفسي فارحمها وان ارسلتها فاحفظها بما تحفظ به عبادك الصالحين اے میرے رب! میں نے تیرے نام کی برکت سے اپنا پہلو رکھا ہے اور تیرے ہی نام کی برکت سے میں اسے اٹھاؤں گا، اے میرے رب! اگر تو میری روح کو روک لے (یعنی موت آ جائے) تو اس پر رحم کیجئے اور اگر اس کو (واپس بدن میں) چھوڑ دے تو اس کی حفاظت کیجئے جیسا کہ تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔ (تفسیر خازن ص ۶۱، ج ۴۔ احکام القرآن للقرطبی ص ۲۶۲ ج ۱۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سونے والا اس حالت میں خواب دیکھے کہ روح آسمان میں ہو اور ابھی جسم کی طرف اس کو نہ چھوڑا گیا ہو تو وہ خواب سچا ہوتا ہے اور اگر اس وقت خواب دیکھے جب روح کو جسم کی طرف چھوڑ دیا ہو اور ابھی جسم میں قرار نہ پکڑا ہو تو اس حالت کا خواب جھوٹا ہوتا ہے۔
(تفسیر خازن ص ۶۱ ج ۴۔ واحکام القرآن للقرطبی ص ۲۲۱، ج ۱۵)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب شرح الصدور میں ایک مستقل فصل قائم کی ہے فصل في تحقيق ان روح الحي تخرج في النوم وتسري الى حيث شاء الله تعالىٰ (اس فصل میں اس بات کی تحقیق ہے کہ زندہ آدمی کی روح نیند کی حالت میں خارج ہو جاتی ہے اور جہاں اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں وہ سیر کرتی ہے) نیند کی حالت میں روح کے قبض کرنے اور بوقت بیداری روح کے واپس چھوڑنے سے معلوم ہوا کہ نیند کے وقت روح بدن سے جدا ہو جاتی ہے اس کے باوجود جسم زندہ ہوتا ہے، اور جسم کا نیند کی حالت میں زندہ ہونا دلیل ہے روح کے بدن کے ساتھ تعلق اور بدن میں اس کے تصرف کرنے پر، اگرچہ بعض حضرات نے ان آیات میں تاویل بھی کی ہے لیکن میں نے جو تفسیر احادیث و آثار کی تائیدات کے ساتھ نقل کی ہے یہ قرآن و حدیث کے ظاہر کے موافق ہے اور اس میں کوئی استحالہ بھی لازم نہیں آتا اس لئے یہی راجح ہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن کریم کی آیات اور احادیث و آثار سے ثابت ہوا کہ جسم میں حیات پیدا ہونے کی دو صورتیں ہیں: (۱) روح جسم کے اندر ہو اور وہ جسم میں تصرف کرے اور حیات پیدا ہو جائے۔ (۲) روح جسم سے جدا ہو اور جسم سے جدا رہ کر جسم کے ساتھ باطنی و مخفی غیر معلوم الکیفیۃ تعلق ہو اور وہ جسم میں تصرف کرے اور حیات پیدا ہو جائے جیسے نیند والے کی روح قبض ہو کر جسم سے جدا ہو گئی، آسمانوں پر چلی گئی، اس کے باوجود نیند کرنے والا آدمی زندہ ہے اور جیسے حیات کی دو صورتیں ہیں ایسے ہی موت کی بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ روح جسم سے جدا ہو جائے اور روح کا جسم

کے اندر ظاہر و باطن سے تعلق و تصرف منقطع ہو جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ روح جسم کے اندر رہے مگر روح کی جسم میں تاثیر اور تصرف منقطع ہو جائے جیسے بڑھئی لکڑی چیر رہا ہے پھر چیرنا بند کر دے تو اس کی ایک صورت یہ ہے کہ آری لکڑی سے نکال کر باہر رکھ دے، دوسری صورت یہ ہے کہ آری لکڑی کے اندر رہنے دے اور اس کو چلانا بند کر دے۔

روح اور جسم عنصری کا تعلق عالم برزخ میں

سعد: حضرت! آپ نے موت کی تعریف کی ہے کہ روح کا جسم سے تعلق اور تصرف منقطع ہو جائے، اب سوال طلب بات یہ ہے کہ جب موت کے بعد میت عالم برزخ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور اس کی روح اعلیٰ علیین یا علیین یا سجین میں چلی جاتی ہے تو روح کا جسد عنصری کے ساتھ تعلق ہوتا ہے یا نہیں؟

مفتی صاحب: میرے عزیز! دو باتیں دل و دماغ میں محفوظ کر لیں:

۱...... روح کا جسم عنصری کے ساتھ ایک تعلق ہے عالم دنیا والا، دوسرا تعلق ہے عالم برزخ والا۔ عالم دنیا والا تعلق تو منقطع ہونے کے بعد قیامت تک منقطع ہی رہتا ہے لیکن موت کے بعد عالم برزخ میں روح کا جسد عنصری کے ساتھ جو غیر معلوم الکیفیۃ برزخی تعلق پیدا ہوتا ہے وہ قیامت تک باقی رہتا ہے، اب دونوں میں فرق سمجھیں۔ روح وجسد کے دنیوی تعلق کی وجہ سے جسم میں محسوس کھلی حیات بھی پیدا ہو جاتی ہے اور کچھ داخلی و خارجی اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں، نبض چلتی ہے، رگیں حرکت کرتی ہیں، آنکھیں پھڑکتی ہیں، انسان سانس لیتا ہے، اندرونی طور پر معدہ غذا کو ہضم کرتا ہے، جگر خون بناتا ہے، دل دھڑکتا ہے اور خون سپلائی کرتا ہے، پھیپھڑوں کے ذریعہ سانس کا نظام چلتا ہے، گردے فلٹر کا کام کرتے ہیں، اسی طرح دنیوی تعلق کی وجہ سے اندرونی طور پر مختلف نفسانی خواہشات جنم لیتی ہیں۔ بھوک، پیاس لگتی ہے، آدمی زندگی کے لئے آب و دانہ کا محتاج ہوتا ہے، بول و براز کا تقاضا ہوتا ہے، جنسی خواہش کی وجہ سے نکاح کرتا ہے۔ محبت و عداوت کے جذبات ابھرتے ہیں۔ بچپن سے لے کر بڑھاپے تک جسم نشو ونما کے مختلف مراحل میں مختلف تبدیلیوں سے گذرتا ہے۔ صحت و بیماری کے عوارض پیش آتے ہیں۔ آدمی راحت و تکلیف کے احوال میں خارجی دنیوی اسباب سے متاثر ہوتا ہے۔ اٹھتا بیٹھتا ہے، دوڑتا، چلتا پھرتا ہے۔ موت سے یہ دنیوی تعلق اور اس کے اثرات ختم ہو جاتے ہیں اور عالم برزخ کے برزخی تعلق کی وجہ سے جسم عنصری میں پوشیدہ، مخفی، برزخی یعنی زیر پردہ حیات اور احساس، شعور، ادراک پیدا ہو جاتا ہے۔ اہل قبور کے مختلف طبقات کے اعتبار سے حیات و شعور کے مختلف درجات ہیں۔ لیکن عالم دنیا کی دنیوی زندگی اور روح و جسم کے دنیوی تعلق والے داخلی و خارجی اثرات مرتب نہیں ہوتے، اور عالم برزخ میں روح اور جسم عنصری کے درمیان دنیوی تعلق، اس کے اثرات اور اس کے دنیوی لوازم و خواص کا کوئی بھی قائل نہیں، اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ عالم برزخ ہو اور تعلق و اثرات پیدا ہوں عالم دنیا والے، یہ بے جوڑ اور اَن فِٹ بات ہے۔

۲...... وقوع موت کے بعد مؤمن کی روح کو فرشتے آسمانوں پر لے جاتے ہیں پھر حکم ہوتا ہے اعیدوہ الی الارض، فرشتہ روح کو مٹھی میں لے کر زمین کی طرف آتا ہے اور غسل کفن دفن تک روح فرشتہ کی مٹھی میں رہتی ہے، البتہ بدن کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جس سے بدن کے باطن میں قدرے حیات و شعور پیدا ہو جاتا ہے، اور جب میت کو دفن کر دیا جاتا ہے تو روح کو بدن میں داخل کر کے وہی دنیا والی عقل و فہم اللہ تعالیٰ پیدا کر دیتے ہیں، سوال

وجواب کے بعد مؤمن کی روح علیین میں اور کافر کی روح سجین میں چلی جاتی ہے، لیکن روح کا بدن یا ذرات بدن کے ساتھ معنوی تعلق واتصال ہوتا ہے جس کی وجہ سے بدن عنصری یا اس کے ذرات میں ایک خاص قسم کی حیات پیدا کر دیتے ہیں جس کو حیات برزخیہ کہا جاتا ہے، برزخ کا معنی ہے پردہ، اور دو چیزوں کے درمیان حائل ہونے والی شئی کو بھی برزخ کہا جاتا ہے، چونکہ برزخی حیات زیر پردہ مخفی حیات ہوتی ہے نیز دنیاوی واخروی حیات کے درمیان ایک خاص قسم کی حیات ہے جو ان دونوں کے درمیان حائل ہے اور من وجہ ان دونوں سے جدا ہے، اسی وجہ سے اُس کو حیات برزخی کہا جاتا ہے، اس صورت میں روح کو ثواب وعذاب اصالۃً ہوتا ہے مگر بدن کو تبعاً، لیکن کبھی کبھی روح کو بدن کے اندر بھی عارضی طور پر داخل کر دیا جاتا ہے اس وقت روح وبدن دونوں کو ثواب وعذاب اصالۃً ہوتا ہے۔

بیک وقت بدن مثالی اور بدن عنصری کے ساتھ تعلق

اگر چہ مستقل طور پر روح بدن عنصری میں قیامت کے روز داخل ہوگی لیکن موت کے بعد عالم برزخ میں روح وبدن عنصری کے درمیان معنوی تعلق قائم رہتا ہے حتی کہ طیر خضر اور بدن مثالی میں ہوتے ہوئے بھی، لہٰذا طیر خضر کی حدیث سے یا بدن مثالی کے اندر ماننے سے روح وبدن عنصری کے تعلق کی نفی نہیں ہوتی۔ اکابر کی جن عبارتوں میں عالم برزخ کے اندر روح کے بدنِ مثالی کے ساتھ تعلق کا ذکر ہے وہاں انہوں نے روح کے بدنِ عنصری کے ساتھ تعلق کی نفی اور انکار نہیں کیا۔ بلکہ ان عبارتوں کے مقابلہ میں ان حضرات کی وہ عبارات زیادہ ہیں جن میں انہوں نے عالم برزخ میں روح کے بدن عنصری یا بدن عنصری کے خوردہ یا سوختہ اجزاء کے ساتھ تعلق کی صراحت کی ہے اور روح کا دونوں بدنوں کے ساتھ بیک وقت تعلق قائم کرنا اللہ کی قدرت میں ہے جیسا کہ آسمان پر سورج ایک ہے لیکن اس کا دنیا کی کروڑوں اشیاء کے ساتھ بیک وقت تعلق ہوتا ہے۔ بجلی کا ٹاور ایک ہوتا ہے مگر اس سے نکلنے والی ایک لائن سے ہزاروں بلب جلتے ہیں، ہزاروں پنکھے، ائیر کولر، اے سی، فریج اور مختلف مشینیں چلتی ہیں، موبائل کا ٹاور ایک ہوتا ہے مگر اس پر ہزاروں موبائل چلتے ہیں، یہ سب کچھ انسانی مصنوعات میں ہے اور جس اللہ نے انسان میں یہ قوت رکھی ہے کیا وہ خود اتنی قدرت نہیں رکھتا کہ ایک روح کا دو جسموں کے ساتھ بیک وقت تعلق پیدا کر دے یعنی بدن مثالی اور بدن عنصری کے ساتھ۔ مولانا نیلوی صاحب نے ص ۳۳ پر سوال وجواب کا عنوان قائم کیا ہے اور اس میں روح کا جسد مثالی اور جسد عنصری کے اجزائے اصلیہ دونوں کے ساتھ تعلق کو تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں روح گو وہاں جسد مثالی کے ساتھ ہوگی مگر تعلق اِس جسد عنصری کے ساتھ بھی ہوگا (بحوالہ ندائے حق ج ۱ ص ۶۹) حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مزید عبارات جواب چہارم میں ملاحظہ کیجئے۔

تائیدات: (۱) ابو المعین نسفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (۵۰۸ھ) کی کتاب بحر الکلام کے حوالہ سے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: واما ارواح الکفار فھی فی سجین فی جوف طیر سود تحت الارض السابعۃ وَھِی مُتَّصِلَۃٌ بأجسادھا فتعذب الْاَرْوَاحُ وتتألم الأجسادُ مِنْہُ (کفار کی روحیں ساتویں زمین کے نیچے سیاہ پرندوں کے پیٹ میں ہیں اور ان کا اپنے اجساد (عنصریہ) کے ساتھ اتصال ہوتا ہے، پس عذاب روحوں کو دیا جاتا ہے اور اس اتصال کی وجہ سے اجساد بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں) (شرح الصدور ص ۱۶۸، باب مقر الارواح۔ وغیرہ)

فائدہ: شہداء کی ارواح بھی سبز پرندوں کے اندر سوار ہوں اور ان کا بھی اپنے اجساد عنصریہ کے ساتھ اتصال ہو تو یہ بھی ممکن ہے۔

(۲) ابن قیم جوزی حنبلی رحمۃ اللہ (م ۷۵۱ھ) حضور ﷺ کی روح کا محل اعلیٰ علیین کو قرار دے کر لکھتے ہیں: لها اتِّصَالٌ بِالْبدنِ فِي الْقَبْرِ واشراف عَلَيْهِ وَتعلق بِه بِحَيْثُ يصلي فِي قَبره وَيرد سَلام من سلم عَلَيْهِ وَهِيَ فِي الرفيق الْأَعْلَى الخ پس روح وہاں پر (اعلیٰ علیین میں) ہے اور اس قبر میں بدن کے ساتھ اتصال ہے اور بدن پر عکس و پرتو ہے جس کی وجہ سے آپ ﷺ اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور روح رفیق اعلیٰ میں ہوتی ہے۔ (کتاب الروح ص ۴۵)

فائدہ: سلام کیا جاتا ہے مدینہ والی قبر کے پاس، معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ مدینہ والی قبر میں نماز پڑھتے ہیں، اُسی میں سلام سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں، اور یہ سب موقوف ہے حیات پر۔

(۳) ابن عبد الہادی حنبلی رحمۃ اللہ (م ۷۴۴ھ) ارواح شہداء والی (طیر خضر والی) حدیث کی طرف اشارہ کر کے اسی مقام پر یہ بھی لکھتے ہیں: وقد تعلقت بالبدن تعلقا يقتضي رد السلام على من سلم عليه وهي في مستقرها في عليين ارواح کا بدن کے ساتھ ایسا تعلق ہوتا ہے جس کی بنیاد پر میت سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتی ہے حالانکہ ارواح علیین میں ہوتی ہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کی روح کے متعلق فرماتے ہیں: هي في مستقرها ولها تعلق بالبدن قوي حتى حمله على الصلاة۔ روح اپنے محل میں تھی لیکن اس کا بدن کے ساتھ اتنا قوی تعلق تھا جس کی وجہ سے انہیں نماز پر قوت حاصل ہوگئی۔ نیز اس کے بعد طیر خضر والی مکمل حدیث لکھ کر فرماتے ہیں: ومع هذا فإذا زارهم المسلم وسلم عليهم عرفوا به وردوا عليه السلام اس کے باوجود جب سلام کرنے والا ان کی زیارت کرتا ہے اور ان پر سلام کرتا ہے تو شہداء اس کو پہچان لیتے ہیں اور اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ (الصارم المنکی ص ۲۲۶)

(۴) ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ (م ۷۹۵ھ) نے لکھا ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک شہداء کی ارواح طیر خضر کے پیٹوں میں ہوتی ہیں (پھر دوسری ارواح کا محل بیان کر کے لکھتے ہیں) وَلَا يُنَافِيهِ سنية السَّلَام على الْقُبُور لِأَنَّهُ لَا يدل على استِقْرَار الْأَرْوَاح على أفنيتها دَائِما لِأَنَّهُ يسلم على قُبُور الْأَنْبِيَاء وَالشُّهَدَاء وأرواحهم فِي أَعلَى عليين وَلَكِن لَهَا مَعَ ذَلِك اتِّصَال سريع بِالْبدنِ لَا يعلم كنهه إِلَّا الله تَعَالَى (الفتاویٰ الحدیثیہ لابن حجر الہیتمی ص ۴) ارواح علیین میں ہوں اور قبور پر سلام مسنون ہو تو ان دونوں کے درمیان کوئی تضاد و منافات نہیں، کیونکہ یہ سنت اس پر دلالت نہیں کرتی کہ ارواح ہمیشہ قبروں کے اردگرد ہوتی ہیں، کیونکہ سلام تو انبیاء اور شہداء پر بھی کیا جاتا ہے حالانکہ ان کی ارواح اعلیٰ علیین میں ہیں لیکن اس کے باوجود ارواح کا بدن کے ساتھ سریع اتصال ہوتا ہے جس کی پوری حقیقت اللہ ہی جانتا ہے۔

(۵) بعض لوگوں نے طیر خضر والی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ ثواب صرف روح کو ہوتا ہے نہ کہ بدن کو۔ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ (م ۷۹۵ھ) ان کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: وهذا لا حجة فيه لأنه لا ينافي اتصال الروح ببدنه (اہوال القبور ص ۸۳) اس میں بدن کے ثواب کی نفی پر کوئی دلیل نہیں کیونکہ ارواح کا طیر خضر میں ہونا اپنے ابدان عنصریہ کے ساتھ اتصال کے منافی نہیں۔

(۶) ابن حجر شافعی رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ) ارواح کا ٹھکانہ علیین و سجین کو قرار دے کر فرماتے ہیں لکل روح بجسدھا إتصال معنوی... وَإِذا نقل الْمَيِّت من قبر إِلَى قبر فالإتصال الْمَذْكُور مُسْتَمر وَ كَذَا لَو تَفَرَّقتِ الأَجْزَاء (شرح الصدور للسیوطی رحمہ اللہ ص ۱۶۴، باب مقر الارواح) ہر روح کا اپنے جسم کے ساتھ معنوی اتصال ہوتا ہے...... جب میت کو ایک قبر سے دوسری قبر کی طرف منتقل کیا جائے تو مذکورہ اتصال باقی رہتا ہے اسی طرح اگر میت کے اجزاء بکھر جائیں تو بھی یہ اتصال باقی رہتا ہے۔

(نوٹ: باب دوم میں ابن حجر رحمہ اللہ کی عبارتوں کے تحت روح و بدن کے اتصال پر متعدد حوالے موجود ہیں)

(۷) علامہ سیوطی شافعی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) مقر ارواح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کچھ ارواح طیر خضر کے پوٹوں میں ہوتی ہیں، یہ لکھ کر فرماتے ہیں: ولکل روح تصال ببدنھا معنوی و تعلق بجسدھا قوی بحیث یصحّ أن یسلّم علیھا، و تفھم ما یقع من الخطاب لدیھا و تسمع الکلام و تردّ السلام و ھی فی الرفیق الأعلی (الحاضرات ص ۳۳۴) ہر روح کا اپنے بدن کے ساتھ معنوی اتصال اور اتنا قوی تعلق ہوتا ہے کہ رفیق اعلیٰ میں ہونے کے باوجود اس روح پر سلام کرنا صحیح ہوتا ہے اور اس کے قریب جو اس کو خطاب کیا جاتا ہے اس کو وہ سمجھ لیتی ہے اور کلام سن لیتی ہے اور سلام کا جواب بھی دیتی ہے۔

(۸) علامہ سیوطی شافعی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) شہداء کی ارواح کا محل طیر خضر اور جنت کو، باقی ارواح کا محل علیین و سجین کو قرار دے کر لکھتے ہیں: لکل روح بجسدھا اتصال معنوی (اتمام الدرایۃ ص ۱۶) ہر روح کا اپنے جسم کے ساتھ معنوی اتصال ہوتا ہے۔

(۹) علامہ سفیری شافعی رحمہ اللہ (م ۹۵۶ھ) مؤمن کی روح کو علیین میں قرار دے کر لکھتے ہیں: فھی متصلة بالبدن... بحیث إذا سلم المسلم علی المیت رد علیه السلام و عرفه بذلك الاتصال و ھی فی مکانھا (شرح البخاری للسفیری ج ۲ ص ۲۲۱) ارواح کا بدن کے ساتھ ایسا اتصال ہوتا ہے کہ جب سلام کرنے والا میت پر سلام کرتا ہے تو میت اس کے سلام کا جواب دیتی ہے اور اسی اتصال کی وجہ سے میت اس کو پہچان لیتی ہے حالانکہ روح اپنی جگہ میں ہوتی ہے۔

(۱۰) ابن حجر مکی رحمہ اللہ (م ۹۷۴ھ) مقر ارواح کی تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بعض ارواح طیر خضر میں ہوتی ہیں، اس کے بعد لکھتے ہیں: وَأَمَّا الْجَسَدُ فَهُوَ وَإِنْ كَانَ بِالْبَرْزَخِ يَحْصُلُ لَهُ بَعْضُ آثَارِهِ لِأَنَّهُ فِيهِ يُحِسُّ بِالنَّعِيمِ وَضِدِّهِ فَلِلرُّوحِ مِنَ الثَّوَابِ أَعْلَاهُ وَلِلْجَسَدِ مِنْهُ أَدْنَاهُ (الفتاویٰ الفقہیۃ الکبریٰ ج ۴ ص ۲۰) جسم اگرچہ برزخ میں ہوتا ہے لیکن اس کو بھی اس کے کچھ آثار حاصل ہوتے ہیں، کیونکہ جسم برزخ میں ثواب و عذاب کو محسوس کرتا ہے، پس روح کو ثواب کا اعلیٰ درجہ حاصل ہوتا ہے اور جسم کو ادنیٰ درجہ حاصل ہوتا ہے۔

(۱۱) ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (م ۱۰۱۴ھ) طیر خضر والی بات ذکر کر کے فرماتے ہیں: مَعَ أَنَّهُ لَمْ يَقُلْ أَحَدٌ أَنَّ قُبُورَهُمْ خَالِيَةٌ عَنْ أَجْسَادِهِمْ وَأَرْوَاحُهُمْ غَيْرُ الْمُتَعَلِّقَةِ بِأَجْسَامِهِمْ لِئَلَّا يَسْمَعُوا سَلَامَ مَنْ يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ (جمع الوسائل ج ۲ ص ۲۳۸) اس کے باوجود یہ کسی نے نہیں کہا کہ شہداء کی قبور ان کے جسموں سے خالی ہوتی ہیں اور ان کی ارواح کا ان کے جسموں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا تاکہ وہ سلام کرنے والے کا سلام نہ سن سکیں۔

(۱۲) علامہ مناوی رحمہ اللہ (م ۱۰۳۱ھ) افصاح وغیرہ کے حوالے سے مقرارواح کی تفصیل کرتے ہوئے طیر خضر کا ذکر بھی کرتے ہیں، پھر اس کے بعد یہ بھی فرماتے ہیں: ولکل روح اتصال معنوی ببدنها ولو تعلق قوی بجسدها بحیث یصلح أن یسلم علیها ویفهم ما یقع من الخطاب لدیها وترد السلام (فیض القدیر ج۱ ص ۵۳۸) ہر روح کا اپنے بدن کے ساتھ معنوی اتصال اور اتنا قوی تعلق ہوتا ہے کہ اس پر سلام کیا جا سکتا ہے اور اس کے قریب جو خطاب کیا جاتا ہے میت اس کو سمجھتی ہے اور سلام کا جواب بھی دیتی ہے۔

(۱۳) زرقانی مالکی رحمہ اللہ (م ۱۱۲۲ھ) شہدائے اُحد کے متعلق حضور ﷺ کا فرمان مع تشریح یوں لکھتے ہیں: جعل الله أرواحهم (مع اتصالها بأجسادهم) فی أجواف طیر خضر (شرح زرقانی علی المواهب ج۲ ص ۴۵۳) اللہ تعالیٰ شہداء کی ارواح کو طیر خضر میں رکھ دیتا ہے لیکن ارواح کا اپنے اجسام (عنصریہ) کے ساتھ اتصال بھی رہتا ہے۔

(۱۴) ابن غانم مالکی رحمہ اللہ (م ۱۱۲۶ھ) ارواحِ شہداء کا مقر طیر خضر، اور اسی طرح دیگر ارواح کا مقر بیان کر کے لکھتے ہیں: وَلِكُلِّ رُوحٍ بِجَسَدِهَا اتِّصَالٌ مَعْنَوِيٌّ... وَيَدُلُّ عَلَى الِاتِّصَالِ مَا وَرَدَ أَنَّ مَنْ سَلَّمَ عَلَى قَبْرِ شَخْصٍ كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّهُ يَعْرِفُهُ وَيَرُدُّ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَهُوَ فِي قَبْرِهِ (الفواکہ الدوانی ج۱ ص۹۷) ہر روح کا اپنے جسم کے ساتھ معنوی اتصال ہوتا ہے...... اور اس اتصال کی دلیل وہ حدیث ہے کہ جو آدمی کسی ایسے آدمی کی قبر پر سلام کرتا ہے جو اس کو دنیا میں پہچانتا تھا تو قبر والا قبر میں رہتے ہوئے اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

(۱۵) علامہ جمل شافعی رحمہ اللہ (م ۱۲۰۴ھ) لکھتے ہیں: ذَكَرَ كَثِيرُونَ مِنَ الْعُلَمَاءِ أَنَّ الرُّوحَ لَهَا اتِّصَالٌ بِالْبَدَنِ وَإِنْ كَانَتْ خَارِجَةً فَيَرَى وَيَعْلَمُ وَيَسْمَعُ وَيَرُدُّ السَّلَامَ (حاشیۃ الجمل علی شرح المنہج ج۲ ص ۱۳۹) بہت سے علماء نے ذکر کیا ہے کہ جب روح بدن سے خارج ہو جاتی ہے تو اس کا بدن کے ساتھ اتصال رہتا ہے، اسی اتصال کی وجہ سے بدن دیکھتا ہے، جانتا پہچانتا ہے، سلام کا جواب دیتا ہے۔

(۱۶) بُجیرمی شافعی رحمہ اللہ (م ۱۲۲۱ھ) ارواح کا مقر بیان کرتے ہوئے شہداء کی ارواح کا مقر طیر خضر کو قرار دیتے ہیں، پھر دیگر ارواح کا مقر بیان کرتے ہوئے ارواحِ کفار کا مقر سجین کو قرار دے کر لکھتے ہیں: وَهِيَ مُتَّصِلَةٌ بِأَجْسَادِهَا فَتُعَذَّبُ أَرْوَاحُهَا فَيَتَأَلَّمُ بِذَالِكَ الْجَسَدُ... كَمَا أَنَّ أَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِينَ فِي عِلِّيِّينَ مُتَنَعِّمَةٌ وَنُورُهَا مُتَّصِلٌ بِالْجَسَدِ (حاشیہ بجیرمی علی الخطیب ج۲ ص ۳۶۵) ارواح کا اپنے اجسام کے ساتھ اتصال ہوتا ہے، پس عذاب ارواح کو ہوتا ہے لیکن اس اتصال کی وجہ سے جسم بھی تکلیف محسوس کرتا ہے...... جس طرح مؤمنین کی ارواح علیین میں ثواب پاتی ہیں لیکن ان کا نور جسم کے ساتھ متصل ہوتا ہے۔

(۱۷) مفسر ابن عجیبہ رحمہ اللہ (۱۲۲۴ھ) ارواحِ شہداء کو طیر خضر میں قرار دیتے ہیں، اسی دیگر ارواح کا مقر بیان کر کے ابن حجر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں: لکل روح بجسدها اتصال معنوی (تفسیر البحر المدید ج۷ ص ۳۰۵) ہر روح کا اپنے جسم کے ساتھ معنوی اتصال ہوتا ہے۔

(۱۸) قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمہ اللہ (م ۱۲۲۵ھ) مقر ارواح علیین وسجین کو قرار دے کر لکھتے ہیں: ومع ذلک لکل روح منها اتصال بجسده فی قبره لا یدرك کنهه الا الله تعالیٰ وبذلك الاتصال یصح

ان یعرض علی الإنسان المجموع المرکب من الجسد والروح مقعدہ من الجنة او النار ویحس اللذة او الألم ویسمع سلام الزائر ویجیب المنکر والنکیر (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۲۲۵) اس کے باوجود ہر روح کا اپنے اس جسم کے ساتھ جو قبر میں موجود ہے اتصال ہوتا ہے جس کی پوری حقیقت اللہ ہی جانتا ہے، اسی اتصال کی وجہ سے اس انسان پر جو جسم اور روح سے مرکب ہے اس کا جنت و دوزخ کا ٹھکانہ پیش کرنا صحیح ہوتا ہے، اور اسی اتصال کی وجہ سے وہ لذت و درد محسوس کرتا ہے اور زائر کا سلام سنتا ہے اور منکر نکیر کو جواب دیتا ہے۔

(۱۹) مفسر آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۰ھ) مقر ارواح کی بحث میں شہداء کی ارواح کو طیر خضر میں تسلیم کرتے ہیں، اسی دیگر ارواح کا محل علیین سجین وغیرہ قرار دے کر ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ غیر شہداء کی ارواح کا محل فناء قبر ہے، پھر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر اس سے مراد یہ ہو کہ ارواح فنائے قبر سے جدا نہیں ہوتیں تو یہ غلط ہے، اور اگر اس سے مراد یہ ہو کہ ارواح کچھ وقت کے لئے آتی ہیں یا اپنے مقر میں رہتے ہوئے ارواح کا قبر کے ساتھ اشراق (تعلق) ہوتا ہے تو یہ حق ہے، پھر اپنی اس بات کی تائید میں بعض محققین کا قول نقل کرتے ہیں: أن الأرواح حیث کانت لها اتصال لا یعلم حقیقته إلا الله تعالی وبذلك ترد السلام وتعرف المسلم ویعرض علیها مقعدها من الجنة أو النار (تفسیر روح المعانی ج ۸ ص ۱۵۳) ارواح جہاں بھی ہوں ان کا (جسد کے ساتھ) ایسا اتصال ہوتا ہے جس کی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے، اور اسی اتصال کی وجہ سے ارواح سلام کا جواب دیتی ہیں، سلام کرنے والے کو پہچانتی ہیں اور ان پر جنت و دوزخ کا ٹھکانہ پیش کرنا صحیح ہوتا ہے۔

(۲۰) دمیاطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۰ھ) مقر ارواح کی بحث کرتے ہوئے شہداء کی ارواح کو طیر خضر میں تسلیم کرتے ہیں، پھر کفار کی ارواح کو سجین میں قرار دے کر لکھتے ہیں: وهی متصلة بأجسادها فتعذب أرواحها فیتألم بذلك الجسد... کما أن أرواح المؤمنین فی علیین متنعمة ونورها متصل بالجثة (اعانۃ الطالبین ج ۲ ص ۱۲۳) کفار کی ارواح کا اپنے جسموں کے ساتھ اتصال ہوتا ہے، پس عذاب ارواح کو ہوتا ہے لیکن اس اتصال کی وجہ سے جسم بھی تکلیف محسوس کرتا ہے...... جس طرح مؤمنین کی ارواح علیین میں ثواب پاتی ہیں لیکن ان کا نور جثے (جسم) کے ساتھ متصل ہوتا ہے۔

نوٹ: روح و بدن کے اتصال و تعلق کے ثبوت پر باب پنجم کے درج ذیل اقوال ملاحظہ کیجئے:۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۳۲۔ ۱۳۴۔ ۱۳۶۔ ۱۵۹۔ ۱۹۳۔ ۲۳۸۔ ۲۴۷۔ ۲۵۰۔ ۲۶۷۔ ۳۲۵۔ ۳۳۹۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۵۸۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۲۔ ۳۷۵۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۳۔ ۴۲۵۔ ۴۲۸۔ ۴۳۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۶۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۷۔ ۴۶۱۔ ۵۲۰۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۸۵۔ ۵۹۸۔ ۶۱۰۔ ۶۲۵۔ ۶۵۰۔ ۶۵۳۔ ۶۷۵۔ ۶۷۷۔ ۶۷۹۔ ۶۹۱۔ ۷۰۷۔ ۷۱۴۔ ۷۱۷۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۳۹۔ ۷۵۵۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۸۱۱۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۹۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۶۷۔ ۸۹۳۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۷۔ ۹۱۶۔ ۹۹۰۔ ۹۹۷۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۸۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۹۷۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۳۔ ۱۴۱۲۔ ۱۴۱۷۔ ۱۴۱۹۔ ۱۴۲۵۔ ۱۴۳۱۔

۱۴۳۴ـ ۱۴۳۷ـ ۱۴۳۹ـ ۱۴۴۰ـ ۱۴۴۱ـ ۱۴۴۹ـ ۱۴۶۳ـ ۱۴۷۶ـ ۱۴۸۱ـ ۱۴۹۷ـ ۱۵۰۳ـ ۱۵۳۹ـ
۱۵۴۸ـ ۱۵۵۳ـ ۱۵۵۵ـ ۱۵۵۸ـ ۱۵۸۴ـ ۱۵۸۵ـ ۱۶۰۴ـ ۱۶۱۳ـ ۱۶۱۵ـ ۱۶۱۶ـ ۱۶۱۸ـ ۱۶۲۴ـ
۱۶۴۷ـ ۱۶۵۸ـ ۱۶۵۹ـ ۱۶۶۰ـ ۱۶۶۱ـ ۱۶۶۶ـ ۱۶۸۰ـ ۱۶۸۶ـ ۱۶۹۱ـ ۱۷۱۰ـ ۱۷۲۷ـ ۱۷۳۵

تائیدات از منکرین حیات

منکرین حیات کے منتخب وکیل اعظم مولانا محمد حسین نیلوی کے چند حوالہ جات آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جن کو عطاء اللہ بندیالوی کے والد مولانا محمد امیر بندیالوی مہتمم ضیاء العلوم سرگودھا القاب دیتے ہیں ''محقق مدقق ماہر علوم نقلیہ وعقلیہ واقف اسرار شرعیہ'' (مقدمہ ندائے حق ص ۱۴)

(۱) مولانا نیلوی لکھتے ہیں: اب رہا یہ سوال کہ تم جسد مثالی میں روح کے دخول کے قائل ہو اور ادھر تم کہتے ہو کہ روح کا تعلق جسد عنصری کے اجزائے اصلیہ کے ساتھ بھی ہوتا ہے، یہ کیا دورنگی چال ہے؟، ایک طرف بات کو لگاؤ، یا جسد مثالی سے تعلق مانو یا صرف اجزائے اصلیہ سے۔ مولانا نیلوی صاحب جواب میں لکھتے ہیں: ہم تو سلف صالحین کی بات کو لے کر اُس پر کاربند ہو جاتے ہیں...... سلف صالحین کے نزدیک یہی مسلک صحیح ہے کہ ان ابدانِ محسوسہ سے نکل کر روح دوسرے مثالی جسم میں داخل ہو جاتی ہے، تو پھر انکار کی ہمیں کوئی گنجائش نہیں...... پھر علماء کا فرمان یہ بھی ہے کہ روح کا تعلق (جسد عنصری کے) اجزائے اصلیہ کے ساتھ ہوتا ہے اور تعلق بھی اتنا جس سے سکھ دکھ محسوس کر سکے، (الضرورۃ تتقدر بقدر الضرورۃ ''جب کوئی چیز بوجہ ضرورت اختیار کی جائے تو بقدر ضرورت ہی اختیار کی جاتی ہے، ضرورت سے زائد نہیں'' کے اصول پر صرف اتنا ہی تعلق قائم کیا جاتا ہے جس سے ضرورت پوری ہو جائے) ضرورت ہے تو صرف اتنی کہ اگر نیک ہے تو تلذذ و تنعم اسے حاصل ہو، اگر بد ہے تو گرزوں کی زد محسوس کر سکے۔ (ندائے حق ص ۳۲، ج۱)

مولانا نیلوی کی اس عبارت سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ عالم برزخ میں اصالۃً عذاب ہوتا ہے روح کو، دوسری یہ کہ روح کا جسد عنصری کے اجزائے اصلیہ عنصریہ کے ساتھ بھی تعلق قائم ہوتا ہے تاکہ روح کے اس تعلق کے واسطہ سے جسد عنصری کے ان اجزائے اصلیہ کو بھی لذت والم اور راحت و تکلیف پہنچ سکے۔

(۲) انسان کے اجزائے اصلیہ (عنصریہ) وہی ذرات ہیں کہ جو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالے گئے تھے پس روح کا تعلق بعد از مرگ (جسد عنصری کے) انہیں اجزائے اصلیہ وذرات کے ساتھ ہے۔ (ندائے حق ص ۳۲ ج۱)

(۳) یہ نظریہ کہ روح کا تعلق (جسد عنصری کے) اجزائے اصلیہ کے ساتھ ہوتا ہے...... صحیح ہو گیا۔
(ندائے حق ص ۳۲، ج۱)

(۴) پس اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ روح کا تعلق (جسد عنصری کے) اجزائے اصلیہ کے ساتھ ہے، اور یہ امر یقینی ہے اور احادیث بھی اس بارے میں اسی طرف مشیر ہیں بلکہ مؤید ہیں کہ جس سے عہد و میثاق لیا تھا کہ اس عہد کو پورا کرنا ہوگا پھر قبر میں امتحان بھی اسی سے لیا جائے گا۔ (ندائے حق ص ۳۲، ج۱)

(۵) روح کا تعلق (جسد عنصری کے) ان اجزائے اصلیہ کے ساتھ ہے۔ (ندائے حق ص ۱۴۱، ج۱)

(۶) علامہ شعرانی کے حوالہ سے مولانا نیلوی لکھتے ہیں: جس ذرہ کو حضرت عزرائیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلی دفعہ زمین سے اپنے قبضہ میں لے لیا تھا وہ ہر انسان میں باقی ہے اس میں قطعاً کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی اسی جز سے منکر نکیر قبر میں سوال کرنے کے لئے متوجہ ہوں گے اور ذرہ کی طرف روح اور حیات دوبارہ واپس کر کے ان سوالوں کے جواب دینے کا ذمہ دار وہی ذرہ بنے گا اور اس کے دوسرے تمام اجزاء چپ ہوں گے اور وہی ذرہ ہے جس کو با تعلق روح عذاب یا ثواب ہوتا رہتا ہے۔ (ندائے حق ص ۴۴، ج ۱)

(۷) روح بعض اعضاء میں اثر کرتی ہے اور بعض اعضاء اس کے اثر کو قبول نہیں کرتے (ندائے حق ص ۴۸، ج ۱) اثر تب ہوگا جب روح کا ان اجزاء عنصریہ کے ساتھ تعلق ہو۔

(۸) قبر میں بھی روح کا تعلق رہتا ہے اور مستقر اصل اس کا علیین یا سجین ہے (ندائے حق ص ۵۱، فتاوی دار العلوم ص ۴۲۶، ۴۲۷، ج ۵) لیکن مولانا نیلوی صاحب نے پوری عبارت نقل نہیں کی کیونکہ پوری عبارت سے معلوم ہوجاتا ہے کہ قبر سے ارضی قبر مراد ہے۔

(۹) بہر حال روح کا تعلق تمام اعضاء کے ساتھ کہنا قول ضعیف ہے اور بعض اعضاء کے کسی حصہ کے ساتھ قول صحیح ہے۔ (ندائے حق ص ۵۱)

(۱۰) مولانا نیلوی صاحب حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: اب چلنا پھرنا تو دوسرے جسم (مثالی) کے ساتھ ہوتا ہے اگرچہ ایک گونہ تعلق پہلے کے ساتھ بھی رہتا ہے۔ (ندائے حق ص ۶۹)

(۱۱) روح کو وہاں (برزخ میں) جسد مثالی کے ساتھ ہوگی مگر تعلق اس جسد عنصری کے ساتھ بھی ہوگا۔ (ایضاً)

(۱۲) دار العمل یعنی دنیا سے ابھی پوری طرح تعلق منقطع نہیں ہوا، اسی وجہ سے اقارب واحباب کے دعوات صالحات اور صدقات ومبرات (نیکیاں) مردہ کے حق میں تخفیفِ عذاب یا رفعِ درجات کا کام دیتے ہیں اور اسی وجہ سے انبیاء ومرسلین اور بعض صالحین کو بطور تکلیف نہیں بلکہ بطور لذت وفرحت قبر وعالم برزخ میں عبادت مثلاً نماز اور حج اور تلاوت قرآن کی اجازت دی جاتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں کہ میں نے (بیت المقدس کی طرف جاتے ہوئے سرخ ٹیلہ کے پاس) قبر میں موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ (ندائے حق ص ۸۹، ج ۱)

فائدہ: موسیٰ علیہ السلام زمینی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے جسد عنصری کے ساتھ، تو اسی طرح باقی اعمال بھی جسد عنصری کے ساتھ ہوں گے اور یہ روح وجسد عنصری کے تعلق کے بغیر نہیں ہوسکتے۔

(۱۳) دوسرے مقام میں نیلوی صاحب لوقا انجیل کے حوالہ سے ایک دولت مند اور ایک غریب کی موت کا قصہ لکھ کر فرماتے ہیں: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد خویش واقارب سے روح کا تعلق باقی رہتا ہے۔
(ندائے حق ص ۹۰، ۹۱، ج ۱)

(۱۴) جب اپنی قوم واقارب وغیرہ کے ساتھ روحانی تعلق قرآن پاک سے ثابت ہے تو اپنے جسد عنصری کے ساتھ روح کا تعلق یقیناً ثابت ہے اسی قرآنی آیت (قال یالیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین) سے بطریق دلالت النص ثابت ہے اور جو بات دلالۃ النص کے ساتھ قرآن کریم سے ثابت ہوجائے وہ اسی طرح قطعی اور یقینی ہوتی ہے جس طرح عبارۃ النص کے ساتھ قرآنِ کریم سے ثابت ہونے

والی بات قطعی اور یقینی ہوتی ہے۔ یہ تعلق ثابت ہے، اس تعلق کا کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا، کیونکہ اس تعلق کے انکار سے قرآنِ پاک کی آیت کا انکار لازم آتا ہے، اور ایک آیت بلکہ ایک کلمہ قرآنیہ کا انکار کفر ہے جس طرح سارے قرآنِ کریم کا انکار کفر ہے۔ (ندائے حق ج ۱ ص ۹۲)

فائدہ: نیلوی صاحب اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس تعلق کی وجہ سے دنیاوی لوازم ثابت نہیں ہوتے، موصوف نے تفصیل کے ساتھ اُن لوازم کا ذکر کیا ہے، جن میں عالم برزخ میں احادیث سے ثابت ہونے والے بعض اثرات کی بھی نفی کی ہے، اس طرح موصوف نے نفی کرنے میں حق و باطل کو خلط ملط کر دیا ہے۔

غیر انبیاء کے روح و جسم عنصری کے برزخی تعلق میں دو قول

روح کے جسد عنصری کے ساتھ برزخی تعلق کے بارہ میں دو قول ہیں۔ ان کے سمجھنے کے لئے پہلے ایک ضروری بات ذہن نشین کرلیں۔ جیسے اطباء کے نزدیک انسان کے جسم میں دو قسم کے اعضاء ہیں۔ اعضائے رئیسہ یعنی دل، دماغ اور جگر۔ ان کے علاوہ دوسرے اعضاء غیر رئیسہ ہیں۔ ایسے ہی ماہرین شریعت علماء کی تحقیق کے مطابق انسان کے جسم عنصری میں دو قسم کے اجزاء ہیں، اجزائے اصلیہ اور اجزائے فضلیہ (یعنی زائد اجزاء) اجزائے اصلیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اول عمر سے اخیر عمر تک اور موت سے لے کر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ ہر حالت میں اپنی اصلی کیفیت پر باقی رہتے ہیں، ان میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے تین مرفوع حدیثیں نقل کی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی الانسان عظما لا تاکله الارض ابدا فیه یرکب یوم القیامة قالوا ای عظم هو یا رسول الله قال عجب الذنب (صحیح مسلم ج ۲، ص ۴۰۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک انسان میں ایک ہڈی ہے زمین اس کو کبھی بھی نہیں کھاتی قیامت کے روز اسی ہڈی سے انسان کا جسم تیار ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ ہڈی کون سی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ریڑھ کی ہڈی کا نچلا حصہ۔ اسی کو محققین علماء نے اجزائے اصلیہ کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ ان اجزائے اصلیہ کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ان اجزائے اصلیہ کے ساتھ روح کا تعلق اولاً ہوتا ہے۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ اجزاء غذا سے نہیں بنتے بلکہ غذا شروع ہونے سے پہلے بدن میں موجود ہوتے ہیں، اس لئے غذا ملنے یا نہ ملنے سے ان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک فرشتہ منی میں مٹی ملا دیتا ہے اس مٹی اور منی سے یہ اجزاء اصلیہ بنتے ہیں (نبراس ص ۳۲۳) مولانا محمد حسین نیلوی مزید ایک خصوصیت یہ لکھتے ہیں کہ انسان کے اجزائے اصلیہ وہ ذرات ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے عہد لینے کے لئے نکالے گئے تھے (ندائے حق ج ۱، ص ۳۲) دوسرے اجزائے فضلیہ یعنی اجزائے زائدہ جن میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے، یہ غذا سے بنتے ہیں، موٹاپے میں زیادہ ہوجاتے ہیں، لاغری میں کم ہوجاتے ہیں، نہ یہ اخیر عمر تک محفوظ رہتے ہیں اور نہ ہی قیامت تک ان کا محفوظ رہنا ضروری ہے، کبھی ان کو مٹی کھا جاتی ہے، البتہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و دیگر کچھ شخصیات اس سے مستثنیٰ ہیں۔

اب سنئے وہ دو قول: (۱) عالم برزخ میں روح کا جسم عنصری کے تمام اجزاء کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا بلکہ جسم عنصری کے اجزاء اصلیہ عنصریہ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ (۲) روح کا تعلق جسم عنصری کے تمام اجزاء کے ساتھ ہوتا ہے۔

تائیدات: (۱) علامہ تفتازانی لکھتے ہیں انه یجوز ان یخلق الله تعالیٰ (بتعلق الروح) فی جمیع الاجزاء او فی بعضها نوعاً من الحیوة (شرح عقائد نسفی ص ۷۷) جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ روح کے تعلق کی وجہ سے تمام اجزاء میں یا بعض اجزاء (اجزائے اصلیہ) میں ایک قسم کی حیات پیدا کردے۔ (۲) علامہ سیوطی لکھتے ہیں و کذالک من تفرقت اجزائه یخلق الله تعالیٰ الحیوة فی بعضها او کلها (شرح الصدور ص ۹۴) اسی طرح قبر میں سوال وجواب ان اموات سے بھی ہوتا ہے جن کے اجزاء بکھر چکے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض اجزاء (اصلیہ) میں یا کل اجزاء میں حیات پیدا کردیتے ہیں۔ (۳) مولانا محمد حسین نیلوی صاحب نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔ موصوف لکھتے ہیں بہر حال روح کا تعلق تمام اعضاء کے ساتھ کہنا تو قول ضعیف ہے اور بعض اعضاء کے ساتھ قول صحیح ہے (ندائے حق ج۱، ص۱۵۱) (۴) نیلوی صاحب لکھتے ہیں روح کا تعلق ان اجزاء اصلیہ کے ساتھ ہے ...... نہ کہ ان اجزاء عرفیہ ظاہرہ حسیہ کے ساتھ کیونکہ ان کے عدم سے انسان کا عدم لازم نہیں آتا...... مگر اجزائے اصلیہ کے معدوم ہونے سے انسان معدوم ہوگا۔ لیکن (موت سے) نہ اجزائے اصلیہ معدوم ہوتے ہیں نہ انسان معدوم ہوتا ہے ہاں البتہ ایک عالم (دنیا) سے نکل کر دوسرے عالم (برزخ) میں چلا جاتا ہے اور اس عالم میں اس کے ساتھ ساری کاروائی کی جاتی ہے۔ ینتقل من دار الی دار۔ (ندائے حق ص ۱۴۱، ۴۲، ج۱)

فائدہ: اجزائے اصلیہ اور اجزائے زائدہ جسم عنصری میں ہوتے ہیں جسم مثالی میں نہیں ہوتے، نیز آدم علیہ السلام کی پشت سے جو اجزاء نکالے گئے تھے وہ جسم عنصری کے اجزاء تھے، جسم مثالی کے نہ اجزاء اصلیہ وزائدہ ہیں اور نہ ان کو آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا گیا۔ نیز مولانا نیلوی یہ بھی مانتے ہیں کہ اجزائے اصلیہ مکمل انسان ہے، چنانچہ لکھتے ہیں ان (اجزائے عرفیہ ظاہرہ حسیہ) کے عدم سے انسان کا عدم لازم نہیں آتا، کیونکہ اگر ایک انسان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا آنکھ پھوڑ دی جائے یا کان کاٹ دیا جائے یا ناک کاٹ دی جائے تو انسان معدوم نہیں ہوتا اور نہ اسے نصف انسان کہتے ہیں نہ ربع انسان کہتے ہیں بلکہ وہ مکمل انسان ہے۔ ہاں اجزائے اصلیہ کے معدوم ہونے سے انسان معدوم ہوگا لیکن نہ اجزائے اصلیہ معدوم ہوتے ہیں نہ انسان معدوم ہوتا ہے (ندائے حق ص ۱۴۱، ۴۲، ج۱) نیز نیلوی صاحب مختلف علماء حضرات کے چھ حوالہ جات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

نتیجہ: دراصل انسان ان اجزائے اصلیہ کا نام ہے۔ (ندائے حق ص ۱۴۱، ۴۲، ج۱)

خلاصہ: اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ عالم برزخ میں روح کا جسم عنصری کے تمام اجزائے عنصریہ کے ساتھ یا اس کے اجزائے اصلیہ عنصریہ (جو مٹی اور منی سے پیدا ہوئے) کے ساتھ تعلق قائم کردیتے ہیں، وہ اجزاء جہاں بھی ہوں اور جس حالت میں ہوں دونوں صورتوں میں روح کا جسم عنصری کے ساتھ بقدرت الٰہی تعلق قائم ہوجاتا ہے۔

قوت وضعف کے اعتبار سے روح وجسم کے تعلق کی دو کیفیات

عالم برزخ میں کبھی روح کا جسم کے ساتھ تعلق قوی ہوجاتا ہے اور کبھی ضعیف، تعلق کے قوی وضعیف ہونے کے ساتھ حیات اور اثرات حیات یعنی شعور وادراک بھی قوی وضعیف ہوتے رہتے ہیں، جیسا کہ صبح صادق سے طلوع شمس تک میت کا شعور وادراک زیادہ ہوجاتا ہے، ایسے ہی جمعہ کے دن بمقابلہ دوسرے ایام کے میت میں شعور وادراک قوی ہوتا ہے، روح کے بدن میں داخل ہونے کی وجہ سے اور کبھی بدن کے زیادہ قریب ہونے کی وجہ

سے۔ عام حالات میں تو عالم برزخ میں روح کو ثواب وعذاب اصالۃً پہنچتا ہے اور بدن عنصری کو تبعاً، لیکن جب روح وبدن کے درمیان تعلق قوی ہو جاتا ہے یا روح بدن میں داخل ہو جاتی ہے تو اس صورت میں روح وبدن دونوں کو ثواب وعذاب اصالۃً ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رَبِّ یَسِّرْ وَاَعِنْ

روح وبدن کے تعلق کی پانچ اقسام

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں روح کے بدن کے ساتھ تعلق کی پانچ قسمیں ہیں اور پانچوں کے احکام ایک دوسرے سے مختلف ہیں: (۱) روح کا بدن کے ساتھ ایک تعلق ہے ماں کے پیٹ میں بحالت جنین۔ (۲) روح وبدن کا دنیوی تعلق عالم دنیا میں بحالت بیداری۔ (۳) روح کا بدن کے ساتھ تعلق بحالت نیند۔ اس حالت میں روح کا بدن کے ساتھ من وجہ تعلق ہوتا ہے اور من وجہ جدا ہوتی ہے۔ (۴) روح کا بدن کے ساتھ تعلق برزخ (قبر) میں، برزخ میں روح اگرچہ (دنیوی) بدن سے جدا ہوتی ہے اور اس سے خالی ہوتی ہے لیکن دنیوی بدن سے کلی طور پر جدا نہیں ہوتی کہ روح کی بدن کی طرف بالکل توجہ ہی نہ رہے، اور ہم نے پہلے وہ احادیث وآثار ذکر کئے جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ بوقت سلام بدن کی طرف روح کو لوٹا دیا جاتا ہے۔ لیکن روح کا یہ اعادہ ایسا ہوتا ہے جس کے ساتھ قیامت سے پہلے عنصری بدن کی کھلی اور محسوس زندگی پیدا نہیں ہوتی۔ (۵) روح کا بدن کے ساتھ تعلق جو قیامت کے دن ہوگا۔ روح وبدن کے سابقہ سب تعلقات کے مقابلہ میں یہ تعلق کامل ترین ہوتا ہے، سابقہ تعلقات کی اس کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں کیونکہ یہ تعلق اتنا مضبوط اور قوی ہے کہ اس کی وجہ سے بدن موت، نیند اور کسی قسم کی خرابی کو قبول نہیں کرتا۔ (کتاب الروح ص ۵۸)

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے روح اور جسم عنصری کے تعلق دنیوی، تعلق منامی اور تعلق برزخی کے جن فروق کی طرف اپنی مختصر عبارت میں اشارہ کیا ہے ان کی تفصیل یہ ہے۔ عالم دنیا میں روح کا جسم عنصری کے ساتھ تین قسم کا تعلق ہوتا ہے: (۱) تعلق حیات، (۲) تعلق تدبیر، (۳) تعلق افعال۔

تعلق حیات کا مطلب یہ ہے کہ اس تعلق کی وجہ سے جسم زندہ ہو جاتا ہے۔ تعلق تدبیر کا مطلب یہ ہے کہ جسم میں جو اندرونی اعضاء ہیں یعنی معدہ، جگر، گردے، پھیپھڑے، دل، وہ اپنا اپنا کام شروع کر دیتے ہیں اور تعلق افعال سے مراد ظاہری اعضاء کی ظاہری حرکات اور ان سے صادر ہونے والے ظاہری افعال۔ بیداری کی حالت میں روح کے جسم کے ساتھ یہ تینوں تعلقات باقی ہوتے ہیں، بیداری کی حالت میں آدمی زندہ بھی ہے، اندرونی اعضاء اپنا اپنا کام انجام دیتے ہیں اور آدمی مختلف ظاہری افعال بھی سرانجام دیتا ہے۔ نیند کی حالت میں صرف دو تعلق باقی رہتے ہیں یعنی تعلق حیات اور تعلق تدبیر، البتہ تعلق افعال ختم ہو جاتا ہے، بحالت نوم آدمی زندہ بھی ہوتا ہے اور معدہ کھانا ہضم کرتا ہے، جگر خون بناتا ہے، دل خون سپلائی کرتا ہے، پھیپھڑے گردے اپنا اپنا کام انجام دیتے ہیں، لیکن ظاہری اعضاء سے ظاہری افعال صادر نہیں ہوتے اور موت کے بعد عالم برزخ میں صرف ایک تعلق باقی رہ جاتا ہے یعنی تعلق حیات، مگر تعلق تدبیر اور تعلق افعال دونوں ختم ہو جاتے ہیں۔ یہ بات یاد رہے کہ عالم برزخ

کی حیات اور عالم دنیا کی حیات میں یہی فرق ہے کہ عالم دنیا والی حیات میں بحالت بیداری روح کا جسم عنصری کے ساتھ تعلق حیات، تعلق تدبیر اور تعلق افعال پورے طور پر باقی رہتے ہیں، جب کہ عالم برزخ والی حیات میں تعلق تدبیر اور تعلق افعال دونوں ختم ہو جاتے ہیں، صرف تعلق حیات باقی رہ جاتا ہے۔

تعلق کی نفی والی عبارات کی حقیقت

جہاں اکابر کی عبارات میں عالم برزخ میں روح کے جسم عنصری کے ساتھ تعلق کی یا جسم عنصری سے حیات کی نفی ہے وہاں نفی ہے تعلق دنیوی کی اور کھلی محسوس حیات کی۔ لیکن روح اور جسم عنصری کے درمیان غیر معلوم الکیفیۃ برزخی تعلق اور برزخی حیات یعنی زیر پردہ غیر محسوس مخفی تعلق اور مخفی حیات کی نفی نہیں ہوتی۔

تائیدات: (۱) امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں فاما ان کہ سبحانہ التی قضی علیھا الموت لا ینافی ردھا الی جسدھا المیت فی وقتٍ ما رداً عارضاً لا یوجب لہ الحیاۃ المعھودۃ فی الدنیا (کتاب الروح ص ۵۸) اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا اس آدمی کی روح کو روک لینا جس پر موت کا فیصلہ ہو گیا اگر عارضی طور پر اس کے مردہ جسد کی طرف روح کو لوٹا دیا جائے تو یہ موت کے منافی نہیں کیونکہ اس رد روح سے دنیا کی معروف زندگی واپس نہیں آتی۔

(۲) ابن حزم نے کہا تھا من ظن ان المیت یحیا فی قبرہ قبل یوم القیامۃ فخطاء (جن لوگوں کا یہ گمان ہے کہ میت کو قیامت سے پہلے زندہ کیا جاتا ہے یہ غلط ہے۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ اجمال ہے، اس میں حق و باطل کے دونوں احتمال ہیں، اگر ابن حزم کی مراد یہ ہے کہ عالم دنیا کی معروف زندگی جس میں روح بدن کے اندر داخل ہو کر اس میں تدبیر و تصرف کرتی ہے اور وہ اس زندگی میں خورد و نوش اور لباس وغیرہ کا محتاج ہوتا ہے تو واقعی یہ بات غلط ہے، جیسا کہ ابن حزم نے کہا ہے، اس کی نص اور حس و عقل تکذیب کرتی ہے۔ وان اراد بہ حیاۃ اخری غیر ھذہ الحیاۃ بل تعاد الروح الیہ اعادۃ غیر الاعادۃ المالوفۃ فی الدنیا لیسأل ویمتحن فی قبرہ فھذا حق ونفیہ خطأ وقد دل علیہ النص الصریح: اور اگر ابن حزم دوسری قسم کی حیات کو غلط کہہ رہے ہیں جو دنیا کی معروف حیات کے علاوہ ہے (یعنی جسم عنصری یا اجزائے جسم عنصری کی برزخی حیات) جس میں روح کا تعلق و اعادہ عالم دنیا کے معروف تعلق و اعادہ سے مختلف ہے تا کہ میت سے قبر میں سوال کیا جائے اور اس کا امتحان کیا جائے تو ایسی حیات کا عقیدہ حق ہے اور اس کا انکار باطل ہے کیونکہ اس پر صریح نص دلالت کرتی ہے۔ (کتاب الروح ص ۵۷، ۵۸)

(۳) علامہ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں الاحادیث مصرحۃ باعادۃ الروح الی البدن عند السوال لکن ھذہ الاعادۃ لا تحصل بھا الحیوۃ المعھودۃ التی تقوم بھا الروح بالبدن و تدبیرہ و یحتاج معھا الی الطعام ونحوہ وانما یحصل بھا للبدن حیاۃ اخری یحصل بھا الامتحان للسؤال الخ (شرح الصدور ص ۹۶) احادیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ بوقت سوال روح بدن عنصری کی طرف لوٹائی جاتی ہے لیکن اس اعادہ روح کے ساتھ عالم دنیا کی معروف حیات حاصل نہیں ہوتی جس میں روح بدن میں داخل ہو کر بدن کی تدبیر کرتی ہے اور بدن اس زندگی میں طعام وغیرہ کی طرف محتاج ہوتا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ نیند والے کی حیات بیدار آدمی کی حیات سے مختلف ہے۔ اسی طرح میت کی روح کے اعادہ سے جو میت کو عالم برزخ میں حیات حاصل ہوتی ہے وہ عالم دنیا کے زندہ آدمی کی حیات سے مختلف ہے۔

معیار محکم عبارات ہیں، مبہم عبارات نہیں

بعض عبارتیں مجمل اور مبہم ہوتی ہیں، اور بعض عبارتیں واضح مفصل اور صریح ہوتی ہیں، مجمل اور مبہم عبارتوں کو واضح اور صریح عبارتوں کے تابع کر کے ان کا ایسا مفہوم لیا جائے گا جو صریح عبارتوں کے موافق ہو۔ قرآنِ کریم میں ہے کہ بعض آیات محکم ہیں اور بعض متشابہ، احکام کی بنیاد محکمات پر ہوتی ہے ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ ایات محکمات ھن ام الکتاب۔ یہی اصول عبارات میں چلے گا۔

آٹھ قسم کی عبارات سے روح و جسم کے تعلق کا اثبات

برزخ میں روح اور جسم عنصری کے درمیان تعلق کے اثبات پر آٹھ قسم کی عبارات سے استدلال ہوسکتا ہے۔ ذیل میں اجمالی طور پر وہ آٹھ قسمیں اور اُن سے طرزِ استدلال ملاحظہ کیجئے:

۱...... ایک وہ عبارات جن میں انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر کی صراحت ہے، اور ذی روح کی حیات موقوف ہے روح و جسم کے تعلق پر۔

۲...... دوسری وہ عبارات جن میں رسول اللہ ﷺ کی قبر اطہر کے پاس پڑھے ہوئے صلوٰۃ وسلام کے سماع کی صراحت ہے۔

۳...... تیسری وہ عبارات جن میں قبر رسول ﷺ کے پاس استشفاع یعنی شفاعت اور دعا کی درخواست کرنے کا ذکر ہے۔ کیونکہ سماع اور طلبِ شفاعت حیات پر موقوف ہے، اور ذی روح کی حیات موقوف ہے روح اور جسد عنصری کے تعلق پر۔

۴...... چوتھی وہ عبارات جن میں روح اور جسم عنصری یا جسم عنصری کے خوردہ یا سوختہ اجزاء کے درمیان تعلق واتصال کی صراحت ہے۔

۵...... پانچویں وہ عبارات جن میں جسم عنصری یا جسم عنصری کے اجزاء میں حیات یا نوع من الحیوۃ کی صراحت ہے، کیونکہ ذی روح مخلوق میں روح سبب حیات ہے، لہٰذا ذی روح مخلوق جیسے انسان ہے اس میں حیات روحِ انسانی کے تعلق کا ثمرہ واثر ہے، پس جیسے سورج کا اثر روشنی ہے اور روشنی کو دیکھتے ہی سورج کے نکلنے کا یقین ہوجاتا ہے اسی طرح جسم عنصری میں حیات روح کے تعلق کا اثر ہے، لہٰذا جسم عنصری یا جسم عنصری کے اجزاء میں حیات کی صراحت سے روح و جسم عنصری کے درمیان تعلق کا بھی یقین ہوجانا چاہئے، ایسے ہی روح و جسم عنصری کے درمیان تعلق کی صراحت سے روح و جسم عنصری کی حیات کا یقین کرلینا چاہئے، کیونکہ روح و جسم عنصری کے تعلق سے حیات پیدا ہوتی ہے، بلکہ محدث العصر حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک روح و جسم عنصری کے تعلق کا نام حیات ہے اور روح و جسم کے درمیان آپس میں جو ملازمہ ہے یعنی آپس میں جو لزوم ہے اس کا تقاضا بھی یہی ہے چنانچہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب المسایرہ فی العقائد المنجیۃ فی الآخرۃ مع شرح المسامرہ ص ۲۲۲ میں لکھا ہے والحیاۃ عرض یلازم وجودہ فی البدن تعلق الروح عادۃ فاذا فارقت الروح فارقتہ الحیاۃ یعنی حیات بدن میں ایک ایسی صفت ہے کہ اس کے وجود اور روح کے تعلق کے درمیان بطور عادت ہمیشہ لزوم ہے۔ پس جب بدن سے روح

جدا ہوتی ہے (یعنی روح کا بدن سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے) تو اس سے حیات بھی جدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے یہ بات یاد رکھیں کہ زمینی قبر میں جسد عنصری کی حیات کے جتنے دلائل ہیں وہ سب روح اور جسد عنصری کے تعلق کے بھی دلائل ہیں، اس تعلق پر قرآن وحدیث کے الگ دلائل کی ضرورت نہیں۔ روح و جسد کے تعلق پر الگ دلائل کا مطالبہ کرنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی آدمی سورج کی روشنی دیکھنے کے باوجود سورج کے طلوع ہونے پر الگ دلیل کا مطالبہ کرے، اور ایسا وہی کرے گا جو پاگل ہو یا ضدی اور معاند ہو۔

۶..... چھٹی وہ عبارات جن میں جسم عنصری یا جسم عنصری کے اجزاء کے لئے عذاب وثواب کا ذکر ہے، کیونکہ عذاب کی تعریف یہ ہے العذاب ایصال الالم الی حی ھوانا وذلا (الفتوحات الالہیہ المعروف بالجمل ج ۱، ص ۱۵۔ روح المعانی ج ۱ ص ۱۳۷) عذاب یہ ہے کہ زندہ کو تکلیف پہنچانا رسوا اور ذلیل کرنے کے لئے۔ مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں لان العذاب والالم لا یصح الا لحی اس لیے کہ تکلیف اور عذاب زندہ کے علاوہ کسی کو نہیں ہوسکتا (اتحاف السادۃ ج ۱۰ ص ۳۷۷) واذا ثبت التعذیب ثبت الاحیاء والمسائلۃ لان کل من قال بعذاب القبر قال بھما (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۵) اور جب قبر میں عذاب ثابت ہو گیا تو قبر میں زندہ کرنا اور سوال وجواب کرنا بھی ثابت ہو گیا کیونکہ جو عذاب کے قائل ہیں وہ ان دونوں کے بھی قائل ہیں اور مولانا محمد حسین نیلوی صاحب لکھتے ہیں کہ عذاب حیات کے بغیر نہیں ہوسکتا لہٰذا عالم برزخ میں حیات کا انکار عذاب قبر کا انکار ہے جو کفر ہے۔ نیز لکھتے ہیں اگر عالم برزخ میں زندگی اور حیات نہ مانے تو عذاب قبر اور تنعم (ثواب) قبر کا انکار لازم آتا ہے حالانکہ عذاب وثواب قبر کے متعلق متواتر احادیث وارد ہیں بلکہ قرآن پاک کی بہت سی آیات سے ثابت ہے اور اس پر امت کا اجماع بھی ہے اور علماء امت نے عذاب وثواب قبر کے انکار کو کفر کہا ہے (ندائے حق ج ۱، ص ۲۱) لہٰذا ذی روح مخلوق کا عذاب موقوف ہے حیات پر اور ذی روح کی حیات موقوف ہے روح کے تعلق پر، اس لئے سلف کی جن عبارات میں جسم عنصری یا جسم عنصری کے لئے عذاب وثواب کا ذکر ہوگا تو ان سے جسم عنصری اور جسم عنصری کے اجزاء کے لئے حیات و روح کا تعلق بھی ثابت ہو جائے گا۔

۷..... ساتویں وہ عبارات جن میں بعد الوفاۃ جسم عنصری کی طرف یا اجزائے جسم عنصری کی طرف روح کے اعادہ کی صراحت ہے۔

۸..... آٹھویں وہ عبارات جن میں قبور مؤمنین کے پاس سلام ودعا وغیرہ کا ذکر ہے، کہ یہ امور موقوف ہیں روح وجسم کے تعلق اور حیات پر۔

قرآن وحدیث میں تعلق کا لفظ دکھانے کا مطالبہ درست نہیں

جیسے قرآن کریم سے نماز کی فرضیت قطعی دلائل سے ثابت ہے حتی کہ فرضیت کا منکر کافر ہے لیکن اگر کوئی منکر صلوۃ سوال کرے کہ اگر نماز فرض ہے تو مجھے قرآن کریم میں صلوۃ کے ساتھ فرض کا لفظ دکھاؤ تو صلوۃ کے ساتھ پورے قرآن کریم میں فرض کا لفظ نہیں دکھایا جا سکتا، البتہ ہم قرآن کریم کے قطعی دلائل کے ساتھ فرضیت ثابت کر سکتے ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم کی سینکڑوں آیات سے عقیدۂ توحید ثابت ہے لیکن لفظِ توحید قرآن کریم میں کہیں نہیں۔ نیز نبی ﷺ اور انبیاء علیہم السلام کے بے شمار معجزات کا قرآن وحدیث میں ثبوت ہے لیکن قرآن

وحدیث میں لفظ معجزہ کہیں نہیں۔ منکرین حیات کے نزدیک روح کا مستقر میت کے لئے قبر ہے لیکن مستقر روح کے لئے قرآن وحدیث میں کہیں بھی قبر کا لفظ نہیں دکھایا جا سکتا۔ اسی طرح منکرین حیات بدن مثالی کے قائل ہیں لیکن قرآن وحدیث میں بدن مثالی کا لفظ نہیں دکھایا جا سکتا اور منکرین حیات روح اور بدن مثالی کے درمیان تعلق کے قائل ہیں لیکن قرآن وحدیث میں تعلق کا لفظ نہیں دکھایا جا سکتا۔ معلوم ہوا کہ دعویٰ کے اثبات کے لئے مخالفین کا متعین کردہ لفظ دکھانا ضروری نہیں ہوتا بلکہ اس کو شرعی دلائل کے ساتھ ثابت کرنا کافی ہوتا ہے۔ اس لیے منکرین حیات کا یہ مطالبہ کرنا کہ قرآن وحدیث میں اگر روح کا جسد عنصری کے ساتھ تعلق ہے تو قرآن وحدیث میں تعلق کا لفظ دکھائیں، یہ ایسے ہی سوال ہے جیسے کوئی قرآنِ کریم میں صلوۃ کے ساتھ فرض کے لفظ کا، یا عقیدہ توحید کے لئے لفظ توحید کا، یا انبیاء کے معجزات کے لئے قرآن وحدیث میں لفظ معجزہ دکھانے کا مطالبہ کرے اور اگر منکرین حیات اس پر اصرار کریں تو قائلین حیات بھی مطالبہ کر سکتے ہیں کہ وہ بھی لفظ توحید قرآن میں صراحتاً دکھائیں، اسی طرح بدن مثالی کا لفظ اور روح کا بدن مثالی کے ساتھ تعلق کا لفظ قرآن وحدیث میں صراحتاً دکھائیں۔

صاحب قبر ''میت'' بھی ہے اور ''حی'' بھی

قبر والا قبر میں اس اعتبار سے میت ہے کہ عالم دنیا والی محسوس تکلیفی زندگی جس میں نشو ونما ہوتا ہے اور آدمی خورد ونش کا محتاج ہوتا ہے اور صحت و بیماری وغیرہ کے عوارض پیش آتے ہیں یہ ختم ہو چکی ہے، لیکن چونکہ زیر پردہ مخفی برزخی حیات میت کے باطن میں ہوتی ہے اس اعتبار سے وہ حی (زندہ) ہے اور اسی کو برزخی زندگی کہا جاتا ہے جس کے مختلف درجات ہیں، نیز قبر میں سوال وجواب کے بعد روح بدن سے جدا ہو کر علیین یا سجین میں چلی جاتی ہے مگر بدن کے ساتھ تعلق حیات باقی رہتا ہے، پس روح کے جدا ہونے کے اعتبار سے میت ہے اور بقائے تعلق کے اعتبار سے حی ہے۔

ابواب حیات انبیاء علیہم السلام فی القبور

دو چیزیں متفق علیہ ہیں: ا۔۔۔۔۔ نبی کریم ﷺ پر اور دوسرے انبیاء علیہم السلام پر عالم دنیا میں موت کا وقوع۔ ۲۔۔۔۔۔ بعد الوفات جسد عنصری میں برزخی مخفی حیات۔ دنیا والی موت کے لئے کتب حدیث میں باب وفاۃ النبی ﷺ قائم کیا جاتا ہے، اور حیات برزخی کے لئے درج ذیل ابواب مختلف عنوانات سے قائم کیے گئے ہیں بلکہ اس پر مستقل کتابیں بھی لکھی گئی ہیں، جب کہ موت فی القبر کا کوئی قائل نہیں، نہ کسی نے اس کا قول کیا ہے، نہ اس پر کوئی رسالہ لکھا گیا ہے اور نہ اس کا کسی کتاب میں باب قائم کیا گیا ہے۔

ابواب ورسائل کی تفصیل

حیات النبی ﷺ فی القبر کے لئے ابواب، عنوانات اور رسائل کی تفصیل درج ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

ا۔۔۔۔۔ امام بیہقی رحمہ اللہ (م ۴۵۸ھ) کا ایک مستقل رسالہ ہے جس کا نام ہے حیاۃ الانبیاء فی قبورھم۔ بہت سے علماء نے اس کا تذکرہ کر کے تعریف کی ہے۔ مثلاً سبط ابن الجوزی (باب ۵۔قول: ۲۱۵) حافظ ابن حجر (باب ۵۔قول: ۵۲۹۔ ۵۴۰) علامہ سخاوی (باب ۵۔قول ۶۴۲) علامہ سیوطی (باب ۵۔قول: ۶۸۰) ابن حجر ہیتمی (باب ۵۔قول: ۸۲۲) ملا علی قاری (باب ۵۔قول: ۸۷۶) وغیرہ۔

۲...... علامہ سبکی (م ۷۵۶ھ) کا بھی اس موضوع پر رسالہ طبع ہو چکا ہے، یہ رسالہ درحقیقت شفاء السقام کا نواں باب ہے الباب التاسع فی حیاۃ الانبیاء۔

۳...... بدر الدین بن الصاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۸۸ھ) نے بھی اس موضوع پر مستقل تالیف کی ہے، اس کا ذکر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔ (دیکھئے باب ۵۔قول: ۴۲۹)

۴...... علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) کا بھی اس موضوع پر مستقل رسالہ ہے جس کا نام ہے انباء الاذکیا بحیاۃ الانبیاء۔ یہ رسالہ علامہ سیوطی کی کتاب الحاوی للفتاوی جلد دوم میں بھی درج ہے۔

۵...... باب السلام علی قبر النبی ﷺ۔ (مصنف عبد الرزاق، کتاب الجنائز)

۶...... باب من کان یاتی قبر النبی ﷺ فیسلم۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجنائز)

۷...... عنوان: الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔ (فوائد ابن مندہ)

۸...... فصل فی ان الانبیاء احیاء فی قبورھم (شرف المصطفیٰ)

۹...... فصل فی حیاۃ الانبیاء فی قبورھم۔ (مرشد الزوار)

۱۰...... باب ذکر الانبیاء فی قبورھم (السنن والاحکام، للضیاء المقدسی)

۱۱...... باب لا تاکل الارض اجساد الانبیاء والشھداء وانھم احیاء۔ (التذکرۃ للقرطبی)

۱۲...... حیاۃ الانبیاء فی قبورھم حیاۃ برزخیۃ۔ (المستدرک علی مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ، مرتب محمد بن عبد الرحمٰن)

۱۳...... فصل فی الکلام فی حیاۃ الانبیاء فی قبورھم۔ (قصیدہ نونیہ لابن قیم)

۱۴...... ذکر سماع رسول اللہ ﷺ سلام من یسلم علیہ۔ (الرصف للعاقولی)

۱۵...... باب حیاۃ الانبیاء فی قبورھم۔ (المقصد العلی فی زوائد ابی یعلی الموصلی، للہیثمی)

۱۶...... التنبیہ الثانی فی حیاۃ الانبیاء۔ (تحقیق النصرۃ لابی بکر المراغی)

۱۷...... باب: الانبیاء احیاء فی قبورھم۔ (اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری)

۱۸...... السادسۃ والاربعون انہ ﷺ حی فی قبرہ وکذالک الانبیاء۔ (امتاع الاسماع للمقریزی)

۱۹...... باب حیاتہ ﷺ فی قبرہ۔ (المطالب العالیہ لابن حجر)

۲۰...... باب حیاۃ الانبیاء۔ (ایضاً)

۲۱...... الباب الثانی... والکلام علی حیاۃ الانبیاء فی قبورھم۔ (الوفاء للسمہودی)

۲۲...... الفصل الثانی... بیان حیاۃ النبی ﷺ فی قبرہ۔ (ایضاً)

۲۳...... باب حیاتہ ﷺ فی قبرہ وصلاتہ فیہ۔ (الخصائص الکبریٰ للسیوطی)

۲۴...... الباب الحادی عشر فی حیاتہ ﷺ فی قبرہ وکذالک سائر الانبیاء۔ (سبل الھدیٰ والرشاد)

۲۵...... الباب الثانی عشر فی صلاتہ ﷺ فی قبرہ وکذالک سائر الانبیاء۔ (ایضاً)

۲۶...... باب چہاردھم در فضائل زیارت حضرت سید المرسلین... واثبات حیات انبیا صلوات اللہ علیھم اجمعین۔ (جذب القلوب ص ۱۹۵۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

موت من وجہ ممتد اور من وجہ غیر ممتد ہے

موت عالم دنیا کے اعتبار سے ممتد ہے، کیونکہ موت سے عالم دنیا کی محسوس و تکلیفی زندگی اور اس کے لوازم دنیویہ جو موت کے ساتھ منقطع ہوئے وہ زندگی اور لوازم دوبارہ عالم دنیا میں تا قیامت بحال نہیں ہوں گے اور عالم برزخ وقبر کے اعتبار سے غیر ممتد ہے یعنی کچھ لمحات کے لئے روح کا جسد عنصری سے اس طرح تعلق منقطع ہوجاتا ہے کہ اس کے ظاہر و باطن سے حیات ختم ہوجاتی ہے، لیکن کچھ لمحوں کے بعد میت کے باطن میں بتعلق روح ایک قسم کی مخفی حیات اللہ تعالیٰ پیدا کردیتے ہیں اس لیے قرآنِ کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کل نفس ذائقۃ الموت، ہر انسان نے موت کو چکھنا ہے، ذائقۃ الموت کے لفظ میں اشارہ ہے کہ ظاہر و باطن سے انقطاع حیات والی موت تھوڑی دیر کے لئے واقع ہوتی ہے اس کے بعد مخفی حیات پیدا کردی جاتی ہے، چکھنا یہ ہے کہ اگر روزے دار عورت سالن وغیرہ کا ذائقہ چکھ لے تو اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا، پس ذائقہ کے لفظ میں قلت کی طرف اشارہ ہے، اس پر متعدد واقعات بھی شاہد ہیں، یہ واقعات حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات میں اور حلیۃ الاولیاء میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ نیز حدیث میں ہے کہ میت غسل دینے والے کو، اور اٹھانے والے کو اور قبر میں اتارنے والے کو پہچانتی ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''اَلْمَيِّتُ يَعْرِفُ مَنْ يُغَسِّلُهُ وَيَحْمِلُهُ وَيُدَلِّيهِ قَالَ: فَقُمْتُ مِنْ عِنْدِ أَبِي سَعِيدٍ إِلَى ابْنِ عُمَرَ فَأَخْبَرْتُهُ فَمَرَّ أَبُو سَعِيدٍ فَقَالَ لَهُ: مِمَّنْ سَمِعْتَ هَذَا الْحَدِيثَ، قَالَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ'' میت غسل دینے والے کو، اٹھانے والے کو، قبر میں اتارنے والے کو پہچانتی ہے، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف گیا اور میں نے اُن کو اس حدیث کی خبر دی، پھر ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے یہ حدیث کس سے سنی ہے؟ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اس مضمون کی متعدد احادیث متعدد سندوں کے ساتھ ثابت ہیں۔ نیز بخاری شریف میں ہے کہ جب میت کو قبرستان کی طرف لے جاتے ہیں تو نیک میت کہتی ہے قدمونی قدمونی اور کافر میت پریشان ہوکر کہتی ہے ہائے ہائے مجھے کہاں لے جارہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبر میں رکھنے سے پہلے میت میں مخفی حیات پیدا ہوجاتی ہے۔ لیکن وہ کمزور درجے کی حیات ہوتی ہے اور جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو سوال وجواب کے لئے قوی حیات دی جاتی ہے تاکہ وہ اپنے پورے شعور وحواس کے ساتھ منکر نکیر کا جواب دے سکے، سوال وجواب ہوجانے کے بعد پھر بتعلق روح اتنی حیات باقی رہ جاتی ہے کہ جس سے قبر کا دکھ سکھ محسوس کرسکے۔

تائید از حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ربیع الاول میں ولادت نبویہ کے ساتھ وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ذکر فرمایا ہے، ولادت کے ساتھ وفات کے بیان کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ:

''ا...... طبعی آثار پر نظر کرکے میں وفات کا لفظ نہ کہوں گا بلکہ سفر آخرت کا لفظ کہوں گا، کیونکہ اس سے غم بڑھتا ہے، اور گو حقیقت پر نظر کرنے سے یہ غم افزا نہ ہونا چاہیے مگر ہم کو تو حقیقت پر نظر کے ساتھ جذبات عشق پر بھی نظر ہے، اور اس نظر سے یہ ضرور غم افزا ہے، گو سفر آخرت کا حاصل بھی وہی ہے جو وفات کا حاصل ہے، مگر دونوں

میں عرفاً وہ فرق ہے جو کھا لیجئے، نوش فرما لیجئے، اور ٹھونس لیجئے میں فرق ہے، مطلب سب کا ایک ہے، مگر تہذیب اس میں ہے کہ نوش فرما لیجئے کہا جائے، اسی طرح سفرِ آخرت میں زیادہ تہذیب ہے جو کہ شرعاً مطلوب ہے..... قرآنِ مجید میں بھی اس کی رعایت کی گئی ہے تو میں بلا ضرورت تہذیب کو کیوں ترک کروں، اس لیے میں سفرِ آخرت کا لفظ اختیار کرتا ہوں کہ یہ بنسبت لفظ وفات کے عاشقانہ تہذیب کو زیادہ لیے ہوئے ہے۔

۲..... اگر نظرِ تحقیق سے دیکھا جائے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضور ﷺ کا سفرِ آخرت بھی آپ کی ایک قسم کی ولادت ہی ہے..... اس لیے اب میں سفرِ آخرت کا لفظ بھی اختیار نہ کروں گا، بلکہ اس کو بھی ولادت سے تعبیر کروں گا اور تحقیق یہ ہے کہ وفات میں دو حیثیتیں ہوئیں، ایک یہ کہ منتہی ہے ایک حیات کا، اور وہ حیات ناسوتیہ (دنیا کی محسوس حیات) اس حیثیت سے وہ بے شک واقعۂ غم ہے، دوسری حیثیت یہ ہے کہ مبدا ہے ایک حیات کا اور وہ حیات ملکوتیہ ہے (یعنی موت کے بعد جسدِ عنصری میں مخفی برزخی حیات) اور اس حیثیت سے وہ بھی معناً ولادت میں داخل ہے، اور اس کا ذکر عین ذکرِ ولادت ہے، تو اب اگر کوئی شخص حضور ﷺ کے سفرِ آخرت کے حالات بیان کرے تو وہ بھی حقیقت میں مولد پڑھ رہا ہے، کیونکہ وہ بھی ایک قسم کی ولادت کا بیان کر رہا ہے۔ اب میں ترقی کر کے کہتا ہوں کہ یہ ولادت ملکوتیہ (یعنی دنیاوی موت) ولادت ناسوتیہ (بطنِ مادر سے ولادت) سے اہم و اعظم ہے، حقیقت کے اعتبار سے بھی، اور آثار کے اعتبار سے بھی۔ حقیقت کے اعتبار سے تو اس لیے کہ جس حیات کی یہ ابتداء ہے یعنی حیات ملکوتیہ وہ بنسبت اُس حیات کے جس کی وہ ولادت ابتداء ہے یعنی حیات ناسوتیہ اقویٰ و ابقی و اصفیٰ و اکمل ہے۔ چنانچہ وہ اقویٰ اس طرح ہے کہ جو تصرفات و افعال انسان سے اِس حیات (حیات ملکوتیہ) میں صادر ہوتے ہیں وہ حیات ناسوتیہ میں صادر نہیں ہوتے، جیسا کہ حدیث میں ہے شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے حواصل (پوٹے) میں جنت میں جہاں چاہتی ہیں کھاتی پھرتی ہیں پھر عرش کے نیچے قندیلوں میں آ کر قرار پکڑتی ہیں، بھلا یہ قوت طیران یہاں کہاں؟، ایک حدیث میں ہے کہ مؤمنین کی روحیں سبز پرندوں کے حواصل میں جہاں چاہتی ہیں کھاتی پھرتی ہے (اور جو لذات روح کو حاصل ہوتی ہیں بوجہ تعلق وہی لذات جسدِ عنصری کو بھی حاصل ہوتی ہیں) اور اصفیٰ اس لیے کہ اتنی راحت اور بے فکری یہاں کہاں؟ اور اکمل اس طرح کہ ولادت ناسوتیہ میں آثار حیات یعنی کمالات متصلاً و فوراً ظاہر نہیں ہوتے۔ چنانچہ بچہ نہ کچھ افعال کر سکتا ہے، نہ چلتا پھرتا ہے، نہ خود کھاتا پیتا ہے، نہ بولتا ہے، بلکہ جمادات کے ساتھ ملحق ہوتا ہے، اور مرنے کے بعد جو ولادت ملکوتیہ ہوتی ہے اس کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں کہ روح پھُر سے ادھر اُڑ گئی جیسا اوپر مذکور ہوا۔ پس مرنے کے بعد ارواح کی یہ حالت دلیل ہے حیات ملکوتیہ کے اکمل ہونے کی، اور یہ حیات ملکوتیہ ابقیٰ اس طرح ہے کہ اس کے لئے فنا نہیں، اور حیات ناسوتیہ کے لئے فناء لازم، یہاں کی صبح کے لئے تو شام بھی ہے وہاں ایسی صبح ہوگی جس کی شام ہی نہیں۔

۳..... ولادت ناسوتیہ کے وقت اور کوئی کمال نہیں ہوتا، تو یہ ولادت ایسی ناقص ہوئی کہ اس کے ساتھ متصلاً کمالات حاصل نہیں ہوتے، اور ولادت ملکوتیہ کے متصل ہی آدمی جامع کمالات ہوتا ہے۔ غرض حیات ملکوتیہ، ناسوتیہ سے ادوم بھی ہے اور اتم بھی، اور اقویٰ بھی اور اعلیٰ بھی اور اصفیٰ بھی ہے، اور ازکیٰ بھی اور اسنیٰ بھی، انفع بھی ہے اور ارفع بھی اور اوقع بھی، احلیٰ بھی ہے اور اشہیٰ بھی، اور اطفیٰ بھی، جی چاہتا ہے اور بیس تیس قافیے کہہ ڈالوں جو

شاید سوچنے سے نکل بھی آئیں۔ جب حیات ملکوتیہ حیات ناسوتیہ سے اعظم ہے تو ولادت ملکوتیہ یعنی حیات ملکوتیہ کی ابتداء جو کہ سفر آخرت یا وفات ہے ولادت ناسوتیہ یعنی حیات ناسوتیہ کی ابتداء سے جو ولادت متعارفہ ہے بھی اہم واعظم ہوگی اور اس سے زیادہ قابل ذکر ہوگی، پھر جب حضور ﷺ کی ولادت ناسوتیہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ کی ولادت ملکوتیہ کا (گو اُس کا نام لغوی وفات ہی ہے) کیوں نہ ذکر کیا جاوے۔ بہرحال میں نے حضور ﷺ کے سفر آخرت کا ذکر اس حیثیت سے اختیار نہیں کیا کہ وہ سفر آخرت ہے، بلکہ اس حیثیت سے اختیار کیا ہے کہ وہ بھی حضور ﷺ کی ایک حیات کی ابتداء کا ذکر ہے، پس جیسا ولادت ناسوتیہ کا ذکر مولد ہے، اسی طرح ولادت ملکوتیہ کا ذکر بھی مولد ہی ہے، بلکہ اس ولادت ملکوتیہ کے اقویٰ و افضل ہونے کے سبب یہ مولد کی اعلیٰ قسم ہے۔

۴...... باقی آثار کی حیثیت سے اہمیت اس لیے ہے کہ ولادت ناسوتیہ جن منافع کا مقدمہ ہے ولادت ملکوتیہ اُن منافع سے افضل واکمل منافع کا مقدمہ ہے۔" (وعظ: المور د الفرخی فی المولد البرزخی، از ص ۲۰۳ تا ص ۲۲۷)

فائدہ: اس اقتباس سے چند امور ثابت ہوئے: (۱) دنیا میں جو کل موت ہے تو موت کے بعد اُسی کے لئے ولادت ملکوتیہ اور حیات ملکوتیہ ہے، اور وہ جسد عنصری ہے۔ کیونکہ تقابل ہے ولادت ناستویہ اور ولادت ملکوتیہ کے درمیان، اور ولادت ناسوتیہ جسد عنصری کے لئے ہوتی ہے، روح کے لئے نہیں ہوتی، تو اس کے مقابلے میں ولادت ملکوتیہ بھی جسد عنصری کے لئے ہوگی۔ (۲) ولادت ناسوتیہ کے بعد بچہ کے جسد عنصری کے لئے افعال ظاہرہ کے کمالات **متصلاً** ظاہر نہیں ہوتے جب کہ ولادت ملکوتیہ کے بعد **متصلاً** کمالات ظاہر جاتے ہیں جو اصالۃً روح کے لئے ظاہر ہوتے ہیں اور تبعاً جسد عنصری کے لئے ظاہر ہوتے ہیں، اور جسد عنصری سے کمالات کا ظہور موقوف ہے حیات پر، معلوم ہوا کہ ولادت ملکوتیہ یعنی دنیاوی موت کے بعد فوراً **متصلاً** حیات پیدا ہو جاتی ہے۔ (۳) رسول اللہ ﷺ کی بعد الوفات جسد عنصری میں جو حیات ہے وہ دنیا والی حیات کے مقابلہ میں بہت ہی اعلیٰ ہے، جیسا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے تفصیل سے اس کا ذکر فرمایا ہے۔

انسان کا مصداق قرآن وحدیث کی روشنی میں

۱...... شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "ان الناس اختلفوا فی مسمی الإنسان: هل هو الجسد وهو الجملة المشاهدة كما يقوله أكثر أهل الكلام من أصحابنا وغيرهم. أو هو اسم لما وراء هذه الجملة وهو الروح كما قاله كثير من أهل الفلسفة وطائفة من أهل الكلام، أو هو اسم للمجموع، على ثلاثة أقوال. والثالث هو الصواب الذى دل عليه الكتاب والسنة وجمهور الناس" (المستدرک علی مجموع الفتاویٰ ج ۱ ص ۹۷)

خلاصہ: انسان کے مصداق میں اختلاف ہے، اس کے متعلق تین قول ہیں: (۱) انسان کا مصداق جسد ہے۔ (۲) انسان کا مصداق روح ہے۔ (۳) انسان کا مصداق روح اور جسم کا مجموعہ ہے اور یہ تیسرا قول ہی صحیح ہے، کیونکہ کتاب وسنت اسی پر دلالت کرتے ہیں، اور جمہور علماء کا مذہب بھی یہی ہے۔

۲...... قالوا فی الآية دلالة على بطلان قول النظام فی أن الإنسان هو الروح لا البدن فإنه سبحانه بين أن الإنسان هو المركب من هذه الصفات وفيها دلالة أيضا على

بطلان قول الفلاسفة الذين يقولون إن الإنسان شيء لا ينقسم وانه ليس بجسم (تفسیر کبیر ج ۲۳ ص ۲۶۵۔ تفسیر روح المعانی ج ۹ ص ۲۱۸) نظام معتزلی کا مذہب یہ ہے کہ انسان صرف روح کا نام ہے بدن کا نہیں، اس پر رد کرتے ہوئے امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ اور مفسر علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس آیت (ولقد خلقنا الانسان من سلالة الخ سورہ مؤمنون آیت ۱۲ تا ۱۴) میں دلالت ہے نظام معتزلی کے مذہب کے باطل ہونے پر، کیونکہ انسان وہ ہے جو ان صفات سے مرکب ہے (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا، پھر ہم نے اس کو رحم میں بصورت نطفہ ٹھہرایا، پھر نطفہ کو علقہ بنایا، پھر علقہ کو مضغہ بنایا، مضغہ سے ہڈیوں کو پیدا کیا، ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اس میں روح پھونکی) نیز اس میں فلاسفہ کے مذہب کے باطل ہونے پر بھی دلیل ہے، ان کا مذہب یہ ہے کہ انسان ایسی چیز ہے جو تقسیم نہیں ہوتی، اور وہ جسم نہیں، (کیونکہ جسم میں بصورت اعضاء بالفعل تقسیم ہے، پھر ہر عضو میں بھی تقسیم ہے)

درج ذیل چالیس آیات میں انسان کی جو صفات ذکر کی گئی ہیں ان کا تعلق روح و جسم عنصری کے مجموعہ کے ساتھ ہے، یہ صفات اکیلی روح میں یا روح و بدن مثالی میں نہیں پائی جاتیں بلکہ روح اور جسد خاکی میں پائی جاتی ہیں، اس لیے ان آیات میں انسان کا مصداق روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے

۱...... "یاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّکُمُ" (پ ۱، سورہ بقرہ، آیت: ۲۱)

عبادت کا حکم فقط اجزائے اصلیہ کو ہے یا مکمل انسان کو؟

۲...... "قَدْ عَلِمَ کُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَھُمْ" (پ ۱، سورہ بقرہ، آیت: ۶۰)

پانی پینے کی جگہ کو فقط اجزائے اصلیہ نے جانا تھا یا مکمل انسان نے؟

۳...... "واذا مسّ الانسان الضّرّ دعانا لجنبه او قاعدا او قآئما. فلما كشفنا عنه ضرّه مرّ كأن لم يدعنا الىٰ ضرّ مسّه" (پ ۱۱، سورہ یونس، آیت ۱۲)

حالت تکلیف میں فقط اجزائے اصلیہ نے پکارا تھا یا مکمل انسان نے؟ تکلیف دور ہونے کے بعد اعراض فقط اجزائے اصلیہ نے کیا تھا یا مکمل انسان نے؟

۴...... "ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حمإ مّسنون" (پ ۱۴، سورہ حجر: ۲۶)

خشک سیاہ بدبودار مٹی سے فقط اجزائے اصلیہ کو پیدا کیا یا مکمل انسان کو؟

۵...... "خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا ھُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ" (پ ۱۴، سورہ نحل: ۴)

نطفہ سے فقط اجزائے اصلیہ کو پیدا کیا یا مکمل انسان کو؟ جھگڑا فقط اجزائے اصلیہ نے کیا یا مکمل انسان نے؟

۶...... "اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا" (پ ۱۵، سورہ اسراء، آیت ۵۳)

شیطان فقط اجزائے اصلیہ کا دشمن ہے یا مکمل انسان کا؟

۷...... "فلمّا نجّٰكم الى البرّ اعرضتم. وكان الانسان كفورًا" (پ ۱۵، اسراء، آیت ۶۷)

دریا سے نجات پائی فقط اجزائے اصلیہ نے یا مکمل انسان نے؟ بعد از نجات نافرمانی فقط اجزائے اصلیہ نے کی یا مکمل انسان نے؟

۸......''واذا انعمنا علی الانسان اعرض ونا بجانبہ'' (پ ۱۵، سورہ اسراء، آیت ۸۳)
انعام اور بعد از انعام اعراض فقط اجزائے اصلیہ نے کیا یا مکمل انسان نے؟

۹......''وکانَ الانسانُ اکثر شیٔ جدلاً'' (پ ۱۵، سورہ کہف، آیت ۵۴)
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جھگڑا فقط اجزائے اصلیہ نے کیا یا مکمل انسان نے؟

۱۰......''ویقول الانسان ءاذا ما مت لسوف اخرج حیاً'' (پ ۱۶، سورہ مریم، آیت ۶۶)
حیات آخرت کا انکار فقط اجزائے اصلیہ نے کیا یا مکمل انسان نے؟

۱۱......''ولقد خلقنا الانسانَ من سللۃ مّن طین'' (پ ۱۸، سورہ مؤمنون: ۱۲)

۱۲......''اللہ الذین خلقکم من ضعف ثم جعل من بعد ضعف قوۃ ثم جعل من بعد قوۃ ضعفاوشیبۃ'' (پ ۲۱، سورہ روم، آیت ۵۴)

۱۳......''ووصینا الانسان بوالدیہِ حملتہ اُمُّہ وھناً علیٰ وھنٍ'' (پ ۲۱، سورہ لقمان: ۱۴)

۱۴......''وَبَدأ خَلق الانسان مِن طین'' (پ ۲۱، سورہ سجدہ: ۷)

۱۵......''اولم یَر الانسانُ انّا خلقنٰہ من نّطفۃ فإذا ھو خصیمٌ مّبینٌ'' (پ ۲۲، سورہ یس ۷۷)

۱۶......''فاذا مسّ الانسان ضرٌّ دعانا ثم اذا خوّلنٰہ نعمۃ مّنّا قال انّما اوتیتہ علیٰ علم (زمر ۴۹)

۱۷......''ھو الذی خلقکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ ثم یخرجکم طفلا ثم لتبلغوا اشدکم ثم لتکونوا شیوخا'' (پ ۲۴، سورہ غافر، آیت ۶۷)

۱۸......''وانّا اذا اذقنا الانسان منّا رحمۃ فرح بھا'' (پ ۲۵، سورہ شوریٰ، آیت ۴۸)

۱۹......''خلق الانسان من صلصالٍ کالفخّار'' (پ ۲۷، سورہ رحمٰن: ۱۴)

۲۰......''ایحسب الانسان الّن نّجمع عظامہٗ'' (پ ۲۹، سورہ قیامہ: ۳)

۲۱......''ایحسب الانسان ان یترک سدًی، الم یک نطفۃ من منی یمنیٰ ثم کان علقۃ فخلق فسوّٰی فجعل منہ الزوجین الذکر والانثیٰ'' (پ ۲۹، سورہ قیامہ: ۳۶)

۲۲......''انّا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج'' (پ ۲۹، سورہ دہر: ۲)

۲۳......''قتل الانسان ما اکفرہ من ای شیٔ خلقہٗ من نّطفۃٍ خلقہٗ''(پ ۳۰، سورہ عبس: ۱۷)

۲۴......''فلینظر الانسان ممّ خلق، خلق من مّآء دافقٍ'' (پ ۳۰، سورہ طارق: ۵)

۲۵......''خَلق الانسان من علقٍ'' (پ ۳۰، سورہ علق: ۲)

۲۶......''یقول الانسانُ این المفرّ'' (پ ۲۹، سورہ قیامہ: ۱۰)

۲۷......''ینبؤ الانسان یومئذٍ بما قدم واخر'' (پ ۲۹، سورہ قیامہ: ۱۳)

۲۸......''یوم یتذکر الانسانُ ما سعیٰ'' (پ ۳۰، سورہ نازعات: ۳۵)

۲۹......''فلینظر الانسان الیٰ طعامہ انّا صببنا المآء صبّا ثمّ شققنا الارض شقا''(عبس ۱۷)

۳۰......''ووصّینا الانسان بوالدیہ حسناً'' (پ ۲۰، سورہ عنکبوت: ۸)

۳۱.....یاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا (حجرات ۳)

۳۲.....''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ'' (پ ۲۷، سورہ ذاریات، آیت ۵۶)

۳۳..... ''وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی'' (پ ۲۷، سورہ نجم: ۳۹)

۳۴.....''خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ'' (پ ۲۷، سورہ رحمن: ۳)

۳۵.....''فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَکْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَکْرَمَنِ'' (سورہ فجر: ۱۵)

۳۶.....''لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ'' (پ ۳۰، سورہ بلد: ۴)

۳۷.....''لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ'' (پ ۳۰، سورہ تین: ۴)

۳۸.....''عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ'' (پ ۳۰، سورہ علق)

۳۹.....''کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی. اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی'' (پ ۳۰، سورہ علق)

۴۰.....''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ. مَلِکِ النَّاسِ. اِلٰهِ النَّاسِ'' (پ ۳۰، سورہ ناس)

خلاصہ آیات

انسان وہ ہے جس کے بدن کی تخلیق سیاہ بدبودار خشک مٹی سے ہوئی، انسان وہ ہے جو نطفہ، علقہ، مضغہ، عظام، گوشت اور نفخ روح کے مراحل سے گزرتا ہے، انسان وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں تین تاریکیوں میں رہتا ہے، اور ماں اس کو جنتی ہے، دودھ پلاتی ہے، انسان وہ ہے جو مرد وعورت کے ملے جلے نطفہ سے پیدا ہوتا ہے، انسان وہ ہے جو آب ودانہ کھاتا پیتا ہے، پھر اس کو بول براز کا تقاضا پیش آتا ہے، انسان وہ ہے جو پاک وناپاک کی دونوں حالتوں سے گزرتا ہے، انسان وہ ہے جس کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے، انسان وہ ہے جس کو دینی احکام کا مکلف بنایا گیا ہے، انسان وہ ہے جس کو بتایا گیا ہے کہ عملی زندگی میں نیکی نیک نامی اور کامیابی کا راستہ ہے اور بدی بدنامی اور ناکامی کا راستہ ہے، انسان وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے زبان سے بیان کرنا سکھایا ہے، انسان وہ ہے جو زندگی بھر محنت ومشقت کرتا ہے، انسان وہ ہے جس کو دنیا کے اندر خوبصورت شکل میں پیدا کیا گیا ہے، انسان وہ ہے جو ابتدائے تخلیق میں ضعیف ہوتا ہے پھر قوی ہو جاتا ہے پھر قوت کے بعد ضعیف ہو جاتا ہے، پھر انتہائی ضعیف ہو جاتا ہے، انسان وہ ہے جو ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے تو بچہ ہوتا ہے پھر بھرپور جوانی کو پہنچتا ہے، پھر بوڑھا ہو جاتا ہے، انسان وہ ہے جو مرتا ہے اور مر کر قبر میں ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے اور بعض کو دنیا میں ہی عذاب کے ذریعے ریزہ ریزہ کر دیا جاتا ہے، انسان وہ ہے جس کو اللہ نے وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا، بعض انسان وہ ہیں جن کو اللہ نے خشکی کی طرف نجات دی پھر انہوں نے اعراض کیا اور پہلوتہی کی، کیونکہ انسان ناشکرا ہے، انسان وہ ہے جس کو اپنے رب کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے، انسان وہ ہے جس کو مرد وعورت کے جوڑا سے پیدا کیا، اور اُن کے قبیلے بنائے تاکہ وہ ایک دوسرے کو پہچان سکیں، انسان وہ ہے جس کا مقصدِ تخلیق عبادت خداوندی ہے، انسان وہ ہے جس کو حکم ہے کہ وہ اپنے طعام کو دیکھے جس کو اللہ تعالیٰ نے پانی اور زمین کی نباتات کے ذریعے عطا کیا ہے، انسان وہ ہے جو قیامت کے دن پریشان ہو کر کہے گا'' ہے کوئی بھاگنے کی جگہ؟''، انسان وہ ہے جو قیامت کے دن دنیا میں اپنے کیے ہوئے اعمال کو یاد کرے گا، انسان وہ ہے جس کو قیامت کے دن آگے بھیجے ہوئے اور چھوڑے ہوئے اعمال کی خبر دی جائے گی،

انسان وہ ہے جو جس کا رب، مالک اور معبود اللہ ہے۔کیا اللہ تعالیٰ روح اور بدن عنصری کے مجموعہ کا رب، مالک اور معبود ہے؟ یا صرف روح اور جزءِ اصلی (جس کو نیلوی صاحب غیر مبصر، جزءِ لاتیجزیٰ لکھتے ہیں) کا رب، مالک اور معبود ہے؟،اور کیا عبادت روح اور بدن عنصری کرتے تھے یا صرف روح اور غیر مبصر جزءِ اصلی کرتے تھے؟

نتیجہ: مذکورہ بالا آیات میں جو صفات بیان ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوا کہ بدن انسانی بھی انسان کا جزء ہے، کیونکہ ان صفات کا تعلق روح و بدن دونوں کے ساتھ ہے،اس لیے انسان کا قرآنی مصداق روح و بدن کا مجموعہ ہے۔

حقیقت انسان کے متعلق منکرین حیات کا نظریہ

ہم حیران ہیں کہ مولانا امیر بندیالوی نے واضح طور پر لکھا ہے کہ قطعیات و یقینیات کے ہوتے ہوئے کسی سلف یا خلف، اکابر یا اصاغر، جماہیر ہوں یا مشاہیر کا قول و فعل حجت نہیں بن سکتا (مقدمہ ندائے حق ص ۱۴)، نیز لکھتے ہیں: مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین و مریدین کا شیوہ یہی ہے کہ کتاب وسنت کے مقابلہ میں کسی کا قول و فعل حجت نہیں سمجھتے (مقدمہ ندائے حق ص ۲۸) نیلوی صاحب لکھتے ہیں: رجال کو حق کے تابع ہونا چاہیے،حق رجال کے تابع نہیں ہوتا، ہر ایک کی بات رد ہوسکتی ہے سوائے اُس ذات معصوم کے علیہ الصلوۃ والسلام۔ (ندائے حق جلد اول ص ۳۱۹)

اتنے بڑے دعوے کے باوجود مولانا نیلوی صاحب ندائے حق کے متعدد مقامات میں لکھتے ہیں کہ انسان کا مصداق انسان کا بدن عنصری نہیں، بلکہ جسد عنصری کے اجزائے اصلیہ ہیں، جن کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ وہ ذرات ہیں جو غیر مبصر ہیں، جزء لاتیجزیٰ ہیں، جو ریزہ ریزہ نہیں ہوتے،جن میں تغیر تبدل نہیں ہوتا، وہ قیامت تک ایک ہی حالت میں رہتے ہیں، اور بعض جگہ لکھتے ہیں کہ انسان روح اور مذکورہ صفات والے جزءِ اصلی کا مجموعہ ہے۔اس تضاد کے باوجود ہمارا سوال یہ ہے کہ منکرین حیات کا انسان کے مصداق کے بارے میں یہ عقیدہ قرآن کے موافق ہے تو قرآن سے وہ آیات پیش کریں جن میں بدن عنصری کے انسان یا جزو انسان ہونے کی نفی ہو اور روح و جزءِ اصلی کے مجموعے کا انسان ہونا ثابت ہوتا ہو اور اس میں جزءِ اصلی کی مذکورہ صفات کی بھی وضاحت ہو اور اگر قرآن سے یہ عقیدہ ثابت نہیں ہوتا تو قرآنِ کریم کی مذکورہ چالیس آیات کے خلاف جو انسان کا مصداق بتائیں اُن کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

قبر کے ثواب و عذاب میں مستعمل الفاظ اور ان کا مصداق

''عالم قبر و برزخ کی جزا و سزا کے سلسلہ میں عموماً قرآن و حدیث میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ یہ ہیں: المیت. المسلم. المؤمن. الکافر. المنافق. الفاسق. المشرك. الرجل. الصالح. الفاجر. الیهود. الذین اٰمنوا. الذین کفروا. آل فرعون. قوم نوح. وغیرہ. العبد. الموتیٰ۔مثلاً حدیث میں ہے کہ اذا اقبر المیت اتاہ ملکان. اذا دخل المیت القبر. المسلم اذا سئل فی القبر. فیجلس الرجل فی قبرہ. یسلط علی الکافر فی قبرہ تسعة وتسعین تنینا. ان العبد اذا وضع فی قبرہ. وغیرہ، وغیرہ!

اور اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ ان الفاظ کا اطلاق ارواحِ مجردہ پر نہیں بلکہ روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر ہوتا ہے، اگر اس سلسلہ میں روح کا لفظ استعمال بھی ہوا ہے تو اس سے روح مجرد ہرگز مراد نہیں بلکہ روح مع الجسد

مراد ہوتا ہے، کیونکہ عالم قبر و برزخ میں روح اصل ہوتی ہے اور جسد اس کے تابع، جیسا کہ عالم دنیا کے اندر جزا و سزا میں جسد اصل ہے اور روح اس کے تابع ہے، اس لیے دنیاوی تکلیف کو اذیت جسمانی کہہ دیا جاتا ہے اسی طرح عالم قبر و برزخ میں روح اصل ہے تو اس کو روحانی عذاب کے ساتھ تعبیر کر دیا جاتا ہے، پس جیسے عالم دنیا میں اذیت جسمانی سے روحانی تکلیف واذیت کی نفی نہیں ہوتی اسی طرح عالم قبر و برزخ میں روحانی تکلیف اور روحانی عذاب کے لفظ سے جسد کی اذیت وعذاب کی نفی نہیں ہوتی، اس لیے جہاں ثواب وعذاب کی نسبت روح کی طرف کر کے روحانی کہا جاتا ہے تو وہاں تبعاً جسد کی اذیت وتکلیف بھی مراد ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ جیسے عالم دنیا میں جسمانی اذیت جسمانی سزا کے ساتھ روح کو بھی اذیت وتکلیف ہوتی ہے اور جسمانی کہنے سے روح کی اذیت وتکلیف کی نفی نہیں ہوتی اسی طرح عالم قبر و برزخ میں روحانی عذاب کے ساتھ جسد عنصری کو بھی عذاب ہوتا ہے اور روحانی کہنے سے جسمانی عذاب کی نفی نہیں ہوتی، لیکن دونوں جہانوں میں جو معذّب ومثاب اصالۃً ہے نسبت اس کی طرف کر دی جاتی ہے، اس لیے روح کے ساتھ جسد کا جزا و سزا میں شریک ہونا آیات کثیرہ اور احادیثِ متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے، پس اگر کسی روایت میں جسد کا لفظ صراحتاً مذکور نہ ہو تو اس سے جسد کی نفی سمجھ لینا کج فہمی وکم فہمی کا نتیجہ ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی جسمانی اذیت کے لفظ سے دھوکا کھا کر روح کی اذیت وتکلیف کی نفی کر دے، حالانکہ جسمانی اذیت کے ساتھ روح کو بھی اذیت وتکلیف ہوتی ہے۔ بعض روایات میں لفظ النسمۃ اور النفس بھی استعمال ہوا ہے لیکن نسمہ اور نفس سے اکیلی روح مراد نہیں کیونکہ اکثر وبیشتر ان الفاظ کا اطلاق روح اور جسد کے مجموعہ پر ہوتا ہے چنانچہ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ امام خلیل رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں النسمۃ الانسان قال والنسمۃ الروح کہ نسمہ انسان کو بھی کہتے ہیں اور روح کو بھی (کتاب الروح ص ۱۳۱) اسی طرح مجمع بحار الانوار ج ۵ ص ۷ ۶۳ میں ہے النسمۃ تطلق علی ذات الانسان جسمًا وروحًا وعلی الروح مفردۃ۔ نسمہ کا لفظ انسان کی روح وجسم کے مجموعہ پر بولا جاتا ہے اور اکیلی روح پر بھی بولا جاتا ہے۔ لیکن جزا و سزا کے سلسلہ میں پہلا معنی مراد ہوتا ہے کہ یہی قرآن وحدیث کے مطابق ہے۔ اسی طرح نفس کا لفظ بھی روح وجسد کے مجموعہ پر بولا گیا ہے، مثلاً واقتلتم نفسا النفس بالنفس۔ لا یکلف اللہ نفسا۔ کل نفس ذائقۃ الموت۔ وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ۔" (ماخوذ از "قبر کی زندگی" ص ۲۰۸)

تعیین محل نزاع

اہل سنت والجماعت اور منکرین حیات کے درمیان نزاع واختلاف کیا ہے؟ پانچ امور ہیں، اُن میں سے چار پر فریقین کا اتفاق ہے۔

امر اوّل: حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے علاوہ نبی کریم ﷺ سمیت تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر عالم دنیا میں موت کا ورود برحق ہے، اِس کا کوئی بھی منکر نہیں، قائلین حیات بھی اس کو مانتے ہیں، اسی لیے نبی کریم ﷺ کی عالم دنیا والی زندگی از ولادت تا وفات ۶۳ سال ہے، اور محدثین حضرات باب قائم کرتے ہیں باب وفاۃ النبی ﷺ، اس سے مراد عالم دنیا کی موت ہے، موت فی القبر مراد نہیں اور نہ ہی کسی محدث نے باب وفاۃ النبی فی القبر کے عنوان سے باب قائم کیا ہے۔ اگرچہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی موت کی کیفیت کے بارے میں

قدرے فروعی اختلاف ہے لیکن نفس موت پر اتفاق ہے، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''حسب ہدایت کل نفس ذائقۃ الموت اور انك میت وانهم میتون تمام انبیاء کرام علیہم السلام خاصکر حضرت سرورِ انام ﷺ کی نسبت موت کا اعتقاد بھی ضروری ہے'' (لطائف قاسمیہ ص ۴) نیز فرماتے ہیں: آپ ﷺ کی وفات اور آپ کا انتقال ہزاروں آدمیوں نے آنکھوں سے دیکھا (آب حیات طبع ملتان ص ۴۴) البتہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی موت اور غیر انبیاء کی موت میں فرق کیا ہے، فرماتے ہیں ''موتِ انبیاء کرام علیہم السلام اور موت عوام میں زمین وآسمان کا فرق ہے، وہاں (موت انبیاء) استتار حیات زیر پردہ، موت ہے، اور یہاں (موت عوام) انقطاع حیات بوجہ عروضِ موت ہے (آب حیات ص ۱۶۸) اور موتِ انبیاء کی اس کیفیت کے بارے میں فرماتے ہیں ''اتنا عرض کیے دیتا ہوں کہ گو عقیدہ تو یہی ہے اور میں جانتا ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی رہے گا مگر اس عقیدہ (موت بصورت استتار حیات) کو عقائد ضروریہ میں سے نہیں سمجھتا، نہ تعلیم ایسی باتوں کی کرتا ہوں، نہ منکروں سے دست وگریبان ہوتا ہوں (لطائف قاسمیہ ص ۵)

خلاصہ یہ کہ نبی کریم ﷺ پر وقوع موت کا عقیدہ رکھنا فرض ہے اور اس کا کوئی بھی منکر نہیں۔

امر دوم: بعد از وفات تمام انسانوں کی ارواح اپنے مستقر میں تا قیامت زندہ ہیں، اگرچہ ارواحِ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے مستقر کے بارے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح اعلیٰ علیین میں ہیں اور اُن ارواح کا اجسام عنصریہ کے ساتھ قوی تعلق ہے، اور دوسرا یہ کہ ارواح کا مستقر اجساد عنصریہ ہیں، علمائے دیوبند میں دونوں قسم کے قول پائے جاتے ہیں۔ اس فروعی اختلاف کے باوجود ارواح کے زندہ ہونے پر اتفاق ہے۔

امر سوم: انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد عنصریہ مقدسہ الآن کما کان اپنی قبور میں محفوظ ہیں۔

امر چہارم: اس پر بھی اتفاق ہے کہ قبور میں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی حیات بعینہ عالم دنیا والی محسوس ظاہری حیات نہیں اور نہ ہی روح وجسم کے درمیان دنیاوی حیات والا تعلق ہے یعنی جس میں حیات کے ظاہری آثار مثلاً نبض کا چلنا، دل کا دھڑکنا، سانس لینا، ظاہری ارادی حس وحرکت، نشوونما، خورد ونوش کا محتاج ہونا، انسانی خواہشات کا ہونا، احکام شریعت کا مکلف ہونا، نماز پڑھنا پڑھانا، جہاد کرنا، یہ کھلی محسوس زندگی اور روح وجسم کے درمیان کھلی اور محسوس زندگی والا تعلق قیامت سے پہلے نہیں ہوگا، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ شہید آرزو کرتا ہے کہ مجھے دوبارہ دنیا میں پہلے کی طرح بھیجا جائے تاکہ میں پھر قتال کروں اور شہید ہو جاؤں، لیکن موت کے بعد دوبارہ دنیا میں اُس پہلے والی محسوس تکلیفی زندگی کے ساتھ کسی کو نہیں بھیجا جاتا۔

مذکورہ بالا چاروں متفقہ عقائد پر قرآن وحدیث کے دلائل بھی موجود ہیں۔ عالم دنیا والی موت پر دلائل وہ آیات واحادیث مرفوعہ ہیں جن میں نبی کریم ﷺ اور دوسرے تمام لوگوں پر ورود موت کا وعدہ اور پیش گوئی ہے، اور اللہ کا وعدہ سچا ہے، جیسے ''اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ'' (الزمر: ۳۰) (آپ پر بھی موت آئے گی اور ان پر بھی موت آئے گی) ''كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ'' (الانبیاء: ۳۵) (ہر انسان نے موت کو چکھنا ہے) ''كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ'' (الرحمٰن: ۲۶) (ہر وہ جو زمین پر ہے فنا ہو جائے گا) ''اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ'' (النساء: ۷۸) (تم جہاں بھی ہو گے موت تمہیں پکڑ لے گی) ''اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى'' (الزمر: ۴۲) (ابدان کی موت کے وقت

اللہ تعالیٰ روحوں کو قبض کر لیتا ہے اور جن پر موت نہیں آئی ان کی روحیں بھی نیند کی حالت میں قبض کر لیتا ہے، پھر جس پر موت کا فیصلہ ہو چکا اس کی روح کو روک لیتا ہے اور نیند والے کی روح کو مقررہ مدت تک چھوڑ دیتا ہے) "وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم " (آل عمران: ۱۴۴) (اور محمد کریم ﷺ اللہ کے رسول ہی ہیں (معبود نہیں)، ان سے پہلے کئی رسول گزر چکے، اگر وہ فوت ہو جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو کیا تم (کفر کی طرف) الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟) ان سب آیات میں اور اس نوع کی احادیث میں عالم دنیا میں دنیاوی موت کا وعدہ ہے، ان میں موت فی القبر مراد نہیں، کیونکہ دنیوی موت عالم دنیا میں آتی ہے۔ یا وہ آیات واحادیث ہیں جن میں عالم دنیا والی موت کے اعتبار سے اُن پر میت یا اموات کا لفظ اطلاق کیا گیا ہے کیونکہ جو آدمی عالم دنیا میں فوت ہو گیا وہ عالم دنیا کے اعتبار سے تا قیامت مردہ ہے، اُس پر میت یا اَموات کا لفظ اِس اعتبار سے بولا جا سکتا ہے، اُن کو عالم برزخ کے اعتبار سے مردہ نہیں کہا گیا۔ جیسے اموات غیر احیاء کی تفسیر میں دو قول ہیں: (۱) اَموات کا مصداق بت ہیں، جو بے جان ہونے کی وجہ سے اَموات ہیں۔ (۲) اَموات کا لفظ تمام معبودانِ باطلہ کو شامل ہے بت ہوں یا عظیم شخصیات ہوں، وہ باعتبار عالم دنیا کے فی الحال مردہ ہیں یا آئندہ اُن پر بھی موت طاری ہو گی جیسے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ملائکہ۔ دراصل یہ آیت مشرکین کے معبودانِ باطلہ کے ابطال پر دلیل ہے کہ معبود وہ ہو سکتا ہے جس پر موت نہ آئے اور جس پر موت آجائے وہ الٰہ نہیں ہو سکتا، دنیا والی موت سے ہی مشرکین کے آلہہ کا اِبطال ہو جاتا ہے، اس دلیل کا حجت ہونا عالم برزخ میں جسد عنصری کی موت پر موقوف نہیں، جب کہ منکرین حیات کے نزدیک شاید صرف عالم دنیا کی موت سے آلہہ باطلہ کی اُلوہیت کی نفی نہیں ہوتی، اُن کے ہاں اس کے لئے ضروری ہے کہ قبر میں حیات کی نفی کی جائے۔

اور روح کے زندہ ہونے پر دلیل وہ احادیث ہیں جن میں تا قیامت روح کے جنت کی نعمتوں ولذتوں سے لطف اندوز ہونے کا اور راحت وفرحت حاصل کرنے کا اور جنت میں سیر کرنے کا ذکر ہے۔

چوتھے متفقہ دعوے پر دلیل یہ ہے کہ جس نے کفر ومعصیت کی زندگی گزاری موت کے وقت وہ آرزو کرتا ہے "رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت" (المومنون: ۱۰۰) (اے میرے رب! مجھے دنیا میں لوٹا دے تا کہ میں وہ عقائد واعمال اختیار کروں جن کو میں نے پہلے چھوڑے رکھا) اللہ کی طرف سے جواب ملتا ہے "کلا انها کلمة هو قائلها ومن ورائهم برزخ الیٰ یوم یبعثون " (ایضاً) (ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، بس یہ اُن کی ایک بات ہے جو وہ کہتے ہیں اور ان کے آگے قبروں سے اٹھائے جانے کے دن تک برزخ ہے) اس آیت سے دو چیزیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ جو بھی دنیا کی زندگی پوری کر کے فوت ہو گیا وہ قیامت سے پہلے عالم دنیا والی محسوس اور کھلی زندگی کے ساتھ لوٹ کر نہیں آئے گا، دوسری یہ کہ موت کے وقت سے عالم برزخ شروع ہو جاتا ہے اور کل نفس ذائقة الموت میں لفظ ذائقة الموت سے بطور اشارۃ النص کے ثابت ہوتا ہے کہ عالم برزخ میں داخل ہوتے ہی برزخی مخفی حیات بھی شروع ہو جاتی ہے کیونکہ کسی چیز کا ذائقہ چکھنا قلیل وقت میں ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ عالم دنیا کے اعتبار سے موت امر ممتد ہے اور عالم برزخ کے اعتبار سے امر غیر ممتد ہے۔ شاید اسی لیے حدیث پاک میں موت کو ایک پُل کا درجہ دیا گیا ہے، پس فوت ہونے والا موت والے پل سے گزر کر برزخی زندگی میں داخل ہو جاتا ہے، پس موت دنیوی زندگی اور برزخی زندگی کے درمیان پل کی حیثیت رکھتی ہے۔

امر پنجم: پانچویں چیز جس میں اختلاف ونزاع ہے وہ یہ ہے کہ۔ (۱) تمام اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے دنیاوی اجسام عنصریہ بعلق روح (خواہ تعلق دخولی ہو یا اتصالی) قبور میں باطنی اور مخفی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں اور ان میں شعور وادراک اور علم وعقل بھی ہے، لیکن یہ حیات عالم دنیا کی بعینہٖ محسوس زندگی نہیں اور نہ اُس محسوس زندگی والا روح وجسم کے درمیان تعلق ہے جس تعلق کی وجہ سے جسد عنصری میں خواہشات اور ظاہری اثرات پیدا ہوتے ہیں، البتہ منکرین پر اتمام حجت اور اظہار قدرت کے لئے کبھی اس مخفی حیات کو ظاہر بھی کر دیا جاتا ہے جیسا کہ عذاب قبر قبور میں جن وانس سے پوشیدہ رکھا گیا ہے مگر منکرین پر اتمام حجت کے لئے اور اپنی قدرت کے اظہار کے لئے کبھی ظاہر بھی کر دیا جاتا ہے۔ (۲) تمام اہل سنت والجماعت کے نزدیک روح اور جسد عنصری دونوں جنت میں ہیں، اور جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

قبر میں جسم عنصری کی مخفی حیات کے مختلف نام

قبر میں جسم عنصری کی مخفی حیات کے مختلف حیثیات اور مختلف اعتبارات سے مختلف نام اور مختلف تعبیرات ہیں، ایسا کیوں ہے؟ اس کو مثال سے سمجھیں، مثلاً ایک ہی آدمی ہے اس میں مختلف کمالات ہیں اور ہر کمال کے اعتبار سے اس کا علیحدہ نام ہے جیسے حفظ قرآن کے اعتبار سے حافظ، قراءت قرآن کے اعتبار سے قاری، افتاء والے کمال کے اعتبار سے مفتی، تفسیر قرآن کی مہارت کے لحاظ سے مفسر، علم حدیث میں کمال کی وجہ سے محدث، اور خوش بیان ہونے کے اعتبار سے خطیب ومقرر، روحانی شخصیت ہونے کے اعتبار سے پیر ومرشد۔ اسی طرح ایک ہی آدمی ہے، اپنے ماں باپ کے اعتبار سے بیٹا، اپنی اولاد کے اعتبار سے باپ، اپنے دادا نانا کے اعتبار سے پوتا اور نواسہ، اور اپنے پوتوں اور نواسوں کے اعتبار سے دادا اور نانا، ازدواجی رشتے کے اعتبار سے شوہر، بہن والے رشتے کے اعتبار سے بھائی۔ لہٰذا ایک ہی چیز کے مختلف اعتبارات اور مختلف حیثیات سے مختلف تعبیرات مختلف عنوانات اور مختلف نام ہو سکتے ہیں، اس سے عنوان بدلتا ہے معنون نہیں بدلتا، تعبیر بدلتی ہے معبر ایک ہی رہتا ہے، نام بدلتے ہیں چیز ایک ہی رہتی ہے۔ زمینی قبر میں جسم عنصری کی حیات کے بھی مختلف اعتبارات اور مختلف حیثیات سے مختلف نام ہیں۔ اس لیے جو شخص ارضی قبر میں جسم عنصری میں مخفی حیات مانتا ہے وہ تعبیر جو بھی اختیار کرے قائل حیات ہے کہ اس کا اختلاف نام میں ہے حیات میں نہیں، اسی کو کہا جاتا ہے لفظی اختلاف، اس کی نہ کوئی خاص حیثیت ہوتی ہے اور نہ اس کو باعث نزاع بنانا چاہیے۔

(۱) حیات اخروی: جسم عنصری کی اِسی زمینی قبر والی حیات جسمانی کو حیات اخروی بھی کہا جاتا ہے کیونکہ زمینی قبر عالم برزخ کا حصہ ہے اور عالم برزخ من وجہ آخرت کا حصہ ہے، جیسے حدیث میں ہے القبر اول منزل من منازل الآخرۃ (قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے)، اور دوسری حدیث میں ہے اذا مات احدکم فقد قامت قیامتہ (جب تم میں سے کسی پر موت آتی ہے تو اس پر قیامت قائم ہو جاتی ہے) اس وجہ سے موت کے بعد عالم برزخ میں حاصل ہونے والی حیات کو حیات اخروی کہا جاتا ہے۔ نیز جیسے عالم آخرت کی اخروی زندگی میں صرف جزاء وسزا ہوگی، تکلیفی اعمال نہیں ہوں گے، اسی طرح عالم برزخ کی زندگی میں بھی محض جزاء وسزا ہوتی ہے، تکلیفی اعمال نہیں ہوتے، اس وجہ سے بھی اس کو حیات اخروی کہا جاتا ہے، یعنی عالم برزخ، عالم آخرت کی طرح دار الجزاء ہے اس لیے عالم برزخ کی حیات کو حیات اخروی کہا جاتا ہے۔

(۲) حیات دنیوی: یہ اس لیے کہ قبر میں محل حیات دنیا والا جسد عنصری ہے یعنی دنیا والے عنصری اصلی جسم میں مخفی حیات ہے، اور اس وجہ سے بھی کہ عالم برزخ من وجہ عالم دنیا کا حصہ اور اس کا تتمہ ہے۔ مولانا نیلوی لکھتے ہیں ''اس (عالم برزخ) کا کچھ تعلق اس دنیا کے جہان کے ساتھ بھی ہے اور کچھ تعلق آخرت کے جہان کے ساتھ بھی ہے (ندائے حق ج۱ ص۸۵) اس عالم (عالم برزخ) کا عذاب من وجہ عذاب دنیاوی سے مشابہت و مناسبت رکھتا ہے کہ منقطع ہو سکتا ہے، اور من وجہ عذاب اخروی سے تعلق رکھتا ہے، اس لیے کہ یہ عذاب درحقیقت عذاب آخرت کا آغاز اور شروع ہے، اسی طرح عالم برزخ کی راحت و آرام بھی من وجہ عالم دنیا کی راحت و آسائش سے اور من وجہ عالم آخرت کی راحت و آسائش سے مناسبت رکھتی ہے، جناب نیلوی صاحب لکھتے ہیں: دار العمل یعنی دنیا سے ابھی پوری طرح تعلق منقطع نہیں ہوا (ندائے حق ج۱ ص۸۹) اور قبر سے مراد عالم برزخ ہے جو دنیا کی دار اور آخرت کی دار کے درمیان واسطہ ہے اور اس عالم کا تعلق دونوں مقاموں (دنیا و آخرت) کے ساتھ ہے۔ (ندائے حق ج۱ ص۶۵)

حیات دنیاوی کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام پہلے کی طرح مکلف ہونے والی کھلی محسوس دنیاوی زندگی کے ساتھ مع لوازم دنیا عالم دنیا میں دوبارہ واپس آ گئے ہیں، چونکہ منکرین حیات نے دنیاوی زندگی سے یہی مفہوم سمجھا تو اپنی اس غلط فہمی کی وجہ سے عجیب عجیب سوالات اور شکوک و شبہات پیدا کرنے شروع کر دیئے، مثلاً اگر حضور ﷺ دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں تو مسجد میں آ کر نماز کیوں نہیں پڑھاتے؟، قبر میں اذان و اقامت کہتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، مسجد میں کیوں نہیں آ کر پڑھتے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسائل کے اندر آپس میں اختلاف کرتے ہیں مگر آپ ﷺ سے پوچھ کیوں نہیں لیتے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جنگیں ہوئی ہیں آپ ﷺ نے آ کر اُن کے درمیان صلح کیوں نہیں کرائی؟ آپ ﷺ دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں تو آپ ﷺ کا کفن دفن جنازہ کیوں ہوا؟ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے زندہ نبی کو زندہ در گور کر دیا؟ اگر حضور ﷺ دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ کیسے بن گئے؟ کیا زندہ کا خلیفہ بھی ہوتا ہے؟ جب حضور ﷺ کی کل عمر ۶۳ سال ہے تو اس کے بعد کیسے زندہ ہیں؟ دنیاوی زندگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے سلام کا جواب سنتے تھے لیکن اب دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں مگر جواب کیوں نہیں سنائی دیتا؟ قائلین حیات کی اس وضاحت کے بعد یہ سب شکوک و شبہات دور ہو جانے چاہئیں اور اس پر مبنی اپنے فاسد اور غلط سوالات اور شکوک و شبہات سے رجوع کر لینا چاہیے، ورنہ قائلین حیات کی طرف سے ان سب سوالات اور شبہات کا بڑا آسان جواب ہے کہ ان حضرات نے جتنے سوالات کیے ہیں یہ احکام عالم دنیا کی ظاہری کھلی محسوس تکلیفی زندگی کے ہیں، جس کے قائلین حیات قائل نہیں، اور جس زندگی کے قائلین حیات قائل ہیں یعنی عالم برزخ کی مخفی برزخی دنیاوی زندگی، اُس کے یہ احکام نہیں، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جہاں خلیفہ ہیں یعنی دنیا، وہاں نبی زندہ نہیں، اور جہاں نبی علیہ السلام زندہ ہیں یعنی عالم قبر اور عالم برزخ، وہاں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ نہیں۔ خلاصہ یہ کہ دنیاوی زندگی کے دو معنی ہیں، ایک یہ کہ عالم دنیا میں محسوس ظاہری کھلی تکلیفی زندگی کے ساتھ مع لوازم دنیا یعنی صحت بیماری وغیرہ کے ساتھ زندہ ہیں، دوسرا یہ کہ عالم برزخ میں جو من وجہ عالم دنیا کا حصہ ہے اُس میں دنیا والا جسد عنصری باطنی و مخفی حیات کے ساتھ زندہ ہے جس میں لوازم دنیا اور حیات کے ظاہری بدنی آثار نہیں پائے جاتے، قائلین حیات دنیاوی زندگی سے دوسرا معنی مراد لیتے ہیں جب کہ منکرین حیات پہلا معنی مراد لے کر شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور عجیب عجیب سوالات کرتے ہیں، اس سے یہ بھی

معلوم ہوا کہ عالم دنیا والا جسد عنصری اور عالم برزخ والا جسد عنصری ذات کے اعتبار سے ایک ہیں لیکن صفات کے اعتبار سے ایک دوسرے کے مغایر اور ایک دوسرے سے مختلف ہیں جیسا کہ عالم دنیا والا جسد عنصری آخرت میں صفات کے اعتبار سے عالم دنیا کے جسد عنصری سے مختلف ہوگا جیسے حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز کافر کی داڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہوگی، جسد عنصری وہی دنیا والا لیکن قیامت کے دن اُس کی کمیت بڑھ جائے گی، لہٰذا انبیاء کرام علیہم السلام عالم دنیا کے اعتبار سے اموات ہیں اسی لیے اُن پر موت کے احکام جاری ہوئے اور عالم برزخ میں مخفی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔

نوٹ: جہاں حیات دنیاوی کی نفی ہے وہاں دنیاوی سے عالم دنیا کی کھلی محسوس تکلیفی حیات مراد ہے، اور جہاں اثبات ہے وہاں حیات دنیاوی سے عالم برزخ میں دنیا والے جسم عنصری کی باطنی، مخفی حیات مراد ہے، یعنی اس مخفی، برزخی حیات کا محل دنیا والا جسم ہے۔

(۳) حیات برزخی: زمینی قبر میں جسم عنصری کی حیات کو برزخی حیات اس لیے کہا جاتا ہے کہ زمینی قبر عالم برزخ کا حصہ ہے، پس یہ حیات عالم برزخ میں حاصل ہوئی ہے۔ نیز برزخ کا معنی ہے پردہ، چونکہ جسم عنصری کی قبر والی حیات اور آثار حیات پوشیدہ اور زیر پردہ ہیں اس لیے اس کو برزخی حیات کہا جاتا ہے۔ زمینی قبر میں جسم عنصری کی مخفی حیات کا محل دنیاوی جسم ہے اور حیات کا زمانہ عالم برزخ ہے، پس محل حیات کے اعتبار سے حیات دنیاوی ہے اور زمان ومکانِ حیات کے اعتبار سے حیات برزخی ہے۔ لیکن منکرین حیات کہتے ہیں کہ جسد عنصری برزخ میں نہیں، روح برزخ میں ہے، اور روح کو حیات حاصل ہے، اس لیے روح کی حیات برزخی حیات ہے، چنانچہ مولانا نیلوی لکھتے ہیں: کہ برزخی حیات ہر شخص کی روح کو حاصل ہے اور اسی سے جزاء سزا کا ادراک ہوتا ہے۔ (ندائے حق ج ۱ ص ۴۸۳، ۴۸۴)

لا برزخیۃ کی وضاحت

سوال: المہند کی عبارت میں تضاد ہے، شروع میں ہے دنیویۃ لا برزخیۃ اور اخیر میں ہے حیاتہ دنیویۃ برزخیۃ۔

جواب: دونوں جگہ برزخیہ کا علیحدہ علیحدہ معنی مراد ہے، لا برزخیۃ میں اس معنی کی نفی ہے جو منکرین حیات مراد لیتے ہیں، اور اخیر میں برزخیۃ کے اس معنی کا اثبات ہے جو قائلین حیات مراد لیتے ہیں۔ منکرین حیات حیات برزخیہ کا معنی کرتے ہیں کہ فقط روح زندہ ہے، جسم عنصری میں حیات نہیں، وہ روحانی حیات کا معنی بھی یہی کرتے ہیں کہ فقط روح زندہ ہے، اور یہ معنی کر کے جسمانی حیات کی نفی کرتے ہیں، جب کہ اہل السنۃ والجماعۃ روح وجسم عنصری دونوں کی حیات مانتے ہیں، اور برزخیہ کا معنی یہ ہے کہ جسم عنصری کے اندر مخفی حیات عالم برزخ میں ہے، پس لا برزخیۃ میں منکرین حیات کے بیان کردہ معنی کی نفی ہے، اور دنیوۃ برزخیۃ میں قائلین حیات نے جو معنی کیا ہے اس کا اثبات ہے، اس لیے موت کے بعد جسم عنصری کی حیات، برزخیہ بھی ہے اور اُس معنی کے لحاظ سے جو ابھی نمبر دو میں گزرا دنیوی بھی ہے، چنانچہ المہند کی اسی عبارت کے اخیر میں لکھا ہے حیاتہ دنیویۃ برزخیۃ لکونھا فی عالم البرزخ، آپ ﷺ کی حیات دنیویہ برزخیہ ہے، کیونکہ وہ عالم برزخ میں ہے۔ لیکن منکرین حیات نے حیات دنیوی اور حیات برزخی کا خودساختہ معنی کر کے ان کے درمیان تقابل اور تضاد پیدا کر دیا، حیات

دنیاوی کا معنی یہ کیا "دوبارہ عالم دنیا میں بمع لوازم دنیا زندہ ہو جانا"، اور برزخیہ کا معنی کیا کہ "عالم برزخ میں فقط روح زندہ ہے جسم عنصری میں حیات نہیں"۔ چنانچہ مولانا محمد امیر بندیالوی مقدمہ ندائے حق ص ۲۸۔ و۔ ۲۹ میں لکھتے ہیں "مسئلہ حیات النبی ﷺ میں جب اختلاف ہوا تو جس وقت محبان اکابر نے دنیوی کی قید لگا کر اپنے مقابلین کو منکرین حیات النبی ﷺ کا فتویٰ دے دیا تو مریدین و معتقدین حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ نے حیات النبی ﷺ کا وہ مفہوم مراد لیا جو احادیث نبویہ میں ملا یعنی حیات برزخیہ ...... اور یہ بھی یاد رہے کہ حیات برزخیہ حیات دنیویہ سے افضل، اکمل، اعلیٰ، اولیٰ، اقویٰ، اقرب الی اللہ ہے، جس کو خود پیغمبر علیہ السلام نے پسند فرمایا۔" اور ندائے حق جلد اول ص ۸۳ پر لکھا ہے "وہ زندگی جو مرنے کے بعد اُسے نصیب ہوئی ہے وہ نہ دنیاوی زندگی اور نہ مماثل اس زندگی دنیاوی کے ہے، بلکہ وہ زندگی اس زندگی سے الگ ہے، مسلم کی زندگی اس زندگی سے اعلیٰ ہے اور کافر کی زندگی اس زندگی سے ابتر ہے اور بدتر ہے، اور اس زندگی کا نام حیات برزخیہ ہے نہ حیات دنیویہ عنصریہ۔"

(۴) حیات حقیقی: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زمینی قبر والی حیات کامل بلکہ دنیا کی زندگی کے مقابلے میں بہت ہی افضل اعلیٰ و اکمل ہے، غیر انبیاء کی حیات کی طرح کمزور اور ناقص نہیں، اس لیے کمال حیات کی وجہ سے اس کو حیات حقیقی کہا جاتا ہے، پھر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اعلیٰ حیات میں سے نبی کریم ﷺ کی حیات سب سے اعلیٰ و بالا ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "غرض حیات ملکوتیہ (حیات برزخیہ) حیات ناسوتیہ (حیات دنیا) سے ادوم بھی ہے اور اتم بھی اور اقوم بھی اور افضل بھی ہے اور اکمل بھی اور اجمل بھی، اور اجلی بھی ہے اور اقوی اور اعلیٰ بھی۔ اصفی بھی ہے اور ازکی بھی اور اسنیٰ بھی، انفع بھی ہے اور ارفع بھی اور اوقع بھی۔ اعلیٰ بھی اور اشہی بھی اور احظی بھی"، نیز حقیقی اس لیے بھی ہے کہ روح اور جسد عنصری دونوں کو حیات حاصل ہے۔

(خطبات ج ۵ ص ۲۳۲، وعظ: المور د الفرشی فی المور د البرزخی)

(۵) حیات حسی: قبر کی مخفی غیر محسوس حیات کو حسی اس لیے کہا جاتا ہے کہ قبر میں دنیا والا محسوس جسم عنصری مخفی باطنی حیات کے ساتھ زندہ ہے، اگرچہ حیات محسوس نہیں ہوتی لیکن اس کا تعلق جس جسم کے ساتھ ہے اور جس محل کے ساتھ ہے وہ محسوس جسم ہے اس لیے اس کو حسی کہا جاتا ہے۔ علمی اعتبار سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ "حسی" حیات کی صفت بحالہ نہیں بلکہ صفت بحال متعلقہ ہے یعنی خود حیات حسی نہیں، بلکہ اس کا جو متعلق ہے یعنی دنیا والا جسم وہ حسی ہے۔

(۶) حیات جسمانی: یہ اس لیے کہ قبر میں دنیا والا اصلی عنصری جسم زندہ ہے، اس لیے اس کو حیات جسمانی کہا جاتا ہے۔ اس سے روح کی حیات کی نفی نہیں ہوتی، روح بھی زندہ ہے جیسا کہ حدیث طیر میں ہے، اور روح کے تعلق کی وجہ سے جسم عنصری بھی زندہ ہے۔

(۷) حیات روحانی: اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ موت کے بعد صرف روح زندہ ہے اور جسم عنصری زندہ نہیں، بلکہ بعد الوفات زمینی قبر میں جسم عنصری کی حیات کو حیات روحانی کہا جاتا ہے اور یہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ عالم برزخ میں حیات کے اثرات یعنی راحت و تکلیف، لذت و الم، ثواب و عذاب، اور خوشی و غمی اصالۃً اور اولاً ظاہر ہوتے ہیں روح پر، پھر روح کے واسطے سے تبعاً جسم عنصری یا جسم عنصری کے اجزاء پر بھی ظاہر ہو جاتے ہیں، پس عالم برزخ کے ثواب و عذاب میں روح اصل ہے اور جسم اس کے تابع ہے، لہٰذا روح کے اس شرف اولیت و اصلیت کی وجہ سے اس حیات کو حیات روحانی کہا جاتا ہے۔ نیز جیسے دنیا کی زندگی کا مدار حسی و مادی رزق پر ہے اسی طرح عالم

برزخ میں جسم عنصری کی زندگی کا مدار عالم برزخ کے روحانی رزق پر ہے، اس وجہ سے اس حیات کو حیات روحانی کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ حیات جسمانی کہنے سے روح کی حیات کی نفی نہیں ہوتی اسی طرح حیات روحانی کہنے سے جسم عنصری کی حیات کی نفی بھی نہیں ہوتی۔ چنانچہ قائلین حیات عالم برزخ میں روح اور جسم عنصری دونوں کی حیات کے قائل ہیں۔ بلکہ حیات روح اور جسم عنصری کی حیات باہمی غیر معلوم الکیفیۃ تعلق کی وجہ سے لازم وملزوم ہیں اس لیے ایک کے اثبات سے دوسری حیات کی نفی نہیں ہوتی بلکہ بوجہ تعلق اور بوجہ تلازم دوسری حیات کا بھی اثبات ہوتا ہے۔

تائید: ويمكن الجواب عن المصنف بانه انما اسند النعيم والعذاب للارواح لما تقرر من انها متصلة بالاجساد فيلزم من تعذيب او تنعيم الارواح تنعيم او تعذيب الاجساد فلم يخرج المصنف عن كلام اهل السنة۔ (الفواکہ الدوانی علی رسالۃ ابن ابی زید القیروانی ج ۱ ص ۹۵)

مصنف (ابن ابی زید قیروانی) نے ثواب وعذاب کی نسبت ارواح کی طرف کی ہے جو بظاہر اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے، تو شارح اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ چونکہ ارواح اجساد کے ساتھ متصل ہیں اس لیے ارواح کے ثواب وعذاب کو لازم ہے اجساد کا ثواب وعذاب، لہٰذا مصنف اہل سنت والجماعت کے عقیدہ سے خارج نہیں ہوئے۔ (نیز دیکھیے حاشیۃ العدوی علی کفایۃ الطالب الربانی ج ۱ ص ۱۰۴)

امام ابن قیم لکھتے ہیں: ان الله سبحانه جعل الدور ثلاثا الخ بے شک اللہ سبحانہ نے تین قسم کے دار (عالم) بنائے ہیں۔ دار دنیا، دار البرزخ، دار القرار (یعنی دار آخرت)...... دار دنیا کے احکام اصالۃً ابدان عنصریہ پر جاری کئے ہیں، ارواح کو ان احکام میں ابدان عنصریہ کے تابع کیا ہے... اور دار برزخ کے ثواب وعذاب کے احکام اور تمام کاروائیاں ارواح پر جاری کی ہیں اور ان احکام میں ابدان عنصریہ ارواح کے تابع ہیں... (امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ دونوں عالم کے درمیان وجہ فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں) فالابدان هنا ظاهرة والارواح خفية والابدان كالقبور لها والارواح هناك ظاهرة والابدان خفية في قبورها تجري احكام البرزخ على الارواح فتسري الى ابدانها نعيما او عذابا كما تجري احكام الدنيا على الابدان فتسري الى ارواحها نعيما او عذابا کیونکہ برزخ میں اصالۃً ثواب وعذاب کا محل ارواح ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں ابدان عنصریہ ظاہر ہیں اور ارواح ان میں پوشیدہ ہیں گویا ابدان عنصریہ روحوں کے لئے بمنزلہ قبور کے ہیں۔ جب کہ برزخ میں ارواح ظاہر ہیں اور ابدان عنصریہ قبور میں پوشیدہ ہیں اس لیے برزخ کے احکام یعنی ثواب وعذاب اصالۃً ارواح پر جاری ہوتے ہیں مگر وہی ثواب وعذاب ابدان عنصریہ کی طرف بھی سرایت کرتا ہے جیسا کہ دنیا میں ثواب وعذاب اصالۃً ابدان عنصریہ پر ہوتا ہے لیکن وہ ارواح کی طرف بھی سرایت کرتا ہے..... پھر قیامت قائم ہوگی اور لوگ قبروں سے کھڑے ہوں گے تو وہاں ثواب وعذاب ارواح واجساد دونوں کو اصالۃً ہوگا۔ (کتاب الروح ص ۸۱)

(۸) حیات ملکوتیہ: جسم عنصری کی حیات فی القبر کو حیات ملکوتیہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ جیسے ملائکہ کھانے پینے، بول وبراز، صحت وبیماری، اور نفسانی خواہشات سے پاک ہیں اسی طرح عالم برزخ میں میت کا جسم عنصری قبر میں زندہ ہونے کے باوجود حسی ومادی غذا اور عالم دنیا کی دنیاوی زندگی کے لوازم سے مستغنی ہوتا ہے۔ نیز ملائکہ کی طرح مکلف بھی نہیں ہوتا اس لیے اس حیات کو حیات ملکوتیہ کہا جاتا ہے۔

جسم عنصری کی دنیاوی اور برزخی زندگی میں فرق

چونکہ ارضی قبر میں جسم عنصری کے اندر حیات آتی ہے روح کے تعلق کی وجہ سے، اور روح کی حیات دائمی ہے کیونکہ قیامت تک روح پر موت نہیں آئے گی، البتہ ''کل من علیھا فان'' (رحمن)، اور ''کل شئی ھالک الا وجھہ'' (قصص:۸۸) کے مطابق بہت معمولی غیر ممتد وقت کے لئے ارواح پر بھی موت آئے گی، لیکن اس وعدہ کے پورا ہونے کے بعد فوراً ارواح کو زندہ کر دیا جائے گا اور جسم عنصری کے ساتھ تعلق بحال ہو جائے گا اور القلیل کالمعدوم کے مطابق کہہ سکتے ہیں کہ عالم برزخ میں روح اور جسد عنصری کی حیات دائمی ہے۔ چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں انبیاء، شہداء اور مغفور مؤمنین کے جسم عنصری کی دونوں زندگیوں میں بڑا فرق ہے، ہر ایک کی عالم برزخ کی زندگی پہلی دنیاوانی زندگی کے مقابلے میں بہت ہی اعلیٰ وافضل ہے، خصوصاً نبی کریم ﷺ کی عالم دنیا کی زندگی کے مقابلہ میں عالم برزخ کی حیات ملکوتیہ اقویٰ اصفی اکمل اور اجلیٰ ہے، اقویٰ اس طرح کہ جو تصرفات وافعال انسان سے اس حیات میں صادر ہوتے ہیں وہ عالم دنیا کی حیات میں صادر نہیں ہوتے، حدیث میں ہے کہ شہداء کی ارواح جنت کی سیر کرتی ہیں جہاں چاہتی ہیں کھاتی پیتی ہیں۔ اصفی اس طرح کہ دنیا کی زندگی میں غم، تکلیف، مشقت پریشانی پیش آتی ہے مگر حیات ملکوتیہ میں راحت، فرحت اور بے فکری ہوتی ہے پریشانی ذرہ برابر نہیں ہوتی۔ اکمل اس طرح کہ دنیاوی زندگی میں کمالات فوراً ظاہر نہیں ہوتے بلکہ بچہ کئی مراحل سے گزر کر حد کمال کو پہنچتا ہے لیکن حیات ملکوتیہ میں حیات حاصل ہوتے ہی کمالات ظاہر ہو جاتے ہیں کہ روح آزاد ہو کر ملکر سے اُدھر اڑ گئی۔ اجلیٰ اس طرح کہ حیات ملکوتیہ کے بعد موت نہیں آتی کیونکہ دنیا کی زندگی میں روح کا جسم عنصری سے دنیوی تعلق منقطع ہو جاتا ہے، روح جسم سے جدا ہو جاتی ہے، لیکن حیات ملکوتیہ میں روح کا جسم عنصری سے تعلق کبھی منقطع نہیں ہوتا، روح بھی دائمی، اور روح و جسم عنصری کا تعلق بھی دائمی، اور اس دائمی تعلق کی وجہ سے حیات بھی دائمی، البتہ کل شئی فان اور کل شئی ھالک الا وجھہ کے مطابق قیام قیامت کے وقت بہت معمولی اور غیر ممتد وقت کے لئے روح پر بھی موت آئے گی، مگر موت کا وعدہ پورا ہونے کے بعد اس کو زندہ کر کے جسم عنصری کے ساتھ تعلق قائم کر دیا جائے گا، اور غیر ممتد موت دوام اور استمرار حیات کے منافی نہیں جیسا کہ پانچ گھنٹے مسلسل اور لگا تار تقریر کے دوران پانچ دس سیکنڈ کا سکوت لگا تار تقریر اور اس کے تسلسل کے منافی نہیں، لگا تار چلنے کے دوران پچھلا قدم اٹھانے سے پہلے اگلے قدم کا زمین پر سکون لازم ہے لیکن یہ سکون لگا تار چلنے کے منافی نہیں ہوتا، پس اسی طرح معمولی وقت کے لئے ارواح کی غیر ممتد آنی موت کے وقت تعلق کا انقطاع بھی حیات جسمانی کے دوام واستمرار کے منافی نہیں۔ حکیم الامت علیہ الرحمۃ عالم دنیا کی تکلیفی کھلی زندگی کے مقابلہ میں عالم برزخ کی حیات ملکوتیہ کی افضلیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں غرضیکہ حیات ملکوتیہ عالم دنیا کی حیات سے ادوم بھی ہے اور اتم بھی اور اقوی بھی اور اعلیٰ بھی اور اصفی بھی ہے اور ازکی اور اشھی بھی، انفع بھی ہے اور ارفع بھی اور اوقع بھی، اعلیٰ بھی ہے احلی بھی ہے اور اشہی بھی، احظی بھی، جی چاہتا ہے کہ اور بیس تیس قافیے کہہ ڈالوں۔ (تلخیص وتسہیل مع التشریح المورد الفرخی فی المولد البرزخی ص ۲۲۴ تا ۲۲۵)

منکرین حیات کا عقیدہ

منکرین حیات کے عقیدہ و دعویٰ کے تین حصے ہیں: (۱) انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے اجساد عنصریہ اپنی قبور میں بغیر حیات کے اور بغیر شعور و ادراک اور بغیر علم و عقل کے محفوظ پڑے ہیں۔ (۲) ارضی قبر حقیقی و شرعی قبر نہیں، بلکہ حقیقی و شرعی قبر وہاں ہے جہاں روح اور بدن مثالی ہیں، نیز روح اور بدن مثالی کے درمیان تعلق ہے۔ جسد عنصری کے ساتھ روح کا تعلق نہیں۔ (۳) نبی کریم ﷺ کی روح جنت میں ہے مگر جسد عنصری جنت میں نہیں، اور نہ جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے، اور نہ اُس میں علم و عقل ہے۔

فائدہ نمبر ۱: منکرین حیات کے تحریر کردہ موقف کے کسی جزء سے اگر ان کو انکار ہو تو وہ اُس کی جگہ جو اُن کا موقف و مسلک ہے اپنے معتمد علیہ علماء و شیوخ الحدیث والتفسیر کی کتب کے حوالہ سے ہمارے تحریر کردہ موقف کا غلط ہونا اور اپنے پیش کردہ موقف کا صحیح ہونا ثابت کریں۔ ہماری درخواست ہے کہ "سب سے پہلے قرآن و حدیث" اور "ہمارے پاس رب کا قرآن اور نبی کی حدیث ہے" کے دعویدار اپنے مذکورہ بالا عقیدہ اور اپنے ہر دعویٰ پر قرآن و حدیث کی صریح نص پیش کریں۔

فائدہ نمبر ۲: منکرین حیات کے تین گروہ ہیں: (۱) بعض ارضی قبر میں جسد عنصری کے ساتھ روح کے تعلق کا انکار کرتے ہیں۔ (۲) بعض کسی درجے میں تعلق مانتے ہیں لیکن تعلق حیات کا انکار کرتے ہیں۔ (۳) جب کہ مولانا محمد حسین نیلوی جو منکرین حیات کے معتمد علیہ اور منتخب جماعتی ترجمان ہیں وہ روح کا جسد عنصری کے اجزائے اصلیہ کے ساتھ تعلق حیات مانتے ہیں یعنی اس تعلق کی وجہ سے اجزائے اصلیہ میں حیات اور اتنا احساس و ادراک پیدا ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے وہ نعمتوں کی لذت اور عذاب کی تکلیف محسوس کرتے ہیں، نیز وہ لکھتے ہیں کہ فرشتہ موت کے وقت روح اور اجزائے اصلیہ کو قبض کرتا ہے، قبض کر کے روح کو اجزائے اصلیہ میں داخل کرتا ہے، اور اس کو عالم مثال میں بدن مثالی میں داخل کر دیتا ہے اور سوال جواب اور ثواب و عذاب کی ساری کارروائی روح اور اجزائے اصلیہ کے ساتھ عالم مثال میں ہوتی ہے۔ بہرحال تینوں گروہوں کا مشترکہ عقیدہ یہ ہے کہ ارضی قبر میں جسد عنصری کے اندر حیات نہیں ہوتی۔

منکرین حیات کا عقیدہ درج ذیل کتب میں ملاحظہ کیجئے

(۱) مولانا محمد امیر بندیالوی اقوال المرضیہ فی احوال البرزخیہ ص ۲۰ میں لکھتے ہیں "جب روح اس جسم سے جدا ہوجاتی ہے حتی کہ اس کا کوئی تعلق بھی باقی نہیں رہتا تو پھر یہ جسم بے حس و حرکت خاک کا ڈھیر ہوجاتا ہے۔"

(۲) اقوال المرضیہ ص ۵۳ میں لکھتے ہیں "انبیاء کے اجساد ..... بطور خرق عادت کے باقی ہیں، نہ اس لیے کہ وہ حیات دنیویہ کے ساتھ زندہ ہیں، زندہ تو وہ حیات برزخیہ کے ساتھ ہیں (یعنی روح برزخ میں زندہ ہے) اگر بسبب حیات دنیویہ ان کو مٹی نہیں کھاتی تو پھر اس میں ان کا کچھ کمال نہیں کیونکہ کسی زندہ جسم کو مٹی نہیں کھاتی، زندہ جسم لاکھوں برس سویا پڑا رہے مٹی نہیں کھائے گی، بغیر حیات دنیوی کے دوسروں کو تو مٹی کھا جائے گی لیکن انبیاء کو نہیں کھائے گی، یہ ہوگا کمال ان کے اجساد میں۔"

(۳، ۴) شیخ الحدیث جناب قاضی شمس الدین مسالک العلماء ص ۵۳ تا ۵۸، نیز ص ۶۰ میں لکھتے ہیں ''الغرض نبی ﷺ کے زمانہ سے لے کر ائمہ اربعہ کے زمانے تک تو حیات الشہداء اور حیات الانبیاء علیہم السلام کا یہی مفہوم (حیات روح) مراد لیا گیا، جس کا جسم عنصری سے کوئی تعلق نہیں۔''

(۵) مسالک العلماء ص ۶۳ پر فرماتے ہیں ''اس حیات میں تعلق روح بالجسم العنصری کا شائبہ تک بھی نہیں بلکہ اگر شہداء تعلق روح بالجسم العنصری کی استدعا بھی کرتے ہیں تو وہ بھی منظور نہیں کی جاتی، تو ہمیں کیا حق پہنچتا ہے کہ ہم صحابہ کرام کے ذمہ ایک ایسا عقیدہ لگائیں جس کی اُن کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں، حق یہی ہے کہ صحابہ کرام ﷺ، تابعین، تبع تابعین، خلفائے راشدین، ائمہ اربعہ، ائمہ محدثین، مسلم، بخاری، ابوداود تک حیات الشہداء والانبیاء فی القبور کا یہی مفہوم سمجھا جاتا تھا جس میں تعلق روح بالجسم العنصری کا نام تک نہیں ملتا، بلکہ روایات میں صراحتاً اس تعلق کی نفی ملتی ہے، اور صاحب موصوف (علامہ خالد محمود رحمہ اللہ) کا یہ رٹ لگانا کہ حیات جسم سے تعلق رکھتی ہے سراسر ان روایات کے منافی اور ان روایات سے مردود ہے۔''

(۶، ۷) نیز ص ۹۹ پر لکھتے ہیں: ''یہ ہے ان کی حیات برزخی جس کا جسم عنصری سے کوئی تعلق نہیں۔'' ص ۱۰۰ پر بھی یہی بات لکھی ہے۔

(۸) ص ۱۵۲ پر لکھتے ہیں ''ہاں آج کل ایک نیا مذہب نکلا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے زندہ ہو چکے ہیں اور وہ خود کبھی آسمان پر چلے جاتے ہیں کبھی حج پر چلے جاتے ہیں وغیرہ ذالک۔ لیکن یہ مذہب چونکہ چودھویں صدی کی پیداوار ہے اس سے پہلے اس کا کوئی مسلمان قائل نہیں...... یہ نصوص اور سنت کے صریح خلاف ہے اور ہمارے اکابر و مشائخ دیوبند میں سے بھی کسی نے نہیں کہا کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح اُن کے اجساد سے اخراج کے بعد پھر ایک دو دن کے بعد اُن کے ابدان میں داخل کر دی گئی ہیں اور اُن کا احیاء مکمل ہو چکا ہے، صرف خروج من القبور باقی ہے، اگر یہ مذہب کوئی اُن کی طرف منسوب کرتا ہے تو ہم یہ عرض کرنے پر مجبور ہیں کہ یہ اُن اکابر نور اللہ مراقدہم کے ذمے صریح بہتان عظیم لگانا ہے، اُن کا دامن اس سے پاک ہے، یہ تو کسی مسلمان کا مذہب نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا احیاء حقیقی ہو چکا ہے...... یہ صریح کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کا مذاق اڑانا اور دین کو تحریف اور مسخ کرنا ہے۔''

<u>فائدہ</u>: بعد الوفات انبیاء علیہم السلام کی ارواح کے مستقر کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ ارواح مبارکہ اجساد عنصریہ میں ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ ارواح مبارکہ اعلیٰ علیین میں ہیں، اس لیے اگر کوئی آدمی جسم عنصری میں مخفی حیات کا قائل ہو اور روح کا مستقر اعلیٰ علیین کو مانتا ہو تو اس سے حیات کے اصل عقیدہ میں کوئی فرق نہیں آتا۔

(۹) ص ۱۹۸ پر لکھتے ہیں ''اس پر اجماع ہے کہ احیاء قیامت کے دن ہی ہوگا اور مقام حیات والے علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا احیاء قبر میں قیامت سے پہلے ہی ہو چکا ہے تو یہ غور وفکر اور تدبر کا مقام ہے کہ اجماع امت کو مانیں یا علامہ صاحب کی بات مانیں...... اجماع کا انکار ہو رہا ہے اور سلف صالحین کی دہائی دی جا رہی ہے''

(۱۰) ندائے حق جلد اول ص ۱۶ میں شیخ الحدیث نیلوی صاحب لکھتے ہیں کہ صاحب تسکین (شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ) نے حیات انبیاء وشہداء پر بہت زور دیا ہے حالانکہ بعد از موت حیات ثانیہ برزخیہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، قرآن مجید اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے، اس حیات ثانیہ برزخیہ کا انکار

قطعیات ومحکمات کا انکار ہے، لیکن حیات کے ساتھ اپنی ناصواب دانش وفہم سے عنصریہ کی قید بڑھانا اور اس قید کو جس کا ذکر نہ قرآن میں ہے، نہ کسی حدیث میں ہے، نہ کسی صحابی سے، نہ کسی تابعی سے، نہ تبع تابعین، نہ کسی مجتہد اور امام سے، نہ کسی مفسر اور شارح سے، نہ کسی متکلم اور صوفی سے ثابت ہے، غرض جس قید کو سلف وخلف میں سے کسی محقق نے ذکر نہ کیا ہو پرزور دعووں سے بلا دلیل ثابت کرنا اور دلیل کا مطالبہ کرنے والے سائل کو منکر حیات انبیاء وشہداء کہہ کر لوگوں میں بدظنی پھیلانا اُنہی لوگوں کا کام ہے جنہیں خوف خدا نہیں، مرنا یاد نہیں۔

(۱۱) نیلوی صاحب نے ندائے حق ج ا ص ۲۶۱ سے ۲۸۰ تک بزعم خویش نبی کریم ﷺ کی جسد عنصری کی حیات کے انکار پر چودہ مؤید دلیلیں پیش کی ہیں اور ہر دلیل پر عنوان قائم کیا ہے نبی ﷺ کی نفی حیات دنیویہ عنصریہ کی مؤید دلیل۔ نیز لکھتے ہیں ''حیات عنصری کا عقیدہ ابن فورک بدئی کا ہے (ندائے حق ص ۵۱۲) مرزا قادیانی کا عقیدہ ہے (ص ۵۲۶) حیات النبی کا نعرہ منافقین نے بلند کیا (ص ۵۱۴۔۵۱۵) حیات النبی رافضیوں کا عقیدہ ہے (ص ۵۱۸) حیات النبی فرقہ معطلہ کا عقیدہ ہے (ص ۵۲۲) حیات النبی کا عقیدہ ہندوؤں کا عقیدہ ہے (ص ۵۲۷)

(۱۲) مولانا نیلوی لکھتے ہیں جو علماء دیوبند صلوۃ وسلام عند القبر سماعت کے قائل ہیں اور استشفاع وتوسل عند قبر النبی کے قائل ہیں وہ بناسپتی دیوبندی (ندائے حق ص ۵۸۸) اور نام نہاد دیوبندی ہیں۔ (ص ۵۸۶۔۵۸۷)

(۱۳) ان اجزائے اصلیہ کو پشت آدم سے نکال کر اُن سے عہد الست لیا گیا، اس لیے جسم مثالی والی قبر میں سوال جواب بھی اجزائے اصلیہ سے ہوتے ہیں۔ (ندائے حق جلد اول)

(۱۴) نیلوی صاحب لکھتے ہیں: حیات روحانیہ کی طرف بہت سے محققین گئے ہیں اور جمہور کہتے ہیں کہ روح مع الجسد کو حیات حاصل ہے، اب وہ جسد عنصری ہے یا مثالی، پہلی بات کے محققین قائل نہیں، اور جو بیچارے قائل ہیں مصیبت میں پھنس گئے ہیں، معتزلہ کو جواب دینے میں طرح طرح کی قلابازیاں کھائیں مگر صحیح جواب نہ بن سکا۔ (ندائے حق ج ا ص ۲۹۷)

فائدہ: غالباً مولانا نیلوی کے نزدیک معتزلہ کے اشکالات کا صحیح جواب اُسی صورت میں بن سکتا ہے کہ ان کا مسلک ہی تسلیم کرلیا جائے۔

(۱۵) نیلوی صاحب لکھتے ہیں ''انسان جب عالم برزخ میں جاتا ہے تو وہاں وہ زندہ ہوتا ہے جیسے آدم علیہ السلام کے وقت بھی وہ زندہ ہی تھا.... جیسے وہاں کی زندگی بغیر جسد عنصری کے تھی، ایسے ہی عالم برزخ کی زندگی بغیر جسد عنصری کے ہوتی ہے۔'' (ندائے ص ۲۰)

(۱۶) نیلوی صاحب نے ندائے حق کے ص ۱۷ سے ص ۲۶ تک حیات کے مختلف معنی لکھے ہیں، فرماتے ہیں ''صاحب تسکین نے حیات کے معنی صرف یہی سمجھے ہیں تعلق الروح بالبدن العنصری تعلق الدخول والاشراف او الاشراق یہ لغزش ہے جو صاحب تسکین سے ہوگئی ہے۔'' اس کے بعد حیات کے مختلف معنی لکھنے کے بعد ص ۲۷ پر فرماتے ہیں ''رہا حیات کا پہلا معنی سو سارا جھگڑا اسی میں ہے۔''

(۱۷) ندائے حق ص ۱۷۰۔ ''تعجب ہے کہ صاحب تسکین سوال نکیرین وتعذیب وتنعیم کے لئے جسد عنصری کہتے ہیں حالانکہ علمائے سلف وخلف میں سے کسی نے جسد کے ساتھ عنصری کا لفظ نہیں بڑھایا۔''

(۱۸) مولانا نیلوی ندائے حق ج ۱ ص ۳۸۶ میں لکھتے ہیں کہ ایک دن میں نے (سید احمد شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ چوکیروی کی خدمت میں) درخواست کی کہ حضرت مجھے بھی اجازت دیں کہ میں بریلویوں کے رد میں کچھ لکھا کروں، آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارے مشن کے خلاف ہے، ہم چاہتے ہیں کہ ہم بریلویوں کو ساتھ ملا کر شیعہ کا رد کریں...... اس کے بعد مسئلہ سماع موتی وحیات النبی کا چھڑ گیا، وہ قائل تھے اور میں عنصریہ دنیویہ حسیہ حقیقیہ جسمانیہ کا منکر تھا اور حیات برزخیہ کا قائل تھا...... ہر چند وہ مجھ سے نفرت کرتے تھے مگر میں بھی صبر کر کے بیٹھا رہا، آخر کار انہوں نے مجھے نکال دیا۔

(۱۹) ندائے حق ص ۶۰۴۔ ”حی فی قبرہ الشریف کے یہی معنی ہیں کہ قبر شریف میں اُن کے مبارک اجساد تر وتازہ بلا تغیر وتبدل محفوظ موجود ہیں...... جب یہ کہا جائے کہ فلاں ہستی قبر میں زندہ ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ اس کا بدن قبر میں تر وتازہ ہے، ہاں جب یصلون یا یرزقون یا عند اللہ کا لفظ مقارن ہو تو اُس وقت اعلیٰ علیین میں (روح کی) زندگی مراد ہوگی۔“

(۲۰) جناب مولوی عطاء اللہ بندیالوی اپنے رسالہ حیات النبیؐ کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں ”قبر پرستوں سے متاثر لوگوں کا خیال اور عقیدہ یہ ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اسی جسد عنصری کے ساتھ اسی زمینی قبر منور میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیوی ہے۔“

(۲۱) جناب مولوی احمد سعید چتروڑگڑھی نے علماء پاکستان کے نام کھلا خط کے عنوان سے خط لکھ کر رسالہ کی شکل میں شائع کیا، موصوف لکھتے ہیں کہ حیات برزخیہ کے اثبات اور جسم عنصری کی حیات فی القبر کے انکار پر ۷۰ آیات میں سے صرف ایک آیت اللہ یتوفی الانفس الخ لکھتے ہیں اور اس سے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ پھر ص ۵ پر لکھتے ہیں آیت کے مفہوم ومدلول مذکور کی تائید اور تصدیق ذخیرہ احادیث رسول اللہ میں تقریباً ۱۸۰۰ احادیث بسند صحیح موجود ہیں جن کا مجموعی مفاد آیت مذکورہ کے عین مطابق ہے۔“ پھر ص ۶ پر لکھتے ہیں ”ہر وہ انسانی فرد جو قرآن اور سنت کی اتمام حجت کے باوجود اپنے دھڑا یا تقلید جامد یا تعصب گروہی یا حمیت جاہلی کی آڑ میں قرآن مقدس کی آیت مذکورہ بمفہوم مذکور کا انکار کرے یا اس میں بلا دلیل حجت شرعیہ تاویل پر اصرار کرے وہ قطعاً کافر ہوگا۔“

ضروری فائدہ

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدہ میں اختلاف کی حقیقت آپ حضرات کے سامنے آچکی ہے کہ قائلین حیات انبیاء علیہم السلام کے اجساد عنصریہ میں خصوصاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عنصری جسد مبارک میں مخفی حیات کے قائل ہیں، جب کہ منکرین حیات جسد عنصری میں مخفی حیات کا انکار کرتے ہیں، اور ان کا دعویٰ یہ ہے کہ جسد عنصری میں حیات نہیں بلکہ روح زندہ ہے، اور روح کی حیات کو کبھی روحانی حیات کہتے ہیں کبھی اخروی حیات کہتے ہیں کبھی برزخی حیات کہتے ہیں، پس قائلین حیات جسد عنصری میں حیات مانتے ہیں، منکرین جسد عنصری میں حیات نہیں مانتے، اور یہ فروعی اختلاف نہیں بلکہ اصل عقیدے کا اختلاف ہے، لیکن منکرین حیات اور ان کے بعض ہمدرد لوگ یہ کہتے ہیں کہ ”یہ فروعی اختلاف ہے کیونکہ وہ بھی حیات کو مانتے ہیں“، حالانکہ وہ جس حیات کو مانتے ہیں وہ جسد عنصری کی حیات نہیں بلکہ روح کی حیات ہے، اور دھوکہ دینے کے لئے اور اپنی امامت وخطابت کو بچانے کے لئے ان مقتدیوں کے سامنے جو

حیات فی القبر کے قائل ہیں اپنے آپ کو حیات کا قائل ظاہر کرتے ہیں، کہ ہم بھی نبی علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں، لیکن وہ اس میں توریہ کرتے ہیں کہ اُن کی مراد ہوتی ہے روح کی حیات، اور جب ان سے وضاحت پوچھی جاتی ہے کہ آپ صرف روح کی حیات کے قائل ہیں یا جسد عنصری میں بھی حیات مانتے ہیں؟ تو وہ اس وقت صاف انکار کردیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ جسد عنصری پر موت آچکی ہے، اس کو دفن کردیا گیا ہے، اس میں حیات کیسے ہوسکتی ہے؟ چنانچہ مولوی عطاء اللہ بندیالوی اپنے رسالہ "حیات النبی" کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں "اختلاف نہ امام الانبیاء کی موت کے بارے میں ہے اور نہ حیات کے بارے میں ہے بلکہ اختلاف حیات کی نوعیت اور کیفیت کے بارے میں ہے۔" یہ ایسے ہی دھوکہ ہے جیسے قادیانی مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے کہتے ہیں کہ ہم بھی نبی علیہ السلام کو خاتم النبیین مانتے ہیں، بلکہ قادیانیوں کا اپنا ایک شائع کردہ رسالہ ہے "خاتم النبیین"، لیکن اُن کی مراد یہ ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سازی کی مہر عطا کردی ہے، لہٰذا جس پر آپ ﷺ کی کامل اتباع کی مہر لگ جائے گی وہ نبی بن جائے گا، جب کہ مسلمانوں کے نزدیک خاتم النبیین کا معنی ہے کہ آپ ﷺ نبیوں میں آخری نبی ہیں۔ اسی طرح بعض منکرین حیات بھی حیات النبی ﷺ کے عنوان سے رسائل لکھ کر تاثر دیتے ہیں کہ ہم حیات کے قائل ہیں اور اسی وجہ سے بعض اُن کے ہمدرد لوگ بھی کہہ دیتے ہیں کہ وہ بھی حیات کے قائل ہیں، محض فروعی اختلاف ہے، حالانکہ اُن کی حیات النبی ﷺ سے مراد ہوتی ہے روح کی حیات، یعنی نبی علیہ السلام کی روح زندہ ہے، جب کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک روح بھی زندہ ہے، اور روح کے تعلق کی وجہ سے قبر میں جسد عنصری بھی مخفی حیات کے ساتھ زندہ ہے۔

دعویٰ اجماع

چونکہ دونوں طرف سے دعویٰ ہے اجماع کا، یعنی قائلین حیات کا دعویٰ یہ ہے کہ بعد الوفات ارضی قبر میں نبی کریم ﷺ کی روح مبارک کا جسد عنصری کے ساتھ تعلق ہے (تعلق خواہ دخولی ہو یا اتصالی) اور تعلق کی وجہ سے جسد عنصری میں حیات ہے، اور اس پر اہل سنت والجماعت کا اجماع و اتفاق ہے۔ جب کہ دوسری جانب منکرین حیات کا دعویٰ یہ ہے کہ "روح کا جسم عنصری کے ساتھ تعلق نہیں اور نہ جسم عنصری میں حیات ہے، اور اس پر امت مسلمہ کا اجماع ہے اور سلف وخلف کا یہی مذہب ہے۔" اس لیے اس بات پر تحقیق کی ضرورت ہے کہ سلف وخلف کا اس بارے میں مسلک کیا ہے، اس کے لئے باب ہفتم میں اس عقیدہ کے اجماعی ہونے پر حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا حسین علی رحمہ اللہ کے بلا واسطہ یا بالواسطہ تلامذہ کی چار قسمیں

فقیہ الامت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید، داعی توحید وسنت، قاطع شرک و بدعت مفسر قرآن حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں رحمہ اللہ کے شاگرد، اور ان کے شاگردوں کے شاگرد، عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام کے حوالے سے چار قسم پر ہیں۔

۱۔ وہ تلامذہ جو توحید وسنت کے داعی وعلم بردار ہونے کے ساتھ ساتھ عقیدہ حیات النبی ﷺ کے داعی ومبلغ ہیں اور منکرین حیات کو اہل سنت والجماعت سے منحرف شمار کرتے ہیں، جیسے شیخ الحدیث والتفسیر، موحد اعظم، قاطع شرک و بدعت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ، امام التصوف، داعی توحید وسنت، مفسر اعظم حضرت

مولانا محمد عبد اللہ بہلوی رحمہ اللہ، شیخ المشائخ، داعی توحید وسنت حافظ الحدیث، شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی رحمہ اللہ۔ وغیرہ!

۲..... وہ شاگرد جو اعلانیہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کا انکار کرتے ہیں اور قائلین حیات کو مشرک اور اہل بدعت قرار دیتے ہیں، جیسے سید عنایت اللہ شاہ گجراتی وہمنوا۔

۳ وہ شاگرد جن کا طرز عمل یہ ہے کہ جیسی مجلس ویسا عقیدہ، قائلین حیات کے سامنے قائل ہیں اور منکرین حیات کے درمیان ہوں تو منکر ہیں، اس مسئلہ میں وہ ''تو بزمانہ ساز'' کے اصول پر عمل پیرا ہیں، اس لیے ان کو دونوں فریق اپنی اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۴ وہ شاگرد جو خود تو حیات کے قائل ہیں لیکن ان کے اساتذہ منکرین حیات ہیں یا ان کے منکرین حیات کے ساتھ دوستانہ تعلقات مضبوط ہیں یا ان کے مدارس کی طرف منکرین حیات طلبہ کا کثرت سے رجحان ہے، اس رونق کی بقاء کے لئے یا ان کے کچھ دیگر مفادات ان کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں اس لیے وہ اس مسئلہ کو اہمیت نہیں دیتے اور نہ اس مسئلہ پر تقریر وتحریر کو پسند کرتے ہیں، طلبہ کے سامنے اس مسئلہ کو غیر اہم بنانے کی کوشش کرتے ہیں یا گول مول باتیں کر کے دونوں قسم کے طلبہ کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ذومعنین جملے بول کر اپنا کام چلاتے ہیں، لیکن منکرین حیات کے رویہ وطرز عمل کے بارے میں خاموش پالیسی اختیار کرتے ہیں بلکہ ان کی خدمات کا بڑی محبت سے تذکرہ کر کے طلبہ کے دلوں میں ان کی عقیدت وعظمت پیدا کر کے شعوری یا غیر شعوری طور پر انکار حیات کے حامی بنتے ہیں، کیونکہ عقیدہ عقیدت کے تابع ہوتا ہے۔

مولانا حسین علی رحمہ اللہ کی اپنی تحریرات سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا عقیدہ وہی ہے جو ان کے نمبر اول تلامذہ کا ہے، باقی سب حضرت مرحوم کا نام استعمال کرتے ہیں لیکن ان کے عقیدوں سے منحرف ہیں۔

کیا قائلین حیات اور منکرین حیات کے درمیان اتفاق ممکن ہے؟

جی ہاں، اتفاق ممکن ہے کیونکہ دونوں فریق اس بات پر متفق ہیں کہ (۱) نبی کریم ﷺ اور باقی انبیاء کرام علیہم السلام پر عالم دنیا میں موت کا ورود قطعی ہے، اور اس کا انکار کفر ہے۔ (۲) اس پر بھی اتفاق ہے کہ عالم دنیا کی محسوس کھلی تکلیفی زندگی کے اعتبار سے وہ اموات ہیں۔ (۳) اس پر بھی اتفاق ہے کہ عالم دنیا والی محسوس ظاہری کھلی زندگی کے ساتھ قیامت سے پہلے عالم دنیا میں لوٹ کر نہ آئے ہیں نہ آئیں گے، چنانچہ اشاعت التوحید والسنۃ کے امیر شیخ القرآن والحدیث مولانا محمد طیب طاہری اپنے رسالہ ''مسلک الاکابر'' میں قائلین حیات کی سولہ عبارات نقل کرتے ہیں جن میں صراحت ہے کہ حیات دنیاوی ظاہری کا دنیا میں کوئی بھی قائل نہیں (نہ قبر سے باہر نہ قبر کے اندر) (۴) اس پر بھی اتفاق ہے کہ روح کا جسد عنصری کے ساتھ جو ظاہری دنیوی زندگی میں تعلق تھا قبر والی برزخی حیات میں بعینہٖ وہ تعلق نہیں۔ اب اگر منکرین حیات قبر کے اندر جسد عنصری میں مخفی حیات اس طور پر مان لیں کہ روح اعلیٰ علیین میں ہے اور روح کے جسد عنصری کے ساتھ تعلق کی وجہ سے جسد عنصری میں مخفی حیات ہے تو اتفاق ہی اتفاق ہے، خواہ اس کو برزخی حیات کہیں یا روحانی حیات، اخروی حیات کہیں یا جنت والی حیات اور قائلین حیات اسی کو دنیاوی حیات کا عنوان دیں تو یہ صرف لفظی اختلاف ہوگا جس کی کوئی اہمیت نہیں، کیونکہ اصل عقیدہ میں متفق

رہیں گے، اور قائلین حیات کو اس پر قطعاً اصرار نہیں کہ مذکورہ بالا حیات کو ہمارے یہ دوست بھی دنیاوی حیات کہیں۔

غیر مقلد عالم بدیع الدین راشدی کا متعصبانہ فتویٰ

عقیدہ حیات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مذکورہ بالا وضاحت کے باوجود ایک غیر مقلد متعصب عالم جن کو زمانہ حال کے غیر مقلدین شیخ العرب والعجم لکھتے ہیں، کا متعصبانہ فتویٰ احناف پر سراسر ظلم اور زیادتی ہے بلکہ کذب بیانی ہے، فتویٰ ملاحظہ کیجئے: ''حنفی مذہب رکھنے والے رسول اللہ ﷺ کو ابدی زندگی کے ساتھ متصف کرتے ہیں، چنانچہ وہ آپ کو قبر مبارک میں زندہ مانتے ہیں اور زندگی بھی دنیاوی، برزخی نہیں، حالانکہ ہمیشہ زندہ رہنا صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اور اس کی اس صفت میں کوئی اُس کا شریک نہیں۔'' (امام صحیح العقیدہ ہونا چاہیے، ص۵)

حالانکہ حنفیہ بلکہ مذاہب اربعہ کے مفسرین، محدثین، فقہاء، اور صوفیہ کرام اور خود غیر مقلدین کے اکابر میاں نذیر حسین وغیرہ انبیاء علیہم السلام کے لئے عالم دنیا میں وقوع موت کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں اور قبر میں حیات کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔ لہٰذا بدیع الدین راشدی صاحب کا مقصد اگر یہ ہے کہ حنفی حضرات وقوع موت کو نہیں مانتے تو یہ خالص جھوٹ ہے، اس کی پوری وضاحت پہلے ہو چکی ہے، اور اگر وقوع موت ماننے کے باوجود قبر میں ابدی حیات کے عقیدے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک قرار دینا مقصود ہے تو یہ بھی جھوٹ ہے، کیونکہ جب وقوع موت کو اور عالم دنیا کے اعتبار سے تا قیامت موت کو مان لیا گیا تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کہاں سے آ گیا؟ اور یہ لکھنا کہ حنفیہ دنیاوی حیات مانتے ہیں برزخی نہیں مانتے، ڈبل جھوٹ ہے، کیونکہ اگر راشدی صاحب دنیاوی حیات سے عالم دنیا کی محسوس تکلیفی حیات مراد لیتے ہیں تو یہ حنفیہ کا عقیدہ نہیں، اور اگر یہ مراد ہو کہ دنیا والے جسم میں مخفی برزخی حیات مانتے ہیں تو واقعی حنفیہ کا یہ عقیدہ ہے اور یہی عقیدہ اکابر غیر مقلدین کا بھی ہے اور حنفیہ بایں معنی برزخی نہیں مانتے کہ عالم برزخ میں محض روح کو زندہ مانا جائے اور جسم عنصری میں حیات نہ مانی جائے، اور بایں معنی برزخی مانتے ہیں کہ موت کے بعد جسم عنصری میں حیات عالم برزخ میں ہے اور زیر پردہ مخفی ہے اور یہی عقیدہ اکابر غیر مقلدین کا بھی ہے تو کیا وہ بھی مشرک ہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبِّ يَسِّرْ وَاَعِنْ

باب اوّل ..... قرآنی دلائل (۸۲/آیات)

چند تمہیدی امور

دلائل کے ذکر کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند تمہیدی امور ذکر کر دیئے جائیں تاکہ دلائل کا سمجھنا آسان ہو جائے۔

قرآن وحدیث سے استدلال کے چار طریقے

قرآن وحدیث سے استدلال کے چار طریقے ہیں: (۱) عبارۃ النص یعنی حکم عبارت میں صراحتاً واضح طور پر مذکور ہو جیسے: ''کتب علیکم الصیام'' (پ۲) ''لا تقربوا الزنیٰ'' (پ۱۵) (۲) دلالۃ النص: کسی

چیز کا حکم عبارت میں مذکورہ ہو اور وہ حکم کسی غیر مذکور چیز پر بطریق اولیٰ جاری ہو تو اس کا نام دلالۃ النص ہے، جیسے ماں باپ کو اُف کہنا حرام ہے تو گالی دینا، تھپڑ مارنا بطریق اولیٰ حرام ہے، جب بری نظر سے دیکھنا حرام ہے تو ہاتھ لگانا، بوس و کنار بطریق اولیٰ حرام ہے۔ (۳) اشارۃ النص: اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی آیت یا حدیث میں مقصود ہو ایک حکم دینا لیکن اُس حکم کے لئے ایسے الفاظ بولے جائیں جن سے کسی اور حکم کی طرف بھی اشارہ ہو جائے اس کا نام اشارۃ النص ہے، جیسے قرآنِ کریم میں ہے: ''لا تقربوا الزنیٰ'' (زنا کے قریب نہ جاؤ)، اس جملہ میں مقصود ہے زنا سے روکنا لیکن زنا کی حرمت بیان کرنے کے لئے لفظ ''لا تقربوا'' کا بولا گیا ہے جس سے اشارہ ہو جاتا ہے کہ اجنبیہ عورت کو ہاتھ لگانا، بغل گیر ہونا، بوس و کنار کرنا اور خلوت کرنا حرام ہے، کیونکہ ایسا کرنا گویا زنا کے قریب ہونا ہے، اس کا نام اشارۃ النص ہے، پس یہ آیت حرمت زنا کے بیان میں عبارۃ النص ہے اور دواعی زنا اور اسباب زنا کی حرمت پر دلالت کرنا اشارۃ النص ہے۔ (۴) اقتضاء النص: اس کا مطلب یہ ہے کہ نص میں جو حکم مذکور ہے اس پر عمل کرنا شرعاً یا عقلاً موقوف ہو ایک اور چیز پر جس کا اُس نص میں ذکر نہیں ہوتا لیکن اس کے بغیر منصوص حکم پر عمل نہیں ہوسکتا، تو پس اُس منصوص حکم کا تقاضا ہے کہ جیسے وہ فرض یا واجب ہے ویسے ہی اُس کا موقوف علیہ بھی فرض یا واجب ہو، اسی لیے فقہائے کرام رحمہم اللہ قاعدہ لکھتے ہیں مقدمۃ الواجب واجب اور مقدمۃ الحرام حرام۔ جیسے قرآن کریم میں حکم ہے واقیموا الصلوٰۃ اس آیت میں اصل مقصود ہے نماز کی فرضیت کو بیان کرنا اس لیے یہ آیت فرضیت نماز کے حق میں عبارۃ النص ہے اور بجائے صلوا کے اقیموا کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جس میں اشارہ ہے نماز کی پابندی اور دوام کی طرف، لہٰذا بطور اشارۃ النص کے اس آیت سے نماز پر پابندی اور اس پر دوام کا حکم سمجھا گیا، اور چونکہ نماز موقوف ہے طہارت پر، اس لیے اسی آیت سے بطور اقتضاء النص کے نماز سے پہلے وضو کا حکم سمجھا گیا اور قاعدہ یہ ہے کہ ان چار طریقوں میں سے جس طریقے کے ساتھ بھی کوئی حکم ثابت ہو جائے وہ ثابت بالنص ہوتا ہے اور اس کا منکر نص کا منکر قرار پاتا ہے، اگرچہ چاروں طریقوں سے ثابت شدہ حکم میں درجہ کے اعتبار سے نیز اس کے منکر کے حکم کے اعتبار سے فرق ہے۔

زیر بحث مسئلہ میں علماء فرماتے ہیں: جب قرآنِ کریم کی عبارۃ النص سے شہداء کی حیات سے ثابت ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام جن کا مرتبہ شہداء سے بہت اعلیٰ و افضل ہے بطریق اولیٰ اُن کے لیے حیات ثابت ہوگی، اسی طرح جب عام انسانوں کے لیے قبر میں ثواب و عذاب نصوص سے ثابت ہے اور ثواب و عذاب موقوف ہے حیات پر، لہٰذا اُن کے لئے ان نصوص سے بطور اقتضاء النص کے حیات ثابت ہوگی، تو انہی نصوص سے انبیاء علیہم السلام کے لیے حیات بطریق اولیٰ ثابت ہوگی۔

چنانچہ شیخ التفسیر والحدیث قاضی شمس الدین لکھتے ہیں: ''قرآنِ کریم میں اس مسئلہ (حیات الانبیاء) کی صراحت کہیں بھی نہیں، ہاں شہداء کے حق میں ارشاد ہے بل احیاء ولکن لا تشعرون، اس سے بطور دلالت النص کے سمجھ آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جن کا درجہ شہداء سے بھی بہت بڑا ہے وہ بعد الوفات زندہ ہیں، اور اسی طرح علماء کرام زادھم اللہ شرفاً نے یہ مسئلہ قرآن کریم سے نکالا ہے۔ دلالت النص اسے کہتے ہیں کہ ایک چیز مذکور ہو اور دوسری اس سے بطریق اولیٰ سمجھی جاوے، اس دور میں اس کے ساتھ اتنا ایمان لانا کافی تھا کہ یہ حضرات زندہ ہیں جس زندگی کا ہمیں شعور نہیں، اور بس۔'' (مسالک العلماء، ص ۵۲)

اور مولانا محمد حسین نیلوی لکھتے ہیں: ''جب (بعد الوفات) اپنی قوم و اقارب وغیرہ کے ساتھ روحانی تعلق قرآن پاک سے ثابت ہے تو اپنے جسد عنصری کے ساتھ روح کا تعلق یقیناً ثابت ہے اسی قرآنی آیت (قال یالیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی و جعلنی من المکرمین) سے بطریق دلالت النص ثابت ہے اور جو بات دلالۃ النص کے ساتھ قرآن کریم سے ثابت ہو جائے وہ اسی طرح قطعی اور یقینی ہوتی ہے جس طرح عبارۃ النص کے ساتھ قرآنِ کریم سے ثابت ہونے والی بات قطعی اور یقینی ہوتی ہے۔ یہ تعلق ثابت ہے، اس تعلق کا کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا، کیونکہ اس تعلق کے انکار سے قرآن پاک کی آیت کا انکار لازم آتا ہے، اور ایک آیت بلکہ ایک کلمہ قرآنیہ کا انکار کفر ہے جس طرح سارے قرآنِ کریم کا انکار کفر ہے۔ (روح و جسم کے دنیاوی تعلق اور اس کے اثرات کی نفی کرنے کے بعد لکھتے ہیں) ایسا تعلق قرآنِ پاک کی کسی آیت سے ثابت نہیں، نہ عبارۃً، نہ اشارۃً، نہ دلالۃً، نہ اقتضاءً۔ یہی چار طرق صحیحہ ہیں معرفت طرق الاستدلال کے۔'' (ندائے حق ج۱ص ۹۲)

فائدہ نمبر ا: نیلوی صاحب اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس تعلق کی وجہ سے دنیاوی لوازم ثابت نہیں ہوتے، موصوف نے تفصیل کے ساتھ اُن لوازم کا ذکر کیا ہے، لیکن افسوس یہ ہے کہ موصوف نے اُن لوازم میں عالم برزخ میں احادیث سے ثابت ہونے والے بعض اثرات کی نفی بھی کر دی ہے، اس طرح موصوف نے نفی کرنے میں حق و باطل کو خلط ملط کر دیا ہے۔

حیات النبی ﷺ حیات قبر کی فرع ہے

مولانا محمد طیب طاہری امیر اشاعت التوحید والسنۃ اپنے رسالہ ''مسلک الاکابر'' کے ص ۱۱ پر لکھتے ہیں:
''یہ مسئلہ (مسئلہ حیات النبی ﷺ) حیات بعد الموت کے مسئلہ کی ایک فرع ہے، مرنے کے بعد ہر مکلف کو اس کے ایمان و اعمال کے مطابق ایک نئی زندگی ملتی ہے جسے عالم برزخ کے ساتھ متعلق ہونے کی وجہ سے حیات برزخیہ کہتے ہیں، اور ایمان و اعمال کے مراتب میں فرق برزخی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔''

چونکہ حیات النبی ﷺ فرع ہے حیات قبر کی، پس اگر دلائل سے عام اموات کی حیات قبر ثابت ہو جائے تو حیات النبی ﷺ کا عقیدہ بھی ثابت ہو جاتا ہے، کیونکہ بقول طیب صاحب یہ حیات قبر پر متفرع ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ حیات قبر کے جتنے دلائل ہیں وہ سب حیات انبیاء علیہم السلام کے دلائل ہیں۔

قرآن کریم سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال

انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر قرآنِ مجید سے دلالت النص کے ساتھ دو قسم کے دلائل سے ثابت ہے:

۱...... شہداء کی حیات قرآن مجید سے عبارت النص کے طور پر ثابت ہے، چونکہ انبیاء علیہم السلام شہداء سے بہت ہی اعلیٰ و افضل ہیں اس لیے ان کے لئے قبور میں حیات بطریق اولیٰ ثابت ہوگی اور جن بعض سلف کے نزدیک نبی کریم ﷺ شہید ہیں تو اس صورت میں قرآن کریم سے نبی کریم ﷺ کی حیات عبارۃ النص کے طور پر ثابت ہوتی ہے۔

۲ قرآنِ کریم سے قبور میں اموات کے لئے ثواب و عذاب ثابت ہے اور قبور میں ثواب و عذاب موقوف ہے حیات فی القبر پر، جب ان قرآنی دلائل سے قبر میں ثواب و عذاب ثابت ہے تو قبر میں حیات بھی ثابت ہوگی، اور

جب ان دلائل سے عام انسانوں کے لئے قبر میں حیات ثابت ہوگئی تو انبیاء علیہم السلام کے لئے بطریق اولی ثابت ہوگی۔

احادیث مبارکہ سے انبیاء علیہم السلام کی حیات عبارت النص اور دلالت النص کے دونوں طریقوں سے ثابت ہے، الانبیاء احیاء فی قبورھم اور اس طرح کی دوسری احادیث سے عبارۃ النص کے طور پر ثابت ہے، اور قبر میں ثواب وعذاب اور دیگر احوال قبر کی وہ احادیث جن سے حیات فی القبر ثابت ہوتی ہے ان سے انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر بطریق اولی ثابت ہوگی۔

__فہم قرآن:__ بعض مرتبہ کسی آیت کے معنی میں مختلف احتمالات ہوتے ہیں، ترجیح اُس احتمال کو ہوگی جس کی آثار صحابہ رضی اللہ عنہم، آثار تابعین رحمہم اللہ وتبع تابعین رحمہم اللہ سے تائید ہوتی ہو، یا اس کو اہل حق کے ہاں تلقی بالقبول حاصل ہو۔ یا جمہور امت کے عقیدہ وعمل سے اُس کی تائید ہوتی ہو۔

عقائد قطعیہ اور عقائد ظنیہ

عام طور پر یہ بات مشہور ہے کہ عقائد کے لئے دلیل کا قطعی ہونا ضروری ہے، لیکن یہ بات مطلقاً درست نہیں، کیونکہ عقائد کی دو قسمیں ہیں: (۱) عقائد قطعیہ، (۲) عقائد ظنیہ۔

چنانچہ محقق العصر جامع علوم وفنون مولانا عبد العزیز پر ہاروی رحمہ اللہ علامہ تفتازانی کے رد میں لکھتے ہیں:

''ان الحکم بعدم کفایة الظن فی الاعتقادیات لیس علی اطلاقه وذالک لانا نجد علماء السنة سلفهم وخلفهم یذکرون فی کتب الاعتقاد مسائل مظنونة کتفضیل الملک علی الانبیاء او بالعکس وان افضل الانبیاء بعد نبینا آدم او ابراهیم او موسی او عیسی علیهم السلام وان افضل الصحابة العشرة المبشرة ثم اهل بدر ثم احد ثم الشجرة فعلم ان عدم جواز الظن فی العقائد انما هو حیث یطلب الیقین کالتوحید والرسالة (نبراس ص ۴۸۹)

اعتقادیات کے بارے میں یہ حکم کہ ظنی دلیل کافی نہیں ہوتی علی الاطلاق درست نہیں، کیونکہ سلف وخلف علماء اہل سنت کتب عقائد میں ظنی مسائل ذکر کرتے ہیں، جیسے۔ (۱) ملائکہ انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں یا انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں؟ (۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انبیاء میں افضل آدم علیہ السلام ہیں یا ابراہیم علیہ السلام یا موسیٰ علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام؟ (۳) صحابہ کرام میں افضل عشرہ مبشرہ، پھر اہل بدر، پھر اہل اُحد، پھر اصحاب شجرہ ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ جیسے عقائد قطعی ہوتے ہیں اسی طرح بعض ظنی عقائد بھی ہیں۔ قطعی عقیدہ وہ ہے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت دلیل سے ثابت ہو، قطعی الثبوت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ثبوت میں کوئی شک شبہ نہ ہو، اور قطعی الدلالت سے مراد یہ ہے کہ اس کی دلیل میں ایک ہی احتمال قطعی ویقینی ہو، اور اس میں کوئی دوسرا احتمال ناشی عن الدلیل نہ ہو، جیسے اقیموا الصلوۃ قرآن کی آیت ہونے کی وجہ سے قطعی الثبوت ہے اور اقیموا الصلوۃ کا ایک ہی معنی متعین ہے جو یقینی ہے اس میں کوئی دوسرا احتمال کسی دلیل سے ثابت نہیں، پس یہ قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہے۔ ظنی عقیدہ وہ ہے جس کی دلیل قطعی الثبوت یا قطعی الدلالت نہ ہو، جیسے درج ذیل سب عقائد ظنیہ کے دلائل یا ظنی الثبوت ہیں یا ظنی الدلالت ہیں۔

تین ظنی عقیدے نبراس کی عبارت میں ابھی مذکور ہوئے ہیں، چند مزید ظنی عقائد ملاحظہ کیجئے:

(۴) حقیقت ایمان۔ (۵) ایمان کا کم زیادہ ہونا۔ (۶) صفت تکوین مستقل صفت ہے یا نہیں؟ (۷) حیات قبر کی کیفیت۔ (۸) قبر کے ثواب وعذاب کی کیفیت۔ (۹) سماع موتی۔ (۱۰) ایمان تقلیدی معتبر ہے یا نہیں؟ (۱۱) صفات باری تعالیٰ عین ذات ہیں یا نہیں؟ (۱۲) قبر میں اعادہ روح کل اجزاء میں ہوتا ہے یا بعض اجزاء میں؟ (۱۳) قبل النبوۃ عصمت انبیاء۔ (۱۴) مرتکب کبیرہ کا حکم۔ (۱۵) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں سے افضل کون ہے؟ (۱۶) جنت اور دوزخ پیدا ہو چکی ہیں یا نہیں؟ (۱۷) معراج میں رؤیت باری تعالیٰ۔ (۱۸) معراج میں نبی علیہ السلام کی ملاقات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اُن کے ابدان مثالیہ کے ساتھ ہوئی یا ابدانِ عنصریہ کے ساتھ۔ (۱۹) بعد الوفات ارواح کی جائے قرار کہاں ہے؟ (۲۰) ابن صیاد دجال ہے یا نہیں؟ (۲۱) اطفال مشرکین جنتی ہیں یا دوزخی؟ (۲۲) مکہ افضل ہے یا مدینہ؟ (۲۳) کلام اللہ حادث ہے یا قدیم؟ (۲۴) استطاعت فعل کے ساتھ ہوتی ہے یا فعل سے پہلے؟ (۲۵) بسم اللہ فاتحہ کا جزء ہے یا نہیں؟

اور یہ بات ظاہر ہے کہ ظنی عقیدہ کے لئے قطعی دلیل ضروری نہیں، اور اگر دلیل قطعی ہو گی تو اس سے ثابت ہونے والا عقیدہ بھی قطعی ہوگا، جب کہ عقیدہ ظنی ہے، اس لیے ظنی عقیدے کے لئے ظنی دلیل کافی ہوتی ہے، البتہ قطعی عقیدے کے لئے قطعی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے، جیسے عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت، عقیدہ ختم نبوت، عقیدہ آخرت، عقیدہ صداقت قرآن، خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، ایمان صحابہ رضی اللہ عنہم، وغیرہ۔

عقائد قطعیہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) ضروریات دین یعنی دین کے وہ بدیہی عقائد ومسائل جن کو عوام وخواص سب جانتے ہوں اور ان کا جاننا کسی خاص اہتمام اور تعلیم وتعلم پر موقوف نہ ہو، جیسے توحید، رسالت، آخرت، ختم نبوت کا عقیدہ، اور نماز، روزہ، حج، زکوۃ کی فرضیت، ان میں سے کسی عقیدے کا انکار یا اُس میں تاویل کفر ہے، خواہ وہ واجب، سنت، مستحب اور مباح ہو لیکن متواتر ہو تو اس کا انکار بھی کفر ہے جیسے حضرت انور شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بہاولپور کے مشہور ختم نبوت کے مسئلہ پر اپنے بیان کے دوران تواتر کی مثال دی، کہ جو کی اباحت متواتر ہے کہ ہر خاص وعام کو معلوم ہے، اس لیے اس کی اباحت کا انکار بھی کفر ہے، اسی طرح مسواک کا سنت ہونا متواتر ہے، اس کی سنیت کا انکار بھی کفر ہے، پس متواتر کے لئے فرض ہونا ضروری نہیں۔ (۲) وہ عقائد قطعیہ جو ضروریات دین میں سے نہیں، ان کا انکار کفر نہیں، ہاں البتہ اگر منکر کے سامنے اُس قطعی عقیدہ یا قطعی مسئلہ کے قطعی دلائل پیش کیے گئے اور اس کے شبہات دور کردیئے گئے، اس کے باوجود اگر وہ اُس قطعی عقیدے کے انکار پر مُصر ہو تو یہ کفر ہے۔

اسی طرح عقائد ظنیہ کی بھی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ضروریات اہل سنت یعنی وہ ظنی عقائد جن پر اہل سنت والجماعت کا اجماع واتفاق ہے، ان میں سے کسی عقیدے کا انکار کفر نہیں، بلکہ فسق، ضلالت وبدعت ہے، اور اس کا منکر اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔ (۲) وہ عقائد ظنیہ جو اہل سنت والجماعت کے درمیان مختلف فیہ ہیں، اگر اہل سنت کے اختلافی اقوال سے باہر ہو کر کوئی الگ مذہب اختیار کرے تو یہ بھی فسق اور بدعت متصور ہوگا، اور اس کا موجد اہل بدعت ہے اور اہل سنت سے خارج ہے اور اگر اہل سنت کے اقوال میں سے کسی ایک قول کو دلائل کے ساتھ ترجیح دے تو اس سے وہ اہل سنت سے خارج نہیں ہوتا۔

<u>تائیدات</u>: (۱) شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں: جو عقیدہ یا شرعی حکم قرآن کی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت دلیل سے یا متواتر حدیث سے ثابت ہو، خواہ تواتر اسنادی ہو، یا تواتر تعامل ہو، یا تواتر قدر مشترک

ہو، اور ضروریات دین میں سے ہو یعنی ہر خاص و عام کو معلوم ہو، اگر کوئی شخص ایسے عقیدے یا شرعی حکم کا انکار کرے تو اس کا انکار کفر ہے، لیکن قطعی الثبوت یا قطعی الدلالت کا انکار مطلقاً کفر نہیں، اگرچہ موجب فسق ہے، البتہ اگر قطعی چیز کے دلائل قطعیہ منکر کے سامنے پیش کئے گئے اور اس کے شبہات دور کیے گئے اور اس کو بتا دیا گیا کہ اس کا انکار کفر ہے، اس کے باوجود اگر وہ انکار پر مُصِر رہے تو یہ کفر ہے۔ (انعام الباری ج ۱ ص ۳۰۲ ملخصاً)

(۲) مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں: ضروریات اور قطعیات کے حکم میں یہ فرق ہے کہ ضروریات دین کا انکار باجماع امت مطلقاً کفر ہے، ناواقفیت و جہالت کو اس میں عذر قرار نہ دیا جائے گا، اور نہ کسی کی تاویل سنی جائے گی، اور قطعیات کا انکار مطلقاً کفر نہیں بلکہ اگر عامی آدمی بوجہ ناواقفیت و جہالت کے انکار کر بیٹھے تو اس کو پہلے تبلیغ کی جائے گی کہ یہ حکم اسلام کے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت احکام میں سے ہے، اس کا انکار کفر ہے، اس کے بعد بھی اگر وہ انکار کرے تو اب اس کے کفر کا حکم کیا جائے گا، جیسا کہ المسایرہ اور اس کی شرح المسامرہ میں ہے: "واما ما ثبت قطعا ولم يبلغ حد الضرورة كاستحقاق بنت الابن السدس مع البنت الصلبية باجماع المسلمين فظاهر كلام الحنفية الاكفار بجحده لانهم لم يشترطوا في الاكفار سوى القطع في الثبوت (الى قوله) ويجب حمله على ما اذا علم المنكر ثبوته قطعا" (مسامرہ ص ۱۴۹)

اور جو حکم قطعی الثبوت تو ہو مگر ضروریات دین کی حد کو نہ پہنچا ہو، جیسے (میراث میں) اگر پوتی اور بیٹی حقیقی جمع ہوں تو پوتی کو چھٹا حصہ ملنے کا حکم اجماع امت سے ثابت ہے، سو کلام حنفیہ کا ظاہر یہ ہے کہ اس کے انکار کی وجہ سے کفر کا حکم کیا جائے، کیونکہ انہوں نے قطعی الثبوت ہونے کے سوا اور کوئی شرط نہیں لگائی (الی قولہ) مگر واجب ہے کہ حنفیہ کے اس کلام کو اس صورت پر محمول کی جائے کہ جب منکر کو اس کا علم ہو کہ یہ حکم قطعی الثبوت ہے۔

(دین و شریعت کی بنیادیں اور فقہی اصول وضابطے قرآن کی روشنی میں ص ۲۴۸ ملخصاً: افادات مفتی محمد شفیع: مرتب: محمد زید مظاہری)

مزید حوالہ جات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: (۱) اکفار الملحدین مؤلفہ محدث العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ۔ (۲) اصول تکفیر تالیف مفتی عبید الرحمن، دار العلوم رحمانیہ مردان۔

ضروریات اہل سنت

ضروریات اہل سنت وہ عقائد و مسائل ہیں جن پر اہل سنت والجماعت کے چاروں مذاہب یعنی حنفیہ مالکیہ شافعیہ حنبلیہ متفق ہیں اور ان پر اجماع ہے، اور ان سے خروج اہل سنت سے خروج ہے۔

<u>تائیدات</u>: (۱) "قال بعض العلماء: يقدم ما أجمع عليه الأربعة ثم ما أجمع عليه أبو بكر وعمر للخبر الصحيح: اقتدوا باللذين من بعدي: أبي بكر وعمر وهذا في حق المقلد الصرف في تلك الأزمنة القريبة من زمن الصحابة. أما في زمننا فقال بعض أئمتنا: لا يجوز تقليد غير الأئمة الأربعة الشافعي ومالك وأبي حنيفة وأحمد ابن حنبل رضوان الله تعالى عليهم

(فتح المبین لابن حجر الہیتمی ص ۲۲۰، حدیث نمبر ۲۸)

بعض علماء نے کہا ہے کہ جس چیز پر خلفائے اربعہ کا اجماع ہے وہ مقدم ہوگا، اس کے بعد پھر وہ مقدم ہوگا جس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کا اجماع ہو جائے، کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ ان دو کی اقتداء کرو جو میرے بعد

ہیں یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ، یہ حکم اُس مقلد کے حق میں ہے جو محض مقلد ہے (یعنی مجتہد نہیں)، اور اُس زمانے میں ہے جو زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے قریب ہے، لیکن ہمارے زمانے میں ہمارے بعض ائمہ نے کہا ہے کہ ہمارے زمانے میں ائمہ اربعہ (امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) کے علاوہ کسی کی تقلید جائز نہیں۔

(فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حق مذاہب اربعہ میں منحصر ہے۔)

(۲) ''وَمَا خَالَفَ الْاَئِمَّةَ الْاَرْبَعَةَ مُخَالِفٌ لِلْاِجْمَاعِ'' (الاشباہ والنظائر لابن نجیم، تحت القاعدۃ الاولیٰ ص ۱۴۳) جو ائمہ اربعہ کی مخالفت کرتا ہے وہ اجماع کی مخالفت کرتا ہے۔

(فائدہ: معلوم ہوا کہ جس چیز پر ائمہ اربعہ متفق ہو جائیں وہ اجماعی چیز شمار ہوگی، اس کی مخالفت اجماع کی مخالفت ہے۔)

(۳) ''وانما قلت فی العمل بالحدیث ان یکون ذلک الحدیث قد ذهب الیه أحد من الائمة الاربعة کیلا یلزم العمل علی خلاف الإجماع فان اهل السنة قد افترق بعد القرون الثلاثة او الاربعة علی اربعة مذاهب ولم یبق مذهب فی فروع المسائل سوی هذه الاربعة فقد انعقد الإجماع المرکب علی بطلان قول یخالف کلهم وقد قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یجتمع أمتی علی الضلالة وقال الله تعالیٰ وَ(مَنْ)...یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِیْراً وایضا لا یحتمل کون الحدیث مختفیا عن للائمة الاربعة وعن أکابر العلماء من تلامذتهم فترکهم قاطبة العمل بحدیث دلیل علی کونه منسوخا او مأوّلا''

(تفسیر مظہری، ج ۲ ص ۶۴، سورہ آل عمران، آیت ۶۴)

میں نے عمل بالحدیث کے بارے میں جو کہا ہے کہ وہ حدیث معمول بہ ہوگی جو ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کے نزدیک معمول بہ ہو، یہ اس لیے ہے تاکہ اجماع کے خلاف عمل لازم نہ آئے، کیونکہ اہل سنت کے تین یا چار صدیوں کے بعد چار مذاہب بن گئے، اور عملی مسائل میں سوائے ان چار مذاہب کے کوئی مذہب باقی نہ رہا تو اس پر اجماع منعقد ہو گیا کہ جو مذہب ان چار مذاہب کے خلاف ہو وہ باطل ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو کوئی مؤمنین کے راستے کے علاوہ کسی اور راستہ کی اتباع کرتا ہے ہم اس کو اسی طرح پھیر دیتے ہیں جدھر وہ پھرتا ہے اور ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے جو برا ٹھکانہ ہے، نیز قطعاً یہ احتمال نہیں ہو سکتا کہ کوئی حدیث ائمہ اربعہ اور ان کے تلامذہ میں سے اکابر علماء سے مخفی رہی ہو، اور ان سب کا کسی حدیث پر عمل نہ کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ وہ حدیث یا منسوخ ہے یا مؤول ہے (یا موضوع ہے)

(فائدہ: جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ حق مذہب اربعہ میں منحصر ہے، اور جس عقیدہ و شرعی حکم پر ائمہ اربعہ متفق ہوں وہ اجماعی عقیدہ اور اجماع حکم شمار ہوتا ہے، اسی کا نام ہے اجماع امت، اور ان کی مخالفت حق کی مخالفت اور حق سے انحراف ہے، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اہل حق اور اہل سنت وہی ہیں جو مذاہب اربعہ کے دائرے میں رہیں، اور جو مذاہب اربعہ کی مخالفت کرتا ہے وہ اہل حق اور اہل سنت والجماعت سے خارج ہے، اس لیے جن عقائد و مسائل پر مذاہب اربعہ کا اتفاق ہو وہ ضروریات اہل سنت کہلاتے ہیں، اُن کی مخالفت اہل سنت کی مخالفت ہے اور اہل سنت سے خروج ہے۔

تمہیدی امور کے بعد ہم عرض گزار ہیں کہ زیر بحث مسئلہ یعنی بعد الوفات حیات انبیاء علیہم السلام، حیات شہداء، اور قبر کا ثواب وعذاب ضروریات دین میں سے ہے، لیکن حیات انبیاء یا حیات شہداء یا قبر کے ثواب وعذاب کی خاص کیفیت عقائد ظنیہ میں سے ہے، اس لیے انبیاء علیہم السلام یا شہداء کی نفسِ حیات اور قبر کے ثواب وعذاب کا بالکلیہ انکار کفر ہے، لیکن ان کی خاص کیفیت عقائد ظنیہ میں سے ہے، اس لیے اس کا انکار کفر نہیں بلکہ فسق ہے اور اہل سنت سے خروج ہے۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک قبور میں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں، اس کی پوری تفصیل مقدمہ میں گزر چکی ہے، اسی طرح عذاب قبر بھی اسی ارضی قبر میں بتعلق روح جسم عنصری یا اس کے ذرات کو ہوتا ہے اور سوال وجواب بھی اسی ارضی قبر میں ہوتا ہے، اور ارضی قبر کے اندر جسد عنصری یا جسد عنصری کے ذرات میں اتنی حیات پیدا کر دی جاتی ہے جس سے قبر کی راحت وتکلیف کا احساس وادراک ہو سکے، اسحد تک اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے اور یہ ضروریات اہل سنت میں سے ہے، لہٰذا اس کا انکار اور اس کی مخالفت اہل سنت کے اجماع کے مخالفت ہے اور اہل سنت سے خروج ہے۔ لیکن یہ اختلاف کہ قبر میں حیات دخول روح کے ساتھ ہے یا اتصال روح کے ساتھ ہے؟، پھر روح کا اتصال عام اموات میں جسم عنصری کے تمام اجزاء کے ساتھ ہوتا ہے یا بعض اجزاء کے ساتھ؟ یہ نہ ضروریات دین میں سے ہے نہ ضروریات اہل سنت میں سے ہے۔ اسی طرح اِس حیات کا نام دنیاوی ہو یا برزخی، اس سے اصل عقیدہ میں فرق نہیں آتا۔

دلیل کی تعریف

بعض لوگ اپنے آپ کو نافی بنا کر دلائل سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ جیسے ثبوت کے لئے دلیل کی ضرورت ہے ایسے ہی نفی کے لئے بھی دلیل کی ضرورت ہے، چنانچہ دلیل کی تعریف یہ ہے: مایفید العلم بثبوت الشیء أوانتفائه (تلویح، بحث: تعریف اصول فقہ لقبی)، دلیل وہ ہے جو شئی کے ثبوت یا نفی کے علم کا فائدہ دے۔

<u>فائدہ</u>: معلوم ہوا کہ جیسے کسی چیز کا ثبوت دلیل کا محتاج ہے اسی طرح نفی کے لئے بھی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔

<u>نوٹ</u>: ہم نے قرآنی دلائل کے ساتھ چند تائیدات پیش کی ہیں، قرآن وحدیث کے دلائل کی مزید تائیدات باب چہارم، پنجم، وششم میں درج شدہ اقوال میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

آیت نمبر ۱: (کیف تکفرون الخ)

''کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیاکم ثمّ یمیتُکم ثمّ یحییکم ثمّ الیه ترجعون'' (پ۱، بقرہ، آیت: ۲۸) ترجمہ: تم اللہ تعالیٰ (کی قدرت) کا کیسے انکار کرتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے پس اس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں موت دیتا ہے پھر تمہیں زندہ کرتا ہے پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

''امواتاً'' سے مراد ہے بے جان ہونے کے مراحل جیسے نطفہ، علقہ، مضغہ، اور بے روح ڈھانچہ۔ ''فاحیاکم'' سے مراد ہے روح ڈال کر زندہ کرنا جو رحم مادر سے شروع ہوتی ہے اور موت پر ختم ہوتی ہے۔ ''ثم یمیتکم'' سے دنیا کی موت مراد ہے اور ''ثم یحییکم'' کی تفسیر میں دو قول ہیں (۱) اس سے مراد ہے احیاء فی

القبر، اور ''ثم الیہ ترجعون'' سے قیامت کی حیات مراد ہے، اس تفسیر کے مطابق قبر میں حیات ثابت ہوئی۔
(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ ''ثم یحییکم'' سے قیامت کے دن کا احیاء مراد ہے اور ''ثم الیہ ترجعون'' سے مراد حساب و کتاب کے لیے پیش ہونا ہے۔ اس صورت میں حیات قبر اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ عالم برزخ (قبر) من وجہ عالم دنیا کا حصہ ہے اور من وجہ آخرت کا حصہ ہے، اگر اس کی عالم دنیا کے حصہ ہونے والی حیثیت کا لحاظ کیا جائے تو حیات قبر بھی حیات دنیا کا حصہ ہو کر ''فاحیاکم'' میں شامل ہے۔ لہٰذا ''فاحیاکم'' سے حیات قبر ثابت ہوگئی اور اگر اس کے عالم آخرت کا حصہ ہونے کا لحاظ کیا جائے تو جیسے عالم برزخ آخرت کا حصہ ہے تو حیات قبر بھی حیات آخرت کا حصہ ہو کر ''ثم یحییکم'' سے ثابت ہوگی۔

تائیدات: (۱) ثم یحییکم یوم القیامۃ...والحیاۃ فی القبر علی ھذا التاویل فی حکم حیاۃ الدنیا وقیل لم یعتد بھا کما لم یعتد بموت من اماتہ فی الدنیا ثم احیاہ فی الدنیا...وقیل ثم یحییکم فی القبر للمسئلۃ ثم یمیتکم فی القبر (تفسیر قرطبی ج۱ ص۲۴۹) اگر ''ثم یحییکم'' کا معنی یہ ہو پھر تمہیں زندہ کرے گا قیامت کے دن تو اس تاویل کے مطابق حیات قبر حیات دنیا کے حکم میں ہے اور ''فاحیاکم'' میں داخل ہے اور بعض نے کہا کہ حیات قبر کا اعتبار نہیں کیا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو دنیا میں موت دی پھر دنیا میں ان کو زندہ کیا لیکن اس موت کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں منکر نکیر کے سوال کے لئے دوبارہ زندہ کرے گا، سوال کے بعد پھر تمہیں قبر میں موت دے گا۔ (یعنی روح نکال کر علیین میں یا سجین میں بھیج دے گا، لیکن روح کا بدن کے ساتھ تعلق رہے گا، یہ بھی ناقص درجہ کی موت ہے) (۲) الثانی ان الموت الاول المعهود فی الدنیا والاحیاء الاول فی القبر للمسئلۃ والموت الثانی فی القبر بعد المسئلۃ والاحیاء الثانی البعث قالہ ابن عباس وابو صالح (البحر المحیط ج۱ ص۱۳۰) دوسرا قول وہ ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو صالح سے منقول ہے کہ موتِ اول سے دنیا کی معروف موت مراد ہے، اور حیات اول قبر میں ہے منکر نکیر کے سوال کے لئے، اور موت ثانی سوال جواب کے بعد قبر میں واقع ہوتی ہے اور حیات ثانی قیامت کے روز ہوگی۔ (۳) تفسیر کبیر ج۲ ص۱۵۱، ۱۵۲۔ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ منکرین عذاب قبر کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر ''ثم یحییکم'' سے حیات آخرت مراد لیں تو اس آیت میں حیات قبر کا ذکر نہیں ہوگا، لیکن عدم ذکر سے عدم حیات لازم نہیں آتا، دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ ''ثم یحییکم'' سے اگر حیات آخرت مراد لیں تو ''ثم الیہ ترجعون'' میں لفظ ''ثم'' حیات آخرت کے بعد رجوع الی اللہ کی تاخیر کا تقاضا کرتا ہے جب کہ حیات آخرت کے بعد فوراً رجوع الی اللہ حاصل ہو جائے گا، اور اگر اس سے حیات قبر مراد لیں تو اس صورت میں حیات قبر پہلے ہوگی پھر ایک عرصہ کے بعد جب قبروں سے اٹھیں گے تو رجوع الی اللہ ہوگا، اس کے مطابق ثم کا مقتضی تراخی وتاخیر پورا ہو جاتا ہے، اس لیے یہ تفسیر راجح ہے اور اس سے حیات قبر ثابت ہوتی ہے، فرماتے ہیں: فلو جعلنا الآیۃ من ھذا الوجہ دلیلا علی حیاۃ القبر کان قریبا پس اگر ہم مذکورہ بالا آیت کو اس تفسیر کے مطابق حیات قبر کی دلیل بنائیں تو یہ درستی اور فہم کے قریب ہے۔ (۴) تفسیر مدارک بر حاشیہ خازن ج۱ ص۴۱۔ (۵) تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۶۷۔ (۶) شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی ج۱ ص۲۳۱ میں ہے وان ارید بھا الاحیاء فی

القبر للسوال الخ آیت مذکورہ میں "ثم یحییکم" سے اگر مراد ہو منکر نکیر کے سوال کے لئے احیاء فی القبر جیسا کہ سدی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے تو لفظ ثم جو اپنے مدخول کی تاخیر کو ظاہر کرتا ہے اس پر دلیل ہے کہ قبر میں (کامل حیات کے ساتھ) زندہ کرنا دنیا والی موت سے مؤخر ہے اگر چہ قبر میں دفن کے بعد احیاء میں تاخیر نہیں ہوتی جیسا کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دفن کر کے واپس جانے والوں کی جوتیوں کی آواز میت سن رہی ہوتی ہے اور اسی وقت اس سے سوال کیا جاتا ہے من ربك. مادينك. من نبيك (۷) قولہ تعالیٰ و کنتم امواتا فاحیاکم فی الرحم ثم یمیتکم فی الدنیا ثم یحییکم فی القبر ثم الیہ ترجعون فی القیامۃ (تفسیر زاہدی ج ۱ ص ۳۰) اللہ تعالیٰ کا قول اور تم بے جان تھے اس نے تمہیں ماں کے رحم میں زندہ کیا، پھر تمہیں وہ موت دیتا ہے دنیا میں، پھر تمہیں وہ زندہ کرتا ہے قبر میں، پھر تم قیامت میں اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (۸) مفسر زاہدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں و همیں ایت رد است بر معتزله در اثبات عذاب گور عذاب قبر کے اثبات میں اس آیت سے معتزلہ پر رد ہے (جو عذاب قبر کے منکر ہیں) (ایضاً) (۹) مفسر زاہدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: و ایشاں خود در نفی عذاب گور بریں ایت حجت کنند و گویند الخ معتزلہ نے اسی آیت سے عذاب قبر کی نفی پر استدلال کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دو موتوں کا اور دو زندگیوں کا ذکر کیا ہے، فرمایا و کنتم امواتا یعنی رحموں میں (بصورت نطفہ، علقہ، مضغہ)، دوسری موت دنیا میں، اور ایک حیات ماں کے رحم سے نکالنا، دوسری حیات قیامت کے دن، تیسری حیات یعنی حیات قبر کہاں سے آ گئی؟ مفسر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے تین جواب دیئے ہیں۔ (۱) اس آیت میں دو حیات اور دو موت کا ذکر کرنے سے تیسری حیات (حیات فی القبر) کی نفی نہیں ہوتی، جیسا کہ حضرت عزیر علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کی قوم اور حضرت حزقیل علیہ السلام کی قوم کے حق میں تیسری حیات کی نفی نہیں ہوتی، حالانکہ وہ قرآن سے ثابت ہے، تو اسی طرح حیات قبر کی بھی نفی نہیں ہوتی۔ (۲) مذکورہ دو حیاتیں اس نص کے ساتھ ثابت ہیں اور تیسری حیات قبر اس آیت کی دوسری تفسیر کے ساتھ (ایک حیات دنیا میں، دوسری حیات قبر میں) اور احادیث کے ساتھ ثابت ہے۔ (۳) آیت میں دو حیاتوں کا ذکر ہے اور تیسری حیات قبر سے سکوت ہے، اور سکوت اور عدم ذکر نفی کی دلیل نہیں ہوتا (تفسیر زاہدی ج ۱ ص ۳۰) (۱۰) ثم یحییکم للسوال فی القبور فیحیی حتی یسمع الخ پھر تمہیں وہ زندہ کرتا ہے قبر میں سوال کے لئے پس اس کو زندہ کیا جاتا ہے حتی کہ وہ لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے اور اس سے سوال کیا جاتا ہے من ربك. ما دينك. من نبيك. اس آیت میں لفظ ثُمَّ قرینہ ہے کہ اس سے حیات قبر مراد ہے حیات بعث مراد نہیں، کیونکہ ثُمَّ کا معنی ہے تعقیب مع التراخی یعنی ایک چیز کا دوسری چیز کے پیچھے آنا تاخیر اور وقفہ کے ساتھ، پس اگر حیات بعث مراد ہو تو اس کے بعد رجوع الی اللہ اس کے ساتھ متصل ہے، اس صورت میں تراخی والا معنی باطل ہو جائے گا، اور اگر حیات قبر مراد ہو تو رجوع الی اللہ قیامت کے دن ہوگا جس میں تراخی پائی جاتی ہے۔ مفسر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں و دلالۃ الآیۃ علی اثبات عذاب القبر و راحۃ القبر یہ آیت عذاب قبر اور راحت قبر کے اثبات پر دلالت کرتی ہے (روح البیان ج ۱ ص ۹۲) فائدہ: قبر میں زندہ کرنے سے مراد ہے جسد عنصری کو زندہ کرنا، کیونکہ موت جسد عنصری پر آتی ہے، قبر میں اسی کو دفن کیا جاتا ہے، روح پر موت نہیں آتی نہ اس کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کو زندہ کرنے کا کیا مطلب؟، اگر چہ بعض حضرات نے روح کے جسم سے جدا ہونے کو مجازاً روح کے لئے

موت کہا ہے مگر اس حالت میں بھی روح حقیقتاً زندہ رہتی ہے، روح کی حیات کو منکرین حیات بھی تسلیم کرتے ہیں۔
(۱۱) وَقیل فأحیا کم أی یُحْیِیکُمْ فِی الْقَبْرِ للسؤال ثم یمیتکم بعدہ فِی الْقَبْرِ (تفسیر سمعانی ج ا ص ۶۲)
دوسرا قول یہ ہے کہ فاحیا کم سے مراد ہے کہ اللہ قبر میں سوال کے لئے تمہیں زندہ کرے گا اور ثم یمیتکم سے مراد ہے کہ قبر میں سوال کے بعد تمہیں موت دے گا۔ (۱۲) امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے شیخ زادہ لکھتے ہیں: جن آیات سے قبر کا عذاب وثواب ثابت ہوتا ہے ان میں سے یہ آیت ہے و کنتم امواتا فاحیا کم الخ ای فی ارحام امھاتکم فاحیا کم الخ تم اپنی ماؤں کے رحموں میں مردہ تھے، اللہ تعالیٰ نے روح ڈال کر تمہیں زندہ کیا، پھر وہ تمہیں دنیا میں موت دیتا ہے، پھر تمہیں قبر میں زندہ کرتا ہے، پھر تم قیامت کے روز قبروں سے اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (شیخ زادہ ج ا ص ۲۳۱)

فائدہ: کیف تکفرون میں خطاب ارواح اور اجساد عنصریہ کو ہے، اسی طرح و کنتم امواتا میں اموات اجساد عنصریہ کو کہا گیا ہے، فاحیا کم میں رحم مادر اور دنیا میں اجساد عنصریہ کو زندہ کرنے کا ذکر ہے، اور ثم یمیتکم میں اجساد عنصریہ پر دنیا میں وقوع موت کا ذکر ہے، اسی طرح ثم یحییکم میں بھی اجساد عنصریہ کا اِحیاء مراد ہے، اور راجح تفسیر کے مطابق ثم یحییکم سے حیات قبر مراد ہو یا مرجوح تفسیر کے مطابق حیات آخرت مراد ہو اور حیات قبر اس میں داخل ہو، دونوں صورتوں میں قبر کے اندر اجساد عنصریہ کی حیات ثابت ہوتی ہے، کیونکہ خطاب کی تمام ضمیروں کا مصداق ارواح اور اجساد عنصریہ کا مجموعہ ہے اور جب عام مردوں کے اجساد عنصریہ کے لئے قبر میں حیات ثابت ہے تو انبیاء علیہم السلام کے لئے بطریق اولیٰ ثابت ہے۔

آیت نمبر ۲: (ولاتقولوا لمن یّقتل الخ)

"ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون" (پ ۲، بقرہ، آیت: ۱۵۴) ترجمہ: جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کو یہ نہ کہو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم (ظاہری حواس کے ساتھ) ان کی زندگی کا شعور نہیں کر سکتے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے روح اور بدن عنصری سے مرکب کیا ہے، قتل والا فعل روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر واقع ہوتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ روح اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اپنی لطافت کی وجہ سے زندہ وصحیح سلامت بچ نکلتا ہے اور جسد عنصری اللہ تعالیٰ کے حکم اور اپنی کثافت کی وجہ سے قتل ہو جاتا ہے، اس لیے مقتول فی سبیل اللہ جسد عنصری ہے اور اللہ تعالیٰ نے مقتول فی سبیل اللہ کو مردہ کہنے سے منع کیا ہے، اور یہ ممانعت محض ادب کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس کی وجہ یہ عقیدہ ہے بل احیاء ای بل ھم احیاء کہ وہ مقتول فی سبیل اللہ یعنی اجساد عنصریہ زندہ ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ شہداء کے اجساد عنصریہ قبور میں زندہ ہیں، اگر کوئی آدمی یہ اعتراض کرے کہ زندہ آدمی کی نبض چلتی ہے، دل دھڑکتا ہے، آنکھ پھڑکتی ہے، سانس لیتا ہے، یہاں کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا، تو شہید کیسے زندہ ہے؟، اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ شہداء زندہ ہیں لیکن تم اپنے ظاہری دنیاوی حواس کے ساتھ اس کا شعور وادراک نہیں کر سکتے، عربی کلام میں لکن استدراک کے لئے آتا ہے یعنی پہلی کلام سے پیدا ہونے والے شبہ کے ازالے کے لئے آتا ہے، یہاں پر بھی مذکورہ بالا شبہ کو دور کرنے کے لئے کہا گیا ولکن لا تشعرون۔

اور جب شہداء کے اجساد عنصریہ زندہ ہیں تو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام جن کا درجہ شہداء سے افضل ہے ان کے اجساد عنصریہ بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔ نیز شہداء امتی ہیں جب امتیوں کے اجساد عنصریہ زندہ ہیں تو نبیوں کے بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ کافر بھی قتل ہوتے ہیں لیکن وہ شہید نہیں کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کے مطیع اور فرمانبردار نہیں ہوتے لیکن شہداء انبیاء علیہم السلام کے مطیع وفرمانبردار ہوتے ہیں اس لیے ان کو شہادت کی سعادت حاصل ہوتی ہے، اور جب انبیاء کی اطاعت کی وجہ سے شہداء کو مرتبہ شہادت ملا ہے تو یہ عجیب بات ہے کہ شہداء کے اجساد عنصریہ زندہ ہوں اور جن کی اطاعت کی وجہ سے اُن کو یہ مرتبہ ملا اُن کے اجساد عنصریہ مردہ ہوں، نہیں نہیں، اُن کے اجساد عنصریہ بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔

امام سبکی اور امام سیوطی وغیرہ لکھتے ہیں کہ خیبر کے موقع پر یہود نے رسول اللہ ﷺ کو زہر کھلایا تھا کہ اگر سچے ہیں تو زہر اثر نہیں کرے گا، اللہ تعالیٰ نے آپ کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے زہر کا اثر روک دیا لیکن موت کے وقت مرتبہ شہادت دینے کے لئے اُسی زہر کا اثر جاری کر دیا، چنانچہ آپ کی موت میں اُس زہر کا بھی دخل ہے، اس لیے آپ شہید ہیں، اس صورت میں آپ ﷺ کی حیات قرآن کی عبارۃ النص سے ثابت ہو جاتی ہے۔

اس آیت میں شہداء کے اجساد عنصریہ کے زندہ ہونے پر چند قرائن ہیں:

__قرینہ نمبر ۱:__ مقتول فی سبیل اللہ کو زندہ کہا گیا ہے اور مقتول فی سبیل اللہ نہ روح ہے نہ بدن مثالی ہے بلکہ اجساد عنصریہ ہیں۔

__قرینہ نمبر ۲:__ بل احیاء میں مبتدا محذوف ہے بل ھم احیاء اور ھم ضمیر کا مرجع من یقتل فی سبیل اللہ ہے، اور قاعدہ ہے کہ مبتدا اور خبر کا محل ایک ہوتا ہے، مبتدا یعنی ھم جس کا مرجع من یقتل فی سبیل اللہ ہے، اور اَحیاء اس کی خبر ہے، تو ان دونوں کا محل ایک ہوگا، چونکہ مقتول فی سبیل اللہ (اجساد عنصریہ) کا محل قبر ہے تو اَحیاء کا محل بھی قبر ہوگا، معلوم ہوا کہ شہداء کے اجساد عنصریہ اپنے محل (قبور) میں زندہ ہیں۔

__قرینہ نمبر ۳:__ موت اور حیات میں تقابل تضاد ہو یا تقابل عدم وملکہ ہو متقابلین (دونوں متقابل) میں شرط ہے کہ دونوں کا محل ایک ہو پس جب موت کا محل اجساد عنصریہ ہیں تو حیات کا محل بھی اجساد عنصریہ ہوں گے، اگر موت کا محل اجساد عنصریہ ہوں اور حیات کا محل روح اور بدن مثالی ہو تو یہ موت وحیات کے درمیان تقابل کے خلاف ہے۔

__قرینہ نمبر ۴:__ اگر اَحیاء سے مراد یہ ہو کہ شہداء کی ارواح زندہ ہیں تو کلام کے سیاق وسباق کے خلاف ہے کیونکہ من یقتل فی سبیل اللہ کو اموات کہنے سے منع کیا گیا ہے تو ظاہر یہ ہے کہ بل ھم اَحیاء میں ضمیر کا مرجع من یقتل فی سبیل اللہ ہے، اور من یقتل فی سبیل اللہ کی حیات کو ہی ولکن لا تشعرون یعنی غیر شعوری قرار دیا ہے اگر ھم اَحیاء میں ھم ضمیر کا مرجع ارواح کو بنایا جائے تو یہ سیاق وسباق کے خلاف ہے۔

__قرینہ نمبر ۵:__ ماقبل میں صراحتاً ذکر ہے من یقتل فی سبیل اللہ کا، جو اجساد عنصریہ ہیں، ارواح کا ذکر نہیں، عجیب بات ہے جس کا ماقبل میں ذکر ہے اس کو ضمیر کا مرجع نہیں بناتے، اور جس کا ذکر ہی نہیں اس کو مرجع بناتے ہیں جو نحوی قاعدہ کے خلاف ہے۔

__قرینہ نمبر ۶:__ ارواح کی حیات مراد لینا ولکن لا تشعرون کے خلاف ہے، کیونکہ پچھلی کلام میں نہ

روح کا تذکرہ ہے نہ روح اور حیات روح کے شعوری و حسی ہونے کا کسی نے دعویٰ کیا ہے، تو روح اور حیات روح کے شعوری ہونے کی نفی چہ معنی دارد؟ ، ہاں پہلے مقتول فی سبیل اللہ کی حیات کا ذکر ہے اور وہ جسد عنصری ہے، اس پر شبہ ہوتا تھا کہ موت کے بعد جسد عنصری میں آثار حیات نظر نہیں آتے تو وہ زندہ کیسے ہے؟ اس کے ازالہ کے لئے فرمایا ولکن لا تشعرون اور ارواح کی حیات مراد لینا اور حیات روح کی تاویل کرنا ایسے ہی ہے جیسے قادیانی مانتے ہیں کہ وما قتلوہ. وما صلبوہ. شُبِّہَ. فیہ. منہ. بہ. وما قتلوہ. بل رفعہ اللہ. بل رفعہ اللہ سے پہلے واحد مذکر غائب کی سات ضمیریں مسیح بن مریم کی طرف لوٹتی ہیں، اور مسیح بن مریم صرف روح کا نام نہیں، روح وجسم کے مجموعہ کا نام ہے، لیکن قادیانی یہ سات ضمیریں تو مسیح بن مریم کی طرف لوٹاتے ہیں اور جب بل رفعہ اللہ کا جملہ آیا تو اس کی ضمیر روح کی طرف لوٹاتے ہیں پھر شور کرتے ہیں کہ یہ رفع روحانی ہے جسمانی نہیں، بعینہ اسی طرح منکرین حیات بھی مانتے ہیں کہ من یقتل فی سبیل اللہ اجساد عنصریہ ہیں لیکن جب کہا جاتا ہے ھم احیاء تو کہتے ہیں کہ یہ ضمیر ارواح کی طرف لوٹتی ہے، لہٰذا شہداء کی ارواح زندہ ہیں، اجساد عنصریہ زندہ نہیں، اور یہ حیات روحانی ہے یعنی فقط روح زندہ ہے، جسمانی حیات نہیں یعنی جسد عنصری زندہ نہیں۔ جیسے قادیانی تاویل غلط ہے اسی طرح منکرین حیات کی یہ تاویل بھی غلط ہے۔ شہداء کے اجساد عنصریہ بھی زندہ ہیں اور ارواح بھی، اور ان کے اجساد عنصریہ کا زندہ ہونا قرآن کریم کی عبارۃ النص سے ثابت ہے اور ارواح کا زندہ ہونا احادیث کی عبارۃ النص سے ثابت ہے۔ حدیث میں ہے کہ شہداء کی ارواح کے لئے سبز پرندوں جیسی اڑنے والی سواریاں ہیں، وہ ان میں سوار ہو کر جنت کی سیر کرتی ہیں اور جنت کے درختوں سے پھل کھاتی ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ قرآن وحدیث کے مطابق اجساد عنصریہ اور ارواح دونوں کے لئے حیات مانتے ہیں، اگر اجساد عنصریہ میں حیات نہ مانیں تو یہ قرآن کے خلاف ہے، اور اگر ارواح کی حیات نہ مانیں تو یہ حدیث کے خلاف ہے، اس لیے ہم اجساد وارواح دونوں کی حیات مانتے ہیں، لیکن ارواح میں حیات اصالۃً ہے اور اجساد عنصریہ میں روح کے جسد عنصری کے ساتھ غیر معلوم الکیفیۃ معنوی اتصال وتعلق کی وجہ سے تبعاً ہے۔

تائیدات: (۱) ومن اجل ذلک الحیوۃ لا تأکل الارض اجسادھم ولا اکفانھم (تفسیر مظہری ۱/ ۱۵۲) شہداء کی اسی حیات کی وجہ سے زمین نہ ان کے اجساد کو کھاتی ہے نہ ان کے کفنوں کو۔

(فائدہ: معلوم ہوا کہ شہداء کے وہی اجساد زندہ ہیں جن کو کفن دیا گیا اور جو زمین میں مدفون ہیں اور وہ اجساد عنصریہ ہیں، زمین ان کو نہیں کھاتی، زمین کے اجساد کو کھانے یا نہ کھانے کا تعلق ابدانِ مثالیہ کے ساتھ نہیں، اس لیے کہ زمین میں اجساد عنصریہ ہیں، اجساد مثالیہ نہیں، کیونکہ اجساد مثالیہ کو نہ کفن دیا جاتا ہے نہ اُن کو زمین میں دفن کیا جاتا ہے اور زمین کے اُن کو کھانے کا احتمال ہی نہیں تو نفی کرنے کا کیا فائدہ؟، اور ارواح جنت میں ہونے کے باوجود ان کا اجساد عنصریہ کے ساتھ معنوی تعلق قائم رہتا ہے جس سے شہداء اور انبیاء کے اجساد عنصریہ کے باطن میں مخفی زندگی حاصل ہو جاتی ہے، اسی لیے کہا گیا ہے: ولکن لا تشعرون)

(۲) والحق عندی عدم اختصاصھا بھم بل حیوۃ الانبیاء اقوی منھم واشد اثارھا فی الخارج حتی لا یجوز النکاح بازواج النبی ﷺ بعد وفاتہ بخلاف الشھید (تفسیر مظہری ۱/ ۱۵۲) اور میرے

نزدیک حق بات یہ ہے کہ یہ حیات شہداء کے ساتھ مختص نہیں بلکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات شہداء کی حیات سے اقویٰ ہے اور اس کے خارج میں آثار زیادہ شدت وقوت سے ظاہر ہوئے ہیں حتیٰ کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد ان کی ازواج کے ساتھ نکاح جائز نہیں جیسا کہ ان کی حیات میں جائز نہیں، بخلاف شہید کے کہ اس کی شہادت کے بعد اس کی بیوی کے ساتھ (بعد از عدت) نکاح کرنا جائز ہے، (البتہ دنیا والی حیات محسوسہ ظاہری تکلیفی زندگی مع لوازم دنیا جسد عنصری کو حاصل نہیں ہوتی، حضرت قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ نے خود اس کی نفی کی ہے)

(۳) وانما احیاھم اللہ عزوجل فی الوقت لایصال الثواب الیھم وعن الحسن ان الشھداء الخ اللہ تعالیٰ نے شہداء کو اسی وقت زندہ کر دیا ان کی طرف ثواب پہنچانے کے لئے، جلیل القدر تابعی رحمہ اللہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شہداء زندہ ہیں اور ان کی حیات عند اللہ ظاہر ہے (لیکن ہم پر مخفی ہے) ان کے رزق ان کی ارواح پر پیش کیے جاتے ہیں اور ان کے اجساد کی طرف بھی ان کی راحت، خوشبو اور خوشخبری پہنچتی ہے، جیسا کہ آگ آل فرعون کی ارواح پر صبح شام پیش کی جاتی ہے لیکن ان کے اجساد عنصریہ کی طرف بھی درد اور تکلیف پہنچتی ہے۔ پس اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے خواہ وہ قبور میں ہوں یعنی برزخ میں ہوں تب بھی ان کی طرف ثواب پہنچتا ہے۔ وکذا العصاۃ یعذبون فی قبورھم اسی طرح نافرمانوں کو قبور میں عذاب دیا جاتا ہے اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہم شہداء کو دیکھتے ہیں کہ وہ مردے ہیں تو بل اَحیاء کا کیا معنیٰ؟ اور اس نہی کی کیا وجہ کہ مقتول فی سبیل اللہ کو اموات نہ کہو؟ (یہ واضح رہے کہ ہم شہداء کے اجساد عنصریہ کو دیکھتے ہیں، ارواح اور ابدانِ مثالیہ کو نہیں دیکھتے، پس یہ سوال وجواب اجساد عنصریہ کے بارے میں ہے جن کو ہم دیکھتے ہیں) اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ شہداء کو غیر شہید اموات کی طرح مردہ مت کہو اور ان کو مردہ مت سمجھو، کیونکہ شہداء کی ارواح جنت کی طرف پہنچتی ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کی سواریوں پر سوار ہو کر جنت کی سیر کرتی ہیں (اور جنت کے پھل کھاتی ہیں اور روح وجسد کے تعلق کی وجہ سے وہی راحت وفرحت جسد عنصری کو بھی پہنچتی ہے)، فھم احیاء من ھذہ الجھۃ وان کانوا امواتا من جھۃ خروج الروح من اجسادھم پس روح وجسد کے غیر معلوم الکیفیۃ تعلق اور روح وجسد کی اس لطف اندوزی کے اعتبار سے اَحیاء ہیں لیکن ارواح کے اپنے اجساد سے خروج کے اعتبار سے وہ اجساد اَموات ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کی حیات باطن میں مخفی ہے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظاہر ہے، اَحیاء عند اللہ کا ایک مطلب یہی ہے۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مکرم ومقرب ہیں لیکن لوگوں سے حیات مخفی ہے، کیونکہ وہ آخرت کی طرف لوٹ گئے ہیں اور ہم ان دنیاوی حواس کے ساتھ اس حیات کا مشاہدہ نہیں کر سکتے، ولکن لاتشعرون اسی پر دلالت کرتا ہے یعنی تم کو زندہ نظر نہیں آتے، جب زندہ نظر نہیں آتے تو تم اس حیات کی حقیقت کو مشاہدہ کے ساتھ نہیں جان سکتے، وانما تعلمون باخباری ایاکم بہ اس حیات کے جاننے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ میں تمہیں اس کی خبر دوں...... اور اگر یہ اعتراض کیا جائے الیس سائر المطیعین من المسلمین یصل الیھم من نعیم الجنۃ فی قبورھم فلم خصص الشھداء بالذکر کہ تمام فرمانبرداروں کی قبور میں جنت کی نعمتیں پہنچتی ہیں تو شہداء کی تخصیص کیوں کی گئی ہے؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ شہداء کو غیر شہداء سے زیادہ نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ بعض

لوگوں نے شہداء پر طعن کیا کہ وہ مر گئے اور دنیا کی نعمتوں سے محروم ہو گئے، ان کے جواب میں یہ آیت اتری ہے، اس لیے شہداء کی تخصیص ہے۔ (تفسیر خازن ج ۱ ص ۱۰۳)

(۴) امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آیت میں مختلف اقوال ہیں پہلا قول یہ ہے انھم فی الوقت احیاء کأن اللہ تعالی احیاھم لایصال الثواب الیھم وھذا قول اکثر المفسرین وھذا دلیل علی ان المطیعین یصل ثوابھم الیھم وھم فی القبور فان قیل الخ تحقیق شہداء اس وقت بھی زندہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا ان کی طرف ثواب پہنچانے کے لیے، اکثر مفسرین کا قول یہی ہے، اور یہ دلیل ہے اس پر کہ قبور میں فرمانبرداروں کی طرف ان کا ثواب پہنچتا ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قبور کے اندر ہم شہداء کے اجساد کو مردہ دیکھتے ہیں تو ان کا زندہ ہونا کیسے صحیح ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک زندہ ہونے کے لیے ڈھانچہ شرط نہیں، اور کوئی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ میت کے ذرات اور اجزاء میں سے ہر ذرہ اور ہر جزء کے اندر حیات پیدا کر دے بغیر اس کے کہ ان کو مرکب کریں..... امام رازی رحمۃ اللہ علیہ دوسرے اقوال نقل کر کے لکھتے ہیں واعلم ان اکثر العلماء علی ترجیح القول الاول جان لیجئے کہ اکثر علماء کے نزدیک پہلا قول راجح ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۱۲۴)

فائدہ: مذکورہ بالا اقوال میں زندہ کر کے ان کی طرف ثواب پہنچانے کا ذکر ہے، یہ بات روح اور بدن مثالی پر صادق نہیں آتی، کیونکہ جب ان پر موت ہی نہیں تو ان کو زندہ کرنے کا کیا مطلب؟، نیز بدن مثالی نے کون سے اعمال کیے ہیں جن کا ثواب اس کو پہنچانا ہے؟ کیا بدن مثالی مکلف تھا؟ اس لئے زندہ کر کے ان کا ثواب ان کی طرف پہنچانے والی بات اجساد عنصریہ پر صادق آتی ہے، کہ ان پر موت واقع ہوئی پھر ان کو زندہ کیا، اور اجساد عنصریہ نے طاعات وعبادات کی ہیں اور یہی اجساد اس کے مکلف تھے اس لئے وہی ثواب کے مستحق ہیں، پس ان کو زندہ کر کے ان کی طرف ثواب پہنچایا جاتا ہے، نیز ثواب اُن اجساد کی طرف پہنچتا ہے جو قبور میں ہیں اور قبور میں اجساد عنصریہ ہیں۔ اس میں حیات فی القبر کا واضح ثبوت واقرار ہے، اگرچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عقیدہ کو ترجیح دی ہے کہ ارواح کا تعلق جسد عنصری کے بعض اجزاء کے ساتھ ہوتا ہے پھر اکثر حضرات نے بعض اجزاء کو مبہم رکھا ہے، جب کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تعیین کر دی ہے کہ وہ اجزاء اصلیہ ہیں جو غیر مبصر ہیں، اُن سے سوال وجواب ہوتا ہے، اور انہی اجزاء کو ثواب وعذاب ہوتا ہے)

(۵) ان الموت لیس بعدم محض. وإنما هو انتقال من حال إلى حال. ویدل علی ذلك: أن الشهداء بعد قتلهم وموتهم أحياء عند ربهم يرزقون. فرحين مستبشرين. وهذه صفة الأحياء في الدنيا وإذا كان هذا في الشهداء. كان الأنبياء بذلك أحق وأولى (التذكرة للقرطبي ص ۴۵۹) بے شک موت عدم محض نہیں، بلکہ موت کا معنی یہ ہے ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ شہداء قتل اور موت کے بعد زندہ ہیں اور ان کی یہ زندگی رب تعالیٰ کے نزدیک ظاہر ہے، ان کو رزق دیا جاتا ہے، وہ بہت ہی خوش ہیں، اور یہ دنیا میں زندوں کی صفت ہے، جب شہداء کے لئے یہ حیات ثابت ہے تو انبیاء علیہم السلام بطریق اولی اس کے زیادہ حقدار ہیں۔

(۶) حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اُس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل اَزواج اَحیاء کے اُن کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا، اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا، پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں پھر شہداء پھر اور معمولی مردے۔

(بیان القرآن ج ۱ ص ۸۶، مکتبہ الحسن)

(۷) نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۰۱۔ وَيُؤَيِّدُ ذٰلِكَ مَا ثَبَتَ أَنَّ الشُّهَدَاءَ أَحْيَاءٌ يُرْزَقُونَ فِي قُبُورِهِمْ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ علامہ شوکانی نبی کریم ﷺ کے قبر میں حیات پر تائید پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ بات قرآن مجید سے ثابت ہے کہ شہداء زندہ ہیں، ان کو رزق دیا جاتا ہے، اور نبی کریم ﷺ بھی شہداء میں سے ہیں۔

(۸) (احکام القرآن للجصاص ج ۱ ص ۹۳) (۹) (البحر المحیط ج ۱ ص ۴۴۸)

(۱۰) (شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی ج ۱ ص ۴۶۷) (۱۱) (شرح زرقانی علی الموطا، ج ۴ ص ۴۴۶)

(۱۲) (القول البدیع ص ۱۷۳) (۱۳) (انباء الاذکیاء ص ۵۱)

نیلوی صاحب کی نرالی تحقیق (شہداء زندہ ہیں، انبیاء زندہ نہیں)

علمائے اہل سنت نے آیت شہداء سے مقتول فی سبیل اللہ (جسد عنصری) کی حیات کو عبارۃ النص کے طور پر ثابت کیا ہے، اور انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کو دلالت النص کے طور پر، جب کہ بعض حضرات نے عبارۃ النص کے طور پر ثابت کیا ہے، لیکن منکرین حیات کے وکیل اعظم مولانا محمد حسین نیلوی حیات شہداء کی معنوی تحریف کی آڑ میں شہداء کی حیات کا اقرار اور انبیاء علیہم السلام کی حیات کا انکار کیا ہے، چنانچہ موصوف لکھتے ہیں: ''اس اعتبار سے کہ زندہ کو نہلایا نہیں جاتا بلکہ میت کو نہلایا جاتا ہے شہداء پر زندوں کا اطلاق ہوسکتا ہے مگر انبیاء علیہم السلام پر زندوں کا اطلاق نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کی وفات کے بعد کپڑوں سمیت غسل دیا گیا اور کفن دیا گیا اور ان کے ساتھ شہیدوں کا سا برتاؤ نہیں کیا گیا کہ بغیر غسل دیئے ان کے معصوم مطہر معطر ومقدس اجساد طیبہ کو زیب تن کپڑوں کے ساتھ دفن کیا گیا ہو اور یہ بات سب امت کے نزدیک متفق علیہ اور مجمع علیہ ہے، کسی ایک فرد کا اس میں اختلاف نہیں، سو اس معنی کی رُو سے سب کے نزدیک اُن پر میت کا اطلاق درست ہوا اور حی کا اطلاق اس معنی کی رُو سے درست نہیں'' (ندائے حق جلد اول ص ۲۶)

فائدہ: حیات انبیاء کا انکار قرآن کی دلالۃ النص کا انکار ہے جو نیلوی صاحب کے نزدیک کفر ہے۔

آیت نمبر ۳: (ولا تحسبن الذین قتلوا الخ)

''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون'' (آل عمران ۱۶۹)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل کیے گئے تم ان کو ہرگز مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں مقرب ہیں۔

انسان کے دو جزء ہیں روح اور بدن عنصری، قتل والا فعل واقع ہوتا ہے روح اور بدن کے مجموعہ پر، لیکن روح صحیح وسلامت اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ جاتی ہے اور بدن عنصری اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل ہو جاتا ہے، یہ ایسے ہے جیسے دو آدمی اکٹھے ہیں کوئی شخص دونوں پر حملہ کرتا ہے، لیکن ایک قتل ہو جاتا ہے دوسرا بچ جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے راستہ میں بدن عنصری قتل ہوا تو جو مقتول فی سبیل اللہ ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ان کو مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ شہداء کے ابدان عنصریہ جو اللہ کے راستے میں قتل ہوئے وہ بعد از قتل زندہ ہیں ان کو مردہ ہرگز گمان نہ کرو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ابدانِ عنصریہ کہاں ہیں؟ تو یہ بات ظاہر ہے کہ ابدانِ عنصریہ اسی ارضی قبر میں ہیں وہ قبر جہاں بھی ہے اور ابدان عنصریہ بھی جس حالت میں ہیں وہ زندہ ہیں، اس سے شہداء کے ابدانِ عنصریہ کا قبور میں زندہ ہونا ثابت ہوا۔ اس کو علمی انداز میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اَحیاء کا مبتدا محذوف ہے، ای بل هم اَحياء. اور هم ضمیر راجع ہے الذين قتلوا في سبيل الله کی طرف جو کہ ابدانِ عنصریہ ہیں، یعنی وہ ابدانِ عنصریہ جو مقتول فی سبیل اللہ ہیں زندہ ہیں، اور قاعدہ ہے کہ مبتدا اور خبر کا محل ایک ہوتا ہے، هم مبتدا ہے، اَحیاء خبر ہے، تو جو مبتدا کا ظرف ومحل ہے خبر کا ظرف ومحل بھی وہی ہوگا، اور مبتدا یعنی هم ضمیر (جس کا مرجع شہداء کے ابدانِ عنصریہ ہیں)، ان کا محل زمینی قبر ہے تو اَحیاء کا محل بھی زمینی قبر ہوگا۔ پس شہداء کے ابدانِ عنصریہ کا زمینی قبر میں زندہ ہونا ثابت ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اَحیاء کے حکم کو وصفِ شہادت پر مرتب کیا ہے، اور شہید کا بدن سلامت رہے یا ریزہ ریزہ ہو جائے یا اس کو جلا دیا جائے اس کے وصفِ شہادت میں کوئی فرق نہیں آتا، ہر حالت میں وصفِ شہادت اس کے ساتھ قائم ہے، تو وصفِ شہادت پر جو حکم مرتب ہو رہا ہے (هم اَحیاء) وہ بھی قائم رہے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار پرندوں کے ملے جلے بکھرے ذرات کو آواز دی تو اللہ تعالیٰ نے ان ذرات میں حیات پیدا کر کے وہ آواز ان کو سنا دی، منصور کو قتل کر کے ریزہ ریزہ کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے ان ذرات میں حیات پیدا کر دی تو وہ کہہ رہے تھے انا الحق. حتی کہ اس کو جلا دیا گیا تو راکھ کے ذرات میں اللہ تعالیٰ نے حیات پیدا کر دی، وہ باہر بھی اور دریا میں بھی بول رہے تھے انا الحق۔ جب شہیدِ محبت کا یہ حال ہے کہ وہ ہر حالت میں زندہ ہے تو جو حقیقی شہید ہے (شہید فی سبیل اللہ) وہ بھی ہر حالت میں زندہ ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس کے ساتھ وصفِ شہادت ہر حالت میں قائم ہے، اور حیات مرتب ہے وصفِ شہادت پر، تو حیات بھی ہر حالت میں قائم رہے گی۔

''عند ربهم'' کا مطلب سمجھنے کے لئے پہلے یہ بات سمجھیں کہ ''عند'' کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) کسی چیز کے حضور اور موجودگی کو ظاہر کرنے کے لئے جیسے زید عندی. عندی مال، پھر حضور کی دو قسمیں ہیں۔ ۱...... ایک حضور حسی جیسے فلما راٰه مستقرا عنده جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت بلقیس کو اپنے پاس دیکھا، یعنی وہ حساً وہاں موجود ہے۔ ۲...... دوسرا حضور معنوی جیسے الذی عنده علم من الكتاب وہ آدمی جس کے پاس کتاب کا علم ہے، وعنده علم الساعة اس کے پاس ہی ہے قیامت کے قائم ہونے کا علم۔ (۲) کسی چیز کے قرب کو ظاہر کرنے کے لئے جیسے فلما راٰه نزلة اخرى عند سدرة المنتهى جب آپ ﷺ نے جبریل کو دوسری مرتبہ دیکھا سدرۃ المنتہی کے قریب، عندها جنة الماوى اس سدرۃ المنتہی کے قریب ہے جنۃ الماوی قرب کی دو قسمیں ہیں، قرب حسی جیسے مذکور مثالوں میں، اور قرب معنوی یعنی قرب شرفی ومرتبی جیسے وانهم عندنا لمن المصطفين الاخيار بے شک یہ حضرات ہمارے پاس منتخب عمدہ لوگوں میں سے ہیں۔ (مغنی اللبیب ج ۱ ص ۲۲۵)

اب سمجھئے "عند ربھم" کی تفسیر! اس پر مفسرین کا اتفاق ہے کہ "عند ربھم" میں عندیت حسیہ (یعنی حضور حسی) مراد نہیں بلکہ عندیت معنویہ مراد ہے۔ ترکیبی طور پر اس میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا تعلق یرزقون کے ساتھ ہو، ای یرزقون من عند ربھم (عندَ منصوب بنزع الخافض ہے) مطلب یہ کہ شہداء کو ان کے رب کی طرف سے رزق معنوی عطا ہوتا ہے جس کی حقیقت وکیفیت کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں یا شہداء۔ دوسرا قول یہ ہے کہ عند ربھم کا تعلق اَحیاء کے ساتھ ہے یعنی زندہ ہیں اپنے رب کے پاس، اس صورت میں یا عندیت معنویہ مراد ہے مطلب یہ کہ یہ حیات ان کے باطن میں مخفی ہے جو تمہیں محسوس نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظاہر ہے۔ چنانچہ (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ ج ۲۴۔ التیسیر شرح الجامع الصغیر ج ۱ ص ۴۲۶۔ السراج المنیر ج ۲ ص ۲۵۶۔ فیض القدیر ج ۳ ص ۱۸۴۰) میں ہے وفائدۃ التقیید بالعندیۃ اشارۃ الی ان حیاتھم لیست بظاھرۃ عندنا وھی کحیاۃ الملائکۃ: اور عند ربھم کے ساتھ مقید کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شہداء کی حیات ہمارے مشاہدہ کے اعتبار سے ظاہر اور محسوس نہیں، اور یہ مخفی حیات ملائکہ کی حیات کی مثل ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے ظاہر ہے لیکن ہم سے مخفی ہے۔ یا عندَ قرب معنوی بیان کرنے کے لئے ہے کہ شہداء اپنے رب کے بہت مقرب ہیں، ہماری زبان میں کہا جاتا ہے کہ فلاں اس کا بڑا قریبی آدمی ہے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کا اس کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے، عند ربھم میں عند اسی قرب معنوی کو ظاہر کر رہا ہے کہ شہداء اپنے رب کے ہاں بڑے مقرب ہیں۔ اس کا یہ مطلب لینا کہ "شہداء قبروں میں زندہ نہیں بلکہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں" قرآن وحدیث کے خلاف ہے اور جب شہداء کے اجساد عنصریہ زندہ ہیں تو انبیاء کے اجساد عنصریہ بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے کہ وہ افضل ہیں اور شہداء مفضول ہیں، وہ نبی ہیں اور شہداء امتی ہیں، نیز شہداء کو مرتبہ شہادت انبیاء علیہم السلام کی وجہ سے ملا ہے، اس لئے انبیاء بطریق اولیٰ زندہ ہیں، اس کی تفصیل پچھلی آیت کے تحت گزر چکی ہے۔

تائیدات: (۱) مفسر قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (۱) وان حیاۃ الشھداء محققۃ اور بے شک شہداء کی حیات حقیقتاً ہے (حیات حقیقی سے مراد یہ ہے کہ روح اور جسد عنصری دونوں میں حیات ہے، پھر امام قرطبی رحمہ اللہ نے حیات حقیقی اور ارواح کے مستقر کے بارے میں دو مذہب نقل کیے ہیں، ایک یہ کہ قبور میں ان کے اجساد عنصریہ کی طرف ارواح کو لوٹا دیا جاتا ہے (جس سے وہ زندہ ہو جاتے ہیں)، پھر ان کو قبور میں جنت کی نعمتیں عطا کی جاتی ہیں، جیسا کہ کفار کو ان کی قبور میں زندہ کر کے ان کو عذاب دیا جاتا ہے۔ دوسرا مذہب یہ ہے کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں میں سوار ہو کر جنت میں سیر کرتی ہیں اور جنت میں ان کو رزق دیا جاتا ہے جو وہ کھاتے ہیں اور خوشحال رہتے ہیں (ان ارواح کا اجساد کے ساتھ بھی تعلق قائم رہتا ہے جس کی وجہ سے قبور کے اندر مٹی میں پڑے ہوئے اجسام عنصریہ کے اندر بھی حیات آجاتی ہے اور روح کو حاصل ہونے والی لذات سے اجساد عنصریہ بھی پُرلذت اور لطف اندوز ہوتے ہیں) دوسرا قول نقل کر کے امام قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں ھذا ھو الصحیح من الاقوال لان ما صح بہ النقل فھو الواقع دوسرے اقوال کے مقابلہ میں یہی قول صحیح ہے کیونکہ صحیح نقل سے جو ثابت ہو وہی حق ہے، اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ (۲) فان قولہ بل احیاء دلیل علی حیاتھم وانھم یرزقون ولا یرزق الا حی پس تحقیق اللہ تعالیٰ کا قول بل احیاء: شہداء (یعنی مقتول فی سبیل اللہ) کی حیات پر دلیل ہے اور اس پر بھی دلیل ہے کہ ان کو رزق دیا جاتا ہے اور رزق زندہ کو ہی دیا جاتا ہے، مردہ کو

رزق نہیں دیا جاتا (اگرچہ وہ حیات برزخی ہے یعنی مخفی اور زیر پردہ حیات ہے جس کے ظاہر بدن پر آثار نظر نہیں آتے اس اعتبار سے وہ مردہ ہیں اور رزق بھی برزخی ہے) (۳) عند ربھم یرزقون فیہ حذف مضاف ای عند کرامۃ ربھم وعند ھنا تقتضی غایۃ القرب فھی کَلَدٰی۔ قال سیبویہ فھذہ عندیۃ الکرامۃ لا عندیۃ المسافۃ والقرب۔ عند ربہم میں مضاف محذوف ہے، اصل عبارت یہ ہے کہ عند کرامۃ ربھم یعنی اپنے رب کے ہاں بہت مکرم ہیں، اور لفظ عند یہاں پر لدیٰ کی طرح انتہائی قرب کا تقاضا کرتا ہے، اور امام النحو سیبویہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عند ربہم میں عندیت کرامت ہے (یعنی رب کے ہاں شہداء کی عزت وعظمت اور اکرام بتانے کے لئے ہے)، باعتبار مسافت کے قرب حسی بتانے کے لئے نہیں۔ (تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۲۶۵ تا ۲۶۷ ملخصاً)

(۲) وعن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ لما اصیب (بحسب الظاھر بالقتل) اخوانکم باحد جعل اللہ ارواحھم (مع اتصالھا باجسادھم) فی اجواف طیر خضر ترد انھار الجنۃ وتاکل من ثمارھا کما قال بل احیاء عند ربھم یرزقون (شرح زرقانی علی المواھب اللدنیہ ج ۲ ص ۴۵۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب (باعتبار ظاہری قتل کے) تمہارے بھائی اُحد میں مصیبت زدہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے اندر سوار کردیا، وہ جنت کی نہروں پر وارد ہوتی ہیں اور جنت کے پھل کھاتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بل اَحیاء عند ربھم یرزقون ۔ (اور ارواح واجساد کے درمیان معنوی تعلق کی وجہ سے وہی لذات اجساد عنصریہ کو بھی حاصل ہوتی ہیں)

(۳) بحر الفوائد المسمی بمعانی الاخبار ج ۱ ص ۲۲۱۔ فیجوز ان یکون الخ مؤلف رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہیں مررت بموسیٰ وھو قائم یصلی فی قبرہ (میں اسراء کی رات موسیٰ علیہ السلام کے پاس گزرا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے) شارح لکھتے ہیں کہ یا تو یصلی کا معنی ہے یدعو اللہ ویثنی علیہ ویذکرہ یعنی موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے تھے اور دعا کر رہے تھے، کیونکہ موسیٰ علیہ السلام (قبر) میں زندہ ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد اس طرح زندہ کیا جیسے شہداء کو زندہ کیا، شہداء کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے ولا تحسبن الخ فاذا کان الشھداء اَحیاء یرزقون فکیف بالانبیاء والرسل جب شہداء زندہ ہیں، ان کو رزق دیا جاتا ہے تو انبیاء اور رسول کیوں زندہ نہیں ہوں گے، اور جب شہداء کی حیات قرآن سے ثابت ہے تو انبیاء ورسل کی حیات بھی قرآن سے ثابت ہے، (لیکن شہداء کی حیات عبارۃ النص کے درجے میں اور انبیاء ورسل کی دلالت النص کے درجہ میں ثابت ہے) والحی یذکر اللہ ویثنی علیہ ویدعوہ اور زندہ آدمی اللہ تعالیٰ کا ذکر وثناء کرتا ہے اور دعا کرتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یصلی اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے کہ نبی کریم ﷺ موسیٰ علیہ السلام پر گزرے تو دیکھا کہ وہ قبر میں زندہ ہیں اور کھڑے ہو کر حقیقتاً نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کے لیے قبر فراخ کردی گئی ہے۔

(فائدہ: موت کے بعد اسی کو زندہ کیا جس پر موت پر واقع ہوئی اور موت نہ روح پر واقع ہوئی نہ بدن مثالی پر، موت بدن عنصری پر واقع ہوئی تو موت کے بعد زندہ بھی بدن عنصری کو کیا، نیز آپ بیت المقدس کی طرف جاتے ہوئے سرخ ٹیلے کے پاس سے گزرے، اور یہ ظاہر ہے کہ بیت المقدس اور سرخ ٹیلہ اِسی زمین پر تھے، آپ ﷺ اسی زمین پر قبر کے پاس گزرے، آپ نے اسی زمین میں موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا، اور اس زمینی قبر میں بدن عنصری ہوتا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام بدن عنصری کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اور نماز زندہ پڑھتا ہے مردہ نہیں)

(۴) واذا ثبت بشهادة قوله تعالیٰ ولا تحسبن الذین قتلوا الخ حیاتا للشهید ثبت للنبی ﷺ بطریق الاولی والذی علیه جمهور العلماء ان الشهداء أحیاء حقیقةً (المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ ج ۳ ص ۵۹۷) جب ولا تحسبن الذین الخ کے فرمان الٰہی سے شہید کی حیات ثابت ہوئی ہے تو نبی کریم ﷺ بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے، اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ شہداء حقیقتاً زندہ ہیں۔

(۵) سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرة خیر العباد ج ۱۲ ص ۳۶۲۔

(۶) عبد السلام لقانی شرح جوہرہ میں لکھتے ہیں اعتقد وجوبا اتصاف هیکل شهید الحرب بالحیاة الکاملة لقوله تعالی ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله أمواتا بل أحیاء وأن حیاتهم حقیقیة لظاهر الآیة وأنهم یرزقون مما یشتهون کما ترزق الأحیاء بالأکل والشرب واللباس وغیرها قال محشیه العلامة الأمیر قوله هیکل هو الشخص المرکب من الروح والجسم کما سیقول الشارح قوله الکاملة معنی کمالها تعلقها بکل من الروح والجسد علی ما یعلم الله تعالی مسلمان یہ عقیدہ رکھے کہ مقتول فی سبیل اللہ کے روح وجسم کا مجموعہ حیات کاملہ کے ساتھ متصف ہے، اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے ولا تحسبن الذین الخ اور ان کی حیات حقیقی ہے آیت کے ظاہر کی وجہ سے، اور جیسے زندوں کو کھانا پینا لباس وغیرہ عطا کیا جاتا ہے ایسے ہی شہداء کو ان کی چاہت کے مطابق یہ سب عطا کیا جاتا ہے۔ شرح جوہرہ کے محشی علامہ امیر لکھتے ہیں: ہیکل کا معنی ہے روح وجسم کا مجموعہ اور حیات کاملہ (یا حیات حقیقیہ) سے مراد ہے کہ حیات کا تعلق روح اور جسم دونوں کے ساتھ ہو جس کی حقیقت وکیفیت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

(فتح العلی المالک فی الفتویٰ علی مذہب الامام مالک ج ۱ ص ۱۹)

(۷) وما ظنوه من الإحالة فی هذا باطل لأن أکثر الأمة تقول: إن الله یحییهم فی قبورهم وینعم أرواحهم فی أجسامهم أو بعضهم (الانتصار للباقلانی ج ۲ ص ۶۱۹) جن کا گمان یہ ہے کہ مقتول فی سبیل اللہ کو زندہ کرنا محال ہے ان کا یہ گمان باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی قبروں میں زندہ کرتا ہے اور ان کی روحوں کو نعمتیں پہنچاتا ہے اور ان روحوں کا پورے جسم کے ساتھ یا جسم کے بعض حصے کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔

(۸) وَرَدَ النَّصّ فِی کِتَابِ اللّٰهِ فِی حَقِّ الشُّهَدَاءِ أَنَّهُمْ أَحْیَاءٌ یُرْزَقُونَ وَأَنَّ الْحَیَاةَ فِیهِمْ مُتَعَلِّقَةٌ بِالْجَسَدِ فَکَیْفَ بِالْأَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِینَ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۴) علامہ شوکانی لکھتے ہیں: شہداء کے حق میں کتاب اللہ کے اندر نص وارد ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے، اور ان کی یہ حیات جسد کے ساتھ تعلق رکھتی ہے، جب شہداء زندہ ہیں تو انبیاء اور مرسلین کیسے زندہ نہیں ہوں گے؟ (اس کے بعد موصوف نے کی اس کی تائید میں دو حدیثیں نقل کی ہے، الانبیاء أحیاء، اور موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا۔)

آیت نمبر ۴: (الم ترا الی الذین خرجوا الخ)

"الم تر الی الذین خرجوا من دیارهم وهم الوف حذر الموت فقال لهم الله موتوا ثم احیاهم" (پارہ ۲، سورہ بقرہ، آیت ۲۴۳) ترجمہ: کیا آپ ان لوگوں کو نہیں جانتے جو موت سے بچنے کے لئے ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکلے، پس اللہ تعالیٰ نے ان کو کہا مر جاؤ (وہ مر گئے)، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا۔

قرآنِ کریم میں دو قسم کی آیات ہیں:

قسم اوّل: وہ آیات جن سے جنت وجہنم کے اندر جنتی اور دوزخی لوگوں کے لئے دوام حیات کا اثبات اور موت کی نفی مقصود ہے، جیسے قرآنِ کریم میں متعدد جگہ ہے: ''أولٰئك اصحٰب الجنّة هم فيها خٰلدون'' یہ لوگ جنتی ہیں، اسی جنت میں ہمیشہ رہیں گے، ''أولٰئك اصحٰب النّار هم فيها خٰلدون'' یہ لوگ دوزخی ہیں ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور پ ۲۵ دخان آیت ۵۶ میں ہے: ''لایذوقون فیها الموت الا الموتة الاولیٰ'' اللہ تعالیٰ نے پہلے متقی لوگوں کے لئے جنت اور جنت کی نعمتوں کا ذکر کیا ہے، اسی ضمن میں فرمایا کہ اہل جنت ہمیشہ انہی نعمتوں میں رہیں گے، نہ نعمتیں ختم ہوں گی نہ یہ ختم ہوں گے، کیونکہ جنت میں وہ موت کا ذائقہ نہیں چکھیں گے، ان کے لئے وہی موت تھی جو دنیا میں آچکی، جنت میں ان کو موت نہیں آئے گی، اس آیت کے اندر اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لئے دنیا میں موت کا اثبات اور جنت کے اندر موت کی نفی کر کے دائمی حیات کو ثابت کیا ہے، اس آیت میں یہ بتانا مقصود نہیں کہ دنیا میں صرف ایک ہی مرتبہ موت آئے گی دو مرتبہ نہیں آئے گی، بلکہ مقصود ہے عالم دنیا میں موت کا اثبات اور جنت میں موت کی نفی، پس یہ حصر اضافی ہے بمقابلہ آخرت کے، یعنی دنیا میں ہی موت ہے، آخرت میں موت نہیں اور اگر قرآنِ کریم کو غور سے دیکھا جائے تو عالم دنیا میں متعدد مرتبہ موت کا وقوع ثابت ہے، اگر معنی یہ ہو کہ دنیا میں ایک ہی موت ہے تو درج ذیل آیات کا کیا جواب ہے جن سے متعدد مرتبہ موت کا وقوع ثابت ہوتا ہے:

(۱) ''انّ الله يأمركم ان تذبحوا بقرةً'' (سورہ بقرہ آیت ۱۷ تا ۳۷ میں ایک واقعہ کا ذکر ہے) موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بھتیجے نے چچا کو مال کے لالچ میں قتل کیا اور خود مدعی بن گیا، اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی تدبیر کے مطابق مقتول زندہ ہو گیا اور قاتل کا نام بتا کر دوبارہ مر گیا۔ (۲) اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھنے کے مطالبہ پر ستر اسرائیلیوں کو ہلاک کر دیا گیا پھر موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا جس کا ذکر پارہ نمبر ۱، سورہ بقرہ آیت ۵۵۔۵۶ میں ہے۔ (۳) سورہ بقرہ آیت ۲۴۳ میں ہے ہزاروں کی تعداد میں لوگ موت سے بچنے کے لئے بھاگے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں موت دے دی پھر ان کو زندہ کیا پھر ان پر دوبارہ موت آئی۔ (۴) سورہ بقرہ آیت ۲۵۹ میں حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو موت دی پھر ان کو زندہ کیا، پھر دوبارہ ان کو موت دی۔ (۵) آل عمران آیت ۴۹ میں عیسیٰ علیہ السلام کے مردوں کو زندہ کرنے کا ذکر ہے واحيي الموتى باذن الله۔ ان آیات سے ثابت ہوا کہ عالم دنیا میں انسان کے لئے متعدد موتیں ہو سکتی ہیں۔

قسم ثانی: وہ آیات جن میں قبر کے اندر حیات وموت کا اثبات ہے، لیکن معتزلہ اور جہم بن صفوان جو قبر میں حیات وموت کے منکر ہیں نے ''لایذوقون فیها الموت الا الموتة الاولیٰ'' کے سیاق وسباق کو اور دنیا میں متعدد موتوں والی آیات کو نظر انداز کر کے اس آیت کو اپنے نظریہ کے مطابق ڈھالتے ہوئے معنی یہ کیا کہ دنیا میں ایک ہی موت ہے اور قبر میں نہ حیات ہے نہ موت ہے، حالانکہ اس کا معنی یہ ہے کہ موت فقط دنیا میں ہی ہے، جنت میں موت نہیں، پس جیسے دنیا میں متعدد موتیں اس آیت کے منافی نہیں، اسی طرح قبر میں حیات وموت بھی اس آیت کے منافی نہیں ہے۔

تائیدات: (۱) امام ملطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وانكر جهم عذاب القبر ومنكر ونكير وقال اليس يقول: "لايذوقون فيها الموت الا الموتة الاولیٰ" وقد اخبرنا بامر منكر ونكير فمن

اولی ان یتبع النبی ام جھم، جہم نے عذاب قبر اور منکر نکیر کا انکار کیا ہے اور اس نے کہا کہ کیا قرآن میں اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتے: ''لایذوقون فیھا الموت الا الموتۃ الاولیٰ'' حالانکہ نبی کریم ﷺ نے قبر میں منکر نکیر کے سوال کی خبر دی ہے۔ تو جہم کی اتباع زیادہ بہتر ہے یا نبی کریم ﷺ کی؟ (التنبیہ والرد علی اہل الاہواء والبدع ص ۱۲۴) (۲) امام جصاص لکھتے ہیں: وفی ھذہ الآیۃ دلالۃ علی بطلان قول من انکر عذاب القبر لان اللہ اخبر انہ امات ھؤلاء القوم ثم احیاھم فکذلک یحییھم فی القبر ویعذبھم اذا استحقوا ذلک: اور اس آیت میں دلیل ہے ان لوگوں کے قول کے باطل ہونے پر جنہوں نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو موت دی پھر ان کو زندہ کیا، پس اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کو قبر میں زندہ کرے گا اور ان کو عذاب دے گا جب وہ عذاب کے مستحق ہوں گے (احکام القرآن للجصاص ج ۱ ص ۴۵۱) (۳) امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اعلم انا لما اثبتنا حیاۃ القبر فیکون الحاصل فی حق بعضھم الخ جان لیجئے یقینی طور پر جب ہم حیات قبر ثابت کر چکے ہیں تو اس اعتبار سے بعض کے لئے چار حیاتیں اور تین موتیں ثابت ہوتی ہیں، اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے جو سورہ بقرہ میں ہے: ''الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم'' پس اس میں چار مرتبہ حیات ہے، دو حیاتیں دنیا میں، ایک حیات قبر میں، اور چوتھی قیامت کے روز۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۱۴۲)

(فائدہ: ظاہر ہے جن اجسام کو اللہ تعالیٰ نے موت دی ان کو ہی زندہ کیا، اور وہ اجساد عنصریہ ہیں، نیز قبر میں انہی اجسام کو زندہ کرے گا جو قبر میں ہیں، وہ اجساد عنصریہ ہیں، قبر میں زندہ کر کے ان کو عذاب دینا یہ بات روح اور بدن مثالی پر صادق نہیں آتی، کیونکہ روح اور بدن مثالی پر موت واقع نہیں ہوتی اور نہ وہ قبر میں ہوتے ہیں، جب اُن پر موت کا وقوع نہیں ہوتا اور وہ قبر میں بھی نہیں ہوتے تو اُن کو قبر میں زندہ کر کے عذاب دینے کا کیا مطلب؟)

آیت نمبر ۵: (ولکم فی الارض الخ)

''ولکم فی الارض مستقر ومتاع الیٰ حین'' (پ ۱، سورہ بقرہ، آیت ۳۶)

(ترجمہ: اور تمہارے لیے زمین میں جائے قرار ہے اور ایک متعین وقت تک نفع اٹھانا ہے)

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ الیٰ حین سے موت کا وقت مراد ہے، اور مستقر سے دنیا میں یا قبر میں جائے قرار مراد ہے۔ دوسرا یہ کہ الیٰ حین سے قیامت مراد ہے، اور مستقر سے دنیا کی جائے قرار اور موت کے بعد کی جائے قرار (یعنی قبر) دونوں مراد ہیں، اور مستقر کا لفظ دونوں کو شامل ہے، مطلب یہ ہے کہ دنیا اور قبر دونوں جائے قرار ہیں اور تمہارے لیے نفع اٹھانا قیامت تک ہے، لکم میں خطاب روح اور جسد عنصری دونوں کو ہے، پس جیسے دنیا کی جائے قرار میں روح اور جسد عنصری دونوں نفع اٹھاتے ہیں اسی طرح قبر کی جائے قرار میں بھی روح اور جسد عنصری دونوں نفع اٹھاتے ہیں، اگرچہ روح نفع اٹھاتی ہے اصالۃً، اور جسد عنصری نفع اٹھاتا ہے تبعاً۔ قبر کا اہل مغفرت کے لئے جائے منفعت ہونا واضح ہے کیونکہ روح کا جسد عنصری کے ساتھ معنوی تعلق ہوتا ہے اس تعلق کی وجہ سے جسد عنصری تبعاً لطف اندوز ہوتا ہے، اور معذبین کے لئے اس اعتبار سے منفعت کی جگہ ہے کہ آخرت کے مقابلے میں ان کو قبر میں کم از کم تھوڑا عذاب ہوتا ہے اور قبر میں نفع اٹھانا تبھی ہوسکتا ہے جب حیات ہو۔

تائیدات: (۱) قال ابن عباس مستقر: القبور. وعنه قال مستقر فوق الارض و تحتها (تفسیر ابن کثیر ص ۲۰۷ ج ۲۔ رواہما ابن ابی حاتم) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مستقر سے مراد قبور ہیں، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بھی ہے کہ مستقر دو ہیں: فوق الارض (زندوں کے لئے) اور تحت الارض (اموات کے لئے ہے) (۲) والمراد ھنا الی وقت الموت وھو القیامۃ الصغریٰ وقیل الی یوم القیامۃ الکبریٰ وعلیہ تجعل السکنیٰ فی القبر تمتعا فی الارض (روح المعانی ص ۲۲۷ ج ا، ج ۸ ص ۱۰۲) الی حین سے یہاں مراد ہے موت کا وقت جو قیامت صغریٰ ہے، اور یہ قول بھی ہے کہ الی حین سے قیامت کبریٰ مراد ہے، اس دوسرے قول کے مطابق قبر میں ٹھہرنا تمتع فی الارض میں داخل ہے (یعنی زمین کے اوپر جیسے زندہ لوگ نفع اٹھاتے ہیں، تحت الارض قبروں میں مردے جو مغفور و مرحوم ہیں وہ نفع اٹھاتے ہیں اور ان کا نفع اٹھانا تو ظاہر ہے، اور کفار کے لئے نفع ہے تخفیف عذاب کے اعتبار سے، کیونکہ بمقابلہ عذاب آخرت کے عذاب قبر خفیف عذاب ہے، اور نفع وہی اٹھاتا ہے جو زندہ ہو) (۳) مستقر ای مکان استقرار کم حالتی الحیاۃ والموت وقیل ھو القبر (البحر المحیط ص ۲۶۴ ج ۱) یعنی مستقر ظرف مکان ہے کہ موت و حیات کی دونوں حالتوں میں تمہاری جائے قرار ہے (اس کے مطابق مستقر کا لفظ دنیا کی جائے قرار اور قبر کو شامل ہے)، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مستقر سے مراد قبر ہے۔ (٤) صاحب جمل رحمۃ اللہ علیہ مستقر کا معنی کرتے ہیں: وھو المکان الذی یعیش فیہ الانسان (الجمل حاشیہ جلالین ص ۱۳۱ ج ۱) مستقر ایسی جگہ ہے جس میں انسان زندگی گزارتا ہے۔ (فائدہ: جب قبر کو مستقر کہا گیا ہے اور مستقر کا معنی ہے جس میں انسان زندگی گزارے تو اس سے معلوم ہوا کہ قبر میں انسان زندہ ہوتا ہے اور وہ اس کے اندر راحت یا تکلیف کی حالت میں قبر والی زندگی گزارتا ہے) (٥) زاد المسیر ص ۶۹ ج ۱۔ (٦) امام نسفی کے حوالے سے شیخ زادہ لکھتے ہیں: جن آیات سے عذاب قبر ثابت ہوتا ہے اُن میں سے ایک آیت یہ ہے "ولکم فی الارض الخ" الی حین سے موت کا وقت مراد ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم ان قبروں میں زندہ رہو گے اور قیامت کے دن انہی قبروں سے نکالے جاؤ گے۔ (شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی ج ۱ ص ۲۳۱)

آیت نمبر ٦: (قَالَ فِیھَا تَحْیَوْنَ الخ)

"قَالَ فِیھَا تَحْیَوْنَ وَفِیھَا تَمُوْتُون وَمِنھَا تُخْرَجُوْنَ" (پ ۸، اعراف، آیت ۲۵)

(ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم اسی زمین میں زندہ رہو گے، اسی میں مرو گے، اور اسی سے نکالے جاؤ گے۔)

اس سے پہلی آیت میں ہے "اور تمہارے لیے زمین میں جائے قرار ہے اور ایک وقت تک نفع اٹھانا ہے" (فائدہ: جس وقت تک انسان نے نفع اٹھانا ہے پھر یہ نفع ختم ہو جائے گا وہ وقتِ موت ہے، اس کے بعد ہے "قَالَ فِیھَا تَحْیَوْنَ" ظاہر ہے کہ اس کے بعد انسان قبر میں چلا جاتا ہے، "قَالَ فِیھَا تَحْیَوْنَ" سے آگے کی حالت بتائی گئی ہے کہ تم ان قبور میں زندہ رہو گے اور ان میں موت واقع ہو گی اور انہی قبروں سے نکالے جاؤ گے، اس سے قبر میں حیات اور موت ثابت ہوئی۔

تائید: بیضاوی شریف کے محشی شیخ زادہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: قولہ تعالیٰ ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین ای حین الموت ثم قال تعالیٰ فیھا تحیون ای فی القبور ومنھا تخرجون ای من

القبور بالبعث، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''اور تمہارے لیے جائے قرار ہے اور ایک خاص وقت تک نفع اٹھانا ہے یعنی موت کے وقت تک، پھر فرمایا تم اسی میں زندہ رہو گے یعنی قبور میں، اور ان قبور سے تم نکالے جاؤ گے۔

فائدہ: اس آیت کے اندر خطاب کی چار ضمیریں ہیں اور چاروں کا مصداق ایک ہی ہے، یعنی روح اور جسد عنصری کو مخاطب بنا کر کہا جا رہا ہے کہ تمہارے لیے موت تک دنیا میں جائے قرار ہے اور نفع اٹھانے کی جگہ ہے۔ موت کے بعد تم انہی قبروں میں زندہ رہو گے، انہی میں مرو گے اور انہی قبروں سے نکالے جاؤ گے، پس جیسے دنیا میں روح اور جسد دونوں ٹھہرتے اور نفع اٹھاتے ہیں پھر قبروں سے جو نکالے جائیں گے وہ بھی روح وجسد دونوں ہوں گے، پس قبروں میں بھی وہی زندہ ہوں گے اور انہی کو موت آئے گی۔ اس آیت سے واضح طور پر قبور میں مردوں کے جسد عنصری کے لئے حیات اور موت ثابت ہوئی۔ اگرچہ مندرجہ بالا تفسیر میں شیخ زادہ رحمۃ اللہ علیہ کا تفرد ہے تاہم اس سے شیخ زادہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ سامنے آجاتا ہے کہ وہ قبور میں حیات وموت کے قائل ہیں۔

آیت نمبر ۸،۷: (وَسَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ الخ)

''وَسَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا'' (پ ۱۶، مریم، آیت ۱۵)

(ترجمہ: اور سلامتی ہے یحییٰ علیہ السلام پر جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن وہ وفات پائیں گے اور جس دن وہ زندہ کر کے اٹھایا جائیں گے)

''وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا'' (پ ۱۶، مریم، آیت ۳۳)

(ترجمہ: امن وسلامتی ہے اس دن جس دن میں پیدا ہوا، اور جس دن میں وفات پاؤں گا، اور جس دن میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔)

تین عالم ہیں: (۱) عالم دنیا، (۲) عالم قبر (برزخ)، (۳) عالم آخرت۔

اگرچہ ذکر تو ہے یوم ولادت کا جو عالم دنیا کا آغاز ہے اور ذکر ہے موت کے دن کا جو عالم قبر کا آغاز ہے، اسی طرح ذکر ہے قبروں سے اٹھائے جانے کے دن کا جو حیات آخرت کا آغاز ہے، مگر تینوں جگہ پورا عالم مراد ہے، یعنی عالم دنیا، عالم قبر اور عالم آخرت، ان تینوں عالموں میں یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے لئے سلامتی اور امن کی بشارت ہے، سلامتی اور امن کی بشارت تقاضا کرتی ہے کہ ان تینوں عالموں میں اُس عالم کے مطابق حیات ہو، اور اگر اس میں حیات نہ ہو تو بے جان بے شعور ڈھانچے کے لئے امن وسلامتی کی بشارت کا کیا فائدہ؟ اور جس طرح عالم دنیا اور عالم آخرت میں سلامتی اور امن روح اور جسد عنصری کے لئے ہے اسی طرح عالم قبر میں بھی سلامتی اور امن روح اور جسد عنصری کے لئے ہوگا۔ نیز یحییٰ اور عیسیٰ فقط روح کا نام نہیں، بلکہ یحییٰ اور عیسیٰ سے مراد وہ یحییٰ اور عیسیٰ ہیں جن کے ان آیات میں احوال مذکور ہوئے ہیں، وہ روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے۔ اسی طرح ولادت کے دن، موت کے دن اور قبور سے اٹھنے کے وقت جن کے لئے امن وسلامتی کی بشارت ہے وہ روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، پس جب روح اور جسد عنصری کے لئے بشارت ہے تو عالم دنیا اور عالم آخرت کی طرح عالم قبر میں حیات بھی روح اور جسد عنصری دونوں کے لئے ہوگی۔

تائیدات: (۱) (ویوم أموت) یعنی فی القبر (ویوم أبعث حیا) یعنی فی الآخرة لأن له أحوالا ثلاثة: فی الدنیا حیا وفی القبر میتا وفی الآخرة مبعوثا فسلم فی أحواله کلها (تفسیر قرطبی ص ۱۰۴ ج ۱۱)، یوم ولادت سے دنیا مراد ہے، یعنی عیسیٰ علیہ السلام پر امن وسلامتی دنیا میں، اور یوم اموت سے مراد ہے قبر، یعنی عیسیٰ علیہ السلام پر سلامتی قبر میں، اور یوم ابعث سے مراد ہے آخرت یعنی عیسیٰ علیہ السلام پر امن وسلامتی آخرت میں ہے، کیونکہ اس کے احوال یہ ہیں دنیا میں زندہ ہے، قبر میں (باعتبار دنیا اور باعتبار ظاہر) مردہ ہے (اور باعتبار باطن زندہ ہے)، اور آخرت میں قبر سے اٹھے گا، ان تمام احوال میں وہ امن وسلامتی کے ساتھ ہوگا۔ (فائدہ: ان تینوں عالموں میں سلامتی دلیل ہے کہ ان تینوں عالموں میں روح وجسد عنصری زندہ ہیں اور ان کے لئے امن وسلامتی ہے) (۲) حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قصہ میں مفسر قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: قال الطبری الخ طبری وغیرہ کہتے ہیں کہ سلام کا معنی ہے اَمان، یعنی سلام بمعنی سلامتی۔ مفسر قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں میرے نزدیک قوی ترین قول یہ ہے کہ اس سے سلام تحیہ مراد ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام پہنچنے میں شرف وعظمت امان سے زیادہ ہے، کیونکہ یہ تین مقام ایسے ہیں جو بندے کی انتہائی محتاجی اور قلتِ وسیلہ کی حالت ہے، اس حالت میں بندہ کی طرف اللہ تعالیٰ کے سلام کا پہنچنا بہت ہی تسلی کا ذریعہ ہے (تفسیر قرطبی ج ۱۱ ص ۸۸) (فائدہ: سلام زندہ کو پہنچایا جاتا ہے، مردہ کو نہیں) (۳) (وسلام علیه) أمان من الله له (یوم ولد) من أن یناله الشیطان (ویوم یموت) من فتانی القبر (ویوم یبعث حیا) من الفزع الأکبر (تفسیر مدارک ج ۳ ص ۲۳۰)، اللہ تعالیٰ کی طرف سے امان ہے یحییٰ علیہ السلام کے لئے ولادت کے دن شیطان کے مس کرنے سے، موت کے دن قبر کے بہت بڑے آزمائش کرنے والے منکر نکیر دو فرشتوں سے، اور جس دن وہ (کھلی زندگی کے ساتھ) زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے اس دن ان کے لئے امان ہے بڑی گھبراہٹ سے (فائدہ: امتحان وآزمائش زندہ کی ہوتی ہے، مردہ کی نہیں، اور قبر میں چونکہ جسد عنصری ہے اس لیے امتحان روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کا ہوتا ہے اور امتحان وآزمائش موقوف ہے حیات پر) (٤) وأمان له من الله یوم ولد من أن یناله الشیطان کما ینال سائر بنی آدم وأمان له یوم یموت من عذاب القبر ویوم یبعث حیا من عذاب یوم القیامة (تفسیر خازن ج ۳ ص ۸۸)، اور یحییٰ علیہ السلام کے لئے اللہ کی طرف سے امان ہے ولادت کے دن شیطان کے مس کرنے سے جیسا کہ دوسرے تمام بنی آدم کو مس کرتا ہے، اور جس دن اس پر موت واقع ہوگی اس کے لیے امان ہے عذاب قبر سے، اور جس دن (کھلی حیات کے ساتھ) زندہ کر کے قبروں سے اٹھائے جائیں گے اس دن ان کے لئے امان ہے قیامت کے دن کے عذاب سے۔ (٥) والسلام علی الخ الآیة فیه وجهان أحدهما یعنی بالاسلام السلامة یعنی فی الدنیا ویوم أموت یعنی فی القبر ویوم أبعث حیا یعنی فی الآخرة لأن له أحوالا ثلاثة: فی الدنیا حیا وفی القبر میتا وفی الاخرة مبعوثا فسلم فی أحواله کلها (تفسیر ماوردی (النکت والعیون) ج ۳ ص ۳۷۱) آیت میں دو تفسیریں ہیں، ایک یہ کہ سلام سے مراد ہے سلامتی، اور یوم ولادت سے عالم دنیا مراد ہے، اور یوم الوفات سے عالم قبر مراد ہے، جس میں (وہ عالم دنیا کے اعتبار سے) مردہ ہوگا، اور یوم البعث سے آخرت مراد ہے، پس ان سب احوال میں وہ امن وسلامتی کے ساتھ ہوں گے۔ (٦) مظہری ج ٦ ص ۹۴۔ (٧) تفسیر کبیر ج ۲۲ ص ۱۹۳۔ (٨) تفسیر کبیر ج ۲۲ ص ۲۱٦۔ (٩) روح المعانی ج ۱٦ ص ۷۳۔ (١٠) روح البیان ج ۵ ص ۳۲۲۔

(۱۱) تفسیر زاہدی ج ۲ ص ۴۔ (۱۲) تفسیر ثعلبی ج ۵ ص ۲۱۶۔۳۔ (۱۳) التفسیر الوسیط ج ۶ ص ۹۲۳، مطبوع من الازہر، مصر: أي وخصني الله بالسلامة والأمن في الدنيا حين ولدت وفي القبر حين أموت وفي الآخرة يوم أبعث حيا فقد سلم عليه السلام في أحواله كلها من غضب الله تعالى وعقابه یعنی اللہ نے مجھے سلامتی اور امن کے ساتھ خاص کیا ہے دنیا میں جس وقت میں پیدا ہوا، اور قبر میں جس وقت میں وفات پاؤں گا، اور آخرت میں جس دن میں (کھلی زندگی کے ساتھ) زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔ پس تحقیق عیسیٰ علیہ السلام ان تینوں احوال میں اللہ کے غضب اور عقاب سے محفوظ ہیں۔

آیت نمبر ۹: (ومن اعرض عن ذکری الخ)

''ومن اعرض عن ذكري فان له معيشة ضنكا ونحشره يوم القيمة اعمى'' (پ ۱۶، طٰہٰ، آیت ۱۲۴) ترجمہ: اور جس نے میرے ذکر (قرآن) سے اعراض کیا پس اس کے لئے زندگی تنگ ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

تنگ زندگی سے کون سی زندگی مراد ہے؟ چونکہ اس کے بعد ہے: ''ونحشره يوم القيمة اعمى'' اس میں قیامت کے دن کا ذکر ہے اور دنیا میں مشاہدہ یہی ہے کہ کفار یہود و نصاریٰ بمقابلہ مسلمانوں کے پُرعیش زندگی گزارتے ہیں، اس لیے ''معيشة ضنكا'' سے قبر کی زندگی مراد ہے اور جیسے اعراض کرنے والے پر قبر میں تنگی ہوگی تو اس کے مقابلہ میں مؤمن مطیع کے لئے قبر میں راحت وآسائش والی زندگی ہوگی۔ پس اس آیت سے واضح طور پر قبر میں اسی جسد کے لئے حیات ثابت ہوئی جو اس میں مدفون ہے یعنی جسد عنصری۔ له کی ضمیر مجرور من اعرض کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی جس نے اعراض کیا اس کے لئے عذاب قبر ہے، اور اعراض کیا روح اور جسد عنصری کے مجموعہ نے، تو قبر میں عذاب بھی روح وجسد عنصری دونوں کو ہوگا اور عذاب موقوف ہے حیات پر۔

تائیدات: (۱) روى عن ابن مسعود وابي هريرة وابي سعيد الخدري الخ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ تینوں صحابہ کرام فرماتے ہیں هو عذاب القبر کہ ''معيشة ضنكاً'' سے عذاب قبر مراد ہے اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا کہ قرآن سے اعراض کرنے والے کو قبر میں اتنا بھینچا جاتا ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور بعض کتب مسانید میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر قبر اتنی مل جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں، اور قیامت تک یہی عذاب اس پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔ (تفسیر خازن ج ۳ ص ۲۶۸) (۲) مفسر قرطبی رحمہ اللہ نے ''معيشة ضنكا'' کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال نقل کر کے لکھا قول رابع وهو الصحيح انه عذاب القبر الخ چوتھا قول اور یہی قول صحیح ہے، کہ ''معيشة ضنكا'' سے عذاب قبر مراد ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول بھی یہی ہے، اور اس بارے میں حضرت ابو ہریرۃ سے مرفوع حدیث ہے جس کو ہم نے اپنی کتاب التذکرۃ میں ذکر کیا ہے، اور خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں يضيق على الكافر قبره حتى تختلف فيه اضلاعه وهو المعيشة الضنك کافر پر اس کی قبر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور یہی معیشت ضنک ہے (تفسیر قرطبی ج ۱۱ ص ۲۵۹) (۳) تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۶۹۔

(٤) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اتدرون ما المعیشۃ الضنک قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال عذاب الکافر فی القبر...ویحشر من قبرہ الی موقفہ اعمی (التذکرۃ للقرطبی ص ۱۵۱، ۱۵۲) کیا جانتے ہو معیشتِ ضنک کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قبر میں کافر کو جو عذاب ہوتا ہے یہی معیشتِ ضنک ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے بے شک اس پر ننانوے سانپ مسلط کیے جاتے ہیں، ان میں سے ہر سانپ کے ۹ سر ہیں جو اس کے جسم میں پھنکارتے ہیں اور اس کو کاٹتے ہیں زخمی کرتے ہیں، اور قیامت تک یہی ہوتا رہے گا اور قیامت کے دن وہ موقف کی طرف جانے کے لئے اپنی قبر سے اندھا اٹھے گا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن جس قبر سے اٹھنا ہے عذاب بھی اسی قبر میں ہوتا ہے اور وہ ہے زمینی قبر اور ظاہر ہے کہ زمینی قبر میں عذاب اسی کو ہوگا جو زمینی قبر میں ہے اور وہ بدن عنصری ہے اور عذاب موقوف ہے حیات پر، جب بدن عنصری کے لئے عذاب قبر اس سے ثابت ہوا تو بدنِ عنصری کے لئے حیات بھی ثابت ہوگی۔

(٥) تفسیر کبیر ج ۲۲ ص ۱۳۰۔ (٦) روح المعانی ج ۱٦ ص ۲۷۷۔ مفسر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا معیشت ضنک عذاب قبر ہے۔ (٧) تفسیر مظہری ج ٦ ص ۱۷۱۔ (٨) معیشۃ ضنکاً سے مراد ہے دنیا کے فنا ہونے سے پہلے تنگی والی زندگی، کیونکہ اس کے بعد ہے" ونحشرہ یوم القیمۃ اعمی"، اس سے معلوم ہوا کہ تنگی والی زندگی قیامت کے دن سے پہلے ہوگی، اور ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ دنیا کے اندر یہود ونصاریٰ اور مشرکین پر رزق اور مال ودولت کی بڑی وسعت ہوتی ہے، ان کی دنیا کی زندگی بڑی پُرعیش ہوتی ہے، (اس لیے معیشۃ ضنکاً مصداق قبر کی زندگی ہے) وانما ارادبہ بعد الموت قبل الحشر اللہ تعالیٰ نے اس سے ارادہ کیا ہے موت کے بعد اور حشر سے پہلے کی زندگی کا (یہی حیات قبر ہے) (اعتقاد ائمۃ الحدیث ص ٦٩) (٩) شرح السنۃ للبغوی ج ٥ ص ۴۲۱۔ (١٠) ارشاد الساری ج ۲ ص ۲۷۰۔ (١١) حجج القرآن لاحمد بن محمد ص ۹۷۔ (١٢) زاد المسیر ج ٥ ص ۳۳۱۔

آیت نمبر ۱۰ (قِیلَ ادْخُلِ الْجَنَّۃَ الخ)

"قِیلَ ادْخُلِ الْجَنَّۃَ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ۔ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ" (پ ۲۳، یس، آیت ۲۷) ترجمہ: کہا گیا جنت میں داخل ہو جایئے، اس نے کہا اے کاش میری قوم اس کو جان لیتی کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے عزت بخشی۔

اس دلیل کو سمجھنے کے لئے وجاء سے من المکرمین تک قرآنِ مجید میں جو واقعہ ذکر کیا گیا ہے وہ مختصراً ملاحظہ کیجیے: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرستادہ تین مبلغ وداعی دعوت توحید دینے کے لئے انطاکیہ بستی میں آئے، مبلغین نے ان بت پرستوں کو دعوت توحید دی، لیکن انہوں نے نہ صرف یہ کہ ان کی دعوت کا انکار کیا بلکہ قتل کا ارادہ کرلیا۔ بستی کے ایک عظیم آدمی یعنی حبیب نجار کو ان کے اس ارادۂ ظلم کا پتہ چلا تو وہ دوڑتے ہوئے آئے، انہوں نے ناصحانہ دردبھرے انداز میں کہا اے میری قوم! ان قاصدوں کی بات مان لو (دو چیزیں بات قبول کرنے میں رکاوٹ بنتی ہیں، مال وجاہ کا حرص اور داعی کی گمراہی، ان میں یہ دونوں باتیں نہیں) یہ تم سے اجرت نہیں مانگتے اور راہ ہدایت پر

ہیں، اس لیے ضرور بالضرور ان کی اتباع کرو۔ قوم نے کہا اچھا! تم بھی ان کے دین پر ہو؟ حبیب نجار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھے کیا ہے کہ میں بطور شکر اس ذات کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا (اور مجھے مختلف قوتوں سے نوازا) اور تم بھی اس ذات کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہدایت پر جزا اور گمراہی پر سزا دے گا، لہٰذا ہدایت یافتہ قاصدوں کی اتباع کر کے ہدایت یافتہ بن جاؤ۔ کیا میں ایسے قدرت والے محسن معبود کے علاوہ دوسرے معبود بنالوں؟ جو اتنے عاجز ہیں کہ اگر رحمٰن معبود حقیقی مجھے نقصان پہنچانے کا ارادہ کرلے تو سفارش کر کے مجھے نفع پہنچانے کی ان میں ہمت نہیں اور مجھے بچانے کی ان میں طاقت نہیں، اگر میں اس قادر مطلق کے ساتھ ان عاجز بتوں کو شریک بنالوں تو میں بہت بڑی واضح گمراہی میں پڑ جاؤں گا۔ اے عیسیٰ کے قاصدو! اور اے میری قوم! تم سب سن لو، گواہ ہو جاؤ، پکی سچی بات ہے کہ میں تمہارے رب کی وحدانیت پر ایمان رکھتا ہوں۔ یہ سنتے ہی بت پرست حبیب نجار پر ٹوٹ پڑے اور ان کو شہید کر دیا اور حبیب نجار نے اتنی طویل بات اس لئے کی تھی کہ قوم عیسیٰ علیہ السلام کے قاصدوں کو بھول جائے، وہ بچ جائیں اور میں شہید ہو جاؤں، لیکن قوم نے سب کو شہید کر دیا۔ جب حبیب نجار کو شہید کیا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے کہا گیا اے حبیب تو جنت میں داخل ہو جا۔ جب حبیب نجار نے جنت کی نعمتوں اور اس کی بہاروں کا مشاہدہ کیا تو اس نے آرزو کی کہ کاش میری قوم رحم و کرم اور عزو شرف کے اس معاملہ کو جان لیتی جو میرے رب نے میرے ساتھ کیا ہے، اس نے مجھے بخش دیا ہے اور مجھے بڑے اعزاز و اکرام والے لوگوں میں شامل کر دیا ہے۔

<u>فائدہ:</u> عیسیٰ علیہ السلام کے قاصدوں کی نصرت و مدد کے لیے آنے والا روح و جسد عنصری کا مجموعہ ہے، یعنی حبیب نجار رجل کا مصداق روح و جسد عنصری کا مجموعہ ہے، بستی انطاکیہ میں دعوت دینے اور ان سے ہم کلام ہونے والا روح و جسد عنصری کا مجموعہ ہے، رب وحدہٗ کی عبادت کرنے اور معبودانِ باطلہ سے اعراض کرنے والا روح و جسد عنصری کا مجموعہ ہے، قتل ہونے والا روح و جسد عنصری کا مجموعہ ہے، جب قتل واقع ہوتا ہے تو روح محفوظ رہتی ہے اور قتل والا فعل جسد عنصری پر واقع ہوتا ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ روح قتل ہونے سے بچ جائے اور جسد عنصری ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے، مگر جب جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے اور راحت و سرور حاصل کرنے کے وقت تو اکیلی روح مزے کرے اور جو ساتھ رہا حتیٰ کہ قتل ہو گیا وہ محروم رہے۔

پھر قیل کے آگے مفسرین عبارت نکالتے ہیں لہ اور ضمیر کا مرجع حبیب نجار ہے جو رجل کا مصداق ہے اور رجل اور حبیب نجار روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے۔ مفسرین لکھتے ہیں لما قتلوہ قیل لہ جب انہوں نے حبیب نجار کو قتل کیا تو مقتول کو کہا گیا ادخل الجنۃ اور مقتول فی سبیل اللہ حقیقۃً جسد عنصری ہے اس لیے قیل لہ ادخل الجنۃ کا مخاطب بھی روح و جسد عنصری کا مجموعہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جسد عنصری زندہ ہے، اور روح اور جسد عنصری دونوں جنت میں ہیں اور جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

پھر اہل جنت کے مختلف درجات کے اعتبار سے جسد عنصری کے جنت میں داخل ہونے کی مختلف صورتیں ہیں، بعض اہل جنت کے لئے دخول فی الجنۃ خواب کی طرح ہوتا ہے، جیسے آدمی خواب دیکھتا ہے کہ وہ باغ میں ہے، کھجور کھا رہا ہے، اس کی شادی ہوئی ہے اور شادی کے بعد کا سارا منظر خواب میں دیکھتا ہے جس سے روح اور جسد عنصری دونوں لذت یاب ہوتے ہیں، حتیٰ کہ بیدار ہونے کے بعد بعض مرتبہ بدن عنصری پر اس کے اثرات بھی محسوس ہوتے ہیں۔ اسی طرح بعد الوفات روح کا بدن عنصری کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس میں حیات پیدا ہو

جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے روح و جسد عنصری پر لذت و فرحت کی ویسے ہی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں جیسا کہ نیند کی حالت میں خواب کے اندر پیدا ہوتی ہے اور بعض اہل جنت کی روح کو اصالۃً جنت میں جنت کی نعمتوں سے لذت و فرحت نصیب ہوتی ہے تو روح و جسد عنصری کے تعلق کی وجہ سے تبعاً ہی لذت فرحت جسد عنصری کو بھی نصیب ہوتی ہے۔ بعض اہل جنت کے لیے قبر سے جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور قبر میں پڑے ہوئے جسد عنصری کو جنت کی خوشبو پہنچتی ہے اور جنت کا رزق بھی عطا ہوتا ہے۔ بعض اہل جنت کی اسی ارضی قبر کو باغ و بہار بنا دیا جاتا ہے۔ ان سب صورتوں میں وہ قبر روضۃ من ریاض الجنۃ کا مصداق بن جاتی ہے اور اہل نار کے لیے بھی قبر میں عذاب قبر کی مختلف صورتیں ہیں۔ خلاصہ یہ کہ بعد الوفات قبر میں میت کے روح و جسد عنصری دونوں کے لیے ثواب و عذاب ہوتا ہے اور جسد عنصری کے لئے ثواب و عذاب موقوف ہے حیات پر۔ اس سے حیات قبر ثابت ہوئی۔

تائیدات: (۱) مفسر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: والظاھر من الآیۃ الخ آیت کا ظاہر یہ ہے کہ جب حبیب نجار کو قتل کر دیا گیا تو اس مقتول کو کہا گیا جنت میں داخل ہو جا۔ قتادہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس مقتول کو جنت میں داخل کر دیا اور وہ جنت میں زندہ ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے۔ قتادہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات اللہ تعالیٰ کے اس قول کی روشنی میں کہی ہے۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون۔ مفسر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بھی نقل کیا ہے: قال ابن عباس نصح قومہ حیا و میتا رفعہ القشیری فقال وفی الخبر انہ علیہ السلام قال فی ھذہ الآیۃ انہ نصح لھم فی حیاتہ و بعد موتہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا حبیب نجار نے اپنی قوم کے ساتھ خیر خواہی کی زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی اور قشیری نے اس کو مرفوعاً بیان کیا ہے، اس نے کہا حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ حبیب نجار رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی ان کی خیر خواہی کی۔

فائدہ: زندگی میں خیر خواہی کی یا قوم اتبعوا المرسلین الخ اور پس مرگ کہا: یلیت قومی یعلمون الخ۔ تا کہ قوم یہ حال سن کر ہدایت کی طرف راغب ہو جائے۔ موت کے بعد نصیحت کرنا تب ہو سکتا ہے جب جسد عنصری زندہ ہو۔

(۲) تفسیر کبیر ج ۲۶ ص ۶۰۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے قیل ادخل الجنۃ کے بارے میں دو قول لکھے ہیں، ایک یہ کہ حبیب نجار کو قتل کے بعد یہ کہا گیا اور اس نے بھی یٰلیت قومی قتل کے بعد کہا، یہ جسد عنصری کے بعد الوفات زندہ ہونے کی دلیل ہے۔ (۳) روح المعانی ج ۲۲ ص ۲۲۸۔ قتادہ کا قول کہ اللہ تعالیٰ نے حبیب نجار کو جنت میں داخل کر دیا اور وہ جنت میں زندہ ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے، اس سے قتل کی نفی نہیں ہوتی اور بحر محیط میں ہے قتادہ کا قول وھو فیھا حی یرزق اس آیت کے مطابق ہے بل اَحیاء عند ربھم یرزقون۔ (۴) تفسیر مظہری: قال اللہ ذلک قبل موتہ یعنی ادخل قبرک الذی ھو روضۃ من ریاض الجنۃ۔ اللہ تعالیٰ نے حبیب نجار کو جو کہا قیل ادخل الجنۃ۔ یہ اس کی موت سے پہلے کہا گیا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی اس قبر میں داخل ہو جاؤ جو جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

فائدہ: قبر کے باغ بننے کا فائدہ تبھی ہے کہ جسد عنصری زندہ ہو، مردہ بے جان اور بے شعور ہو تو باغ بنانے کا کیا فائدہ؟

(۵) تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۶۸۔ (۶) زاد المسیر ج ۷ ص ۱۳۔ (۷) الجمل شرح جلالین ج ۳ ص ۵۰۹۔

آیت نمبر ۱۱: (یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ)

''یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ وَیُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیْنَ وَیَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ'' (ابراہیم: ۲۷) ترجمہ: کلمہ طیبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو (قبر میں سوال کے وقت) ثابت قدم رکھتا ہے حیات دنیا میں اور آخرت میں، اور بھٹکا دیتا ہے ظالموں کو، اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

تمام مفسرین اور محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس آیت کی مفسرین نے دو تفسیریں کی ہیں، دونوں کے مطابق اس آیت سے جسد عنصری کے لئے حیات قبر اور قبر کا عذاب وثواب ثابت ہوتا ہے۔ (۱) ''فی الحیوٰۃ الدّنیا'' سے قبر مراد ہے کیونکہ عالم برزخ من وجہ عالم دنیا کا حصہ ہے اور ''فی الاٰخرۃ'' سے قیامت کا دن مراد ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو قبر میں منکر نکیر کے سوال کے وقت کلمہ طیبہ کی برکت سے ثابت قدم رکھتا ہے، اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھے گا، لیکن ظالموں کو یعنی کفار کو بھٹکا دیتا ہے قبر میں، اسی طرح قیامت کے دن بھی بھٹکا دے گا۔ (۲) ''فی الحیوٰۃ الدّنیا'' سے عالم دنیا کی زندگی مراد ہے، اور ''فی الاٰخرۃ'' سے قبر کی زندگی مراد ہے کیونکہ عالم برزخ من وجہ آخرت کا حصہ ہے، مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور قبر کی زندگی میں بھی سوال کے وقت ثابت قدم رکھتا ہے اور ثابت قدم اسی کو رکھا جاتا ہے جو زندہ ہو، اور بھٹکایا بھی اسی کو جاتا ہے جو زندہ ہو، اس لیے اس آیت سے مؤمنین وکفار دونوں کے لیے حیات قبر ثابت ہوتی ہے اور ''الَّذِیْنَ اٰمنوا'' و ''ظٰلمین'' سے مراد روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے پس جسد عنصری کے لئے حیات قبر ثابت ہوئی۔

تائیدات: (۱) صحیح بخاری میں باب ہے ما جاء فی عذاب القبر، اور اس آیت کو بطور دلیل ذکر کیا ہے، اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میت کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے پھر اس کے پاس منکر نکیر آ کر سوال کرتے ہیں، وہ جواب دیتا ہے اشھد ان لاالہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ۔ یہی ہے تثبیتِ اقدام جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔ یہی روایت دوسری سند کے ساتھ امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کی جس میں صراحتاً کہا نزلت فی عذاب القبر کہ یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

فائدہ: المؤمن اکیلی روح یا اکیلے بدن کو نہیں کہا جاتا بلکہ دونوں کے مجموعہ کو کہا جاتا ہے، جس سے ثابت ہوا کہ قبر میں میت کے بدن عنصری کو زندہ کیا جاتا ہے، اسی کو بٹھایا جاتا ہے، روح وجسم عنصری دونوں کے مجموعہ سے سوال وجواب ہوتا ہے، اس کے بعد ثواب وعذاب بھی دونوں کو ہوتا ہے لیکن روح کو اصالۃً اور بدن کو تبعاً۔

(۲) تفسیر مدارک مع خازن ص ۸۲ ج ۳ میں ہے فی الحیاۃ الدنیا حتی اذا فتنوا فی دینھم لم یزلوا کما ثبت الذین فتنھم اصحاب الاخدود وغیر ذلک وفی الآخرۃ الجمھور علی ان المراد بہ فی القبر بتلقین الجواب وتمکین الصواب الخ حیات دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھتا ہے حتیٰ کہ جب وہ دین کے متعلق فتنہ میں ڈالے گئے تو وہ دین پر پکے رہے، جیسا کہ اصحاب الاخدود نے جن لوگوں کو

فتنہ میں ڈالا وہ ثابت قدم رہے اور وفی الآخرۃ سے قبر میں ثابت قدمی مراد ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب کی تلقین اور درست جواب کی قدرت دینے کی وجہ سے۔ آگے مفسر رحمہ اللہ نے حدیث براء نقل کی ہے جس میں ہے ثم تعاد روحه في جسده فيأتيه ملكان فيجلسانه في قبره کی صراحت ہے یعنی پھر میت کی روح کو اس کے جسم میں لوٹایا جاتا ہے پھر اس سے رب، دین اور نبی کے بارے میں سوال ہوتا ہے۔ وہ صحیح جواب دے دیتا ہے تو آسمان سے ندا آتی ہے میرے بندے نے سچ کہا، یہی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان يثبت الله الذين آمنوا الخ۔ پھر فرشتے میت کو کہتے ہیں تو نیک بختی کے ساتھ زندہ رہا، اور موت بھی قابل تعریف حالت میں آئی، نم نومة العروس اب دلہن کی طرح بے فکر ہو کر سو جا۔

<u>فائدہ:</u> دنیا میں زندہ رہا جسد عنصری، موت بھی اُسی پر واقع ہوئی، قبر میں فرشتوں کی گفتگو بھی اسی سے ہو رہی ہے جو دنیا میں نیک بختی کے ساتھ زندہ رہا، اور موت بھی اچھی نصیب ہوئی، وہ جسد عنصری ہے، اس سے قبر کے اندر جسد عنصری کے لئے حیات ثابت ہوئی۔

(۳) تفسیر خازن ص ۸۲ ج ۳ میں ہے: في الحياة الدنيا يعني في القبر عند السوال وفي الآخرة يعني يوم القيامة عند البعث والحساب الحيوة الدنيا سے مراد ہے قبر میں سوال کے وقت، اور الآخرۃ سے مراد ہے قیامت کا دن یعنی اللہ تعالیٰ قبر میں منکر نکیر کے سوال کے وقت اور قیامت کے دن قبور سے اٹھنے اور حساب کے وقت مؤمنین کو ثابت قدم رکھیں گے۔ یہ تفسیر لکھ کر مفسر خازن رحمہ اللہ فرماتے ہیں وهذا القول واضح آیت کی تفسیر میں یہ قول واضح ہے، پھر اس کی تائید میں حضرت براء رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث پیش کی جس میں صراحت ہے نزلت في عذاب القبر یعنی یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے بعد حیات قبر اور عذاب قبر کو ثابت کرنے کے لئے مفسر رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت براء رضی اللہ عنہ کی احادیث ذکر کی ہیں، نیز حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وصیت بھی ذکر کی ہے جس میں دفن کے بعد قبر کے ارد گرد کچھ دیر ٹھہرنے کی وصیت ہے تاکہ میں ان سے اُنس پکڑوں اور دیکھوں کہ میں منکر نکیر کے سوال کا کیا جواب دوں۔ (۴) الآیات البینات لابن دحیہ ص ۲۴۸۔ القاضي ابو بكر بن الطيب يقول... قال الله النار يعرضون الخ فاذا جاز ان يكون المكلف بعد موته معروضا على النار الخ: ابوبکر بن طیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب یہ جائز ہے کہ موت کے بعد مکلف کو آگ پر صبح وشام پیش کیا جائے تو یہ بھی جائز ہے کہ وہ کلام کو سنے لیکن جواب سے اس کو روک دیا جائے کیونکہ لذت اور تکلیف زندہ اور ذی حس کو ہی ہو سکتی ہے، اور جب یہ اس طرح ہے تو ان اجسام میں حیات کے لوٹانے کا اور ان کے کلام کو سننے کا اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ (۵) اس آیت کے متعلق ابو احمد (م ۳۶۰ھ) لکھتے ہیں: حجة على المعتزلة والقدرية وبشارة لاهل السنة ومن يؤمن بالمسئلة في القبر ودليل على ان القبر من منازل الآخرة (منکرین عذاب قبر وحیات قبر) معتزلہ اور قدریہ کے خلاف یہ آیت حجت ہے اور اس میں اہل السنۃ اور جو لوگ بھی قبر میں فرشتوں کے سوال وجواب پر ایمان رکھتے ہیں ان کے لئے بشارت ہے (بوقت سوال ثابت قدمی کی)، نیز اس میں دلیل ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔

(النكت الدالة على البيان في انواع العلوم والاحكام ص ۷۲ ج ۲)

فائدہ: یہ سب کچھ موقوف ہے حیات قبر پر، جب قبر میں سوال و جواب ہے اور اہل السنۃ کے لئے ثابت قدمی کی بشارت ہے تو یہ آیت حیات قبر کے منکرین کے خلاف حجت ہے اور جب قبر آخرت کی پہلی منزل ہے تو قبر میں حیات کا ماننا بھی لازم و ضروری ہے۔

(٦) اعتقاد ائمۃ الحدیث ص ٦٩۔ (٧) التنبیہ والرد علی اھل الاھواء والبدع ص ١٢٤۔ (٨) الرسالۃ للقیروانی ص ٩۔ (٩) قوت القلوب ص ٢١١ ج ٢۔ (١٠) الایمان لابن مندہ ص ٩٦٢ ج ٢۔ (١١) اصول السنۃ لابن ابی زمنین ص ١٥٠۔ (١٢) ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ص ١٨٩ ج ٧۔ (١٣) الاعتقاد البیہقی ص ٢١٩۔ (١٤) تفسیر طبری ص ٢٠٢ ج ١٦۔ (١٥) تفسیر مظہری ص ٢٦٨ ج ٥۔ (١٦) دنیا کا ثبات تو ظاہر ہے آخرت کی اوّل منزل قبر ہے وہاں بھی اس پر یہ ثابت رہے گا منکر نکیر کو جواب شافی دے گا جیسا کہ احادیث میں وارد ہے (تفسیر حقانی) (١٧) صحیح بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ آخرت سے مراد اس آیت میں برزخ یعنی قبر کا عالم ہے...... تقریباً چالیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے معتبر اسانید کے ساتھ اسی مضمون کی حدیثیں منقول ہیں جن کو امام ابن کثیر نے اس جگہ اپنی تفسیر میں جمع کیا ہے اور شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنے منظوم رسالہ التثبیت عند التبییت میں اور شرح الصدور میں ستر احادیث کا حوالہ نقل کر کے ان روایات کو متواتر فرمایا ہے ان سب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آیت مذکورہ میں آخرت سے مراد قبر اور اس آیت کو قبر کے عذاب وثواب سے متعلق قرار دیا ہے (معارف القرآن مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ) (١٨) غرض یہ کہ فی الآخرۃ سے قبر اور عالم برزخ مراد ہے جیسا کہ احادیث مرفوعہ اور اقوال صحابہ سے ثابت ہے کہ فی الآخرۃ سے قبر مراد ہے جو آخرت کی پہلی منزل ہے جہاں حق تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو جواب کی تلقین اور حق وصواب پر تمکین عطا فرماتا ہے اور قبر کے امتحان میں اس کو ثابت قدم رکھتا ہے (معارف القرآن کاندھلوی رحمہ اللہ) (١٩) یعنی حق تعالیٰ توحید و ایمان کی باتوں سے جن کی مضبوطی و پائیداری پچھلی مثال میں ظاہر کی گئی مومنین کو دنیا و آخرت میں مضبوط ثابت قدم رکھتا ہے۔ رہی قبر کی منزل جو دنیا و آخرت کے درمیان برزخ ہے اس کو ادھر یا ادھر جس طرف چاہیں شمار کر سکتے ہیں۔ چنانچہ سلف سے دونوں قسم کے اقوال منقول ہیں۔ غرض یہ ہے کہ مومنین دنیا کی زندگی سے لے کر محشر تک اسی کلمہ طیبہ کی بدولت مضبوط اور ثابت قدم رہیں گے۔ دنیا میں کیسی ہی آفات و حوادث پیش آئیں، کتنا ہی سخت امتحان ہو، قبر میں نکیرین سے سوال و جواب ہو، محشر کا ہولناک منظر ہوش اڑا دینے والا ہو، ہر موقع پر یہی کلمہ توحید ان کی پامردی اور استقامت کا ذریعہ بنے گا۔ (تفسیر عثمانی)

آیت نمبر ۱۲: (قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا الخ)

''قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا'' (پ ۲۴۔ مؤمن، آیت ۱۱)

(کافر کہیں گے اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا سو ہم نے اپنے گناہ کا اقرار کیا)

اس آیت میں دو مرتبہ اِماتت اور دو مرتبہ اِحیاء کا ذکر ہے، اِماتت کا معنی ہے زندہ کو موت دینا، پس اِماتت تب ہوگی جب اِماتت سے پہلے حیات ہو اور اِحیاء کا معنی ہے بے جان کو جاندار بنانا۔ دو دفعہ اِحیاء یہ ہے: ایک مرتبہ دنیا میں زندہ کرنا، دوسری مرتبہ قبر میں زندہ کرنا اور دو دفعہ موت سے مراد یہ ہے: ایک مرتبہ دنیا میں موت دینا اور دوسری مرتبہ قبر میں موت دینا۔ اگر قبر میں اِحیاء اور اِماتت نہ ہو تو دو مرتبہ اِحیاء اور دو مرتبہ اِماتت نہیں ہو

سکتی، کیونکہ اگر قبر میں اِحیاء و اِماتت مراد نہ لیں تو پھر تفسیر یوں ہوگی کہ نطفہ سے ڈھانچہ بلا روح کے مراحل تک اماتت اولیٰ ہے، اور دنیاوی موت اماتت ثانیہ ہے، اور دنیا کی زندگی اِحیاء اوّل ہے، اور قیامت کے دن کی زندگی اِحیاء ثانی ہے، جیسا کہ حیات قبر کے منکرین نے یہی تفسیر کی ہے، لیکن یہ درست نہیں کیونکہ اِماتت کا معنی ہے زندہ کی روح کو بدن سے جدا کر کے روح و جسد کے تعلق کو منقطع کر دینا، پس اِماتت تب ہوگی جب پہلے حیات ہو، اس لیے نطفہ وغیرہ کے مراحل کو اِماتت کہنا صحیح نہیں تو اِماتت فقط ایک ہوئی یعنی دنیاوالی اِماتت، جب کہ دنیاوالی اور قبر والی اِماتت حیات کے بعد ہے۔ اِس صورت میں حقیقتاً اِماتت بھی دو مرتبہ ہے اور اِحیاء بھی دو مرتبہ ہے۔ نیز نطفہ کے تغیر کے مراحل اِماتت نہیں، اس کے بعد ایک اِماتت دنیا میں ہوئی اور قیامت کے دن موت نہیں آئے گی، لہٰذا دوسری اِماتت قبر میں تسلیم کرنی پڑے گی اور جب قبر میں اِماتت ہے تو اس سے پہلے حیات اور اِحیاء ماننا پڑے گا تا کہ حیات کے بعد اِماتت ہو۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں ''موت کے معنی ہوتے ہیں حیات کا زائل ہونا''، نیز صاحبِ ہدایہ کے استاذ کے حوالہ سے لکھتے ہیں ''دراصل موت ایک حسی چیز ہے جس کو زوال حیات لازم ہے'' (ندائے حق ص ۵۸) لہٰذا جب قبر میں موت ہے تو اُس سے پہلے حیات لازم ہے۔

تائیدات: (۱) عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۵۔ فإن الله تعالى ذكر الموتة مرتين وهما لا تتحققان إلا أن يكون في القبر حياة وموت حتى تكون إحدى الموتتين ما يتحصل عقيب الحياة التي في الدنيا والأخرى ما يتحصل عقيب الحياة التي في القبر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے موت کا دو مرتبہ ذکر کیا ہے، اور وہ دو تب ہی متحقق ہو سکتی ہیں کہ قبر میں حیات و موت ہو، ایک موت وہ جو دنیاوی زندگی کے بعد حاصل ہوگی، دوسری وہ جو حیات فی القبر کے بعد حاصل ہوگی۔ (۲) تفسیر کبیر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۳۷۷، سورہ بقرہ: ۲۸۔ فَلِقَائِلٍ اَنْ يَقُولَ اِنَّ اللهَ تَعَالٰى ذَكَرَ حَيَاةَ الْقَبْرِ فِي هٰذِهِ الْاٰيَةِ... فَلَوْ جَعَلْنَا الْاٰيَةَ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ دَلِيلًا عَلٰى حَيَاةِ الْقَبْرِ كَانَ قَرِيبًا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قبر کی زندگی کا ذکر کیا ہے...... اگر ہم اس طریقے سے اسی آیت کو حیات قبر کی دلیل بنائیں تو یہ درستی کے قریب ہے۔ (۳) تفسیر کبیر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ ص ۱۲۶۔ وَالْمَوْتَتَانِ لَا تَحْصُلُ اِلَّا عِنْدَ حُصُولِ الْحَيَاةِ فِي الْقَبْرِ دو موتیں تبھی حاصل ہوں گی جب قبر میں زندگی حاصل ہو۔ (۴) تفسیر کبیر ج ۲۷ ص ۳۹۔ اِحْتَجَّ اَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ فِي اِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَتَقْرِيرُ الدَّلِيلِ اَنَّهُمْ اَثْبَتُوا لِاَنْفُسِهِمْ مَوْتَتَيْنِ حَيْثُ قَالُوا رَبَّنَا اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ فَاَحَدُ الْمَوْتَتَيْنِ مُشَاهَدٌ فِي الدُّنْيَا فَلَابُدَّ مِنْ اِثْبَاتِ حَيَاةٍ اُخْرٰى فِي الْقَبْرِ حَتّٰى يَصِيرَ الْمَوْتُ الَّذِي يَحْصُلُ عَقِيبَهَا مَوْتًا ثَانِيًا. وَذٰلِكَ يَدُلُّ عَلٰى حُصُولِ حَيَاةٍ فِي الْقَبْرِ الخ۔ اکثر علماء نے اس آیت سے عذاب قبر کے اثبات پر استدلال کیا ہے، دلیل کی تقریر اس طرح ہے کہ کفار نے اپنے لیے دو موتیں ثابت کی ہیں، کیونکہ انہوں نے کہا ربنا امتنا اثنتین، اور دو موتوں میں سے ایک کا دنیا میں مشاہدہ ہے، تو ضروری ہے کہ قبر میں دوسری حیات ثابت ہو تا کہ اس کے بعد جو موت آئے وہ موت ثانی شمار ہو، پس موت ثانی کی دلالت ہے قبر میں حیات کے حصول پر۔

اعتراض نمبر ۱: اس دلیل پر منکرین حیات معتزلہ وغیرہ نے کہا کہ پہلی موت نطفہ، مضغہ وغیرہ کے مراحل ہیں، دوسری موت دنیا میں ہے، یہ دو موتیں ہو گئیں، اور موت و اِماتت سے پہلے حیات ضروری نہیں، کیونکہ موت و اماتت کے دو معنی ہیں۔ (۱) ایجاد الشئی میتاً، کسی چیز کو مردہ حالت میں موجود کرنا۔ (۲) زندہ چیز کو مردہ بنا دینا

جیسے کہا جاتا ہے وسع الخیاط ثوبی. اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ درزی نے میرے کپڑے کو کھلا سی دیا، اور یہ بھی احتمال ہے کہ درزی نے تنگ کپڑے کو کھلا کر دیا، پس اسی طرح اس آیت میں بھی جائز ہے کہ اماتت کا معنی ہو اُس کو مردہ پیدا کیا اور یہ معنی نہ ہو کہ زندہ کو مردہ بنا دیا، اس کے مطابق دو موتیں یہ ہوں گی، ایک نطفہ وغیرہ کی حالت، دوسری دنیا والی موت، اس سے قبر میں حیات وموت لازم نہیں آتی۔ جواب: امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اماتت کا جو معترض نے معنی کیا ہے یہ صحیح نہیں، کیونکہ اس آیت میں اَمَتَّنَا باب افعال ہے جو اماتت سے مشتق ہے، اور اماتت میں شرط ہے کہ اُس سے پہلے حیات حاصل ہو، کیونکہ اگر پہلے موت حاصل ہو تو اس کے بعد اس کے لئے اماتت ممتنع ہے، کیونکہ جس کو پہلے موت حاصل ہے وہ میت ہے، اُس پر اماتت یعنی اُس کو موت دینا تحصیل حاصل ہے جو باطل ہے، جب کہ کیف تکفرون باللہ کی آیت میں لفظ اَمواتاً ہے جو میت کی جمع ہے اُس میں اماتت کا لفظ نہیں ہے اور جس آیت سے ہم نے استدلال کیا ہے اُس میں لفظ امتنا ہے جو اماتت سے نکلا ہے، لہٰذا یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو دو مرتبہ موت دی ہے، جب اماتت دو مرتبہ ہے تو اُن کے لئے دو حیاتیں بھی تسلیم کرنی پڑیں گی، اس لیے کہ ہم نے واضح کر دیا ہے کہ لفظ اماتت تب بولا جاتا ہے جب محل اماتت میں پہلے حیات ہو جب کہ اَموات کے لئے پہلے حیات کا ہونا ضروری نہیں، جیسے وایۃ لھم الارض المیتۃ احیینا ھا، اُن کے لئے قیامت کے دن زندہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ہم نے مردہ زمین کو زندہ کیا، اس سے دونوں میں فرق واضح ہو گیا۔

اعتراض نمبر ۲: اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دو حیاتیں عطا کی ہیں، حیات دنیا اور حیات آخرت، اگر قبر میں بھی حیات مان لیں تو تین حیاتیں ہو جائیں گی۔

جواب ۱: اس آیت میں اصل مقصود ہے شدت اور مصیبت کے اوقات بتانا اور وہ چار ہیں۔ (۱) پہلی موت، (۲) حیات قبر، (۳) قبر میں دوسری موت، (۴) حیات آخرت۔ لیکن دنیا کی حیات اِن چار کے مقابلہ میں مصیبت اور شدت کے اوقات نہیں ہیں، اس وجہ سے اُس کا ذکر نہیں کیا، باقی دو حیاتیں رہ گئیں، حیات قبر اور حیات آخرت۔

جواب ۲: اگر تسلیم کر لیں کہ اِس آیت میں دو حیاتوں سے مراد حیات دنیا اور حیات آخرت ہے تو جواب یہ ہے کہ حیات قبر کا وجود کمّاً اور کیفاً قلیل ہے، اس لیے اس کا ذکر نہیں کیا.....

جواب ۳: اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر قبر میں حیات ثابت نہ ہو تو اس سے لازم آتا ہے کہ اماتت مرۃً ہو اور اماتت مرتین کا اثبات کذب ہو، اور یہ باطل ہے، کیونکہ قرآن کریم میں اَمتنا اثنتین ہے اور اگر تین حیاتیں مانی جائیں تو قرآن کریم کے کسی لفظ کا مدلول ترک نہیں کرنا پڑے گا بلکہ لفظ کے مدلول سے زائد چیز کا اثبات ہوگا۔ کیونکہ احییتنا اثنتین صراحتاً نہ تیسری حیات کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے نہ اس کی نفی پر، لہٰذا تیسری حیات کے اثبات سے احییتنا اثنتین کا مقتضا ترک نہیں کرنا پڑے گا، جب کہ حیات قبر کی نفی سے امتنا اثنتین کے مقتضا کا ترک لازم آئے گا، لہٰذا حیات قبر کا اثبات ہی بہتر ہے۔

(۵) اَلْاٰیَاتُ الدَّالَّةُ عَلٰی عَذَابِ الْقَبْرِ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی: قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ وَالْمَوْتَتَانِ لَا تَحْصُلُ اِلَّا عِنْدَ حُصُوْلِ الْحَیَاةِ فِی الْقَبْرِ (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۱۶۴) وہ آیات جو عذاب قبر پر دلالت کرتی ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ربنا امتنا اثنتین الخ، اور دو موتیں تب حاصل ہوں گی جب حیات فی القبر حاصل ہو۔

(٦) وَاسْتَدَلَّ الْعُلَمَاءُ مِنْ هٰذَا فِي إِثْبَاتِ سُؤَالِ الْقَبْرِ وَلَوْ كَانَ الثَّوَابُ وَالْعِقَابُ لِلرُّوحِ دُونَ الْجَسَدِ فَمَا مَعْنَى الْإِحْيَاءِ وَالْإِمَاتَةِ. (تفسیر قرطبی)، علماء نے اس آیت سے سوال قبر کے اثبات پر استدلال کیا ہے، اگر ثواب وعذاب صرف روح کو ہو جسم کو نہ ہو تو احیاء اور اماتت کا کیا معنی؟ (کیونکہ روح پہلے ہی زندہ ہے تو قبر میں روح کے احیاء و اماتت کا کیا معنی؟، نیز روح کی جائے قرار قبر نہیں بلکہ علیین یا سجین ہے تو قبر میں اس کے احیاء و اماتت کا کیا مطلب؟) (٧) مفسر بیضاوی رحمہ اللہ ایک قول یہ لکھتے ہیں: والإحياء ان ما في القبر والبعث دو زندگیوں سے مراد قبر کی زندگی اور قیامت کی زندگی ہے (تفسیر بیضاوی) (٨) مفسر نسفی رحمہ اللہ ایک قول یہ لکھتے ہیں: والإحياء الأول إحياؤهم في القبر بعد موتهم للسؤال احیاء اول یہ ہے: موت کے بعد قبر میں منکر نکیر کے سوال کے وقت میت کو زندہ کرنا (تفسیر مدارک) (٩) فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۷۴۔ (١٠) تفسیر خازن ج ۴ ص ۷۰۔ (١١) البحر المحیط ج ۹ ص ۲۴۱۔ (١٢) مفسر ابو السعود حنفی رحمہ اللہ اس کے بارے میں ایک قول لکھتے ہیں کہ دو زندگیوں سے مراد قبر کی زندگی اور آخرت کی زندگی ہے، یہ قول لکھ کر فرماتے ہیں وهو الأنسب بحالهم یہ ان کفار کے حال کے زیادہ مناسب ہے (تفسیر ابی السعود ج ۷ ص ۲۶۹) (١٣) منازل الارواح ص ۲۶۔ فلو لم يكن في القبر حياة وموت آخر لم يكن الاحياء والاماتة مرتين هذا هو الشائع المستفيض بين اصحاب التفسير. واما حمل الاماتة الاولى على خلقهم امواتا في اطوار مختلفة فمردود بأن الاماتة انما تكون بعد سابقة الحياة ولا حياة في اطوار النطفة وبأن ذلك قول شاذ من المفسرين والمعتمد هو الذي قدمناه پس اگر قبر میں حیات وموت نہ ہو تو احیاء و اماتت دو مرتبہ نہ ہوگا، اور مفسرین کے نزدیک یہی تفسیر عام اور مشہور ہے، اور اماتت اولیٰ کو نطفے کے مراحل پر محمول کرنا غلط ہے کیونکہ اماتت کے لئے ضروری ہے کہ اس سے پہلے حیات ہو، اور نطفہ کے مراحل میں حیات نہیں، نیز بعض مفسرین کا یہ قول شاذ ہے، قابل اعتماد پہلا قول ہے، جس کو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ (١٤) تفسیر ماتریدی ج ۹ ص ۱۰۔ احدیٰ الموتتين هي التي الخ دو میں سے ایک موت وہ ہے جس کے بعد ان کی دنیا کی زندگی ختم ہوتی ہے پھر اللہ تعالیٰ ان کو قبر میں زندہ کرتا ہے پھر ان کو موت دیتا ہے پھر ان کو قیامت کے دن (کھلی اور محسوس زندگی کے ساتھ) زندہ کرے گا قبروں سے نکالنے کے وقت۔ اسی قول کو پسند کیا ہے ابن راوندی نے، اور اس کے ساتھ حجت پکڑی ہے عذاب قبر پر، اور یہی درستی اور حق کے زیادہ قریب ہے، کیونکہ جب وہ اپنے آباء کی پشت میں ہیں (یا نطفہ سے ڈھانچہ تک کے مراحل میں ہیں) وہ مردہ ہیں، تو ان کو یہ نہیں کہہ سکتے أَمَتَّنَاهُمْ ہم نے ان کو موت دی، کیونکہ وہ تو پہلے سے مردہ ہیں۔ (١٥) المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۳۶۵۔ (١٦) مواقف مع الشرح ج ۸ ص ۳۴۵۔ (١٧) تفسیر قشیری ج ۳ ص ۲۹۸۔ والإحياء الأول في القبر والثاني عند النشر. اس آیت میں احیاء اول سے مراد ہے قبر میں زندہ کرنا۔ (١٨) تفسیر سمعانی ج ۵ ص ۹۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ لکھا ہے: والإحياء الأول هُوَ الْإِحْيَاءُ فِي الْقَبْرِ للمسائلة احیاء اول قبر میں منکر نکیر کے سوال کے وقت ہوتا ہے۔ (١٩) قاضی ابن عربی مالکی نے قبر کی حیات اور عذاب وثواب پر آٹھ آیات پیش کی ہیں، ان میں سے مذکورہ بالا آیت بھی ہے (المسالک شرح موطا مالک ج ۳ ص ۲۹۸) (٢٠) حجج القرآن لاحمد بن محمد بدر الدین رازی رحمہ اللہ۔ (٢١) التبصیر فی الدین للاسفرائنی ص ۱۷۷۔ وَأَرَادَ بِهِ الإماتة عِنْدَ الْخُرُوجِ من الدُّنْيَا والإحياء فِي الْقَبْرِ۔ آیت میں اماتت اول

سے دنیا کی موت اور احیاء اول سے قبر کی حیات مراد ہے۔ (۲۲) روح المعانی ج ۲۴ ص ۵۳۔ مفسر محمود آلوسی بغدادی رحمہ اللہ نے امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ کے حوالے سے اپنی تفسیر میں بعینہٖ تفسیر کبیر والی عبارت نقل کی ہے اور دوسری تفسیر کے بارے میں لکھتے ہیں: لکنی اظن ان اختیار الزمخشری له لدسیسة اعتزالیة میرا خیال یہ ہے کہ زمخشری رحمہ اللہ نے جو اس دوسری تفسیر کو پسند کیا ہے یہ اس کے معتزلی مذہب کے تعصب کا نتیجہ ہے۔ (۲۳) مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ عنوان قائم کرتے ہیں تالاستدلال علی عذاب القبر۔ اس کے تحت امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ کے حوالے سے عذاب قبر پر استدلال نقل کرتے ہیں۔ (احکام القرآن ج ۴ ص ۷۳)

آیت نمبر ۱۳: (النّارُ یُعرضُونَ عَلَیْهَا الخ)

''وحَاقَ بآلِ فرعونَ سُوءُ العَذابِ. النّارُ یُعرضُونَ عَلَیْهَا غدوًّا وّعشیًّا ویوْمَ تَقُومُ السّاعةُ ادخُلوا آلَ فرعونَ اشدّ العَذابِ'' (پ ۲۴، مؤمن، آیت ۴۶)

ترجمہ: قوم فرعون پر اترا سخت عذاب (جو غرق ہوئے) اور ان کو صبح شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے، (یہ بطور محاورہ کے ہے ورنہ اصل یہ ہے کہ آگ ان کی روحوں پر بلاواسطہ اصالۃً پیش کی جاتی ہے، اور روح و بدن کے تعلق کی وجہ سے اس کے اثرات ابدانِ عنصریہ بھی محسوس کرتے ہیں) اور جس دن قیامت قائم ہوگی (تو فرشتوں کو کہا جائے گا) آل فرعون کو پہلے عذاب سے زیادہ سخت ترین عذاب میں داخل کردو۔

اس آیت میں تین عذابوں کا ذکر ہے، وحَاقَ بآلِ فرعونَ سُوءُ العَذابِ میں دنیاوی عذاب (غرق) کا ذکر ہے، اور ویوم تقوم السّاعةُ میں عذاب آخرت کا ذکر ہے، درمیان میں النّار یُعرضونَ میں عذاب قبر کا ذکر ہے، اس پر تین قرینے ہیں: ایک یہ کہ قیامت کے دن صبح و شام کا سلسلہ نہیں ہوگا، البتہ قیامت سے پہلے جب تک دنیا قائم ہے صبح و شام کا سلسلہ ہوگا، اس لئے ان پر آگ صبح شام پیش ہوگی، دوسرا یہ کہ ویوم تقوم السّاعة کا عطف ہے النار یعرضون پر، اور معطوف علیہ اور معطوف میں مغایرت ہوتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دونوں عذاب جدا جدا ہیں، یوم تقوم السّاعة میں عذاب آخرت کا ذکر ہے اور النّارُ یُعرضونَ میں عذاب قبر کا ذکر ہے، تیسرا قرینہ یہ ہے کہ اشدّ اسم تفضیل کا صیغہ ہے: ای اشد العذاب مما قبلہ پہلے عذاب سے زیادہ سخت عذاب میں داخل ہو جاؤ، پہلا عذاب عذاب قبر ہے، اور قاعدہ ہے کہ مفضل اور مفضل علیہ میں مغایرت ہوتی ہے۔ لہٰذا اشد العذاب قیامت کا عذاب ہے اور جس کے مقابلہ میں یہ اشد ہے وہ عذاب قبر ہے۔ یہ واضح رہے کہ آل فرعون اور قوم فرعون صرف ارواح کا نام نہیں، نہ صرف ابدانِ عنصریہ کا نام ہے، اور نہ ہی ارواح اور ابدانِ مثالیہ کے مجموعہ کا نام ہے، بلکہ روح و بدن عنصری کے مجموعہ کا نام ہے، اور یعرضون کی ضمیر آل فرعون کی طرف لوٹتی ہے، پس جیسے دنیا و آخرت کے عذاب کا محل آل فرعون یعنی روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے اسی طرح عذاب قبر کا محل بھی روح و جسد عنصری دونوں ہیں۔

تائیدات: (۱) وهذه الآیة اصل کبیر فی استدلال اهل السنة علی عذاب البرزخ فی القبور (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۸۱) اور یہ آیت اہل سنت کی مضبوط ترین دلیل ہے قبور میں عذاب برزخ پر، اور وہ آیت یہ ہے النّارُ یُعرضُونَ عَلَیْهَا غدوًّا وّعشیًّا۔ (فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ زمینی قبروں میں ابدان عنصریہ کو جو عذاب

ہوتا ہے وہی عذاب برزخ ہے) (۲) امام بخاری رحمہ اللہ نے باب ما جاء فی عذاب القبر میں النّارُ یُعرضُونَ عَلَیْھا الخ کو عذاب قبر کی تیسری دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے۔ (۳) وھذہ الآیۃ دلیل عذاب القبر (تفسیر مدارک ج ۴ ص ۸۷، برحاشیہ خازن) (٤) تفسیر خازن ج ۴ ص ۸۷۔ ویستدل بھذہ الآیۃ علی اثبات عذاب القبر، اس آیت کے ساتھ استدلال کیا جاتا ہے عذاب قبر کے اثبات پر۔ (٥) احتج بعض أھل العلم فی تثبیت عذاب القبر بقوله: "النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا" ما دامت الدنیا. كذلك قال مجاهد وعكرمة ومقاتل ومحمد بن كعب كلهم قال: هذه الآية تدل على عذاب القبر في الدنيا (تفسیر قرطبی ج ۱۵ ص ۳۱۹) بعض اہل علم نے عذاب قبر کے ثابت کرنے پر النار یعرضون علیھا الخ کے ساتھ دلیل پکڑی ہے (تابعین میں سے) مجاہد، عکرمہ، مقاتل، محمد بن کعب، ان میں سے ہر ایک نے کہا ہے کہ یہ آیت دنیا میں (یعنی جب تک دنیا قائم ہے) عذاب قبر پر دلالت کرتی ہے۔ (٦) الآیَاتُ الدَّالَّةُ عَلَی عَذَابِ الْقَبْرِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰی النَّارُ یُعْرَضُونَ عَلَیْھا غُدُوًّا وَعَشِیًّا الخ (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۱۲۶) متعدد آیات جو عذاب قبر پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے ایک آیت یہ ہے النار یعرضون الخ (۷) المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۳۶۵۔ (۸) شرح السنۃ للبغوی ج ۵ ص ۴۲۱۔ أخبر أنهم بعد ما أغرقوا يعذبون بكرة وأصيلا ثم قال ويوم تقوم الساعة أدخلوا آل فرعون أشد العذاب أخبر أنهم يعذبون يوم القيامة أشد مما كانوا يعذبون قبله يعني في القبر اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ ان کو غرق ہونے کے بعد صبح و شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے، اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا کہ ان کو پہلے سے زیادہ سخت عذاب میں داخل کردو، اس میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ قیامت کے دن کا عذاب اس عذاب سے زیادہ سخت ہوگا جو اُن کو پہلے دیا جاتا رہا، اور پہلا عذاب وہ ہے جو ان کو قبر میں دیا گیا۔ (۹) عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۵۔ (۱۰) الاعتقاد للبیہقی ص ۲۱۹۔ (۱۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۱ ص ۲۰۲، باب اثبات عذاب القبر۔ (۱۲) تحفۃ الاحوذی ج ۹ ص ۲۰۲۔ فتاویٰ ارکان الاسلام ص ۱۰۸، سوال نمبر ۵۲۔ (۱۳) فتاویٰ نور علی الدرب عثیمین ۲/۹۔ (۱٤) تاویل مشکل القرآن ص ۵۶۔ (۱۵) اعراب القرآن للنحاس ج ۴ ص ۲۶۔ (۱٦) حجج القرآن لاحمد بن محمد بدرالدین رازی ص ۸۷۔

آیت نمبر ۱۴: (وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا الخ)

"وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اجعلنا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ"
(پ ۲۵، زخرف، آیت ۴۵) ترجمہ: ہمارے ان رسولوں سے پوچھئے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا، کیا ہم نے رحمٰن کے علاوہ معبود بنائے ہیں جن کی عبادت کی جائے؟

اس آیت کی دو تفسیریں کی گئی ہیں: (۱) مجازی معنیٰ مراد ہے یعنی ہمارے رسولوں کی امتوں سے پوچھئے۔ (۲) ظاہری حقیقی معنیٰ مراد ہے، یعنی ہمارے رسولوں سے پوچھئے۔ پھر کہاں ملاقات ہوئی؟ اور آپ نے سوال کیا تھا یا نہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال نہیں کیا تھا، اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ دوسرے حضرات کی روایت میں ہے کہ سوال کیا تھا حدیث ابن عباس ملاحظہ کیجئے تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۹۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سیر کرائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اور

ان کی اولاد میں سے رسولوں کو بیت المقدس میں بھیجا، جبرئیل نے اذان کہی پھر اقامت کہی اور محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا محمد تقدم فصل بھم اے محمد! آگے ہو جایئے اور ان کو نماز پڑھایئے۔ جب نماز سے فارغ ہو گئے تو جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کو کہا اے محمد (ﷺ)! ان رسولوں سے جو آپ سے پہلے ہیں سوال کیجئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں سوال نہیں کرتا، میں نے اللہ تعالیٰ کی وحی پر اکتفا کیا ہے۔ زہری، سعید بن جبیر اور ابن زید کا قول یہی ہے۔ خود آیت میں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کی اس حدیث میں کچھ قرائن ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اجساد عنصریہ کے ساتھ حاضر ہوئے تھے۔ قرآنِ کریم میں ہے: ''وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ'' (۱) رُسل رَسول کی جمع ہے، رسول اکیلی روح کا نام نہیں ہے اور نہ روح اور بدن مثالی کے مجموعہ کا نام ہے بلکہ رسول روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کا نام ہے۔ (۲) نیز جن رسولوں کو ہم نے بھیجا ان سے پوچھئے، اور اللہ تعالیٰ نے امتوں کی طرف اکیلی روح یا روح اور بدن مثالی کے مجموعہ کو نہیں بھیجا تھا، بلکہ روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو بھیجا، پس حکم یہ ہو رہا ہے کہ ہمارے بھیجے ہوئے رسولوں سے پوچھئے، اور وہ ارواح واجساد عنصریہ کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کی بیت المقدس میں جن حضرات سے ملاقات ہوئی وہ ارواح اور اجساد عنصریہ تھے، جن سے سوال کرنے کی جبریل علیہ السلام نے درخواست کی لیکن آپ ﷺ نے سوال نہ کیا۔ (۳) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد میں سے رسولوں کو بھیجا، اور اولاد آدم کا اطلاق ارواح اور ابدانِ مثالیہ پر نہیں ہوتا اور نہ وہ اولاد آدم ہیں۔ اولاد آدم ارواح اور اجساد عنصریہ کا مجموعہ ہے۔ (۴) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ہم نے جو رسول بھیجے تھے ہمارے ان رسولوں سے پوچھئے، پھر بیت المقدس میں اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے مطابق جبریل نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا اے محمد اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ہمارے ان رسولوں سے سوال کیجئے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا (یعنی روح اور جسد عنصری کا مجموعہ)، لیکن جب اس پر عمل کرنے کا وقت آیا تو جبریل بجائے بھیجے ہوئے رسولوں سے سوال کرنے کے روح اور بدن مثالی سے سوال کرنے کا حکم دے دیں تو یہ لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون جو ملائکہ کی شان ہے اس کے خلاف ہے۔ ان قرائن سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام جو بیت المقدس میں حاضر ہوئے وہ اجساد عنصریہ کے ساتھ حاضر ہوئے، اور یہ درجۂ اسباب میں تب ہو سکتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے اجساد عنصریہ زندہ ہوں۔

<u>تائیدات</u>: (۱) تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۱۴۔ (۲) تفسیر مظہری ج ۸ ص ۳۵۳۔ (۳) التفسیر الوسیط للواحدی ج ۴ ص ۱۷۹۔ (۴) تفسیر سمعانی ج ۵ ص ۱۰۵۔ (۵) تفسیر بغوی ج ۴ ص ۱۶۳۔ (۶) زاد المسیر ج ۴ ص ۸۰۔ إن قيل: كيف يسأل الرسل وقد ماتوا قبله؛ فعنه ثلاثة أجوبة أحدها أنه لما أسرى به جمع له الأنبياء فصلى بهم ثم قال له جبريل سل من أرسلنا قبلك الآية فقال لا أسأل قد اكتفيت رواه عطاء عن ابن عباس وهذا قول سعيد بن جبير. والزهري وابن زيد قالوا جمع له الرسل ليلة أسرى به فلقيهم وأمر أن يسألهم. فما شك ولا سأل۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انبیاء آپ ﷺ سے پہلے وفات پا چکے ہیں، تو آپ ﷺ اُن سے کیسے سوال کریں گے؟ اس کے تین جواب ہیں، ان میں سے ایک جواب یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کو معراج کے موقع پر سیر کرائی گئی تو آپ کے لئے انبیاء علیہم السلام کو جمع کیا گیا، آپ ﷺ نے ان کو نماز پڑھائی، پھر جبریل نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ ان پہلے رسولوں سے سوال کیجئے، آپ

نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان پر اکتفاء کیا ہے، اس لیے میں ان سے سوال نہیں کرتا، حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، اور سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ، زہری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن زید رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے، ان حضرات نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اِسراء کی رات میں رسولوں کو جمع کیا گیا، آپ اُن سے ملے اور آپ کو حکم دیا گیا کہ ان سے سوال کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ شک کیا اور نہ ہی ان سے سوال کیا۔

آیت نمبر ۱۵: (مِمَّا خَطِيٓـٰٔتِهِمْ الخ)

"مِمَّا خَطِيٓـٰٔتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَنصَارًا" (پ۲۹، نوح، آیت ۲۵) ترجمہ: وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے غرق کئے گئے پھر فوراً ان غرق ہونے والوں کو آگ میں داخل کر دیا گیا اور ان کو اللہ کے علاوہ مددگار نہ مل سکے۔

اس آیت میں پانچ ضمیریں ہیں اور ان کا مرجع روح و جسد عنصری دونوں ہیں، گناہ روح و جسد عنصری دونوں نے کیے، غرق والے عذاب کا تعلق دونوں کے ساتھ ہے، اور اگر غرق والے عذاب کا تعلق اکیلے جسد کے ساتھ ہے اور روح کے ساتھ نہیں تو جسد بلا روح و بلا حیات کو کیا تکلیف؟، پھر غرق ہونے کے بعد فوراً آگ میں داخل کئے گئے، عربی لغت میں فاء کا معنی ہے تعقیب مع الوصل، یعنی ایک چیز کا دوسری چیز کے بعد فوراً متصل پایا جانا، اس کا مطلب یہ ہے کہ غرق کے بعد فوراً ان غرق ہونے والوں کو آگ میں داخل کیا گیا اور جو غرق ہوئے وہ روح اور جسد عنصری دونوں ہیں تو آگ میں بھی دونوں کو داخل کیا گیا اور یہی عذاب قبر ہے اور ادخلوا اور فلم یجدوا میں زمانہ ماضی ہے کہ یہ قصہ ماضی کا ہے جب کہ قیامت آئندہ آئے گی۔ نیز قیامت کے دن آگ میں داخل کرنا غرق کرنے کے بعد نہیں ہوگا، لہٰذا غرق کے بعد فوراً آگ میں داخل کرنے کا تعلق قبر کے ساتھ ہے، قیامت کے ساتھ نہیں۔ پس غرق کے بعد اور قیامت سے پہلے جو آگ کا عذاب ہے یہی عذاب قبر ہے۔ خلاصہ یہ کہ جنہوں نے گناہ کیے وہی غرق کیے گئے، اُن کو ہی آگ میں داخل کیا گیا، اور ان کو ہی مددگار نہ مل سکے، اور عذاب میں مبتلا اجساد عنصریہ مدد کے محتاج اور طلب گار تھے۔

<u>تائیدات</u>: (۱) کافیجی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م۸۷۹ھ) فرماتے ہیں: فان الفاء فيه للتعقيب فيكون المراد من الادخال عقيب الاغراق ههنا هو عذاب القبر لا عذاب يوم القيامة لان الادخال يوم القيامة ليس عقيب الاغراق (منازل الارواح) اس میں فاء تعقیب کے لئے ہے، یہاں پر اِغراق کے بعد اِدخال سے مراد عذابِ قبر ہے نہ کہ قیامت کے دن کا عذاب، کیونکہ قیامت کے دن آگ میں داخل کرنا غرق کرنے کے بعد نہیں ہوگا۔ (۲) مفسر ثعلبی ضحاک تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں یعنی في الدنيا في حالة واحدة كانوا يغرقون من جانب ويحترقون في الماء من جانب (یعنی غرق اور اِدخال فی النار دنیا میں ایک ہی حالت میں ہوا، ایک طرف سے وہ غرق ہوتے تھے اور اسی پانی میں دوسری طرف سے وہ جل رہے ہوتے تھے) پھر اس کی تائید میں ایک شعر نقل کرتے ہیں: لا تعجبنّ لأضداد إن اجتمعت ... فالله يجمع بين الماء والنار (اَضداد کے جمع ہونے پر تعجب نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اللہ پانی اور آگ کو جمع کر سکتا ہے) (تفسیر ثعلبی، قرطبی وغیرہ) (۳) والفاء في فادخلوا للايذان بأنهم عذبوا بالاحراق عقيب الإغراق

فیکون دلیلا علی إثبات عذاب القبر (تفسیر نسفی)، فادخلوا میں فاء یہ بتانے کے لئے ہے کہ قوم نوح کو غرق کرنے کے بعد آگ میں جلانے کا عذاب دیا گیا، پس یہ عذاب قبر کے اثبات پر دلیل ہے۔ (٤) مفسر خازن فأدخلوا نارا کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ غرق اور ادخال فی النار ایک ہی حالت میں ہوئے کہ یہ دونوں دنیا میں ہوئے وہ اس طرح کہ ایک طرف سے غرق ہوتے تھے اور دوسری طرف سے جلتے تھے، بعض حضرات نے اسی آیت سے عذاب قبر کی صحت پر استدلال کیا ہے، وہ اس طرح کہ فادخلوا کی فاء تعقیب کا تقاضا کرتی ہے، تو یہ دلیل ہے کہ دخول نار غرق کے بعد ہی حاصل ہوا، اور اس آیت کو عذاب آخرت پر محمول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس صورت میں فاء کا معنیٰ باطل ہوجائے گا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں آگ کے اندر داخل ہوں گے، والأول أصح لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے (تفسیر خازن) (٥) (أُغْرِقُوا) بِالطُّوفَانِ (فَأُدْخِلُوا نَارًا) عُوقِبُوا بِهَا عَقِبَ الْإِغْرَاقِ تَحْتَ الْمَاءِ (جلالین) قوم نوح کو طوفان میں غرق کیا گیا، پھر ان کو آگ میں داخل کیا گیا، علامہ محلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غرق ہونے کے بعد پانی کے نیچے ہی ان کو آگ کے ساتھ عذاب دیا گیا۔ (٦) علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فادخلوا نارا میں برزخ کی آگ کا ذکر ہے اور اس سے عذاب قبر مراد ہے، اور جو پانی یا آگ میں مرجائے یا اس کو درند پرند کھالیں تو جو عذاب مدفون کو پہنچتا ہے وہ اس کو بھی پہنچے گا (اس کے بعد ضحاک تابعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول تائید میں نقل کیا ہے جو تفسیر ثعلبی کے حوالے سے مذکور ہو چکا ہے) (روح المعانی) (٧) فاء تعقیب کے لئے ہے، اور پھر خاص طور پر وہ ماضی پر داخل ہے اور اس کا عطف بھی ماضی پر ہے، اس سے عذاب قبر پر استدلال کیا جاتا ہے، (پھر ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کر کے لکھتے ہیں)، یہی حال ہے اس مجرم آدمی کا جو پانی یا آگ یا درندے کے پیٹ میں مرجائے تو جو عذاب مدفون کو پہنچتا ہے وہ اس کو بھی پہنچے گا، خواہ عذاب عقلی ہو یہ تو ظاہر ہے، اور خواہ عذاب جسمانی ہو اور یہ بھی اللہ کی قدرت سے بعید نہیں (تفسیر نیشاپوری) (٨) فادخلوا ناراً میں عالم برزخ یعنی قبر کی آگ مراد ہے، کیونکہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا، پس یہ آیت عذاب قبر کے اثبات پر دلیل ہے، کیونکہ فاء تعقیب کے لئے ہے اور ادخلوا ماضی کا صیغہ ہے، بخلاف معتزلہ وغیرہ خواہش پرست فرقوں کے (وہ اس سے عذاب آخرت مراد لیتے ہیں۔ فادخلوا کے متعلق معتزلہ کی طرف سے پیش کی ہوئی تاویل ذکر کر کے مفسر لکھتے ہیں) ہم کہتے ہیں کہ کلام میں اصل حقیقی معنیٰ ہے، اور یہ (معتزلہ کی) تاویلات مجاز پر محمول کرنے کی بناء پر ہیں، پس بلا دلیل اس طرح کی تاویل جائز نہیں، اور یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے حالانکہ بے شمار احادیث عذاب قبر پر دلالت کرتی ہیں اور سلف کا اس پر اجماع ہے (تفسیر مظہری) (٩) امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تَمَسَّكَ أَصْحَابُنَا فِي إِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ بِقَوْلِهِ: أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا وَذَلِكَ مِنْ وَجْهَيْنِ الخ (تفسیر کبیر ج ۳۰ ص ۱۴۵) ہمارے علماء نے عذاب قبر کے اثبات میں اغرقوا فادخلوا نارا کے ساتھ دلیل پکڑی ہے، اور وجہ استدلال دو ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ کے قول فادخلوا نارا میں لفظ فاء اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حالت غرق کے بعد فوراً حاصل ہوتی ہے اس لیے اس کو عذاب آخرت پر محمول کرنا ممکن نہیں، ورنہ فاء کا معنیٰ اور اس کی دلالت باطل ہوجاتی ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ نے فادخلوا کا لفظ ارشاد فرمایا ہے جو زمانہ ماضی کی خبر پر دلالت کرتا ہے اور یہ خبر تب سچی ہوسکتی ہے جب وہ واقع ہو چکی ہو اور اگر وقوع نہ ہوا ہو تو ماضی کی خبر دینا صحیح نہیں، بلکہ کذب لازم آتا ہے، رہا یہ اشکال کہ

جو آدمی پانی میں مرجائے ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ کوئی آگ نظر نہیں آتی، تو فادخلوا نارا کیسے درست ہے؟، جواب یہ ہے کہ اس اشکال کی اصل وجہ یہ ہے کہ انسان کا مصداق اس ظاہری ڈھانچے کو سمجھا گیا ہے اور یہ غلط ہے، کیونکہ انسان کا مصداق وہی ہے جو ابتدائی عمر کے وقت سے لے کر اخیر عمر تک موجود رہتا ہے، جو ابتدائے عمر میں چھوٹا جسم ہوتا ہے پھر اس کے کچھ اجزاء ہمیشہ تحلیل ہوتے رہتے ہیں اور پگھلتے رہتے ہیں اور یہ واضح بات ہے جو اجزاء باقی رہتے ہیں اُن میں اور جو پگھلتے ہیں ان میں مغایرت ہے۔ پس اس انسان کا مصداق وہ چیز ہے جو اوّل عمر سے لے کر اخیر عمر تک باقی رہتی ہے اگرچہ یہ ظاہری جثہ پانی میں پڑا نظر آتا ہے لیکن یہ جائز اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن باقی رہنے والے اجزائے اصلیہ کو اُس جگہ کی طرف منتقل کر دیں جس جگہ آگ اور عذاب ہے، اور وہی اجزائے اصلیہ والی جگہ قبر ہے، اُسی میں آگ ہے اور عذاب ہوتا ہے۔

فائدہ: اس اشکال کے جواب میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پانی کو اتنا گرما دے کہ وہی ان کے لئے آگ بن جائے، اس کی تائید ماءِ حمیم والی آیات سے ہوتی ہے۔

(۱۰) امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اہل عذاب کے متعلق ذکر کیا کہ اللہ نے ان کو قیامت سے پہلے عذاب دینے کے لئے زندہ کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اغرقوا فادخلوا نارا، اور فاء تعقیب کے لئے ہے، وَالتَّعْذِيبُ مَشْرُوطٌ بِالْحَيَاةِ اور عذاب کے لئے حیات شرط ہے (جب عذاب ثابت ہو گیا تو حیات بھی ثابت ہو گئی) (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۱۶۴) (۱۱) علامہ آمدی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: والفاء فی اللغة للتعقیب من غیر مهلة وذلك ظاهر فی عذاب القبر (ابکار الافکار فی اصول الدین ج ۴ ص ۳۳۵) لغت میں فاء تعقیب بلا مہلت کے لئے آتی ہے اور یہ عذاب قبر کے بارے میں ظاہر ہے۔

آیت نمبر ۱۶: (الَّذِينَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ الخ)

"الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ" (پ ۱۴، نحل، آیت ۳۱) ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کی روحیں فرشتے ایسی حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک صاف ہوتے ہیں، ان سے وہ کہتے ہیں تم پر سلامتی ہو، جو عمل تم کرتے رہے ہو اس کے صلہ میں جنت کے اندر داخل ہو جاؤ۔ اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ آخرت میں جنت کے منتظم خازن فرشتے جنت میں دخول کے وقت کہیں گے۔ دوسرا یہ کہ روح قبض کرنے والے فرشتے موت کے وقت کہتے ہیں کہ تم پر سلام، یا تمہیں اللہ تعالیٰ سلام کہتے ہیں، اور تمہارے لیے بشارت ہے کہ موت کے بعد جنت میں داخل ہو جاؤ گے، پس ان کی قبر کو جنت یعنی روضة من ریاض الجنة بنایا جاتا ہے۔ فائدہ: (۱) اگر جسد عنصری قبر میں مردہ بے جان اور بے شعور ہے تو قبر کو روضة من ریاض الجنة بنانے کا کیا فائدہ ہے؟ (۲) فرشتے جن کو وفات دیتے ہیں اور ان کی روحیں قبض کرتے ہیں اور ان کو مخاطب کر کے کہتے ہیں سلام علیکم ادخلوا الجنة بما کنتم تعملون وہ روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے۔ (۳) موت روح و جسد عنصری کے مجموعہ پر واقع ہوتی ہے، اور بوقت موت سلام بھی روح و جسد عنصری پر پیش ہوتا ہے، اور دخول جنت کی بشارت کا مخاطب بھی روح و جسد عنصری کا مجموعہ ہے، اور ادخلوا الجنة کے مخاطب بھی وہی ہیں جو تعملون میں مخاطب ہیں، اور دنیا میں عمل صالح کرتے تھے روح اور جسد عنصری مل کر۔ جب ان

سارے مراحل میں جسد عنصری روح کے ساتھ شریک ہے تو قبر کے اندر جنت کی نعمتوں کے ساتھ لطف اندوزی میں بھی جسد عنصری روح کے ساتھ شریک ہوگا، لیکن روح کے لئے راحت وفرحت اِصالۃً ہوگی، جسد عنصری کے لئے تبعاً۔ یہ سب کچھ تب ہوسکتا ہے جب جسد عنصری میں حیات ہو۔

تائیدات: (۱) زاد المسیر ج ۴ ص ۴۴۴۔ وفی ای وقت یکون ھذا السلام فیه قولان احدهما عند الموت قال البراء بن عازب یسلم ملك الموت اذا دخل علیه وقال القرظی ویقول له الله عزوجل یقرأ علیك السلام ویبشره بالجنة والثانی عند دخول الجنة قال مقاتل هذا قول خزنة الجنة لهم فی الآخرة یقولون سلام علیکم یہ سلام کس وقت ہوگا؟ اس میں دو قول ہیں، ایک یہ کہ موت کے وقت سلام ہوتا ہے، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ موت کا فرشتہ جب آتا ہے تو سلام کرتا ہے، اور قرظی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں فرشتہ آدمی کو کہتا ہے اللہ عزوجل آپ کو سلام کہتے ہیں اور فرشتہ اس کو جنت کی بشارت دیتا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ دخول جنت کے وقت خازن فرشتے کہیں گے، مقاتل کہتے ہیں کہ آخرت میں جنت کے خازن فرشتے کہیں گے تم پر سلام۔ (۲) البحر المحیط ج ۵ ص ۴۸۸: هو وقت قبض ارواحهم قاله ابن مسعود ومحمد بن کعب ومجاهد، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ، اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فرشتوں کا یہ سلام اور بشارت ارواح کے قبض کرنے کے وقت ہوتا ہے۔ (۳) الجمل شرح جلالین ج ۲ ص ۵۶۹۔ (۴) تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۶۸۔ (۵) روح المعانی ج ۱۴ ص ۱۳۳۔ (۶) تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۱۱۔ (۷) تفسیر مدارک ج ۳ ص ۱۲۱، برحاشیہ خازن۔

آیت نمبر ۱۷: (فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً الخ)

”مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ“ (پ ۱۴، النحل، آیت ۹۷) ترجمہ: جس نے بھی مومن ہونے کی حالت میں نیک عمل کیے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہم اس کو عمدہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے اور ان کے بہترین اعمال کے مطابق ان کو ضرور اجر عطا کریں گے۔

حیات طیبہ کے بارے میں مختلف تفسیری اقوال ہیں، صالحین کے لیے عمدہ زندگی: (۱) دنیا میں، (۲) قبر میں، (۳) آخرت میں اور بہتر یہ ہے کہ اس کو عموم پر رکھا جائے تاکہ یہ تینوں عمدہ زندگیوں کو شامل ہوجائے۔ دنیا اور آخرت میں عمدہ زندگی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کے لئے ہے، قبر میں کس کے لئے ہے؟ اس آیت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر میں بھی عمدہ زندگی روح اور جسد عنصری دونوں کے لیے ہوتی ہے۔ کیونکہ (۱) دنیا میں نیک عمل روح اور جسد عنصری کے مجموعہ نے کیے اس لئے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا سے روح اور جسد عنصری کا مجموعہ مراد ہے۔ (۲) جن مؤمنین کو اللہ تعالیٰ حیات طیبہ عطا فرمائیں گے ان میں مذکر بھی ہیں اور مؤنث بھی جیسا کہ آگے وضاحت موجود ہے مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى، روح اور بدن مثالی میں تذکیر وتانیث نہیں ہوتی، مذکر ومونث ہونا روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کی صفت ہے۔ (۳) هُوَ ضمیر راجع ہے مَنْ عَمِلَ کے لفظ کی طرف، جس سے روح اور جسد عنصری دونوں کا مجموعہ مراد ہے، لہٰذا یہ حیات طیبہ روح اور جسد عنصری دونوں کے لیے ہوگی۔ (۴) فَلَنُحْيِيَنَّهٗ کی مفرد ضمیر مَنْ عَمِلَ کی طرف راجع ہے باعتبار لفظ کے، اور فلنجزینهم، اجرهم، یعملون تینوں جمع کی

ضمیریں مَن عَمِلَ کی طرف راجع ہیں باعتبار معنی کے، بہرکیف یہ سب ضمیریں من عمل صالحا کی طرف راجع ہیں، تو اس میں جس اجرِ آخرت کا ذکر ہے وہ روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کے لئے ہوگا۔ (۵) اور لفظ ''حیات طیبہ'' قبر میں عمدہ زندگی پر دلالت کر رہا ہے، اور قبر میں جسد عنصری ہے۔ (۶) مؤمن کا مصداق روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، پس جس نے مؤمن ہونے کی حالت میں نیک عمل کیے اُن کو حیات طیبہ نصیب ہوگی، وہ روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے۔ ان قرائن سے ثابت ہوا کہ صالحین کی روح اور جسد عنصری کے لئے قبر میں عمدہ حیات ہوتی ہے۔

تائیدات: حیات طیبہ قبر میں ہے اس کی تائید کے لئے درج ذیل تفاسیر ملاحظہ کیجئے: (۱) زاد المسیر ج ۴ ص ۴۸۹۔ انها في القبر رواه ابو غسان عن شريك۔ (۲) تفسیر کبیر ج ۲۰ ص ۱۱۳۔ (۳) روح المعانی ج ۱۴ ص ۲۲۶۔ قال شريك هي تكون في البرزخ فقد جاء القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار شریک تابعی کہتے ہیں کہ عمدہ زندگی برزخ میں ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ (فائدہ:) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر بھی برزخ ہے، اس لئے قبر میں جو عمدہ حیات ہے یہی حیات برزخیہ ہے، حیات برزخیہ اور حیات قبر میں کوئی منافات نہیں، اور حیات برزخیہ لکھنے کہنے سے حیات قبر کی نفی نہیں ہوتی۔ (۴) الجمل شرح جلالین ج ۲ ص ۵۹۷۔ (۵) البحر المحیط ج ۵ ص ۵۳۴۔ (۶) تفسیر عثمانی ص ۳۶۸۔ بہرحال مؤمن قانت کی پاک اور مزے دار زندگی یہیں سے شروع ہو جاتی ہے، قبر میں پہنچ کر اس کا رنگ اور نکھر جاتا ہے، آخر انتہاء اُس حیات پر ہوتی ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے حياة بلا موت، وغنى بلا فقر، وصحة بلا سقم، وملك بلا هلك، وسعادة بلا شقاوة۔

آیت نمبر ۱۸: (فَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ الخ)

''فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ. فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ. فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ. وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ. فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ. وَتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ. اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ'' (پ ۲۷، واقعہ: ۸۸ تا ۹۵) ترجمہ: پھر اگر وہ مقربین میں سے ہو تو اس کے لیے آرام ہی آرام اور خوشبو ہی خوشبو ہے اور نعمتوں سے بھرا باغ ہے، اور اگر وہ دائیں ہاتھ والوں میں سے ہو تو (اسے کہا جاتا ہے کہ) تمہارے لیے سلامتی ہی سلامتی ہے کیونکہ تم دائیں ہاتھ والے ہو، اور اگر وہ ان گمراہ لوگوں میں سے ہو جو حق کو جھٹلاتے ہیں تو اس کے لئے کھولتے ہوئے پانی کا ناشتہ اور دوزخ میں داخل ہونا ہے۔

مذکورہ آیات سے پہلے فَلَوْلآ اِنْ كُنْتُمْ الخ میں وفات کے وقت کا حال بیان کیا گیا ہے، نیز موت کے بعد ثواب وعذاب اور جزاو سزا کا اجمالاً ذکر کیا گیا ہے۔ جو لوگ موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے اور ثواب و عذاب دینے پر اللہ کی قدرت کا انکار کرتے ہیں ان کو کہا گیا کہ جب بوقت موت روح حلق تک پہنچتی ہے تو اس کو لوٹا کیوں نہیں لیتے؟ تو وہ اللہ جو اتنی بڑی قدرت والا ہے کہ ساری دنیا اس کے سامنے عاجز ہے وہ دوبارہ زندہ کر کے ثواب وعذاب دینے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔

پھر مذکورہ آیات میں موت کا حال بیان کرنے کے بعد مابعد الموت کا حال بیان ہو رہا ہے۔ تین قسم کے لوگ ہیں، (۱) مقربین سابقین میں سے ہو تو اس کے لئے آرام اور خوشبو ہے اور نعمتوں سے بھرا باغ ہے۔ (۲) وہ

لوگ جن کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا، ان کے لیے موت کے بعد تمام خطرات اور عذابات سے سلامتی ہے۔ (۳) وہ لوگ جنہوں نے قرآن اور صاحبِ قرآن کی تکذیب کی اور گمراہ ہوگئے، ان کے لیے کھولتے پانی کی مہمانی اور دوزخ میں داخل ہونا ہے۔ موت کے بعد جس ثواب وعذاب کا ذکر ہے ظاہر یہ ہے کہ قبر سے ہی شروع ہوجاتا ہے، کیونکہ فَاَمَّآ میں لفظ فاء ہے جو تعقیب مع الوصل کے مفہوم کو ادا کرتا ہے یعنی ایک چیز کا دوسری چیز کے بعد فوراً اور متصلاً پایا جانا، اس کا تقاضہ یہ ہے کہ مذکورہ تینوں کی قسم کے لوگوں کے لئے عذاب وثواب موت کے بعد فوراً اور متصلاً قبر میں شروع ہوجاتا ہے۔ فَاَمَّآ اِنْ کَانَ میں جو ضمیر ہے وہ فوت شدہ شخص کی طرف راجع ہورہی ہے کہ ''اگر فوت شدہ آدمی مقربین میں سے ہو''، اور یہ ظاہر ہے کہ فوت ہوا ہے روح وجسد عنصری کا مجموعہ، محل وفات اکیلی روح یا اکیلا جسد عنصری نہیں، دونوں کا مجموعہ ہے اور اصحاب الیمین بھی روح وجسد عنصری کا مجموعہ ہے، اور مکذبین ضالین بھی اکیلی روح یا روح اور بدن مثالی کا مجموعہ نہیں بلکہ روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے۔ پھر قبر میں بھی جسد عنصری کو رکھا جاتا ہے، اس لئے قبر میں ثواب وعذاب روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوتا ہے مگر روح کو اصالۃً اور جسد عنصری کو تبعاً۔

<u>تائیدات</u>: (۱) (روح المعانی ج۲۷ ص۱۶۵) فسلام لك من أصحاب اليمين...قال الطبري: معناه فسلام لك أنت من أصحاب اليمين... وكأن هذا التفسير مأخوذ من كلام ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أخرج ابن جرير وابن المنذر عنه أنه قال في ذلك: تأتيه الملائكة من قبل الله تعالى تسلم عليه وتخبره أنه من أصحاب اليمين والظاهر أن هذا على هذا المعنى عند الموت پس تیرے لیے سلامتی ہے کہ تو ان لوگوں میں سے ہے جن کو دائیں ہاتھ میں اعمالنامہ ملے گا...... مفسر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ اے فوت ہونے والے تیرے لیے سلامتی ہے کیونکہ تو اصحاب الیمین میں سے ہے...... گویا یہ تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے کلام سے ماخوذ ہے، ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اور ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ذکر کیا ہے کہ فوت ہونے والے آدمی کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے آتے ہیں اس پر سلام کرتے ہیں اور اس کو خبر دیتے ہیں کہ آپ اصحاب الیمین میں سے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ اس معنی کے مطابق یہ سلام اور بشارت موت کے وقت دی جاتی ہے۔ اوا اور مکذبین ضالین کے بارے میں ماء حمیم اور آگ میں داخل ہونے کے عذاب کا ذکر ہے، اس کی تفسیر میں مفسر آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: هذا محمول على ما يجده في القبر من حرارة النار ودخانها لأن الكلام في حال التوفي وعقب قبض الأرواح والأنسب بذلك كون ما ذكر في البرزخ یہ اس عذاب پر محمول ہے جس کو مکذبین قبر میں پائیں گے یعنی آگ کی حرارت اور آگ کا دھواں، کیونکہ یہ کلام وقتِ موت اور بعد الموت کے بارے میں ہے، اور اس ضمن میں جس عذاب کا ذکر ہے مناسب ترین بات یہ ہے کہ وہ برزخ (قبر) میں ہو۔ (۲) تفسیر قرطبی ج۱۷ ص۲۳۳۔ في محل السلام ثلاثة أقاويل أحدها عند قبض روحه في الدنيا يسلم عليه ملك الموت، قاله الضحاك. وقال ابن مسعود إذا جاء ملك الموت ليقبض روح المؤمن قال ربك يقرئك السلام... الثاني عند مساءلته في القبر يسلم عليه منكر ونكير. الثالث عند بعثه في القيامة تسلم عليه الملائكة اصحاب الیمین کو سلام کے ذریعہ جو سلامتی کی خوشخبری دی جاتی ہے اس کے بارے میں تین قول ہیں، ایک یہ کہ دنیا میں قبض روح کے وقت ملک الموت سلام کرتا ہے، یہ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، اور

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب ملک الموت روح قبض کرنے کے لئے آتا ہے تو وہ کہتا ہے اے شخص! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ قبر میں منکر نکیر کے سوال جواب کے وقت سلام پیش ہوتا ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ قیامت کے روز قبروں سے اٹھنے کے وقت سلام ہوگا۔

فائدہ: پہلے دو قولوں کے مطابق جسد عنصری کے لیے حیات قبر ثابت ہوتی ہے، کیونکہ قبر میں جسد عنصری ہے اور اصحاب الیمین بھی اجساد عنصریہ ہیں، تو قبر میں ثواب و عذاب بھی اجساد عنصریہ کے لئے ہوگا، اور جب ثواب و عذاب ہے تو حیات قبر بھی ثابت ہو جاتی ہے۔

(۳) تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۰۱۔ واما ان کان المحتضر من اصحاب الیمین الخ یعنی اگر قریب المرگ آدمی اصحاب الیمین میں سے ہو تو فرشتے اس کو خوشخبری سناتے ہیں کہ آپ کے لیے سلامتی ہے اور آپ پر کوئی خوف نہیں کیونکہ آپ اصحاب الیمین میں سے ہو...... جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ان الذین قالوا ربنا اللہ الخ۔

آیت نمبر ۱۹: (اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ الخ)

''اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ. نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ'' (پ ۲۴، حم السجدہ، آیت ۳۰۔۳۱) ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے اقرار کیا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے، فرشتے ان کے پاس (یہ پیغام) لے کر آتے ہیں کہ تم خوف و غم نہ کرو، اور تمہارے لیے اس جنت کی بشارت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، ہم تمہارے دوست ہیں دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں، اور تمہارے لیے جنت میں وہ سب کچھ ہے جس کو تمہارا جی چاہے گا، اور تمہارے لیے وہ سب کچھ ہے جو تم مانگو گے۔

جس نے دل سے تسلیم کیا اور زبان سے اقرار کیا رَبُّنَا اللّٰهُ وہ روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، جنہوں نے دنیا میں مصائب و تکالیف برداشت کر کے حق پر ثابت قدمی اور استقامت اختیار کی وہ بھی روح و جسد عنصری کا مجموعہ ہے، اور علیہم کی ضمیر کا مرجع الَّذِیْ قالوا ہے جس سے روح و جسد عنصری کا مجموعہ مراد ہے، جب خوشخبری دینے والے فرشتے روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر اترتے ہیں تو اس خوشخبری کے اور آیت میں مذکور خطابات کا مخاطب بھی روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے۔ جب فرشتے بوقتِ موت اور قبر میں اور آخرت کے تمام مراحل میں روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کے لئے بشارات سناتے ہیں تو یہ تب ہو سکتا ہے کہ ان تینوں جگہوں میں جسد عنصری میں حیات ہو، اور اگر قبر میں محض بے جان دھڑ ہو یا اس کے بے جان ذرات ہوں تو قبر میں بشارت کا کیا فائدہ؟ اس سے معلوم ہوا کہ قبر میں میت کے جسد عنصری یا جسد عنصری کے ذرات میں حیات ہوتی ہے۔ تو انبیاء علیہم السلام کے اجساد عنصریہ جو محفوظ ہیں بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے۔

تائیدات: (۱) تفسیر قرطبی ج ۱۵ ص ۳۵۹) وقال وکیع وابن زید البشری فی ثلاثہ مواطن عند الموت وفی القبر وعند البعث وکیع اور ابن زید نے کہا ہے کہ یہ خوشخبری تین جگہ دی جاتی ہے، بوقت موت، قبر میں، اور قیامت کے روز بوقت بعث مِنَ القبور۔ (۲) تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۹۹۔ وقال زید بن اسلم

یبشرونه عند موته وفي قبره وحين يبعث رواه ابن ابي حاتم وهذا القول يجمع الاقوال كلها وهو حسن جدا وهو الواقع زید بن اسلم نے کہا ہے کہ فرشتے یہ خوشخبری دیتے ہیں موت کے وقت، قبر میں، اور جس وقت قبروں سے اٹھائے جائیں گے، اس قول میں تمام اقوال جمع ہو جاتے ہیں، اور یہ قول بہت ہی عمدہ ہے اور واقعہ بھی یہی ہے۔ (۳) تفسیر کبیر ج ۲۷ ص ۱۲۳۔ واعلم أن هذا الكلام يدل على أن المؤمن عند الموت وفي القبر وعند البعث لا يكون فازعا من الأهوال ومن الفزع الشديد بل يكون آمن القلب ساكن الصدر لأن قوله ألا تخافوا ولا تحزنوا يفيد نفي الخوف والحزن على الإطلاق جان لیجئے یہ کلام اس پر دلالت کرتی ہے کہ مؤمن (روح و جسد عنصری کا مجموعہ) موت کے وقت اور قبر میں اور بعث کے وقت خطرات اور شدید گھبراہٹ میں مبتلا نہیں ہوتا، بلکہ اس کا دل پُرسکون اور سینہ پُرامن ہوتا ہے، کیونکہ ''اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا'' علی الاطلاق تینوں پُرخطر مقامات میں خوف وحزن کی نفی کا فائدہ دیتا ہے۔ (۴) تفسیر مظہری ج ۸ ص ۲۹۳۔ (۵) تفسیر خازن ج ۴ ص ۹۱۔ (۶) معالم التنزیل ج ۴ ص ۱۱۴۔ (۷) معارف القرآن مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ ج ۷ ص ۶۵۱۔ (۸) تفسیر عثمانی ص ۶۳۸۔ (۹) احکام القرآن مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ ص ۸۵۔ (۱۰) مفسر محمود آلوسی لکھتے ہیں: والمعنى ان الله تعالىٰ كتب لكم الامن من كل غم فلن تذوقوه ابدا (روح المعانی ج ۲۴ ص ۱۲۱)، خلاصہ یہ ہے کہ ملائکہ بوقتِ موت اُن کو خوشخبری دیتے ہیں کہ یہ یقینی بات ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ہر غم سے اَمن لکھ دیا ہے، تم لوگ آئندہ کبھی بھی کوئی غم نہیں چکھو گے۔ (اس میں قبر کا زمانہ بھی داخل ہے)

آیت نمبر ۲۰: (اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ الخ)

''اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ'' (پارہ ۲۶، سورہ احقاف، آیت ۱۳) جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے اُن پر کوئی خوف اور کوئی غم نہیں۔

رَبُّنَا اللّٰهُ کہنے والا روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، مصائب و تکالیف میں ثابت قدمی اختیار کرنے والا بھی روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، عَلَیْهِمْ کی ضمیر کا مرجع الَّذِیْنَ قَالُوْا یعنی ارواح اور اجساد عنصریہ کا مجموعہ ہے، معلوم ہوا کہ صاحبِ استقامت لوگوں کے روح و جسد عنصری پر کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا، مگر کب؟ اور کن مراحل میں؟ اور کن اوقات میں؟، تو وہ تین مراحل ہیں، موت کے وقت، قبر کی زندگی میں، اور اخروی زندگی میں، روح اور جسد عنصری سے ان تین مراحل میں خوف وحزن کی نفی دلیل ہے اُن کی حیات اور شعور و احساس پر، کیونکہ خوف وحزن مردہ کو نہیں ہوتا، زندہ کو ہوتا ہے، اگر اہل قبور بے جان مردہ ہیں تو اُن میں خوف وحزن کا احتمال ہی نہیں تو نفی کرنے کا کیا فائدہ؟ اس آیت کی تفسیر میں بعض مفسرین نے تو حم سجدہ کی تفسیر کا حوالہ دے دیا جس میں تین مراحل میں خوف وغم کی نفی کا ذکر ہے، موت، قبر، اور آخرت۔ یہاں پر بھی یہی مراد ہے اور بعض نے کہا بعد الموت، یہ لفظ موت کے بعد کے تمام مراحل کو شامل ہے جس میں قبر بھی داخل ہے، بعض نے کہا فی الآخرۃ، اور آخرت کا آغاز موت کے وقت سے ہو جاتا ہے، اور قبر آخرت کی پہلی منزل ہے، یہ بھی قبر کو شامل ہے۔ بہرکیف گزشتہ آیت کی طرح اِس آیت سے بھی قبر میں حیات ثابت ہوتی ہے۔

تائیدات: (۱) فلا خوف علیھم بعد الموت عن لحوق مکروہ (تفسیر مظہری ج ۸ ص ۴۰۲) موت کے بعد تم پر کسی تکلیف دہ، ناگوار امر کے لاحق ہونے کا خطرہ نہ ہوگا۔ (۲) فلا خوف علیھم ای من لحوق مکروہ فی الآخرۃ (جمل ج ۴ ص ۱۲۷) آخرت میں اُن پر کسی امر مکروہ کے لاحق ہونے کا خوف نہ ہوگا۔ (۳) تقدم معناھا (تفسیر قرطبی) (۴) تقدم تفسیرہ (خازن) (۵) قد ذکرنا تفسیر ھذہ الکلمۃ فی سورۃ السجدۃ (تفسیر کبیر) ہم نے اس کلمے کی تفسیر سورہ سجدہ میں ذکر کردی ہے۔

آیت نمبر ۲۱: (وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ الخ)

''وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ'' (پ ۲۱، سورہ سجدہ، آیت ۲۱)

ترجمہ: اور البتہ ہم ان کو بڑے عذاب سے پہلے چھوٹا عذاب ضرور چکھائیں گے۔

بڑا عذاب آخرت میں ہوگا اس سے پہلے چھوٹا عذاب قبر میں ہوگا، یادُوْنَ کا معنی ہے قریب، یعنی بڑے عذاب کے قریب ان کو چھوٹا عذاب چکھائیں گے اور بڑے عذاب کے قریب عذاب قبر ہے۔ آیت سے معلوم ہوا کہ عذابِ اکبر جو آخرت میں ہوگا اور عذاب ادنیٰ جو قبر میں ہوگا دونوں کا محل ایک ہے اور آخرت میں عذاب روح وجسد عنصری کو ہوگا تو قبر میں بھی عذاب روح اور جسد عنصری کو ہوگا، نیز قبر میں جسد عنصری ہوتا ہے اس لیے قبر کا عذاب بھی جسد عنصری کو ہوگا، وَلَنُذِيقَنَّهُم میں ضمیر مفعول کا مرجع بھی روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے اس لیے عذاب ادنیٰ یعنی عذاب قبر اور عذاب اکبر یعنی عذاب آخرت روح اور جسد عنصری دونوں پر واقع ہوں گے، اور عذاب موقوف ہے حیات پر، پس اس سے قبر میں حیات ثابت ہوئی۔

تائیدات: (۱) مفسر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وَعَنْهُ أَيْضًا الْعَذَابُ الْأَدْنَىٰ عَذَابُ الْقَبْرِ قَالَهُ الْبَرَاءُ ابْنُ عَازِبٍ مجاہد تابعی سے منقول ہے کہ عذاب ادنیٰ سے مراد عذاب قبر ہے اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔ (۲) وقیل العذاب الأدنی عذاب القبر (تفسیر مدارک) ایک قول یہ ہے کہ عذاب ادنیٰ سے مراد عذاب قبر ہے۔ (۳) وَقَدِ احْتَجَّ بِهَذِهِ الْآيَةِ جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ عبد اللہ بن عَبَّاس علی عَذَابِ الْقَبْرِ الخ (کتاب الروح، مسئلہ ۸) مفسرین کی ایک جماعت نے اس آیت سے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے، اس جماعت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں۔ (۴) وَقَالَ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَمُجَاهِدٌ وَأَبُو عُبَيْدَةَ يَعْنِي بِهِ عَذَابَ الْقَبْرِ (تفسیر ابن کثیر) براء بن عازب رضی اللہ عنہ، مجاہد تابعی رحمۃ اللہ علیہ، اور ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ اس سے عذابِ قبر مراد ہے۔ (۵) عن مجاھد وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الأدنی قال عذاب الدنیا وعذاب القبر (تفسیر ابن ابی حاتم، طبری، ثعلبی وغیرہ) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ تابعی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں عذاب ادنیٰ سے عذاب دنیا اور عذاب قبر مراد ہے۔ (۶) مفسر سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ عذاب ادنیٰ کے مصداق میں دوسرا قول لکھتے ہیں کہ عذاب ادنی سے مراد عذاب قبر ہے (تفسیر بحر العلوم) (۷) مفسر ماوردی رحمۃ اللہ علیہ عذابِ ادنیٰ کے مصداق کے متعلق پانچواں قول لکھتے ہیں: عذاب القبر قالہ البراء بن عازب و مجاھد (تفسیر ماوردی) عذاب ادنی سے عذاب قبر مراد ہے، براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔ (۸) ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اس کے مصداق میں پانچواں قول لکھتے ہیں: عذاب القبر قالہ البراء (زاد المسیر) اس سے عذاب قبر مراد ہے براء رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے۔ (۹) و کذا روی عن ابن عباس فی قولہ سبحانہ

و تعالیٰ وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ إنه عذاب القبر (احوال القبور لابن رجب) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس آیت میں عذاب ادنیٰ سے مراد عذاب قبر ہے۔

فائدہ: اور جن مفسرین نے عذاب ادنیٰ کا مصداق عذاب دنیا کو بنایا ہے وہ اس کے منافی نہیں، کیونکہ موت کے بعد عالم برزخ یعنی عالم قبر کی مدت جب تک دنیا باقی ہے، لہٰذا عالم برزخ من وجہ عالم دنیا کا حصہ اور تتمہ ہے، اس لیے عذاب قبر من وجہ عذاب دنیا کا حصہ وتتمہ ہے اور عذاب قبر عذاب آخرت کے مقابلہ میں ادنیٰ ہے، اس لیے عذاب ادنیٰ کا مصداق عذاب دنیا ہو تب بھی اس میں عذاب قبر شامل ہے۔

آیت نمبر ۲۲: (ولو انهم اذ ظلموا انفسهم لخ)

''لَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا'' (پ ۵، نساء، آیت ۶۴) ترجمہ: جس وقت انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اگر وہ آپ کے پاس آ جاتے اور اللہ سے بخشش طلب کرتے اور اللہ کا رسول بھی ان کے لئے بخشش طلب کرتا تو البتہ وہ اللہ تعالیٰ کو پاتے توبہ قبول کرنے والا، دنیا و آخرت میں رحم کرنے والا۔

یہ حکم جیسے آپ ﷺ کی دنیاوی حیات میں تھا بعد الوفات بھی باقی ہے، کیونکہ آپ ﷺ قبر میں زندہ ہیں حیات حقیقی کے ساتھ، یعنی روح اور جسد عنصری میں کامل حیات کے ساتھ زندہ ہیں بغیر لوازم دنیا کے اور بغیر ظاہری آثار حیات کے، کیونکہ قبر میں جسد عنصری ہے اور جسد عنصری کی حیات کے بغیر قبر اقدس میں استغفار کی درخواست کرنا ممکن نہیں، کیا مردہ کے سامنے کوئی عقلمند درخواست پیش کرتا ہے؟، اور کیا قبر میں جسد عنصری ہوتا ہے یا کوئی اور جسد ہوتا ہے؟، ظاہر ہے قبر میں وہی جسد زندہ ہوگا جو قبر میں ہے اور وہ جسد عنصری ہے۔

تائیدات: (۱) الاختیار لتعلیل المختار ج ۱ ص ۱۷۶، باب الہدی۔ نبی کریم ﷺ کی قبر اطہر پر آ کر یہ آیت (ولو انهم اذ ظلموا الخ) پڑھ کر بصیغہ خطاب درخواست کرے کہ وقد جئناك الخ اور ہم آپ کے پاس آئے ہیں اس حالت میں کہ ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے ہم اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں، ہمارے لیے اپنے رب سے شفاعت کیجئے...... اور تین مرتبہ یوں کہے الشفاعة الشفاعة یا رسول الله۔ آگے مؤلف رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ پھر جس مؤمن نے ان کے ذریعے خدمت اقدس میں سلام بھیجا ہے اس کا سلام یوں پہنچائے السلام علیك یا رسول الله من فلان بن فلان یستشفع بك الی ربك فاشفع له ولجمیع المسلمین اے اللہ کے رسول! فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ پر سلام ہے، اور اس کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اپنے رب سے سفارش کیجئے۔ (۲) مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ص ۲۸۴۔ فصل فی زیارۃ النبی ﷺ۔ (۳) الشرح الکبیر لابن قدامہ ج ۳ ص ۴۹۵۔ یہ آیت پڑھ کر یوں کہے: وقد أتیتك مستغفراً من ذنوبی مستشفعاً بك إلی ربی۔ میں آپ کے پاس آیا ہوں اس حال میں کہ میں اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرنے والا ہوں اور اپنے رب کی طرف آپ کے ذریعے سفارش طلب کرنے والا ہوں۔ (۴) حضرت نانوتوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: رہی آیتیں سو ایک تو ان میں سے یہ آیت ہے: ''لَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا'' (النساء: ۶۴) (جن لوگوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا

اگر تحقیق وہ اس وقت آپ کے پاس آتے اللہ سے بخشش طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لئے بخشش طلب کرتا تو وہ اللہ کو پاتے توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا۔ کیونکہ اس میں سے کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود تمام امت کی تربیت کے لئے یکساں رحمت ہے اور پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی ممکن ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہوں (آب حیات از حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۴۰، ۴۱) (۵) حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ولو انهم اذظلموا انفسهم جاؤك الآية کے متعلق لکھتے ہیں فثبت ان حكم الآية باق بعد وفاته صلی اللہ علیہ وسلم پس ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی باقی ہے (اور بقول حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف میں زندہ ہوں) (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۳۳۰) (۶) حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہ آیت (ولو انهم اذ ظلموا الخ) اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوجائے اور آپ اس کے لئے دعائے مغفرت کردیں اس کی مغفرت ضرور ہوجائے گی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیوی حیات کے زمانے میں ہوسکتی تھی اسی طرح آج بھی روضۂ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے (تفسیر معارف القرآن ج ۲، ص ۴۵۸) (۷) حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مولانا احمد رضا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اور علمائے امت نے اس آیت (ولو انهم اذ ظلموا الآية) کے عموم سے یہی سمجھا ہے کہ آپ کی شفاعت مغفرت ذنوب کے لئے جس طرح آپ کی دنیاوی حیات طیبہ میں تھی اسی طرح آپ کی حیات برزخیہ میں بھی ہے اس لیے علماء نے قبر مبارک پر حاضر ہونے والوں کے لئے اس آیت کی تلاوت کو بھی مستحب قرار دیا ہے، کیونکہ آپ کی عظمت مرتبت، موت کی وجہ سے ختم نہیں ہوگئی، اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی استغفار امت کے لئے جیسی حیات دنیوی میں تھی وہ اب باقی نہیں رہی (انوار الباری ج ۱۸ ص ۲۲۸) (۸) والعلماء فهموا من الآية العموم لحالتي الموت والحياة واستحبوا لمن اتى القبر ان يتلوها ويستغفر الله تعالى (وفاء الوفاء للسمہودی ج ۴ ص ۱۸۵) علماء نے اس آیت سے موت وحیات کی دونوں حالتوں کا عموم سمجھا ہے اور قبر شریف پر حاضر ہونے والے کے لئے مستحب قرار دیا ہے کہ وہ اس آیت کی تلاوت کرے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔ (۹) المغنی لابن قدامہ ج ۳ ص ۲۷۷۔ میں ہے کہ قبر شریف کی زیارت کے وقت مذکورہ آیت پڑھ کر یوں کہے وَقَدْ اَتَيْتُكَ مُسْتَغْفِرًا مِنْ ذُنُوبِي مُسْتَشْفِعًا بِكَ إِلَى رَبِّي میں آپ کے پاس آیا ہوں اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرنے والا ہوں اور آپ کے ذریعے اپنے رب کی طرف سفارش طلب کرنے والا ہوں۔ (۱۰) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ منصور سے فرمایا: اسْتَقْبِلْهُ وَاسْتَشْفِعْ بِهِ فَيُشَفِّعُهُ اللهُ قَالَ اللهُ تعالى (وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظلموا انفسهم) الآية (الشفاء للقاضی عیاض ج ۲ ص ۴۱) بوقت زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کر، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سفارش طلب کر، کیونکہ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش قبول کرے گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولو انهم اذ ظلموا انفسهم الخ۔ (۱۱) تاریخ مکہ لابن ضیاء ص ۳۴۳۔ (۱۲) اعانۃ الطالبین للدمیاطی ج ۲ ص ۳۵۷۔ (۱۳) نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۰۱۔ علامہ شوکانی نبی علیہ السلام کی قبر مبارک کی زیارت کے مستحب ہونے پر اسی آیت سے دلیل پکڑتے ہیں،

فرماتے ہیں: وَجْهُ الِاسْتِدْلَالِ بِهَا أَنَّهُ ﷺ حَيٌّ فِي قَبْرِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ كَمَا فِي حَدِيثِ الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ وَقَدْ صَحَّحَهُ الْبَيْهَقِيُّ وَأَلَّفَ فِي ذَٰلِكَ جُزْءً. اس آیت کے ساتھ استدلال اس طور پر ہے کہ نبی کریم ﷺ وفات کے بعد اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے الانبیاء احیاء فی قبورھم، اور امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور اس بارے میں امام بیہقی نے ایک رسالہ تالیف کیا ہے۔

واقعہ اعرابی: درج ذیل کتب میں ایک اَعرابی کا مشہور واقعہ نقل کیا گیا ہے جس میں یہی آیت پڑھ کر نبی کریم ﷺ سے شفاعت کی درخواست کا ذکر ہے، اور اس واقعہ کی حیثیت صرف ایک اَعرابی کے فعل کی نہیں بلکہ اس کو علمائے اہل سنت کی تائید حاصل ہے، کیونکہ درج ذیل کتبِ اہل سنت میں اس کو تائیداً نقل کیا گیا ہے اور اس کی تردید نہیں کی گئی:

(۱) المغنی لابن قدامہ ج ۳ ص ۵۸۷۔ واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ عُتبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں قبر اطہر کے پاس بیٹھا تھا، ایک اَعرابی آیا، اس نے کہا السلام علیك یا رسول اللہ۔ پھر اس نے کہا کہ میں نے اللہ کا یہ فرمان سنا ہے ولو انھم اذظلموا انفسھم الخ اور میں آپ کی خدمت میں اس حالت میں حاضر ہوا ہوں کہ میں اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنے والا ہوں اور آپ کے ذریعے اپنے رب کی طرف سفارش طلب کرنے والا ہوں، پھر اس نے یہ شعر پڑھے:

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ أَعْظُمُهُ ۔۔۔ فَطَابَ مِنْ طِيبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْأَكَمُ
نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ أَنْتَ سَاكِنُهُ ۔۔۔ فِيهِ الْعَفَافُ وَفِيهِ الْجُودُ وَالْكَرَمُ

اے وہ بہترین ہستی! جس کا جسم مبارک ہموار میدان میں مدفون ہے، جسم مبارک کی خوشبو کی وجہ سے یہ میدان بھی اور ٹیلے بھی معطر ہو گئے ہیں، میری جان فدا ہو اس قبر پر جس میں آپ رہائش پذیر ہیں، جس میں پاکدامنی بھی ہے، اور سخاوت و کرم بھی ہے۔

پھر وہ اعرابی واپس چلا گیا، عتبی کہتے ہیں اس کے بعد مجھے نیند آ گئی، میں نے خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا، آپ نے فرمایا اے عتبی! اُس اعرابی کے پاس جلدی جا اور اس کو خوشخبری دے کہ اللہ نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔

یہ واقعہ درج ذیل کتب میں بھی منقول ہے: (۲) تفسیر ابن کثیر (وقال: الحکایۃ المشھورۃ) (۳) تفسیر مدارک۔ (۴) تفسیر البحر المحیط ج ۳ ص ۶۹۴۔ (۵) المجموع شرح المہذب للنووی ج ۸ ص ۲۷۴ (وَمِنْ أَحْسَنِ مَا يَقُولُ مَا حَكَاهُ الْمَاوَرْدِيُّ وَالْقَاضِي أَبُو الطَّيِّبِ وَسَائِرُ أَصْحَابِنَا عَنِ الْعُتْبِيِّ مُسْتَحْسِنِينَ لَهُ) (۶) الایضاح فی مناسک الحج والعمرۃ للنووی ص ۴۵۵۔ (وَمِنْ أَحْسَنِ مَا يَقُولُ مَا حَكَاهُ أَصْحَابُنَا عَنِ الْعُتْبِيِّ مُسْتَحْسِنِينَ لَهُ) (۶) الاذکار للنووی ص ۳۵۲۔ (۷) القول البدیع للسخاوی ص ۱۶۷۔ (۸) وفاء الوفاء للسمہودی ج ۴ ص ۱۸۵ (وحكاية الأعرابي في ذلك نقلها جماعة من الائمة عن العتبي...وهي مشهورة حكاها المصنفون في المناسك من جميع المذاهب واستحسنوها ورأوها من ادب الزائر) (۹) تحریرات حدیث از مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ ص ۶۵۷۔ (۱۰) تفسیر معارف القرآن ج ۲، ص ۴۵۸۔ (۱۱) الحاوی الکبیر للماوردی ج ۴ ص ۲۱۴۔ (۱۲) العقد الفرید لابن عبد ربہ ج ۳ ص ۱۹۴۔ (۱۳) شعب الایمان للبیہقی ج ۶

ص ٦٠۔ (۱۴) بحر المذہب للرویانی ج ۴ ص ۱۰۳ (وقال حکایۃ حسنۃ) (۱۵) البیان فی مذہب الامام الشافعی ج ۴ ص ۷۹-۳۔ (۱٦) معجم ابن عساکر ج ۱ ص ۵۹۹۔ (۱۷) ذکر المصافحہ للضیاء المقدسی ص ۲۰۔ (۱۸) الدرۃ الثمینہ لابن النجار ص ۱۵۸۔ (۱۹) مرآۃ الزمان ج ۴ ص ۲٦۲۔ (۲۰) الشرح الکبیر لابن قدامہ ج ۳ ص ۴۹۴۔ (۲۱) الذخیرۃ للقرافی ج ۳ ص ۳۷٦۔ (۲۲) اتحاف الزائر ص ۵۴ (قال شیخنا ابو عمرو رحمہ اللہ ومن احسن ما یقول قول الأعرابی الذی حکاہ جماعۃٌ من الائمۃ مستحسنین لہ) (۲۳) المجمع للتنوخی ج ۲ ص ۲۱۴۔ (۲۴) کفایۃ النبیہ لابن الرفعہ ج ۷ ص ۵۴۳۔ (۲۵) شفاء الغرام ج ۲ ص ۴٦۲۔ (۲٦) امتاع الاسماع للمقریزی ج ۱۴ ص ٦۱۵۔ (۲۷) تاریخ مکہ لابن ضیاء حنفی ص ۳۴٦، (وَمن احسن مَا یَقُول مَا حَکَاہُ الْعلمَاء عَن العتبی مستحبین) (۲۸) مثیر الغرام لابن الجوزی ج ۲ ص ۳۰۲۔ (۲۹) المدخل لابن الحاج ج ۳ ص ۲۲۸۔ (۳۰) تفسیر ثعالبی۔ (۳۱) مواہب لدنیہ ج ۳ ص ۵۹۷۔ (۳۲) حدائق الانوار ص ۴۹۴۔ (۳۳) سبل الہدیٰ للصالحی ج ۱۲ ص ۳۸۰ (ومن احسن ما یقول ما حکاہ المصنفون فی المناسك من جمیع المذاھب واستحسنوہ ورأوہ من ادب الزّائر) (۳۴) کشاف القناع ج ۲ ص ۵۱٦۔ (۳۵) حسن التنبہ ج ۹ ص ۲۸۲ (ومن ثم استحسن العلماء من أصحابنا وغیرھم من أصحاب المناسك من جمیع المذاھب لزائر قبر النبی ﷺ - أن یقول ما روی عن محمد العتبی) (۳٦) البدر التمام ج ۵ ص ۴۳۷۔ (۳۷) الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۱۷۴۔ (۳۸) تقویم النظر لابن الدہان م ۵۹۲ھ ج ۲ ص ۱۵۷۔ (۳۹) النجم الوہاج فی شرح المنہاج ج ۳ ص ۵۵۹۔ (ومن أحسن ما یقول الزائر بعد ذلك ما أنشدہ العتبی) (۴۰) حاشیہ جمل علی شرح المنہج ج ۲ ص ۴۸۵ (وَمِنْ اَحْسَنِ مَا یَقُولُ مَا حَکَاہُ اَصْحَابُنَا عَنِ الْعُتْبِیِّ مُسْتَحْسِنِینَ لَہٗ)

نوٹ: اَعرابی کے واقعہ کو نقل کرنے والے اور خواب دیکھنے والے اکثر کتب کے مطابق عتبی رحمہ اللہ ہیں، بعض کتب کے مطابق محمد بن حرب ہلالی رحمہ اللہ ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اَعرابی کے بارے میں عتبی اور محمد بن حرب دونوں نے خواب دیکھا ہو جیسا کہ اذان کے بارے میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خواب دیکھا، اور ممکن ہے کہ یہ دو واقعہ علیحدہ ہوں۔ لیکن بہر حال ان واقعات میں جو عمل مذکور ہے اس کو علمائے امت کا تعامل و تائید حاصل ہے۔

واقعہ ۲: وزیر ابوشجاع شافعی رحمہ اللہ (م ۴۸۸ھ) نے مرض الوفات میں قبر انور پر حاضر ہو کر یہی آیت پڑھی اور شفاعت کی درخواست کی (المنتظم لابن الجوزی ج ۱۷ ص ۲٦۔ وغیرہ) تفصیلی حوالہ باب پنجم ص ۵۹ میں انہی کے نام کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

آیت نمبر ۲۳: (وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظّٰلِمُونَ الخ)

’’وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظّٰلِمُونَ فِي غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰئِكَةُ بَاسِطُوٓا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوٓا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ‘‘ (پ ۷، اَنعام، آیت ۹۳) جس وقت ظالم لوگ (۱) موت کی سختیوں میں ہوں گے، (۲) فرشتے اپنے ہاتھ پھیلا کر (ان کو مار رہے ہوں گے)، (۳) (ان پر زبانی سختی ہوگی) فرشتے کہیں گے نکالو اپنی جانیں۔ (۴) آج تمہیں ایسے عذاب کی صورت میں جزا دی جائے گی جس میں رسوائی ہے۔ اگر آپ اس سارے منظر کو دیکھ لیں تو خوفناک منظر نظر آئے گا۔

موت کے وقت جو ان کو خبر دی جاتی ہے کہ آج ہی تمہیں رسوا کن عذاب کی صورت میں تمہارے کیے کی تمہیں جزا دی جائے گی، اور جو موت کے بعد قیامت کے آنے سے پہلے آج سے ہی تمہیں عذاب دیا جائے گا یہی عذاب قبر ہے، کیونکہ دنیا کا عذاب موت سے پہلے ہوتا ہے، عذاب آخرت قیامت کے روز ہوگا، موت کے بعد اور قیامت سے پہلے جو عذاب ہے یہی عذاب قبر ہے۔ الظّٰلِمُوْنَ روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، موت کے وقت سختی بھی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر ہوتی ہے، فرشتے ہاتھ پھیلاتے ہیں روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کی طرف، اخرجوا کا خطاب اور حکم روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو ہے، اسی طرح اللہ پر ناحق بات روح اور جسد عنصری دونوں کا مجموعہ کہا کرتا تھا، اللہ کی آیات سے تکبر بھی مجموعہ کرتا تھا، اسی طرح الیوم تُجْزَوْنَ کا مخاطب بھی روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، اس لیے آج یعنی موت کے بعد قبر میں رسوا کن عذاب کی صورت میں ناحق بات اور آیات سے تکبر پر جو جزا ہے وہ بھی روح اور جسد عنصری دونوں کے لئے ہوگی، سیاق وسباق کا تقاضا یہی ہے۔

تائیدات: (۱) اَلْیَوْمَ المراد به الزمان الممتد من وقت الاماتة الی ما لا نهاية له (تفسیر مظہری ج ۳ ص ۲۶۹) آیت میں الیوم سے مراد وہ زمانہ ہے جو موت کے وقت سے شروع ہوتا ہے پھر اس کی کوئی انتہاء نہیں، معنی یہ ہوگا ''آج سے تم کو رُسوا کن عذاب کی جزا دی جائے گی جس کی کوئی انتہا نہیں۔'' (۲) صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۳۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے باب ما جاء فی عذاب القبر، اور پہلی دلیل یہی آیت ہے ولو تری اذ الظالمون الخ۔ (۳) شرح السنۃ للبغوی ج ۵ ص ۴۲۱۔ اخبر انهم يعذبون اليوم اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ ان ظالموں کو آج عذاب دیا جائے گا۔ (۴) الاعتقاد للبیہقی ص ۲۱۹۔ (۵) فتاوی ارکان الاسلام عثیمین ص ۱۰۸۔ (۶) فتاویٰ نور علی الدرب عثیمین ۹/۲۔ (۷) فتح القرآن۔ (۸) احکام القرآن مفتی محمد شفیع صاحب ج ۴ ص ۸۱۔

آیت نمبر ۲۴: (وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الخ)

''وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ'' (پ ۱۰، انفال، آیت ۵۰) ترجمہ: جس وقت فرشتے کفار کی روحیں قبض کرتے ہیں اور ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہیں اور وہ کہتے ہیں چکھو جلانے والا عذاب، اگر آپ اس وقت دیکھ لیتے تو دیکھتے خوفناک منظر۔

ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ کب کہتے ہیں؟ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فرشتے موت کے بعد کہتے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ جب وہ موت کے بعد کہتے ہیں تو اس عذاب حریق سے مراد عذاب قبر ہے، اور جب عذاب قبر ثابت ہوا تو اس خطاب اور عذاب سے حیات فی القبر بھی ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ خطاب اور عذاب موقوف ہے حیات پر۔ ذُوقُوا میں خطاب انہی کو ہے جن کے چہرے اور پیٹھ پر موت کے وقت مار پڑتی ہے، وہ روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، پھر اس عذاب کا سبب اُن کے کفریہ اعمال ہیں جو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے آگے بھیجے، اکیلی روح یا روح اور جسد مثالی نے نہیں بھیجے، پس روح اور جسد عنصری نے مل کر کفریہ اعمال کئے، تو اُن اعمال کی وجہ سے جو جزا ہوگی یعنی عذاب حریق وہ بھی روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوگا۔

تائیدات: (۱) ویقولون لهم ذوقوا... عذاب الحریق مقدمة عذاب النار فرشتے ان کے منہ اور پیٹھ پر مارتے ہیں اور کہتے ہیں چکھو عذاب نار کا مقدمہ (یعنی عذاب نار کی جھلک) (تفسیر مدارک ج ۲ ص ۲۵۳) اور جیسے قبر مقدمۂ آخرت ہے ایسے ہی عذاب قبر عذاب آخرت کا مقدمہ ہے۔ (۲) وقال ابن عباس رضی اللہ عنہما تقول لهم الملائكة ذلك بعد الموت (تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۰۳) ابن عباس کہتے ہیں کہ فرشتے یہ موت کے بعد کہتے ہیں۔ (۳) تفسیر مظہری ج ۴ ص ۱۰۱۔ (۴) تفسیر جمل ج ۲ ص ۲۴۹۔ (۵) الاعتقاد للبیہقی ص ۲۱۹۔ (۶) حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اور اگر آپ اُس وقت کا واقعہ دیکھیں تو عجیب واقعہ نظر آوے جب کہ فرشتے اِن موجودہ کافروں کی جان قبض کرتے جاتے ہیں اور اُن کے منہ پر اور ان کی پشتوں پر مارتے جاتے ہیں، اور کہتے جاتے ہیں کہ ابھی کیا ہے، آگے چل کر (قبر اور حشر میں) آگ کی سزا جھیلنا، اور یہ عذاب اُن اعمال کفریہ کی وجہ سے جو تم نے اپنے ہاتھوں سے سمیٹے ہیں۔ (بیان القرآن)

آیت نمبر ۲۵: (سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ الخ)

''سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ'' (پ ۱۱، سورہ توبہ، آیت ۱۰۱)

ترجمہ: عنقریب ہم ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے، پھر ان کو بڑے عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا۔

یہ دو عذاب کون سے ہیں؟ چونکہ ان دونوں کے بعد عذاب عظیم کا ذکر ہے جو عذاب آخرت ہے، اس لیے یہ دو عذاب عذاب آخرت سے پہلے ہیں، یعنی ایک مرتبہ عذاب دنیا میں اور دوسری مرتبہ قبر میں، جیسا کہ پارہ ۲۴ میں وحاق بآل فرعون کی آیات میں تین عذابات کا ذکر ہے، حاق میں عذاب دنیا، النار یعرضون میں عذاب قبر، اور یوم تقوم الساعة میں عذاب آخرت کا ذکر ہے۔ سَنُعَذِّبُهُمْ کی ضمیر منصوب کا مرجع روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، پس عذاب دنیا اور عذاب قبر دونوں کا محل ایک بتایا گیا ہے، اور عذاب دنیا کا محل روح اور جسد عنصری دونوں ہیں تو عذاب قبر کا محل بھی روح اور جسد عنصری دونوں ہوں گے، پھر یُرَدُّونَ کی ضمیر بھی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کی طرف لوٹتی ہے، کیونکہ آخرت میں عذاب عظیم روح اور جسد عنصری دونوں کے لئے ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ جیسے عذاب دنیا اور عذاب آخرت روح اور جسد عنصری دونوں کے لئے ہے تو اس آیت کے مذکورہ قرائن کا تقاضا یہ ہے کہ عذاب قبر بھی روح اور جسد عنصری دونوں کے لئے ہو اور عذاب موقوف ہے حیات پر۔

تائیدات: (۱) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے باب ما جاء فی عذاب القبر، اور اِس آیت کو بطور دلیل دوسرے نمبر پر ذکر کیا ہے۔ (۲) مفسر خازن لکھتے ہیں: اختلف المفسرون فی العذاب الأول مع اتفاقهم علی العذاب الثانی هو عذاب القبر عذاب اول کے متعلق مفسرین کا اختلاف ہے لیکن عذاب ثانی سے مراد بالاتفاق عذاب قبر ہے (تفسیر خازن) (۳) ابن حجر لکھتے ہیں: وَالْأَغْلَبُ أَنَّ إِحْدَى الْمَرَّتَيْنِ عَذَابُ الْقَبْرِ وَالْأُخْرَىٰ تَحْتَمِلُ أَحَدَ مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۳۳) اغلب یہی ہے کہ مرتین میں سے ایک مرتبہ تو عذاب قبر ہی ہے، اور دوسری مرتبہ میں مختلف احتمالات ہیں۔ (۴) تفسیر جلالین۔ (۵) دوسرا عذاب قبر و برزخ کا ہے جو قیامت و آخرت سے پہلے ہی ان کو پہنچے گا (معارف القرآن مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ ص ۴۵۰) (۶) ایک عذاب قبر اور دوسرا وہ عذاب جو اس دنیاوی زندگی میں پہنچ کر رہے گا (تفسیر عثمانی) (۷) حضرت

تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: آخرت سے پہلے دنیا اور قبر جو کہ ما بین الدنیا والآخرۃ ہے دونوں داخل ہو گئیں...... اور (منافقین کے لئے) قبر میں تضعیفِ عذاب (یعنی دوہرا عذاب) اور آخرت میں اوروں سے عظیم ہونے میں کوئی اشکال ہی نہیں (بیان القرآن) (۸) ہم ان کو دوہرا عذاب دیں گے ایک بار جان کنی کے وقت کہ فرشتے جان نکالتے وقت ان کے مونہوں اور پیٹھوں پر آگ کے چابک ماریں گے اور دوسری مرتبہ قبر میں، پھر قبر کے بعد وہ آخرت میں بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ یا یہ مطلب ہے کہ ایک بار دنیا میں فضیحت کر کے اور دوسری بار قبر میں عذاب دے کر (معارف القرآن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ) (۹) تفسیر کبیر امام رازی۔ (۱۰) تفسیر قرطبی۔ (۱۱) تفسیر بیضاوی۔ (۱۲) قَالَ ابو حنیفة من قَالَ لَا اعرف عَذَاب الْقَبْرِ فَهُوَ مِنَ الْجَهْمِيَة الهالكةِلِاَنَّهٗ انكر قَوْله تَعَالٰى سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ يَعْنِي عَذَابَ الْقَبْرِ (الفقہ الاکبر ص ۱۳۷) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی یہ کہے کہ میں عذاب قبر کو نہیں پہچانتا وہ ہلاکت کے گڑھے میں گرنے والے جہمیہ فرقے میں سے ہے، کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے قول سنعذبھم مرتین کا انکار کیا ہے کہ اس آیت میں عذاب قبر مراد ہے۔ (۱۳) مفسر طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: إحداهما في الدنيا والأخرى في القبر (تفسیر طبری) ان دو عذابوں میں سے ایک دنیا میں ہے، دوسرا قبر میں ہے۔ (۱۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اس آیت میں دوسرے عذاب سے عذاب قبر مراد ہے (تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ) (۱۵) قتادہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ بھی عذاب قبر کو اس آیت کا مصداق قرار دیتے ہیں (تفسیر ابن ابی حاتم) (۱۶) ابوبکر اصم کہتے ہیں کہ اس آیت میں دوسرے عذاب سے مراد عذاب قبر ہے (تفسیر ماتریدی) (۱۷) تفسیر ابن ابی زمنین میں ہے کہ دوسرا عذاب عذاب قبر ہے۔ (۱۸۔۱۹۔۲۰) درج ذیل حضرات نے بھی اس آیت سے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے۔ ابن ابی زمنین (اصول السنۃ لابن ابی زمنین ص ۱۵۴) امام بیہقی (اثبات عذاب القبر ص ۵۶) ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ (الاجوبہ عن المسائل المستغربہ ص ۱۸۹) (۲۱) تفسیر قشیری۔ (۲۲) الوجیز للواحدی۔ (۲۳) تفسیر بغوی۔ (۲۴) زاد المسیر۔ (۲۵) حجج القرآن لاحمد بن محمد بدر الدین الرازی ص ۹۷۔ (۲۶) الصارم المسلول لابن تیمیہ ص ۴۱۔

آیت نمبر ۲۶: (لا ترفعوا اصواتکم الخ)

"لَا تَرفعوْا اصواتكم فوقَ صوتِ النّبي" (پ ۲۶، سورہ حجرات، آیت ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو۔

اپنی آواز کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند کرنا بے ادبی ہے، اور احترام وعظمت کے خلاف ہے، نیز اس میں ایذاء رسول بھی ہے، جیسے اگر شاگرد استاذ کے سامنے بلند آواز کے ساتھ بولے تو یہ بے ادبی اور باعثِ ایذاء ہے، اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام کا معاملہ تو بہت اونچا ہے اور یہ ادب جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی حیات میں تھا اسی طرح موت کے بعد قبر کے پاس بھی یہی ادب ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں، پس جیسے دنیا کی زندگی میں ایذائے رسول کی ممانعت تھی ایسے ہی موت کے بعد بھی ممنوع ہے۔ اگر اس ارضی قبر میں حیات نہیں تو قبر کے پاس اونچی آواز سے بات کرنا باعث ایذاء کیوں ہے؟ اور اس کی ممانعت کیوں ہے؟

تائیدات: (۱) واستدل العلماء بالآية على المنع من رفع الصوت عند قبره الشريف...

لأن حرمته ميتاً كحرمته حيا (روح المعانی ج۲۶ ص۱۳۷) اس آیت کے ساتھ علماء نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر شریف کے پاس آواز بلند کرنا منع ہے، کیونکہ موت کے بعد بھی آپ کا وہی احترام ہے جو آپ کی حیات میں تھا۔ (۲) وقال العلماء يكره رفع الصوت عند قبره كما كان يكره في حياته لأنه محترم حيا وفي قبره صلوات الله وسلامه عليه دائما (تفسیر ابن کثیر ج۴ ص۲۰۷) علماء نے کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس آواز بلند کرنا مکروہ ہے جیسا کہ آپ کی حیات میں آپ کے سامنے آواز بلند کرنا مکروہ تھا کیونکہ نبی کریم ﷺ کا (دنیاوی) حیات میں اور قبر میں احترام لازم ہے۔ (۳) وقد كره بعض العلماء رفع الصوت عند قبره عليه السلام.. قال القاضي أبو بكر بن العربي حرمة النبي صلى الله عليه وسلم ميتا كحرمته حيا (تفسیر قرطبی ج۱۶ ص۳۰۷) اور تحقیق بعض علماء کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس آواز بلند کرنا مکروہ ہے کیونکہ موت کے بعد بھی نبی کریم ﷺ کا وہی احترام ہے جو آپ کی حیات میں تھا۔ (۴) وقد روى عن أبي بكر الصديق - رضي الله عنه - قال لا ينبغي رفع الصوت على نبي حيًّا ولا ميتًا وروى عن عائشة - رضي الله عنها - أنها كانت تسمع صوت الوتد الخ (المواہب اللدنیہ ج۳ ص۵۹۳) اور تحقیق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس زندگی اور موت کی دونوں حالتوں میں آواز بلند کرنا جائز نہیں، اور یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب مسجد نبوی کے اردگرد کے کسی گھر سے کیل یا میخ لگانے کی آواز سنتیں تو ان کی طرف پیغام بھیجتیں لا تؤذوا رسول الله ﷺ اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف مت دو اور علماء نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا دروازہ مرمت کرانا تھا تو انہوں نے کاریگر کی دکان پر بھیج کر اس کو مرمت کرایا ایذائے رسالتمآب ﷺ سے بچنے کے لئے...... پس موت کے بعد بھی آپ کا ادب وہی ہے جو آپ کی زندگی میں تھا اور قبر شریف کے پاس رفع صوت کی ممانعت سوئے ادبی اور ایذاء کی وجہ سے ہے، اور ایذاء موقوف ہے حیات پر۔

آیت نمبر ۲۷: (الهٰكُمُ التَّكَاثُرُ الخ)

"الهٰكُمُ التَّكَاثُرُ. حتّٰى زُرتمُ المقابر. كلا سوف تعلمون. ثم كلا سوف تعلمون الخ (پ۳۰، تکاثر) ترجمہ: تمہیں کثرت مال کے مقابلہ نے غافل کر دیا حتی کہ تم نے قبروں کی زیارت کی، ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیے عنقریب تم جان لوگے، پھر (سن لو) ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیے عنقریب تم جان لوگے، یہ پکی بات ہے کہ اگر تم یقینی علم کے ساتھ جانتے ہوتے (تو غفلت نہ کرتے)، البتہ ضرور تم دوزخ کو دیکھو گے، یقین جانو تم دوزخ کو ضرور دیکھو گے۔

پہلی دو جگہ تعلمون کی تفسیر میں مفسرین حضرات نے دو احتمال لکھے ہیں: (۱) یہ لوگ موت کے وقت اپنے برے انجام کو جان لیں گے پھر قبر میں بھی جان لیں گے۔ (۲) قبور میں جان لیں گے پھر جب قبروں سے اٹھیں گے تب بھی جان لیں گے۔ دونوں احتمالوں کے مطابق یہ تبھی ہوسکتا ہے کہ قبر کے اندر ان میں حیات و شعور ہو۔ موت کے وقت اور قبروں سے اٹھنے کے وقت جاننے گا روح اور جسد عنصری کا مجموعہ، تو قبر میں بھی جاننے والا روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، کیونکہ تینوں جگہ مخاطب ایک ہی ہے یعنی روح و جسد عنصری کا مجموعہ۔ نیز قبر میں ہے بھی جسد عنصری، اور عذاب کو جاننا موقوف ہے حیات پر، پس اس سے جسد عنصری میں حیات فی القبر ثابت ہوئی۔

تائیدات: (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَازِلْنَا نَشُكُّ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ حَتّٰى نَزَلَتْ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ہمیں عذاب قبر کے بارے میں شک رہتا تھا حتیٰ کہ سورۃ الھاکم التکاثر نازل ہوئی (تو ہمارا شک دور ہو گیا) (ترمذی ج ۲ ص ۱۷۳) (۲) سوء عاقبۃ تفاخر کم عند النزع ثم فی القبر جان لو گے ایک دوسرے پر فخر کرنے کا برا انجام نزع کے وقت پھر جان لو گے قبر میں (جلالین) (۳) تفسیر مدارک برحاشیہ خازن ج ۴ ص ۳۳۳۔ (۴) تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۳۲۴۔ (۵) وقال علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کلا سوف تعلمون فی القبور ثم کلا سوف تعلمون فی البعث (البحر المحیط ج ۸ ص ۵۰۸) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قبور میں جان لیں گے پھر قبور سے اٹھنے کے بعد بھی جان لیں گے۔ (۶) وقال ابن عباس کلا سوف تعلمون ما ینزل بکم من العذاب فی القبر ثم کلا سوف تعلمون فی الآخرۃ اذا حل بکم العذاب فالاول فی القبر والثانی فی الآخرۃ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اس عذاب کو جان لو گے جو تم پر قبر میں اترے گا پھر اس عذاب کو بھی جان لو گے جو تم پر آخرت میں اترے گا، پس پہلا عذاب قبر میں ہے دوسرا آخرت میں ہے۔ وروی عن زر بن حبیش عن علی الخ زر بن حبیش رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم عذاب قبر کے بارے میں شک میں تھے حتیٰ کہ یہ سورت نازل ہوئی تو شک دور ہو گیا۔ اصل میں اشارہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم قبور میں جان لو گے اور اس کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ جب تم پر موت اترے گی اور تمہارے پاس رب کے بھیجے ہوئے فرشتے آئیں گے تاکہ وہ تمہاری روحیں کھینچیں اس وقت بھی جان لو گے پھر جب تم اپنی قبروں میں داخل ہو گے اور منکر نکیر تمہارے پاس آئیں گے اور تمہیں سوال کی ہولناکی اور جواب سے گھیر لیں گے اس وقت بھی جان لو گے۔ مفسر قرطبی رحمہ اللہ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ سورت عذاب قبر کے قول کو اپنے ضمن میں لئے ہوئے ہے اور ہم نے اپنی کتاب التذکرہ میں ذکر کر دیا ہے کہ عذاب قبر پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کی تصدیق کرنا لازم ہے جیسا کہ سچے رسول نے خبر دی ہے، اور اس پر ایمان لانا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ مکلف کو اس کی قبر میں زندہ کرتا ہے اس میں حیات لوٹا کر، اور جو اس کی زندگی میں اس کے اندر عقل تھی سوال و جواب کے وقت بحال کر دیتا ہے تاکہ اس سے سوال کیا جائے اور وہ جواب دے، اور جو کچھ اس کے رب کی طرف سے اس کو عطا ہوا اور اس کے لئے اس کی قبر میں جو سامان عزت یا ذلت تیار کیا گیا ہے اس کو سمجھے۔ وھذا مذھب اھل السنۃ والذی علیہ الجماعۃ من اھل الملۃ یہی ہے اہل السنۃ کا مذہب اور اسی مذہب پر ہے اہل اسلام کی پوری جماعت (تفسیر قرطبی ج ۲۰ ص ۱۷۳۔ ۱۷۴) (۷) مفسر ابن جوزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں العلم الاول یقع عند نزول الموت والثانی عند نزول القبر پہلا علم حاصل ہو گا موت کے اترنے کے وقت، دوسرا میت کے قبر میں اترنے کے وقت (زاد المسیر ج ۹ ص ۲۲۰) (۸) امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ان الاول عند الموت حین یقال لہ لا بشری والثانی فی سؤال القبر من ربك الخ اول علم موت کے وقت ہو گا جب اسے کہا جائے گا تیرے لیے کوئی خوشخبری نہیں، دوسرا علم قبر میں ہو گا جب میت سے سوال ہو گا من ربک۔ یا اول عذاب قبر کا علم ہے دوسرا عذاب قیامت کا علم ہے جیسا کہ زر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں مجھے عذاب قبر کے بارے میں شک تھا حتیٰ کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے فرمایا بے شک یہ آیت

عذاب قبر پر دلالت کرتی ہے اور دونوں کے درمیان ثُمَّ کا کلمہ ہے جو تاخیر پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ عالم برزخ اور عالم آخرت کے درمیان، نیز حیات قبر اور حیات آخرت کے درمیان موت ہے (جو قبر میں واقع ہوگی) (تفسیر کبیر ج ۳۲ ص ۷۸) (۹) روح البیان ج ۱۰ ص ۵۱۵۔ (۱۰) تحفۃ الاحوذی ج ۹ ص ۲۰۲۔ (۱۱) اعراب القرآن للنحاس ج ۵ ص ۱۷۷۔ (۱۲) یہ پردہ غفلت کا نہیں اٹھتا یہاں تک کہ موت آجاتی ہے۔ تب قبر میں پہنچ کر پتہ لگتا ہے کہ سخت غفلت اور بھول میں پڑے ہوئے تھے ...... یہ حقیقت بعض لوگوں کو دنیا میں تھوڑی بہت کھل جاتی ہے لیکن قبر میں پہنچ کر اور اس کے بعد محشر میں سب کو پوری طرح کھل جائے گی ...... اول تو اس کا کچھ اثر برزخ میں نظر آجائے گا۔ پھر آخرت میں پوری طرح دیکھ کر عین الیقین حاصل ہو جائے گا۔ (تفسیر عثمانی، تکاثر) (۱۳) مفسر آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وقال علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ الاول فی القبور والثانی فی النشور الخ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ پہلے عذاب کو جان لیں گے قبور میں، دوسرے عذاب کو جان لیں گے قبور سے اٹھنے کے وقت، لہٰذا تعلمون میں تکرار نہ رہا کہ ہر ایک کا مصداق جدا جدا ہے، اور ثم میں تراخی والا معنی بھی ظاہر پر رہتا ہے، کیونکہ قبر میں عذاب کے بعد تاخیر سے قبروں سے اٹھنے کے وقت عذاب ہوگا۔ (۱۴) مفسر بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: فی وقت ما یبشر بہ الخ یعنی پہلے تعلمون کا مطلب یہ ہے کہ موت کے وقت فرشتے جب ان کو جنت یا نار کی خبر دیں گے اُس وقت یا قبر میں منکر نکیر کے سوال کے وقت جان لیں گے اور دوسرے تعلمون کا مطلب یہ ہے کہ وہ قبروں سے اٹھنے کے وقت عذاب کو جان لیں گے (بیضاوی مع شیخ زادہ) (۱۵) حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: تم کو بہت جلد قبر میں جاتے ہی یعنی مرتے ہی معلوم ہو جاوے گا، دوبارہ تم کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ ہرگز یہ چیزیں قابل فخر اور توجہ اور آخرت قابل غفلت وانکار کے نہیں، تم کو بہت جلد قبر سے نکلتے ہی حشر میں معلوم ہو جاوے گا (بیان القرآن ج ۳ ص ۵۰۵) مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اور یہ غفلت کا پردہ اُس وقت تک نہیں ہٹے گا جب تک کہ تم قبر میں نہیں چلے جاؤ گے۔ (معارف القرآن ج ۸ ص ۴۳۸)

فائدہ: ظاہر ہے کہ قبر میں جا کر غفلت کا پردہ تبھی دور ہوگا جب وہ قبر میں عذاب کو دیکھیں، اور اُن میں حیات ہو، ورنہ اگر قبر کے اندر میت کے جسد عنصری میں حیات نہیں تو اس میں ادراک وشعور نہیں ہوگا، تو قبر میں جا کر غفلت کا پردہ کیسے دور ہوگا۔

نوٹ: ہم قرآن کریم سے چند وہ آیات ذکر کرتے ہیں جن میں کفار کو سوف تعلمون یا سوف یعلمون یا سیعلمون یا فستبصرون کے ساتھ عذاب کی وعید سنائی گئی ہے، اور عربی لغت میں سوف اور سین کسی چیز کے قرب کو ظاہر کرتے ہیں، اس لیے اردو میں اس کا معنی کیا جاتا ہے عنقریب، اور قرب کے اعتبار سے ترتیب یہ ہے کہ پہلے اُن کو عذاب پہنچتا ہے موت کے وقت، پھر قبر میں، پھر قبروں سے اٹھنے کے وقت، اور اس کے بعد قیامت کے مختلف مراحل میں اور اخیر میں جہنم کے اندر عذاب ہوگا، بعض مفسرین نے بعض آیات میں عذاب دنیا مراد لیا ہے کہ وہ عنقریب عذاب دنیا کو جان لیں گے، بعض نے عذاب آخرت کے ساتھ تفسیر کی ہے کہ وہ قیامت کے دن عذاب آخرت کو جان لیں گے، لیکن ان دونوں قسم کی تفسیروں سے عذاب قبر کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ عالم قبر یعنی عالم برزخ من وجہ عالم دنیا کا حصہ ہے اور من وجہ عالم آخرت کا حصہ ہے، اس لیے عذاب قبر من وجہ عذاب دنیا

میں داخل ہے اور من وجہ عذاب آخرت میں شامل ہے، جب کہ بعض مفسرین نے عذاب قریب کا مصداق عذاب قبر کو بنایا ہے، اور اگر اس کو عام رکھا جائے تو زیادہ بہتر ہے تاکہ یہ عذاب دنیا، عذاب نزع، عذاب قبر، عذاب بعث اور عذاب آخرت کو شامل ہو جائے۔ بہرکیف مفسرین حضرات نے سورہ تکاثر میں پہلے تعلمون کی جو تفسیر کی ہے فی القبور کے ساتھ، اور درج ذیل آیات میں وہی مراد لیں تو تفسیر القرآن بالقرآن کے اصول کے مطابق اس کی گنجائش ہے اور حکیم الامت رحمہ اللہ نے اسی کے مطابق تفسیر کی ہے۔ وہ آیات یہ ہیں:

آیت نمبر ۲۸

''لکل نبأٍ مستقرٌ وسوف تعلمون'' (پ ۷، سورہ انعام، آیت ۶۷) حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ہر خبر کے مدلول کے وقوع کا ایک وقت اللہ کے علم میں معین ہے اور جلدی ہی (قبر میں) تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ عذاب آیا۔ (بیان القرآن)

آیت نمبر ۲۹

''فسوف تعلمون من یأتیہ عذابٌ یخزیہ ویحل علیہ عذابٌ مقیمٌ'' (پ ۱۲، سورہ ہود، آیت ۳۹) سو ابھی تم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر دنیا میں عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور بعد مرگ اُس پر دائمی عذاب (جو قبر سے شروع ہوگا) نازل ہوتا ہے۔ (بیان القرآن)

آیت نمبر ۳۰

''ذرھم یاکلوا ویتمتعوا ویلھھم الامل فسوف یعلمون'' (پ ۱۴، سورہ حجر، آیت ۳) اُن کو اُن کے حال پر رہنے دیجئے کہ وہ خوب کھالیں اور چین اڑالیں اور خیالی منصوبے رکھیں اُن کو ابھی مرنے کے ساتھ ہی (قبر میں) حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے اور دنیا میں جو ان کو سزا نہیں ملتی اس کی وجہ یہ ہے کہ سزا کا مقرر وقت نہیں آیا۔ (بیان القرآن)

آیت نمبر ۳۱

''فتمتّعوا فسوف تعلمون'' (پ ۱۴، سورہ نحل، آیت ۵۵) خیر چند روزہ عیش اڑالو، دیکھو اب جلدی مرتے ہی تم کو خبر ہوئی جاتی ہے۔ (بیان القرآن)

آیت نمبر ۳۲

''قل کلٌ متربصٌ فتربصوا فستعلمون من اصحٰب الصراط السوی ومن اھتدیٰ'' (پ ۱۶، سورہ طٰہ، آیت ۱۳۵) آپ کہہ دیجئے کہ ہم سب انتظار کر رہے ہیں، سو چندے اور انتظار کر لو، اب عنقریب تم کو ابھی معلوم ہو جاوے گا کہ راہ راست والے کون ہیں اور وہ کون ہے جو منزل مقصود تک پہنچا یعنی وہ فیصلہ عنقریب بعد موت (قبر میں) یا بعد الحشر ظاہر ہو جاوے گا۔ (بیان القرآن)

آیت نمبر ۳۳

"وسوف یعلمون حین یرون العذاب من اضل سبیلاً" (پ۱۹، سورہ فرقان، آیت ۴۲) اور مرنے کے بعد جلدی ہی (قبر میں) ان کو معلوم ہو جاوے گا جب عذاب کا معائنہ کریں گے کہ کون شخص گمراہ تھا؟ آیا وہ خود یا نعوذ باللہ پیغمبر؟ (بیان القرآن)

آیت نمبر ۳۴

"وقل سلٰمٌ فسوف یعلمون" (پ۲۵، سورہ زخرف، آیت ۸۹) یوں کہہ دیجئے کہ تم کو سلام کرتا ہوں، اور کچھ نہیں کہتا، اور نہ کچھ واسطہ رکھتا ہوں...... سو اُن کو ابھی مرتے ہی معلوم ہو جاوے گا۔ (بیان القرآن)

آیت نمبر ۳۵

"سیعلمون غدا من الکذاب الاشر" (پ۲۷، سورہ قمر، آیت ۲۶) ان کو عنقریب مرتے ہی (قبر میں) معلوم ہو جاوے کہ جھوٹا شیخی باز کون تھا؟ (بیان القرآن)

آیت نمبر ۳۶

"فستعلمون کیف نذیر" (پ۲۹، سورہ ملک، آیت ۱۷) سو اگر کسی مصلحت سے عذاب عاجل (عذاب دنیا) تم پر سے ٹل رہا ہے تو کیا ہوا، عنقریب مرتے ہی (قبر میں) تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ میرا ڈرانا عذاب سے کیسے واقع اور صحیح تھا۔ (بیان القرآن)

آیت نمبر ۳۷

"ولتعلمن نبأہ بعد حین" (پ۲۳، سورہ ص، آیت ۸۸) اور تھوڑے دنوں پیچھے تم کو اس کا حال معلوم ہو جائے گا یعنی مرنے کے ساتھ ہی حقیقت کھل جائے گی کہ یہ حق تھا۔ (بیان القرآن)

آیت نمبر ۳۸

"سیصلیٰ نارا ذات لھب" (پارہ ۳۰، سورہ لہب) اور آخرت میں عنقریب مرنے کے متصل ایک شعلہ زن آگ میں داخل ہوگا۔ (بیان القرآن)

فائدہ: عالم قبر یعنی عالم برزخ من وجہ آخرت کا حصہ ہے اور حدیث میں ہے القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النار اس لیے اس وعید میں عذاب قبر بھی داخل ہے۔

فائدہ: مذکورہ بالا آیات میں وعید روح وجسم عنصری کے مجموعہ کے لئے ہے، موت بھی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر آتی ہے، اور مرتے ہی عذاب اسی پر طاری ہوگا جس پر موت جاری ہوگی، اور مرتے ہی قریب عذاب وہی ہے جو روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو قبر میں پیش آتا ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو جسم قبر میں ہے عذاب قبر اسی کو ہوتا ہے اور وہ جسد عنصری یا اس کے اجزاء و ذرات ہیں۔

تائید مذکورہ آیات: (۱) ولتعلمن نبأہ بعد حین کی تفسیر میں مفسر ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: قال قتادۃ بعد الموت وقال عکرمۃ یعنی یوم القیامۃ ولا منافاۃ بین القولین فان من مات فقد دخل فی حکم القیامۃ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۴) قتادہ تابعی نے کہا ہے کہ وہ موت کے بعد جان لیں گے، اور عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا قیامت کے دن جان لیں گے، اور ان دونوں قولوں کے درمیان کوئی منافات نہیں، کیونکہ جو آدمی مر گیا وہ قیامت کے حکم میں داخل ہو گیا۔ (۲) بعد حین قال ابن عباس بعد الموت وقیل یوم القیامۃ وقیل من بقی علم بذالک اذا ظہر امرہ وعلا ومن مات علمہ بعد الموت (تفسیر خازن ج ۴ ص ۵۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم موت کے بعد جان لو گے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ قیامت کے دن جان لو گے، تیسرا قول یہ ہے کہ جو زندہ رہ گئے وہ غلبہ اسلام کے وقت جان لیں گے اور جو وفات پا گئے وہ موت کے بعد جان لیں گے۔ (۳) قال قتادۃ بعد الموت وقال الفراء بعد الموت وقبلہ (تفسیر قرطبی ج ۱۵ ص ۲۳۱) قتادہ رحمہ اللہ نے کہا موت کے بعد جان لو گے، اور فراء رحمہ اللہ نے کہا موت کے بعد اور موت سے پہلے جان لو گے۔ (۴) بعد حین — بعد الموت او یوم بدر او یوم القیامۃ (مدارک مع خازن ج ۴ ص ۵۱) موت کے بعد یا بدر کے دن یا قیامت کے دن تم جان لو گے۔ (۵) قال ابن عباس وعکرمۃ وابن زید یعنی یوم القیامۃ وقال قتادۃ والفراء والزجاج بعد الموت (روح المعانی ج ۲۳ ص ۲۳۰) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عکرمہ رحمہ اللہ، اور ابن زید رحمہ اللہ نے کہا حین سے قیامت کا دن مراد ہے، اور قتادہ رحمہ اللہ، فراء رحمہ اللہ اور زجاج رحمہ اللہ نے کہا حین سے بعد الموت مراد ہے۔ (۶ تا ۱۳) درج ذیل تفاسیر میں بھی حین کا مصداق ایک قول کے مطابق موت کو قرار دیا گیا ہے: تفسیر زاد المسیر۔ تفسیر ماوردی۔ تفسیر بغوی۔ تفسیر سمعانی۔ تفسیر بیضاوی۔ الوجیز للواحدی۔ جامع البیان للایجی۔ تفسیر ثعالبی۔ وغیرہ۔ (۱۴) فستعلمون من اصحٰب الصراط الخ ویحتمل ان یکون بعد الموت وھو ظہور امر الثواب والعقاب فانہ یتمیز فی الآخرۃ المحق من المبطل بما یظہر علی المحق من انواع کرامۃ اللہ تعالیٰ وعلی المبطل من انواع اھانتہ (تفسیر کبیر ج ۲۲ ص ۱۳۸) اور یہ احتمال ہے کہ موت کے بعد جس چیز کو جانیں گے وہ ہے ثواب وعقاب کے معاملہ کا ظاہر ہونا، کیونکہ آخرت (قبر بھی اس میں داخل ہے) میں اہل حق اور اہل باطل کے ساتھ معاملہ جدا جدا ہو گا، اہل حق پر مختلف قسم کے انعامات کا ظہور ہو گا، اور اہل باطل پر مختلف قسم کے رسوا کن عذابات کا ظہور ہو گا۔ (۱۵۔۱۶) فستعلمون کیف نذیر یعنی عنقریب تم جان لو گے موت کے وقت اور آخرت میں (تفسیر خازن ج ۴ ص ۳۱۴۔ الجمل ج ۴ ص ۵۸۸) (۱۷) ذرھم یاکلوا ...... وسوف یعلمون، امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فسیعلمون میں جو وعید وتہدید ہے اس آیت کے بعد وما اھلکنا والا جملہ اسی وعید کی تاکید ہے، اور اس اہلاک کے بارے میں تین قول ہیں: ایک یہ کہ اس سے دنیا کا تباہ کن عذاب مراد ہے، دوسرا یہ کہ نزول موت مراد ہے، تیسرا یہ ہے المراد بھذا الھلاک مجموع الامرین وھو نزول عذاب الاستئصال ونزول الموت یعنی اس ہلاکت سے دونوں امور مراد ہیں یعنی تباہ کن عذاب اور نزول موت، کیونکہ دونوں میں ہلاکت کا معنی پایا جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۹ ص ۱۵۶)

آیت نمبر ۳۹: (ان الذین توفّٰھم الملٰئکۃ الخ)

"ان الذین توفّٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم" (پ ۵، سورہ نساء، آیت ۹۷)
ترجمہ: بے شک وہ لوگ جن کی روحیں فرشتوں نے قبض کیں اس حال میں کہ وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے تھے، ان کو فرشتوں نے کہا تم کس حالت میں تھے؟ انہوں نے جواب دیا ہم زمین میں کمزور سمجھے جاتے تھے، فرشتوں نے کہا کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ پس یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

فرشتوں نے روحیں قبض کر لیں تو اس کے بعد فرشتوں کی یہ گفتگو اور سوال وجواب کن کے ساتھ ہوئے اور کہاں ہوئے؟ غور طلب بات یہ ہے کہ الذین توفّٰھم (جن کو فرشتوں نے وفات دی) وہ اکیلی روح تھی یا روح وجسم عنصری کا مجموعہ؟، اور اپنے نفسوں پر ظلم اکیلی روح نے کیا یا روح و بدن عنصری دونوں نے کیا؟، زمین میں اکیلی روح تھی یا روح وجسم عنصری دونوں تھے؟، زمین میں اکیلی روح کو کمزور سمجھا جاتا تھا یا روح وجسم عنصری دونوں کو؟، زمین میں ہجرت روح وجسم دونوں نے کرنی تھی یا اکیلی روح نے؟ ان سب کا جواب ظاہر ہے کہ روح اور جسد عنصری دونوں نے۔ اس لیے فیم کنتم میں جن کے درمیان گفتگو اور سوال وجواب ہوئے وہ بھی روح وجسد عنصری دونوں سے ہوئے، اور جسد عنصری وفات کے بعد قبر میں ہوتا ہے، جب روح اور جسد عنصری دونوں کے ساتھ فرشتے سوال جواب کر رہے ہیں تو یہ تب ہو سکتا ہے کہ قبر میں جسد عنصری کے اندر حیات ہو، لیکن وہ حیات مخفی ہے اس لیے اس قبر والی حیات کو حیات برزخی کہا جاتا ہے۔

تائید: (۱) وفی قولہ تعالیٰ فیم کنتم دلالۃ علی احیاء الموتی فی القبر والسوال فیہ عما عملوا فی الدنیا (تفسیر ماتریدی) اللہ تعالیٰ کے قول فیم کنتم میں دلالت ہے قبر میں مردوں کے زندہ کرنے پر اور دنیا میں کئے ہوئے اعمال کے متعلق قبر میں سوال کرنے پر۔

آیت نمبر ۴۰: (ان لبثتم الا قلیلاً)

"یوم یدعوکم فتستجیبون بحمدہ وتظنون ان لبثتم الا قلیلا" (پ ۱۵، سورہ بنی اسرائیل، آیت ۵۲) ترجمہ: جس دن وہ تمہیں بلائے گا تم اس کے بلاوے کو اللہ کی حمد کرتے ہوئے قبول کرو گے اور تم گمان کرو گے کہ تم نہیں ٹھہرے مگر قلیل مدت۔

اس قلیل مدت سے یا ان کی دنیا کی زندگی مراد ہے کیونکہ وہ آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں قلیل مدت ہے اور عالم برزخ عالم دنیا کا تتمہ ہونے کی وجہ سے دنیا میں داخل ہے، یا نفخہ اولی اور نفخہ ثانیہ کے درمیان کی مدت مراد ہے جس میں ان سے قبر کا عذاب اٹھالیا جائے گا، دونوں تفسیروں کے مطابق عذاب قبر اور حیات قبر ثابت ہوتی ہے، اگر وہ قبر میں بے جان تھے تو پھر اُن سے مدت لبث کے متعلق سوال کرنا عبث ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے، اور عذاب کا اٹھایا جانا دلیل ہے کہ پہلے قبر کے اندر اُن کو عذاب ہو رہا تھا اور اُن میں حیات بھی تھی۔

تائیدات: (۱) تفسیر ماتریدی ج ۷ ص ۶۱ ۔ ومن یقول بالعذاب فی القبر یقول الخ جو لوگ عذاب قبر کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ وتظنون ان لبثتم الا قلیلا سے یا دنیا میں ٹھہرنا مراد ہے یعنی دنیا

کی زندگی، یا دونفخوں کے درمیان والی مدت مراد ہے کیونکہ اس میں ان سے عذاب اٹھالیا جائے گا...... نیز اس مدت کو ان کے قلیل وکوتاہ سمجھنے سے عذاب قبر کی نفی نہیں ہوتی، باقی وہ اس مدت کو قلیل کیوں کہیں گے؟ اس کی دو وجہیں ہیں۔ ا...... لوگوں کا عرف یہ ہے کہ اگر پہلے کسی مصیبت یا کسی قسم کے مرض میں مبتلا ہوں پھر ان پر اس سے زیادہ اور بڑی مصیبت آجائے تو وہ پہلی مصیبت کو چھوٹی مصیبت سمجھتے ہیں، بلکہ ان کو پہلی مصیبت بھول جاتی ہے، جیسا کہ جب وہ جنت اور جنت کی نعمتوں کو دیکھیں گے تو وہ دنیا کی نعمتوں کو بھول جائیں گے، حالانکہ دنیا میں ان کو نعمتیں حاصل تھیں، اسی طرح جب وہ قیامت کا عذاب دیکھیں گے تو قبر کا عذاب بھول جائیں گے۔ ۲...... قبر کا عذاب وہ عذاب عرض ہے یعنی ان پر آگ پیش ہوگی یعنی ان کے قریب کی جائے گی، اسی طرح دوزخ کا ٹھکانہ ان کو دکھایا جائے گا۔ جب کہ عذاب آخرت عذاب عین ہوگا یعنی ان کا جسم بمع روح آگ میں جلے گا، پس عذاب عین کے مقابلہ میں عذاب عرض کو قلیل اور چھوٹا عذاب قرار دیں گے۔ جیسے قوم فرعون کے بارے میں ہے النار یعرضون علیها غدوا وعشیا یہ قبر کا عذاب عذاب عرض ہے۔ ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب یہ آخرت کا عذاب عذاب عین ہے، جو عذاب عرض کے مقابلہ میں اشد یعنی شدید ترین ہے (تفسیر ماتریدی ج ۷ ص ۴۰۸) (۲) کلبی رحمۃ اللہ علیہ سے مفسر سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر نقل کرتے ہیں کہ نفختین کے درمیان چالیس سال کی مدت ہوگی اور اس مدت میں ان سے عذاب اٹھالیا جائے گا اور وہ عذاب کو بھول جائیں گے، اس لیے وہ یہ بات کہیں گے کہ ہم قبروں میں تھوڑی مدت ہی ٹھہرے ہیں (یعنی رفع عذاب کی مدت جو چالیس سال ہوگی) اور مفسر فرماتے ہیں کہ یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اس کے بعد مفسر لکھتے ہیں: وھذا أصح ما قیل فیہ لان بعض المبتدعین قالوا اذا وضع المیت فی قبرہ لا یکون علیہ العذاب الی وقت البعث فیظنون أنھم مکثوا فی القبر قلیلا: اس آیت کی یہ تفسیر صحیح ترین ہے، کیونکہ بعض بدعتی لوگ اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو قیامت تک اس پر عذاب نہیں ہوتا اس لیے قیامت کے دن وہ سمجھیں گے کہ ہم قبر میں تھوڑی مدت ٹھہرے ہیں۔　　(تفسیر سمرقندی)

فائدہ: معلوم ہوا کہ اس آیت سے قبر کے عذاب کی نفی ثابت کرنے کی کوشش کرنا اہل بدعت کا کام ہے۔

(۳) یَعْنِی بَیْنَ النَّفْخَتَیْنِ وَذٰلِكَ اَنَّ الْعَذَابَ یُكَفُّ عَنِ الْمُعَذَّبِیْنَ بَیْنَ النَّفْخَتَیْنِ مفسر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قلیل مدت سے نفختین کے درمیان والی مدت مراد ہے کیونکہ اس مدت میں معذب لوگوں سے عذاب روک لیا جائے گا (تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۲۷۶) (۴) بَیْنَ النَّفْخَتَیْنِ الْاُوْلٰی وَالثَّانِیَۃِ فَاِنَّہٗ یُزَالُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ فِیْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ (البحر المحیط) قلیل مدت سے مراد ہے نفخہ اولیٰ اور نفخہ ثانیہ کے درمیان والی مدت، کیونکہ اس وقت میں ان سے عذاب اٹھالیا جائے گا۔ دونوں نفخوں کے درمیان عذاب کا اٹھانا اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے پہلے عذاب ہو رہا تھا اور اس مدت میں اٹھالیا گیا۔

آیت نمبر ۱۴: (ان لبثتم الا یوماً)

"یتخافتون بینھم ان لبثتم الا یوماً الخ" (پ ۱۶، طٰہٰ، آیت: ۱۰۳، ۱۰۴) وہ آپس میں چپکے چپکے بات کریں گے کہ تم نہیں ٹھہرے مگر دس راتیں...... ان میں سے زیادہ سمجھ والا کہے گا تم نہیں ٹھہرے تھے مگر ایک دن۔

یعنی جب قیامت کے دن کے عذابات اور ہولناکیاں دیکھیں گے تو قبور میں جو عذاب ان کو پہنچا وہ اس کے مقابلہ میں کیفاً و کماً چھوٹا اور کم نظر آئے گا۔ اس سے عذاب قبر ثابت ہوا اور یہ بھی کہ عذاب قبر عذاب آخرت کے مقابلہ میں کیفاً و کماً چھوٹا عذاب ہے۔ اگر قبر میں حیات اور عذاب نہیں تو پھر یہ کم زیادہ کا تقابل کیوں ہو رہا ہے؟ غائب ضمیروں کا مرجع اور خطاب کی ضمیروں کا مصداق روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، نیز اخروی عذاب کا محل روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، اور اس آیت میں دونوں عذابوں کے درمیان تقابل ذکر کیا گیا ہے، اس تقابل کا تقاضا ہے کہ دونوں عذابوں محل ایک ہو، یعنی روح اور جسد عنصری کا مجموعہ اور عذاب موقوف ہے حیات پر۔

تائیدات: (۱) أی عشر لیال یستقصرون مدة لبثهم فی القبور أو فی الدنیا لما یعاینون من الشدائد التی تذکرهم أیام النعمة والسرور فیتأسفون علیها الخ قبروں میں تم نہیں ٹھہرے مگر دس راتیں، یا دنیا میں نہیں ٹھہرے مگر دس راتیں، کیونکہ جب وہ آخرت کی سختیوں کا مشاہدہ کریں گے تو ان کو دنیا کے ایام نعمت و سرور یاد آئیں گے، وہ افسوس کریں گے اور اس مدت کو تھوڑی مدت خیال کریں گے۔ دنیا کی اور قبر کی مدت ختم ہو جائے گی اور جس کی انتہاء آ جائے اور ختم ہو جائے وہ قلیل شمار ہوتی ہے، یا وہ آخرت کی نہ ختم ہونے والی مدت کے مقابلہ میں قلیل ہے اور جو اُن میں کم تر مدت بتانے والا ہوگا وہ کہے گا ایک دن (تفسیر مدارک مع خازن ج ۳ ص ۲۶۳) (۲) مفسر خازن لکھتے ہیں: وقیل بین النفختین وهو مقدار اربعین سنة وذلك أن العذاب رفع عنهم بین النفختین فاستقصروا مدة لبثهم لهول ما عاینوا (تفسیر خازن ج ۳ ص ۲۶۳) اس آیت کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ دو نفخوں کے درمیان ٹھہرنا مراد ہے اور یہ مدت چالیس سال ہوگی کیونکہ دو نفخوں کے درمیان کی مدت میں ان سے عذاب اٹھا لیا جائے گا تو قیامت کی سختیوں کو دیکھ کر اس مدت کو تھوڑی مدت قرار دیں گے۔

فائدہ: اور اس مدت میں رفع عذاب فرع ہے عذاب کی، معلوم ہوا کہ اس سے پہلے قبر میں وہ لوگ معذب تھے، پھر اُن سے عذاب اٹھا لیا گیا، اور قبر میں جسد عنصری یا جسد عنصری کے اجزاء ہوتے ہیں، اس لیے محل عذاب روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے۔

آیت نمبر ۴۲: (لبثنا یوماً او بعض یوم)

"کم لبثتم فی الارض عدد سنین قالوا لبثنا یوماً او بعض یوم" (پ ۱۸، مؤمنون، آیت ۱۱۲۔ ۱۱۳) ترجمہ: تم زمین میں کتنے سال ٹھہرے رہے، وہ کہیں گے دن یا دن کا کچھ حصہ۔

اس میں ایک قول یہ ہے کہ قبور میں کتنے سال ٹھہرے رہے، وہ جواب دیں گے کہ ایک دن یا دن کا بھی کچھ حصہ۔ یہ سوال تب صحیح بنتا ہے کہ وہ قبور میں زندہ ہوں، اور اگر بالکل مردہ بے جان و بے شعور ہوں تو اس سوال کا کیا مطلب؟، پھر انہوں نے یہ جواب نہیں دیا کہ اے اللہ! ہم تو مردہ تھے ہمیں کیا پتہ۔ انہوں نے جواب میں مدت بتائی۔ اگر چہ مختلف وجوہ کی بناء پر مدت صحیح نہیں بتائیں گے۔ پس قبور والی حالت کے متعلق یہ سوال وجواب حیات قبر کی دلیل ہے، لیکن آخرت کے مقابلہ میں کیفاً و کماً قلیل مدت بتائیں گے۔

تائید: (۱) کم لبثتم فی الارض کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے، مقاتل بن سلیمان کا قول ہے فی القبور. وجائز عندنا ما قال مقاتل ومحمد بن اسحاق الخ مقاتل اور محمد بن اسحاق نے جو کچھ کہا ہے وہ ہمارے نزدیک بھی جائز ہے کہ اس سے قبور میں ٹھہرنے کی مدت مراد ہو، اس سے عذاب قبر کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں قبر کا عذاب کالعدم ہے، سو وہ آخرت کے سخت ترین عذاب، اس کی شدت، اور ہولناک ہونے کی وجہ سے اس کے مقابلہ میں عذاب قبر کو اور اس کی مدت کو قلیل سمجھیں گے، اور عرف میں ایسا ہونا ممکن ہے، ایک آدمی پہلے مصیبت اور سختی میں ہے پھر اس پر اس سے بڑی مصیبت اور شدت آ جاتی ہے تو بعد والی سخت ترین مصیبت اور شدت کی وجہ سے وہ پہلی مصیبت کو قلیل اور چھوٹی مصیبت سمجھتا ہے، فعلی هذا جائز ان یکونوا فی عذاب فی قبورهم لکنهم اذا عاینوا عذاب الآخرة استقلوا عذاب القبر واستقصروا لشدة عذاب الآخرة اس کے مطابق جائز ہے کہ کفار بھی آخرت کے عذاب کی شدت کی وجہ سے اپنی قبور کے عذاب کو قلیل اور مدت کم سمجھیں گے (تفسیر ماتریدی ج ۷ ص ۴۹۹) (۲) سورہ مؤمنون میں ہے کافر قیامت کے روز کہیں گے لبثنا یوما او بعض یوم - ولیس فی هذا ما ینفی عذاب القبر لانه لابد من خمدة قبل البعث اس سے عذاب قبر کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ عذاب قبر ہو رہا ہے لیکن قبروں سے نکلنے سے پہلے ان پر آگ بجھا دی جائے گی، یعنی عذاب اٹھ جائے گا تو عذاب اٹھنے کی اسی مدت کا ذکر کریں گے لبثنا یوما او بعض یوم (اعراب القرآن للنحاس ج ۳ ص ۸۷)

آیت نمبر ۴۳، ۴۴: (فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ)

”قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ“ (پ ۱، سورہ بقرہ، آیت ۹۴، ۹۵) فرما دیجئے اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف تمہارے لئے ہی دار آخرت (کی نعمتیں) تو فی الفور موت کی آرزو کرو (تاکہ تمہیں وہ نعمتیں حاصل ہوں کیونکہ دار آخرت کی نعمتوں کی طرف موت پہنچاتی ہے، اسی لیے حدیث میں ہے موت مومن کے لئے تحفہ ہے)، لیکن وہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے کبھی بھی موت کی آرزو نہیں کریں گے، اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔

یہ خطاب روح اور جسد عنصری کو ہے، اکیلی روح یا روح اور بدن مثالی کے مجموعہ کو خطاب نہیں۔

”قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلّٰهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ“ (پ ۲۸، جمعہ ۶، ۷) ترجمہ: کہہ دیجئے اے یہود! اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ صرف تم ہی اللہ کے دوست و مقبول ہو تو جلدی موت کی تمنا کرو (کیونکہ موت تمہیں اللہ کے پاس پہنچا دے گی اور اولیاء اللہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں جو اعزاز و اکرام کا محل ہے اس میں پہنچ جاؤ گے) لیکن وہ اپنے ان برے اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے آگے بھیجے ہیں کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے، (کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ موت کے بعد فوراً عذاب شروع ہو جائے گا)، اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔

موت کے بعد اولیاء اللہ کو جو ثواب ملتا ہے اور اعداء اللہ کو جو عذاب ہوتا ہے یہی قبر کا ثواب و عذاب ہے،

اسی لیے حدیث میں ہے کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے، اور یہ ثواب وعذاب روح اور جسد عنصری دونوں کو پہنچتا ہے۔

مذکورہ دونوں آیات میں غور کریں، پہلی آیت میں لکم .فتمنوا. کنتم میں مخاطب روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے۔ لن یتمنوہ میں ضمیر فاعل کا مرجع روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، اور جن کو موت کی تمنا کرنے کا حکم تھا وہ روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے۔ ایدیھم: ہاتھ روح کے نہیں ہوتے، اور ضمیر مجرور کا مرجع روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، کیونکہ ہاتھ جسد عنصری کے ہوتے ہیں، پھر برے اعمال یعنی انبیاء علیہم الصلاۃ و السلام کا قتل، توراۃ میں تحریف اور نبی کریم ﷺ کے صدق کو جاننے کے باوجود تکذیب، یہ گناہ روح و جسد عنصری دونوں نے کیے ہیں اور الظالمین بھی روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، نیز موت کی تمنا کرنے کی صورت میں اس تمنا کا تعلق بھی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کے ساتھ ہے، اور موت کی تمنا کرنے کے بعد موت کا وقوع بھی روح وجسد عنصری دونوں کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔ یہ سارے قرائن اس پر دلالت کرتے ہیں کہ قبر میں ثواب وعذاب بھی روح اور جسد عنصری دونوں کے لئے ہوتا ہے۔

اسی طرح دوسری آیت میں الذین ھادوا کا مصداق روح وجسد عنصری کا مجموعہ ہے، زعمتم کا خطاب بھی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو ہے، انکم اور اولیاء اللہ کا مصداق بھی روح وجسد عنصری کا مجموعہ ہے، تمنائے موت کا حکم بھی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو ہے، اور موت کے فوراً بعد عذاب قبر کے خوف کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرنے والا بھی روح وجسد عنصری کا مجموعہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ قبر کا ثواب وعذاب روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوتا ہے۔

تائیدات: (۱) تفسیر مظہری ج ۱ ص ۹۷۔ یعنی فاسئلوا الخ یعنی موت کا سوال کرو کیونکہ جس کو یقین ہو کہ وہ اہل جنت سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے محبوبوں میں سے ہے وہ دار دنیا جو عیوب سے پُر ہے اس سے جدا ہونے کی تمنا کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا شوق مند ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے کتاب الزہد میں اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تحفۃ المؤمن الموت موت مؤمن کے لئے تحفہ ہے، اور حبان بن اسود نے کہا الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب وھذہ الآیۃ والاحادیث تدل ان القبر اول منزل من منازل الآخرۃ رواہ عثمان مرفوعا موت ایک پل ہے جو حبیب کو حبیب سے ملاتا ہے، اور یہ آیت اور احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ قبر آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے اور یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ نیز لکھتے ہیں: لو تمنوا الماتوا! اگر وہ موت کی تمنا کرتے تو وہ مرجاتے (اور اپنے گناہوں کی سزا پاتے) (۲) تفسیر مظہری ج ۹ ص ۲۷۷۔ سورہ جمعہ کی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ موت کی تمنا کرو حتی تنقلوا من دار البلیۃ الی دار الکرامۃ فان الموت جسر توصل الحبیب الی الحبیب تاکہ تم مصیبت والے گھر سے راحت وعزت والے گھر کی طرف منتقل ہو جاؤ کیونکہ موت ایسا پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے لیکن وہ کبھی بھی اس کی تمنا نہیں کریں گے فانھم یعلمون علما یقینا انھم استحقوا النار الکبری بسبب ما قدموا من الکفر فکیف یتمنون الموت الموصلۃ الی النار کیونکہ وہ یقینی طور پر جانتے ہیں کہ بڑی آگ کے مستحق ہیں بوجہ

کفر...... سو وہ کیسے موت کی تمنا کر سکتے ہیں جو آگ کی طرف پہنچانے والی ہے۔ (فائدہ: موت کے بعد آگ میں جانا یہی عذاب قبر ہے اور قبر کے اندر جائے گا کون؟ ظاہر ہے جو موت کی تمنا کرنے سے ڈر رہا ہے اور وہ روح وجسد عنصری کا مجموعہ ہے) (۳) البحر المحیط ج ۱ ص ۳۱۰۔ والأحسن أن يكون ذلك على حذف مضاف دل عليه المعنى أي نعيم الدار الآخرة اور زیادہ خوبصورت بات یہ ہے کہ مضاف محذوف ہو جو معنی سے سمجھا جاتا ہے یعنی دار آخرت کی نعمتیں، مطلب یہ کہ اگر دار آخرت کی نعمتیں صرف تمہارے لیے ہیں تو موت کی تمنا کرو (تاکہ موت کے بعد تمہیں وہ نعمتیں حاصل ہوں)، اس سے ثابت ہوا کہ موت کے بعد ثواب وعذاب شروع ہو جاتا ہے، اور جس پر موت واقع ہوتی ہے یہ عذاب اُسی کو ہوتا ہے، وہ روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے۔ (۴) البحر المحیط ج ۸ ص ۲۶۷۔ فتمنوا ان تنقلوا سريعا الى دار كرامته المعدة لاوليائه (اگر تم اللہ کے محبوب ومقبول بندے ہو تو) اس بات کی تمنا کرو کہ تم جلدی منتقل ہو جاؤ اس عزت والے گھر کی طرف جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ومقبول بندوں کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ (۵) روح المعانی ج ۱ ص ۳۲۷۔ (۶) روح المعانی ج ۲۸ ص ۹۶۔ لو تمنوا لماتوا من ساعتهم ولحقهم الوعيد اگر وہ موت کی تمنا کرتے تو اسی وقت مر جاتے اور عذاب کی وعیدان پر لاحق ہو جاتی۔ (۷) تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۳۳۔ لو تمنوا لماتوا كما روى عن النبي ﷺ انه قال لو ان اليهود تمنوا الموت لماتوا ورأوا مقامهم من النار اگر یہود موت کا سوال کرتے تو مر جاتے جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ تحقیق اگر یہود موت کی تمنا کرتے تو البتہ وہ مر جاتے اور آگ میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتے۔ نیز تفسیر قرطبی ج ۱۸ ص ۹۶۔ (۸) تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۲۷۔ ج ۴ ص ۳۶۴۔ ان النبي ﷺ قال لو ان اليهود تمنوا الموت لماتوا ولرأوا مقامهم من النار۔ (۹) تفسیر خازن ج ۱ ص ۷۰۔ ج ۴ ص ۲۸۵۔ (۱۰) تفسیر مدارک علی حاشیۃ خازن ج ۴ ص ۲۸۴۔ (۱۱) جلالین ج ۱ ص ۱۵۔ أي إن صدقتم في زعمكم أنها لكم ومن كانت له يؤثرها والموصل إليها الموت فتمنوه اگر تم اپنے اس گمان میں سچے ہو کہ دار آخرت تمہارے لیے مختص ہے اور جس کے لئے دار آخرت ہو وہ اسی کو ترجیح دیتا ہے اور دار آخرت کی طرف پہنچانے والی چیز موت ہے، لہٰذا اس کی تمنا کرو۔ (۱۲) جلالین ج ۲ ص ۴۶۰۔ أي إن صدقتم في زعمكم أنكم أولياء لله والولي يؤثر الآخرة ومبدؤها الموت فتمنوه یعنی اگر تم اپنے اس گمان میں سچے ہو کہ تم اللہ کے دوست ہو تو ولی آخرت کو ترجیح دیتا ہے اور دار آخرت کی ابتداء موت سے ہے پس موت کی آرزو کرو۔

آیت نمبر ۴۵: (على شفا حفرة)

"و كنتم على شفا حفرة من النار فانقذكم منها" (پ ۴، آل عمران، آیت ۱۰۳) ترجمہ: تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے نکال دیا۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنی دو نعمتیں یاد دلائی ہیں، تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی، چنانچہ اس کے اس انعام واحسان کی وجہ سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے، موت آتے ہی آگ کے گڑھے میں گرتے، لیکن ایمان واسلام کی نعمت عطا کر کے تمہیں آگ کے گڑھے میں گرنے سے بچا لیا۔ موت کے بعد آگ کے گڑھے میں گرنا یہی عذاب قبر ہے۔

اسی کو حدیث میں کہا گیا ہے القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النار۔ آگ کے گڑھے میں کون گرتا؟ اکیلی روح یا روح اور جسد عنصری دونوں؟ اس کے لئے اس آیت کے سیاق وسباق میں غور کرنا چاہئے، یہاں خطاب کے ۱۶ صیغے ہیں: (۱) یآیہا الذین اٰمنوا (۲) اتقوا (۳) لا تموتن (۴) انتم (۵) واعتصموا (۶) ولا تفرّقوا (۷) واذکروا (۸) علیکم (۹) کنتم (۱۰) قلوبکم (۱۱) فاصبحتم (۱۲) وکنتم (۱۳) فانقذکم (۱۴) لکم (۱۵) لعلکم (۱۶) تہتدون ۔ جب ان صیغہ جات میں مخاطب روح وجسد عنصری کا مجموعہ ہے تو بحالت کفر آگ کے گڑھے کے کنارے پر بھی روح وجسد عنصری کا مجموعہ تھا، اور موت کے بعد آگ کے گڑھے میں گرنا بھی روح وجسد عنصری دونوں نے تھا، اللہ تعالیٰ نے ایمان واسلام بھی روح وجسد عنصری کے مجموعہ کو عطا کیا، اور ایمان کے ذریعے جو آگ کے گڑھے سے بچایا تو وہ بھی روح وجسد عنصری کے مجموعہ کو، اس سے ثابت ہوا کہ عذاب قبر اکیلی روح کو نہیں ہوتا بلکہ روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ قبر میں عذاب اسی کو ہوگا جو قبر میں ہے اور وہ بدن عنصری ہے۔ لیکن سجین میں اصالۃً عذاب روح کو ہوتا ہے اور روح وجسد عنصری کے غیر معلوم الکیفیت معنوی تعلق کی وجہ سے تبعاً وہی عذاب جسد عنصری کو بھی ہوتا ہے۔

تائید: (۱) روح المعانی ج ۴ ص ۲۰۔ أی و کنتم علی طرف حفرۃ من جہنم اذلم یکن بینکم وبینہا إلا الموت اور تم جہنم کے گڑھے کے کنارے پر تھے کیونکہ تمہارے اور آگ کے گڑھے کے درمیان موت علی الکفر کی کسر باقی تھی، پس جونہی موت آتی تم آگ کے گڑھے میں گر جاتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ذریعے تمہیں بچا لیا۔ (۲) زاد المسیر ج ۱ ص ۴۳۴۔ کنتم علی حرف حفرۃ من النار لیس بینکم وبین الوقوع فیہا إلا الموت علی الکفر۔ (۳) تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۷۶۔ فیہ تنبیہ علی تحقیر مدۃ الحیاۃ فإنہ لیس بین الحیاۃ وبین الموت المستلزم للوقوع فی الحفرۃ إلا ما بین طرف الشیء وبین ذلک الشیء۔ اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ دنیوی زندگی کی مدت قلیل وحقیر ہے کیونکہ حیات اور وہ موت جس کے بعد حفرۃ النار میں داخل ہونا لازم ہے ان کے درمیان فقط اتنا وقفہ ہے جتنا کہ طرف الشئی اور شئی کے درمیان وقفہ ہوتا ہے (اور وہ وقفہ اور فاصلہ نہ ہونے کے برابر ہے کہ شئی اور اس کا کنارہ ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ پس اس طرح کافر بحالتِ کفر آگ کے گڑھے کے کنارے پر ہے، بس موت علی الکفر کی دیر ہے اس کے فوراً بعد یہ آگ میں داخل ہو جائے گا) (۴) الجمل شرح الجلالین ج ۱ ص ۳۰۱۔ ای والحال انکم کنتم مشرفین علی الوقوع فی النار لکفرکم ففی الکلام تشبیہ ای کان حالکم کحال من مر علی طرف حفرۃ من النار متہیء للسقوط فیہا اور تمہاری حالت یہ تھی کہ تم بوجہ اپنے کفر کے گویا آگ میں داخل ہونے کی طرف جھانک رہے تھے پس اس کلام میں تشبیہ ہے یعنی تمہاری حالت اس آدمی کی حالت کے مثل تھی جو آگ کے گڑھے کے کنارے پر ہے اور آگ میں گرنے کے لئے تیار ہے۔ (۵) تفسیر البحر المحیط ج ۲ ص ۱۹۔ (۶) جلالین ج ۱ ص ۵۷۔ (و کنتم علی شفا) طرف (حفرۃ من النار) لیس بینکم وبین الوقوع فیہا الا ان تموتوا کفارا (فانقذکم منہا) بالایمان اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے یعنی تمہارے اور آگ کے درمیان صرف اتنی کسر رہ گئی کہ تمہیں کفر کی حالت میں موت آئے، پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے بچا لیا ایمان کے ذریعے۔ (۷) تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۸۵۔ (۸) تفسیر مظہری ج ۲ ص ۱۱۳۔

آیت نمبر ۴۶: (توفّونَ اُجورکم یومَ القیٰمۃِ)

''کل نفس ذائقۃ الموت وانما توفّون اجورکم یوم القیٰمۃ'' (پ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۸۵) ہر (مکلف) نفس نے موت کا مزہ چکھنا ہے، اور تمہارے (اعمال) کے پورے پورے اجر قیامت کے دن دیئے جائیں گے۔

توفیہ کا معنی ہے پورا حق دینا، یہاں پر اللہ جل شانہٗ نے فرمایا کہ تمہیں تمہارے اچھے برے اعمال کا پورا پورا اجر قیامت کے دن دیا جائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ قیامت سے پہلے دنیا میں اور قبر میں کچھ نہ کچھ بدلہ دیا جاتا ہے، اور ظاہر ہے کہ اعمال روح اور جسد عنصری کا مجموعہ کرتا ہے، اکیلی روح یا اکیلا جسد عنصری کچھ نہیں کر سکتا، جو عمل بھی کرتے ہیں روح اور جسد عنصری مل کر کرتے ہیں۔ ان عمل کرنے والوں کو خطاب ہے کہ تمہیں تمہارے کئے ہوئے اعمال کا پورا پورا بدلہ قیامت کے دن ملے گا، اور قیامت کے دن پورا اجر روح اور جسد عنصری دونوں کو ملے گا، معلوم ہوا کہ جیسے قیامت کے دن اور موت سے پہلے حیات دنیا میں اجر روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو ملتا ہے ایسے ہی قبر میں بھی اجر روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو ملے گا کہ تینوں جگہ اجر کے مستحق اور توفی اجور کے مخاطب روح اور جسد عنصری دونوں ہیں، روح و جسد عنصری کو قبر میں اجر کا ملنا حیات قبر کی دلیل ہے۔ ذائقۃ الموت کا معنی ہے موت کو چکھنا، اور چکھنا صرف اتنا ہوتا ہے کہ اگر روزہ دار عورت سالن وغیرہ کا ذائقہ معلوم کرنے کے لئے تھوڑا سا زبان سے چکھ لے اور تھوک دے تو روزہ نہیں ٹوٹتا، اس سے معلوم ہوا کہ موت کے وقوع اور ورود کے کچھ لمحوں کے بعد مخفی زندگی حاصل ہو جاتی ہے، اسی لیے میت اپنے غسل اور کفن دینے والے کو پہچانتی ہے اور قبر کی طرف لے جاتے وقت نیک میت کہتی ہے قدمونی قدمونی اور بری میت کہتی ہے یاویلھا این یذھبون بھا۔

<u>تائیدات</u>: (۱) لفظ التوفیۃ یشعر بأنہ قد یکون قبلھا بعض الأجور ویؤیدہ قولہ علیہ الصلاۃ والسلام القبر روضۃ من ریاض الجنۃ أو حفرۃ من حفر النار (تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۵۲) لفظ توفیہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قیامت سے پہلے بھی (قبر میں) کچھ اُجور دیئے جاتے ہیں، اس کی تائید رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے ہوتی ہے کہ قبر جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ (۲) تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۳۰۱۔ مفسر نے اسی آیت کے تحت اپنی تفسیر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث نقل کی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لا تسبوا الاموات فانھم قد افضوا الی ما قدموا مردوں کو مت گالی دو اور مت برا کہو کیونکہ انہوں نے جو اعمال آگے بھیجے ہیں ان (کے اجر) تک وہ پہنچ چکے ہیں (یعنی مردے قبروں میں اپنے برے اعمال کی سزا کو پہنچ چکے ہیں)، مفسر رحمہ اللہ نے یہ حدیث نقل کر کے لفظ التوفیہ کے ذکر کرنے کے فائدہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مردوں کو ان کے برے اعمال کا کچھ بدلہ قبروں میں مل جاتا ہے، پورا پورا بدلہ قیامت کے دن ملے گا۔ (۳) مدارک مع الخازن ج ۱ ص ۳۳۲۔ ای تعطون ثواب اعمالکم علی الکمال یوم القیامۃ فان الدنیا لیست بدار الجزاء یعنی تمہارے اعمال کا پورا بدلہ قیامت کے دن دیا جائے گا کیونکہ دنیا کا جہان (پورا) بدلہ دینے کا جہان نہیں۔ (واضح رہے عالم برزخ من وجہ عالم دنیا کا تتمہ ہے، اور قبر میں بدلہ بھی اس وقت تک ملتا ہے جب تک دنیا باقی ہے، اور جب قیامت قائم ہوگی اور مکمل بدلہ دینے اور بدلہ

پانے کا جہان شروع ہو جائے گا تو قبر بھی ختم اور قبر کا ادنیٰ درجے کا بدلہ بھی ختم) (۴) تفسیر مظہری ج ۲ ص ۱۸۹۔ قال البغوی الخ تفسیر بغوی میں حدیث ہے جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور زمین سے مٹی لی تو زمین نے مٹی لینے پر اللہ تعالیٰ کے آگے شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے زمین کے ساتھ وعدہ کیا کہ جو کچھ اس سے لیا گیا وہ اس کی طرف لوٹایا جائے گا، سو جو آدمی بھی فوت ہوتا ہے اس کو اس مٹی کی طرف لوٹایا جاتا ہے جس سے وہ پیدا کیا گیا (خواہ بصورت دفن یا راکھ بن کر یا بالواسطہ یعنی چرند پرند کا جزو بدن بن کر کہ جب وہ مر کر مٹی کے ساتھ ملے گا تو خور دہ آدمی کے اجزاء بھی مٹی کی طرف لوٹ جائیں گے)، خلاصہ یہ کہ دنیا اور قبر کی زندگی اور اس کی نعمتیں طاعات کا پورا بدلہ نہیں، اعمال کا پورا پورا بدلہ قیامت کے دن دیا جائے گا، خیر کا بدلہ خیر، شر کا بدلہ شر۔ اے مومن میں تجھے صبر اور طاعت پر بدلہ دوں گا، اور اے کفار میں تمہیں بدلہ دوں گا حق کے جھٹلانے پر...... اور لفظ التوفیۃ اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ کچھ نہ کچھ بدلہ قیامت سے پہلے بھی دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "واٰتینٰہ فی الدنیا حسنۃ وانہ فی الاٰخرۃ لمن الصّٰلحین" (سورہ نحل: ۱۲۲) ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اس کا کچھ اجر دنیا میں عطا کیا (اور قبر من وجہ دنیا کا حصہ ہے)، اور وہ آخرت میں ہوگا نہایت درجہ کے صالحین میں سے، (تو اجر بھی اسی کے مطابق اعلیٰ درجہ کا نصیب ہوگا) اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ البحر المحیط ج ۳ ص ۱۳۴۔ لفظ التوفیۃ اخ توفی کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پورا مکمل بدلہ قیامت کے دن دیا جائے گا، اور جو کچھ بدلہ پہلے دیا جاتا ہے یعنی قبر کا باغ جنت ہونا یا آگ کا گڑھا بن جانا وہ اجر آخرت کا بعض حصہ ہے، اور جب تک کوئی حقیقی جنت یا دوزخ میں داخل نہیں ہوتا اس کو پورا اجر نہیں دیا جاتا۔ (۶) الجمل حاشیہ جلالین ج ۱ ص ۳۴۳۔ ولفظ التوفیۃ اشارۃ الی ان بعض اجورھم یصل الیھم قبلہ کما ینبئ عنہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النار تفسیر ابوالسعود کے حوالے سے مؤلف رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ توفیہ کے لفظ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اجر کا کچھ حصہ قیامت سے پہلے بھی ان کی طرف پہنچتا ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مبارک اس پر دلالت کرتا ہے کہ قبر جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ (۷) قیامت کے دن ہر جھوٹے سچے اور مصدق و مکذب کو اپنے اپنے کئے کا پورا بدلہ مل رہے گا، پورے کا یہ مطلب کہ کچھ تھوڑا سا ممکن ہے قیامت سے پہلے ہی مل جائے مثلاً دنیا میں یا قبر میں۔ (تفسیر عثمانی)

آیت نمبر ۴۷: (ضعف الحیوۃ وضعف الممات)

"وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ۝ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا" (پ۱۵، اسراء، آیت ۷۴-۷۵) ترجمہ: اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ آپ ان کفار کی طرف کچھ مائل ہو جاتے، (اگر آپ ان کی طرف ذرہ بھی مائل ہو جاتے) تو البتہ ہم آپ کو چکھاتے زندگی میں دگنا عذاب اور موت کے بعد بھی دگنا عذاب، پھر آپ ہمارے خلاف کوئی مددگار نہ پاتے۔

ضعف الحیاۃ اور ضعف المماۃ کی دو تفسیریں ہیں: (۱) ایک یہ کہ ضعف الحیاۃ سے مراد ہے حیات دنیا کا دگنا عذاب، اور ضعف المماۃ سے مراد ہے موت کے بعد کا دگنا عذاب جو عذاب قبر اور عذاب آخرت دونوں کو شامل

ہے۔(۲) دوسری تفسیر یہ ہے کہ ضعف الحیاۃ سے مراد ہے آخرت کا دُگنا عذاب اور ضعف الممات سے مراد ہے قبر کا دُگنا عذاب۔ دونوں تفسیروں کے مطابق اس آیت سے عذاب قبر ثابت ہوتا ہے۔ اس آیت میں دو قرینے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب قبر روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوتا ہے۔(۱) اس آیت میں خطاب کی چھ ضمیریں ہیں جن میں خطاب روح اور جسد عنصری کو ہے، اللہ تعالیٰ نے ثابت قدم رکھا روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو، اور کفار کی طرف میلان کا تعلق بھی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کے ساتھ ہے، اور جس کی طرف میلان الی الکفار کی نسبت ہے وہ بھی روح و جسد عنصری کا مجموعہ ہے إِذًا لَّأَذَقْنَٰكَ میں خطاب بھی اُسی کو ہے، اور ضعف الحیاۃ اور ضعف الماۃ بھی اسی کے لئے ہے۔(۲) ضعف الحیاۃ سے مراد خواہ دنیاوی حیات کا دُگنا عذاب ہو یا حیات آخرت کا دُگنا عذاب ہو یہ روح اور جسد عنصری کے لئے ہے، چونکہ ضعف الحیات اور ضعف الممات کا محل ایک ہے، جب ضعف الحیاۃ کا محل روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے تو ضعف الماۃ کا محل بھی روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہوگا۔

تائیدات: (۱) روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۲۹۔ ای عذابا مضاعفا فی الحیاۃ والمراد بہا الحیاۃ الدنیا ... وضعف الممات ای وعذابا ضعفا فی الممات والمراد بہ ما یشمل العذاب فی القبر وبعد البعث ... وقیل المراد بالحیاۃ حیاۃ الآخرۃ وبعذاب الممات ما یکون فی القبر یعنی دگنا عذاب حیات میں، اس سے مراد حیات دنیا ہے اور دگنا عذاب ممات میں، اس سے عام معنی مراد ہے جو عذاب قبر اور عذاب آخرت دونوں کو شامل ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حیات سے مراد حیات دنیا اور عذاب ممات سے مراد ہے عذاب قبر۔(۲) مدارک مع الخازن ج ۳ ص ۱۸۴۔ ای لاذقناك عذاب الآخر ۃ وعذاب القبر مضاعفین یعنی البتہ ہم آپ کو چکھاتے آخرت کا دگنا عذاب اور قبر کا دگنا عذاب...... لان العذاب عذابان عذاب فی الممات وھو عذاب القبر وعذاب فی حیاۃ الآخرۃ کیونکہ عذاب دو قسم پر ہے، عذاب فی الممات وہ عذاب قبر ہے، اور عذاب فی الآخرۃ وہ دوزخ کا عذاب ہے۔(۳) البحر المحیط ج ۷ ص ۸۴۔(۴) الدر اللقیط ص ۶۴۔ عذاب الآخرۃ وعذاب القبر مضاعفین دگنا عذاب آخرت اور دگنا عذاب قبر۔ (۵) مظہری ج ۵ ص ۴۶۳۔ والمعنی عذاب الحیاۃ الدنیا وعذاب الممات ما یکون بعد الموت او ضعف الحیاۃ کا معنی ہے حیات دنیا کا عذاب اور ضعف المماۃ کا معنی ہے موت کے بعد کا عذاب (یہ عذاب قبر اور عذاب آخرت دونوں کو شامل ہے) وقیل المراد بضعف الحیاۃ عذاب الآخرۃ وبضعف المماۃ عذاب القبر یہ قول بھی کیا گیا ہے کہ ضعف الحیاۃ سے آخرت کا عذاب اور ضعف الممات سے قبر کا عذاب مراد ہے۔(۶) بیضاوی ج ۳ ص ۲۳۶ مع حاشیہ شیخ زادہ۔ وقیل المراد بضعف الحیاۃ عذاب الآخرۃ وبضعف المماۃ عذاب القبر اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ضعف الحیاۃ سے مراد عذاب آخرت ہے اور ضعف الممات سے مراد عذاب قبر ہے۔

فائدہ: جن مفسرین نے ضعف الحیاۃ سے دنیا کا عذاب اور ضعف الممات سے آخرت کا عذاب مراد لیا ہے اس سے عذاب قبر کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ قبر من وجہ دنیا کا تتمہ ہے اور من وجہ آخرت کا حصہ اور اس کا مقدمہ ہے، پس اس تفسیر کے مطابق عذاب قبر یا عذاب دنیا میں داخل ہے یا عذاب آخرت میں شامل ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے اس کی صراحت کی ہے۔

آیت نمبر ۴۸: (مُدخلَ صدقٍ)

"عسیٰ ان یبعثك ربّك مقاماً محموداً. وقل ربّ ادخلنی مدخل صدقٍ واخرجنی مخرج صدقٍ" (پ۱۵، اسراء، آیت ۷۹۔ ۸۰) ترجمہ: امید ہے کہ آپ کا رب (قیامت کے دن) آپ کو بلند کرے گا مقام محمود تک، اور کہہ دیجئے اے میرے رب! مجھے عمدہ طریقہ سے داخل کیجئے اور عمدہ طریقہ سے نکالئے۔

یبعثك اور ربّك میں مخاطب روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے کیونکہ یہ خطاب اسی دنیوی زندگی میں ہوا ہے، اور قیامت کے دن مقام محمود میں جو عزت وعظمت ملے گی وہ روح وجسد عنصری کے مجموعہ کو ملے گی، اور آگے روح وجسد عنصری کے مجموعہ کو دعا بتائی گئی ہے، کہہ دیجئے اے میرے رب! مجھے عمدہ طریقہ سے عمدہ جگہ میں داخل کرنا اور مجھے عمدہ طریقہ سے اس عمدہ جگہ سے نکالنا۔ یہ داخل کرنا اور نکالنا بھی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کے لئے ہوگا اور مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ مدخل صدقٍ سے مراد ہے قبر میں داخل کرنا، اور مخرج صدقٍ سے مراد ہے قیامت کے دن قبروں سے نکالنا، اور یہی تفسیر راجح اور زیادہ صحیح ہے کیونکہ اس سے پہلے قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کے مقام محمود پر جلوہ افروز ہونے کا ذکر ہے تو اس کی مناسبت سے یہ دعا کرنا بہت زیادہ مناسب ہے، کہ جن خوش نصیب لوگوں کے حق میں یہ دعا قبول ہو جائے ان کو قبر میں بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ داخل کیا جاتا ہے اور ان کی قبر کو جنت کا باغ بنا دیا جاتا ہے پھر قیامت کے دن اُن قبروں سے اُن کا نکلنا بھی بڑے اعزاز واکرام اور شان وشوکت کے ساتھ ہوگا، پھر مقام محمود میں کی گئی شفاعت بھی اُن کے حق میں قبول ہوگی اور حوضِ کوثر کا جام جاں افزا بھی اُنہی کو نصیب ہوگا، اور جنت کی سدا بہار نعمتوں سے بھی یہی لوگ بہرہ ور ہوں گے، اور ربّ ادخلنی مدخل صدقٍ والی دعا کا تقاضا ہے کہ قبر میں حیات ہو اور قبر کے عمدہ ہونے سے مراد ہے قبر کا جنت ہونا، جیسا کہ حدیث میں ہے القبر روضة من ریاض الجنة قبر جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے، سوال یہ ہے کہ کیا جنت میں مردے ہوتے ہیں؟ اور کیا مردے بھی باغات کے محتاج ہوتے ہیں؟ عمدہ طریقے سے عمدہ جگہ میں جن کو داخل کیا جاتا ہے ان کا زندہ ہونا بھی ثابت ہوا۔ پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ قبر میں جسد عنصری زندہ ہوتا ہے لیکن وہ زندگی مخفی ہے اور دنیاوی زندگی کی طرح خورد ونوش کی محتاج نہیں۔ جب عام مؤمنین کا جسد عنصری زندہ ہے تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجساد عنصریہ بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔

<u>تائیدات</u>: (۱) مدارک مع الخازن ج ۳ ص ۱۸۸۔ ای ادخلنی القبر ادخالا مرضیا علی طهارة من الزلات واخرجنی مخرج صدق ای اخرجنی منه عند البعث اخراجا مرضیا ملقی بالکرامة آمنا من الملامة دلیله ذکره علی اثر ذلك البعث یعنی مجھے قبر میں داخل کر پسندیدہ طریقہ سے کہ میں (بوجہ بخشش) گناہ سے پاک ہوں اور مجھے نکالیے بھی عمدہ طریقہ سے، یعنی قبر سے اٹھانے کے وقت عمدہ پسندیدہ طریقہ سے نکالنا کہ اللہ تعالیٰ سے لقاء ہو تو ایسی حالت میں ہو کہ وہاں اعزاز واکرام اور شرف وکرامت نصیب ہو اور عتاب وملامت سے امن ہو، اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کو قیامت کے دن مقام محمود پر بلند کرنے کی خوشخبری کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔ (۲) روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۴۴۔ واخرج ابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن عباس انه الادخال فی القبر والاخراج منه وایده بذکره بعد البعث ابن جریر رحمہ اللہ اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ

بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے قبر میں داخل کرنا اور قبر سے نکالنا، اور اس تفسیر کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس دعا کا ذکر بعث کے بعد ہے۔ (۳) بیضاوی مع حاشیہ شیخ زادہ ج ۳ ص ۲۳۸۔ وقل رب ادخلني اي في القبر مدخل صدق ادخالا مرضيا واخرجني اي منه عند البعث مخرج صدق اخراجا ملقى بالكرامة (وقال شيخ زاده) قدم هذا الوجه واختاره لكونه مناسب المذكور عقيب قوله عسى ان يبعثك ربك مقاما محمودا اور کہہ دیجئے اے میرے رب مجھے داخل کیجئے یعنی قبر میں پسندیدہ طریقہ سے داخل کرنا اور بوقت بعث عن القبور مجھے نکالئے یعنی قبر سے ایسا نکالنا جس میں رب سے لقاء کے وقت عزت نصیب ہو۔ (اور بیضاوی کے محشی شیخ زادہ رحمۃ اللہ علیہ اس تفسیری قول کو مقدم کرنے اور ترجیح دینے کی وجہ لکھتے ہیں) کہ چونکہ یہ دعا عسیٰ ان یبعثك ربّك مقاماً محموداً کے بعد ذکر کی گئی ہے اس لیے اس کی مناسبت سے یہ تفسیر زیادہ مناسب ہے۔ (۴) زادالمسیر ج ۵ ص ۷۷۔ والثاني ادخلني القبر الخ۔ (۵) تفسیر کبیر ج ۲۱ ص ۳۳۔ (۶) تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۹۔ وقال العوفي عن ابن عباس ادخلني مدخل صدق يعني الموت واخرجني مخرج صدق يعني الحياة بعد الموت عوفی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ اے میرے رب! مجھے داخل کیجئے عمدہ طریقہ سے، اس سے مراد ہے موت (یعنی حسنِ خاتمہ مراد ہے جس کے بعد قبر میں داخل ہونا بھی عمدہ ہوگا اور قبر بھی جنت کا باغ ہوگی)، اور مجھے نکالئے عمدہ طریقہ سے یعنی موت کے بعد حیات مراد ہے (اور یہ حیات بعد الموت حیات قبر اور حیات آخرت دونوں کو شامل ہے یعنی دنیا سے نکالنے کے بعد قبر اور حشر میں عمدہ حیات کی دعا ہے) (۷) تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۳۱۲۔ المعنى امتني اماتة صدق وابعثني يوم القيامة مبعث صدق ليتصل بقوله عسىٰ ان يبعثك ربّك مقاماً محموداً كانه لما وعده ذلك امره ان يدعو لينجز له وعده مجھے موت دے عمدہ طریقہ سے (یعنی حسن خاتمہ نصیب ہو پھر موت کے بعد حسنِ انجام ہو یعنی قبر میں)، اور مجھے اٹھا قیامت کے روز عمدہ طریقہ سے اٹھانا تاکہ اللہ تعالیٰ کے قول عسیٰ ان یبعثك الخ کے مضمون کے ساتھ جوڑ ہو جائے۔ گو جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود پر فائز کرکے عزت وعظمت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا تو آپ کو دعا کرنے کا حکم دیا تاکہ آپ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا ہو جائے۔ (۸) تفسیر مظہری ج ۵ ص ۴۸۱۔ الاولى ان يقال في مقابلة أدخلني الجنة مدخل صدق أخرجني من الدنيا مخرج صدق وقال البيضاوي ادخلني في القبر ادخالا مرضيّا وأخرجني منه عند البعث اخراجا تلقى بالكرامة۔ بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے میرے رب! مجھے جنت میں داخل کر اچھے طریقے سے داخل کرنا (اور قبر بھی جنت ہے اس لیے قبر میں داخل کرنا بھی اس میں شامل ہے)، اور مجھے دنیا سے نکال اچھے طریقے سے نکالنا اور بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب ہے کہ مجھے قبر میں داخل کر اچھے طریقے سے داخل کرنا اور مجھے بعث کے وقت قبر سے اس طرح نکالنا کہ مجھے عزت نصیب ہو۔

آیت نمبر ۴۹: (ولعذابُ الاٰخرةِ اشدُّ وابقیٰ)

"ولعذابُ الاٰخرةِ اشدُّ وابقیٰ" (پ ۱۶، سورہ طٰہٰ، آیت ۱۲۷)

ترجمہ: اور البتہ آخرت کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

عربی گرامر کے لحاظ سے ولعذاب الآخرۃ کا عطف ہے من اعرض عن ذکری فانّ لہ معیشۃ ضنکا پر، اور معیشۃ ضنکاً سے مراد ہے عذاب قبر، یعنی قبر میں ان کے لئے تنگی والی زندگی ہوگی، اور قبر میں جسد عنصری ہوتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اعراض اکیلی روح نے نہیں کیا بلکہ روح اور جسد عنصری کے مجموعہ نے کیا ہے، پس معرض عن الذکر روح وجسد عنصری کا مجموعہ ہے، اور اس مُعرِض عنِ الذکر کے لئے قبر میں تنگی والی زندگی ہے، اس سے جسد عنصری کے لئے قبر میں عذاب اور حیات ثابت ہوئی اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عذاب قبر اور عذاب آخرت کے درمیان تقابل ذکر فرمایا ہے، فرمایا عذاب آخرت جو روح اور جسد عنصری کو ہوگا یہ قبر میں روح وجسد عنصری کے عذاب سے کیفیت میں زیادہ سخت ہے اور کمیت ومقدار کے اعتبار سے زیادہ باقی رہنے والا ہے، کہ عذاب قبر تو ختم ہو جائے گا لیکن عذاب آخرت دائمی ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ معلوم ہوا کہ دنیا، قبر اور آخرت تینوں جہانوں میں ثواب وعذاب روح اور جسد عنصری دونوں کے لئے ہوتا ہے۔ علمی اعتبار سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ اشد اور ابقی اسم تفضیل ہے، عذاب آخرت مفضل ہے، اور مفضل علیہ محذوف ہے یعنی معیشت ضنک (قبر کی تنگی والی زندگی)، یہی عذاب قبر ہے جو روح اور جسد عنصری دونوں کے لئے ہے۔

تائیدات: (۱) تفسیر مظہری ج ۶ ص ۱۷۴۔ ولعذاب الآخرۃ فی نار جھنم أشد وأبقی من ضنك العیش والعمی وھذہ الجملۃ معطوفۃ علی قولہ تعالی ومن أعرض عن ذکری الخ اور البتہ آخرت کا عذاب نار جہنم میں زیادہ سخت ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے قبر میں تنگی والی زندگی سے اور قیامت کے دن اندھے ہونے سے۔ (۲) تفسیر جلالین مع الجمل ج ۳ ص ۱۱۶۔ (ولعذاب الآخرۃ أشد) من عذاب الدنیا وعذاب القبر (وأبقی) أدوم اور البتہ آخرت کا عذاب دنیا اور قبر کے عذاب سے زیادہ سخت ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے یعنی دائمی ہے۔ (۳) تفسیر خازن ج ۳ ص ۲۶۸۔ یعنی مما یعذبھم اللہ بہ فی الدنیا والقبر اور البتہ آخرت کا عذاب زیادہ سخت ہے اس عذاب سے جو اللہ تعالیٰ دنیا میں اور قبر میں دیتا ہے۔ (۴) تفسیر قرطبی ج ۱۱ ص ۲۵۹۔ أی أفظع من المعیشۃ الضنك وعذاب القبر یعنی آخرت کا عذاب زیادہ گھبراہٹ والا ہے معیشت ضنک اور عذاب قبر سے۔ (۵) روح المعانی ج ۸ ص ۵۸۷۔ أشد وأبقی من ذلك ومن عذاب القبر أو منھما ومن الحشر علی العمی یعنی عذاب آخرت زیادہ سخت ہے عذاب دنیا سے یا عذاب قبر سے یا ان دونوں سے اور حشر کے وقت اندھا ہونے سے۔ (۶) زاد المسیر ج ۵ ص ۳۳۲۔ أشد من عذاب الدنیا ومن عذاب القبر۔ (۷) بیضاوی ج ۳ ص ۳۳۶۔ أشد وأبقی من ضنك العیش أو منہ ومن العمی عذاب آخرت زیادہ سخت اور زیادہ باقی رہنے والا ہے ضنک العیش (عذاب قبر) سے، یا ضنک العیش اور قیامت کے دن اندھا ہونے سے۔

آیت نمبر ۵۰: (لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا)

"وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا وَإِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ. لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُدْخَلًا يَرْضَوْنَهُ وَإِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ" (پ ۱۷، سورہ حج، آیت ۵۸، ۵۹) ترجمہ: اور جن لوگوں نے اللہ کے راستہ میں ہجرت کی پھر وہ قتل کیے گئے یا مر گئے البتہ اللہ تعالیٰ ان کو عطا کرے

کا عمدہ رزق، کہ اللہ ہی بہترین روزی دیتا ہے، اللہ ان کو ایسی جگہ داخل کرے گا جو ان کی پسندیدہ ہوگی، اور بے شک اللہ (نیات کو) جاننے والا ہے اور حلم والا ہے (جلدی سزا نہیں دیتا)

اللہ کے راستہ میں ہجرت روح اور جسد عنصری نے کی، قتل اور موت کا وقوع بھی روح وجسم کے مجموعہ پر ہوا اور لَيَرْزُقَنَّهُمْ کی ضمیر مفعول اور لَيُدْخِلَنَّهُمْ کی ضمیر فاعل کا مرجع بھی روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قتل اور موت کے بعد رزقِ حسن روح اور جسد عنصری دونوں کو عطا ہوتا ہے، اور پسندیدہ جگہ میں اپنی اپنی کیفیت وحالت کے مطابق دونوں کو داخل کیا جاتا ہے، اور پسندیدہ جگہ جنت ہے اور حدیث کے مطابق قبر بھی روضة من رياض الجنة ہونے کی وجہ سے چھوٹی جنت ہے، اور جنت میں زندہ ہوتے ہیں مردے نہیں ہوتے، رزقِ حسن بھی زندوں کے لئے ہوتا ہے مردوں کے لیے نہیں، اور جگہ بھی زندہ پسند کرتے ہیں مردہ پسند نہیں کرتا، ثواب وعذاب بھی زندوں کو ہوتا ہے۔ لہٰذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ مہاجرین فی سبیل اللہ جو اللہ کے راستہ میں قتل ہو گئے یا فوت ہو گئے ان کے اجساد عنصریہ قبور میں زندہ ہوتے ہیں۔

تائیدات: (۱) تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۳۱۔ فأما من قتل في سبيل الله من مهاجر أو غير مهاجر فإنه حي عند ربه يرزق كما قال تعالى ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله أمواتا بل أحياء عند ربهم يرزقون والأحاديث في هذا كثيرة۔ بہرکیف جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل کیا گیا وہ مہاجر ہو یا غیر مہاجر وہ زندہ ہے اور اس کی زندگی رب تعالیٰ کے نزدیک ظاہر ہے (اگرچہ ہمارے سامنے ظاہر نہیں ہے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل کر دیئے گئے ان کو مردہ مت گمان کرو بلکہ وہ زندہ ہیں، اور رب کے ہاں ان کی زندگی ظاہر ہے، اور وہ اللہ کے مقرب ہیں، ان کو رزق بھی دیا جاتا ہے، اور اس بارے میں احادیث بہت ہیں۔ مفسر ابن کثیر تفسیر القرآن بالحدیث کے اصول کے مطابق احادیث نقل کرتے ہیں، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا جو جہاد کے راستہ میں فوت ہوا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جہاد کا اجر جاری کر دیتے ہیں اور اس کے لئے رزق بھی جاری کر دیتے ہیں اور اس کو منکر نکیر کے فتنہ سے امن عطا فرماتے ہیں، اور اگر تم اس پر دلیل چاہو تو یہ آیت پڑھ لو الَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا (تا) لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ۔ مزید احادیث تفسیر ابن کثیر میں ملاحظہ کریں۔ (۲) تفسیر کبیر ج ۲۴ ص ۵۷۔ لا شبهة في أن الرزق الحسن هو نعيم الجنة اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رزقِ حسن سے جنت کی نعمتیں مراد ہیں۔ بعض مفسرین نے رزقِ حسن کی تفسیر کی تھی علم وفہم کے ساتھ، اور بعض نے رزقِ حلال کے ساتھ، امام رازی رحمہ اللہ اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وهذان الوجهان ضعيفان لأنه تعالى جعله جزاء على هجرتهم في سبيل الله بعد القتل والموت وبعدهما لا يكون إلا نعيم الجنة یہ دونوں تفسیریں ضعیف ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اللہ کے راستہ میں ہجرت کرنے اور قتل یا فوت ہونے پر بطور جزا کے رزقِ حسن کا ذکر کیا ہے اور قتل اور موت کے بعد صرف جنت کی نعمتیں عطا ہوتی ہیں (جنت کی کچھ نعمتیں قتل یا موت کے بعد قبر میں ملتی ہیں جب کہ پوری پوری جنت کی نعمتیں آخرت میں نصیب ہوں گی) (۳) روح المعانی ج ۱۷ ص ۱۸۷۔ والمراد به

عند البعض الخ بعض مفسرین کے نزدیک رزق حسن سے مراد وہ رزق ہے جو شہداء کو برزخ (قبر) میں عطا ہوتا ہے، اس کی تائید سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جہاد میں فوت ہوا اس کے لیے رزق جاری کر دیا جاتا ہے اور وہ منکر نکیر کے فتنہ سے محفوظ ہو جاتا ہے، اگر تم دلیل چاہو تو اس آیت کو پڑھو الَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللهِ الخ اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے صراحتاً فرمایا ہے کہ جو اللہ کے راستہ میں قتل کئے جاتے ہیں وہ زندہ ہیں اور ان کی زندگی عند اللہ ظاہر ہے اور وہ اللہ کے مقرب ہیں، ان کو رزق دیا جاتا ہے اور اس آیت میں جس رزق کا ذکر ہے وہ برزخ (قبر) میں عطا ہوتا ہے، اور مُدخلاً یّرضونہٗ سے جنت مراد ہے اور جنت عام ہے قبر والی جنت ہو یا آخرت والی۔

آیت نمبر ۱۵: (فَذَرْهُمْ فِي غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ)

"فَذَرْهُمْ فِي غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ" (پ ۱۸، سورہ مؤمنون، آیت ۵۴)

ترجمہ: پس ان کو چھوڑ دیجئے ان کی جہالت میں ایک مقرر وقت تک۔

اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تسلی اور کفار کے لیے وعید ہے، کفار کا ہر فرقہ دنیا میں خوش ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان سب کو ان کی اس جہالت میں چھوڑ دیجئے جو کثیر پانی کی طرح ہے، جیسے کثیر پانی چیزوں کو بہا کر لے جاتا ہے ان کی جہالت نے ان کی عقلوں کو بہا کر زائل کر دیا ہے، لیکن یہ ان کی راحت وفرحت ایک مقرر وقت تک ہے، جب وہ وقت آجائے گا تو ان کی سب خوشیاں ختم ہو جائیں گی اور ان پر عذاب اور عذاب کا غم مسلط ہو جائے گا۔ مقرر وقت سے مراد موت، ہلاکت اور عذاب کا وقت ہے۔ جمع کی دونوں ضمیریں روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کی طرف لوٹ رہی ہیں، کیونکہ جن کو دنیا میں چھوڑ دینے کا امر ہے وہ روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے اور کب تک روح اور جسد عنصری کو اس فرحت وفرح میں چھوڑا جائے گا؟ تو قرآن نے بتا دیا ایک مقرر وقت تک چھوڑا جاتا ہے یعنی موت تک، اور جب موت آجائے گی تو اس کے بعد روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کی سب خوشیاں ختم ہو جائیں گی اور ان پر عذاب مسلط ہو جائے گا، یہ وعید روح اور جسد عنصری دونوں کے لیے ہے، لہٰذا پس مرگ قبر اور حشر میں عذاب بھی روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوگا، اور عذاب قبر دلیل ہے حیات قبر پر کیونکہ عذاب موقوف ہے حیات پر۔

تائیدات: (۱) تفسیر کبیر ج ۲۳ ص ۱۰۵۔ والعادة في ذلك ان يذكر في الكلام الخ اور وعید کے مقام میں عادت یہ ہے کہ ذکر کیا جاتا ہے وقت کا، لیکن مراد ہوتی ہے وہ حالت جس کی وجہ سے حسرت، ندامت اور غم ان پر مسلط ہو جاتا ہے، اور یہ تب ہوتا ہے جب ان پر حق واضح کر دیا جاتا ہے اور ان کے کفر کا برا انجام بھی ان کو بتا دیا جاتا ہے۔ پھر یہ عذاب اور حسرت وندامت ایک مرتبہ ان کو پیش آتی ہے عذاب قبر اور منکر نکیر کے سوال کے وقت، اور دوسری مرتبہ آخرت میں محاسبہ کے وقت پیش آئے گی، آیت کو اس مفہوم پر محمول کرنا واجب ہے۔

(۲) روح المعانی ج ۱۸ ص ۴۲۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ حَتّٰى حِيْنٍ کی تفسیر میں تین قول ذکر کرتے ہیں۔ ۱۔ کفار کے قتل کا وقت، اور وہ بدر کا دن ہے۔ ۲۔ کفر پر موت کا وقت، یہ عذاب کا موجب ہے۔ ۳۔ عذاب کا وقت، (یہ تعبیر عذاب دنیا، عذاب قبر اور عذاب آخرت تینوں کو شامل ہے، پس تینوں تفسیری اقوال کے مطابق موت کے بعد ان کے روح اور

جسد عنصری کے لئے عذاب ثابت ہوتا ہے، یہی عذاب قبر ہے) (۳) بیضاوی مع شیخ زادہ ج ۳ ص ۴۰۵۔ الی ان یقتلوا او یموتوا ان کو چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ وہ قتل کیے جائیں یا وہ مرجائیں (پھر قتل اور موت کے بعد ان کے لیے عذاب ہے اور یہی عذاب قبر ہے) (۴) جلالین مع الجمل ج ۳ ص ۱۹۵۔ حتی حین ای حین موتھم ان کو چھوڑ دیجیے ان کی موت تک (اور جب موت آئے گی تو اس کے بعد ان کو اللہ کا عذاب پکڑ لے گا) (۵) خازن مع مدارک ج ۳ ص ۳۲۷۔ (۶) تفسیر قرطبی ج ۱۲ ص ۱۳۰۔ قال مجاهد حتی الموت فهو تهديد لا توقيت مجاہد تابعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس سے موت کا وقت مراد ہے، اس سے مقصود وعید ہے اس وقت کی تعیین و تحدید نہیں (یعنی موت سے پہلے دنیاوی زندگی میں بھی عذاب آ سکتا ہے اور موت کے بعد تو یقینی ہے) (۷) تفسیر مظہری ج ۶ ص ۳۸۷۔ حتی حین ای الی زمان موتهم او الی ان نأمرك بالقتال یعنی لا تحزن علی تفرقهم و کفرهم فانا نأخذهم اما بالعذاب من عندنا او بايديكم ان کو چھوڑ دیجئے ان کی موت کے زمانہ تک یا ہماری طرف سے ان کے ساتھ قتال کا حکم آنے تک۔ خلاصہ یہ کہ ان کی گروہ بندی اور ان کے کفر کی وجہ سے غم نہ کیجئے، کیونکہ ان کی موت کے بعد یا تو ہم خود اپنے عذاب کے ساتھ ان کو پکڑیں گے یا تمہارے ہاتھوں ان کو دنیا میں عذاب دلوائیں گے (موت کے بعد اللہ تعالیٰ کا اپنی طرف سے ان کو عذاب دینا یہی عذاب قبر ہے، اور قبر میں عذاب اسی جسد کو ہوگا جو قبر میں ہے، اور وہ جسد عنصری یا اس کے ذرات ہیں، اور عذاب تب ہو سکتا ہے جب اس میں حیات ہو، اس سے قبر کے اندر جسد عنصری میں حیات ثابت ہوئی) (۸) البحر المحیط ج ۶ ص ۴۰۹۔

آیت نمبر ۵۲: (وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُونَ)

''حَتّٰى إِذَا جَآءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ، لَعَلِّيْ أَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُونَ'' (پ۱۸: مؤمنون: آیت ۹۹، ۱۰۰) ترجمہ: یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت آتی ہے تو اس وقت کہتا ہے اے میرے رب! مجھے واپس (دنیا میں) بھیج دیجئے تاکہ جس جہان کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں نیک کام کروں، یہ ہرگز نہیں لوٹ سکتا، یہ ایک بات ہے جو وہ کہے جا رہا ہے (لیکن وہ لوٹیں گے نہیں) کیونکہ ان کے آگے رکاوٹ ہے اس دن تک جس دن وہ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔

موت کے وقت وہ درخواست کرتے ہیں کہ ان کو پہلے کی طرح دوبارہ دنیا میں کھلی محسوس زندگی کے ساتھ لوٹایا جائے تاکہ وہ نیک عمل کریں لیکن وہ جتنی فریاد کریں اور کرتے رہیں یہ درخواست قبول نہیں ہوتی اور ان کو دوبارہ دنیا میں نہیں لوٹایا جاتا، کیونکہ موت سے لے کر قبروں سے اٹھائے جانے تک ان کے لوٹنے کے آگے رکاوٹ ہے، اس رکاوٹ کی وجہ سے قیامت سے پہلے دوبارہ دنیا میں پہلے کی طرح کھلی، محسوس، کسب اعمال والی تکلیفی زندگی کے ساتھ نہیں لوٹ سکتے، اور جب قیامت ابدی اور دائمی ہے تو قیامت کے بعد بھی نہیں لوٹ سکتے، نتیجہ یہ کہ موت کے بعد کھلی محسوس زندگی کے ساتھ ان کا دوبارہ لوٹ کر دنیا میں آنا محال ہے۔ موت سے لے کر قبروں سے اٹھائے جانے تک لوٹنے میں جو رکاوٹ ہے وہ کیا ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ وہ رکاوٹ دنیا کی بقیہ عمر ہے، کیونکہ جب تک یہ دنیا باقی ہے اس کھلی محسوس تکلیفی زندگی کے ساتھ طبعی موت کے بعد کوئی بھی دنیا میں لوٹ کر نہیں آئے گا، دوسرا قول یہ

ہے کہ وہ رکاوٹ موت سے لے کر بعث عن القبور تک کی مدت ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ وہ رکاوٹ قبر ہے، مفسر قرطبی فرماتے ہیں وھذہ الاقوال متقاربۃ ان اقوال میں الفاظ اور عنوان کا فرق ہے ورنہ یہ سب قریب المعنیٰ ہیں۔

دونوں آیات میں غور کریں احدھم میں ضمیر جمع کا مرجع اور اُحد کا مصداق روح وجسد عنصری کا مجموعہ ہے کیونکہ موت مجموعہ پر آتی ہے۔ قَالَ سے لوٹانے کی درخواست کرنے والا اور لوٹنے کی آرزو کرنے والا روح وجسد عنصری کا مجموعہ ہے۔ دنیا میں لوٹ کر نیک عمل کرنے والا اکیلا جسد عنصری یا اکیلی روح نہیں بلکہ دونوں کا مجموعہ ہے۔ دنیا اور دنیا میں نیک عمل کو چھوڑنے والا روح وجسد عنصری کا مجموعہ ہے۔ یُبْعَثُونَ کی ضمیر نائب فاعل کا مرجع بھی روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے اور مِنْ وّرائِھِمْ کی ضمیر کا مرجع بھی روح وجسد عنصری کا مجموعہ ہے اور ان کے لوٹنے کے آگے رکاوٹ قبر ہے یا قبر میں رہنے کی مدت ہے یا جب تک قبروں کو اکھیڑ کر مردوں کو قبروں سے اٹھایا نہیں جاتا اس وقت تک دنیا باقی ہے اور یہی دنیا کی بقیہ عمر ہے جو رکاوٹ ہے، تو اصل لوٹنے میں رکاوٹ قبر ہے کیونکہ جسد عنصری قبر میں ہے، اور جب تک وہ قبر میں ہے دنیا کی طرف لوٹ کر نہیں آ سکتا۔ ان دونوں آیتوں میں جو کچھ بتایا گیا اس کا تعلق روح اور جسد عنصری دونوں کے مجموعہ کے ساتھ ہے، لہٰذا قبر میں ثواب وعذاب بھی روح اور جسد عنصری کے لئے ہے، اور عذاب موقوف ہے حیات پر، جب عام صاحبِ قبر زندہ ہے تو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔

تائیدات: (۱) تفسیر مظہری ج ۶ ص ۴۰۲۔ برزخ کی تفسیر میں قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وقال قتادۃ البرزخ بقیۃ عمر الدنیا فانہ لارجوع الی الحیوۃ (المحسوسۃ) مالم ینتہ عمر الدنیا۔ وقال الضحاک البرزخ مابین الموت الی البعث وقیل البرزخ القبر وھم فیہ الی یوم یبعثون قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا برزخ دنیا کی بقیہ عمر کا نام ہے کیونکہ جب تک دنیا کی عمر ختم نہ ہو جائے اس سے پہلے حیات (محسوسہ) کی طرف رجوع نہیں ہو سکتا، اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا برزخ اس مدت کا نام ہے جو موت اور بعث من القبور کے درمیان ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ برزخ کا مصداق قبر ہے اور وہ قبروں سے اٹھنے تک اسی برزخ (قبر) میں رہیں گے۔ (بعث من القبور تک قبر میں ٹھہرنے اور رہنے والا کون ہے؟ تو ظاہر ہے کہ جس نے قیامت کے دن قبر سے اٹھنا ہے بعث عن القبور تک قبر میں بھی اسی نے رہنا ہے، اور قبر سے اٹھے گا جسد عنصری، تو قبر میں بھی جسد عنصری رہے گا، اور قبر میں ثواب وعذاب بھی روح اور جسد عنصری پر واقع ہوگا) (۲) روح البیان ج ۶ ص ۱۱۵۔ برزخ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: حائل بینھم وبین الرجعۃ وھو القبر برزخ وہ چیز ہے جو ان کفار اور ان کے لوٹنے کے درمیان حائل ہے اور وہ قبر ہے۔ (۳) شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی ج ۳ ص ۴۱۱۔ والمراد بہ ما یحول بینھم وبین الرجعۃ وھو القبر فانہ مانع من الرجوع الی الدنیا اور برزخ سے وہ چیز مراد ہے جو ان کفار اور ان کے دنیا کی طرف لوٹنے کے درمیان حائل ہے اور وہ قبر ہے کیونکہ قبر دنیا کی طرف لوٹنے میں مانع ہے۔ (۴) زاد المسیر ج ۵ ص ۴۹۰۔ وھو ھھنا مابین موت المیت وبعثہ اس آیت میں برزخ سے مراد وہ چیز ہے جو میت کی موت اور اس کے بعث عن القبور کے درمیان ہے (اور وہ قبر ہے کیونکہ میت جب تک قبر میں ہے دنیا کی طرف نہیں لوٹ سکتا)

فائدہ: یہاں ایک تحقیق طلب بات یہ ہے کہ فوت ہونے والا دنیا کی طرف لوٹنے اور نیک عمل کرنے کی

آرزو کیوں کرتا ہے؟ تفسیر القرآن بالقرآن کے طور پر اس کی وجہ قرآن میں تلاش کرنی چاہیے۔ پ ۱۰، سورہ اَنفال، آیت ۵۰۔۵۱ میں ہے ولو ترىٰ اذ يتوفّى الذين كفروا الملٰئكةُ الخ: اور اے مخاطب اگر آپ کفار کو اُس وقت دیکھ لیں جس وقت فرشتے اُن کی روحیں قبض کرتے ہیں اور ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر مارتے ہیں اور ان کو کہتے ہیں چکھو آگ کا عذاب (تو آپ دیکھیں گے خوفناک منظر)، اور یہ مار اور نار کا عذاب تمہارے ان گناہوں کی وجہ سے ہے جو تم نے آگے بھیجے ہیں۔۔ پ ۷، سورہ اَنعام، آیت ۹۳ میں ہے ولا ترىٰ اذ الظّٰلمون فی غمرٰت الموت الخ: اور اے مخاطب! اگر آپ ظالموں کو اس وقت دیکھ لیں جب وہ موت کی تکلیفوں اور سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے ہاتھ بڑھا کر ان کو مارتے ہیں اور ان کو کہتے ہیں نکالو اپنی روحیں تم جو تکبر کیا کرتے تھے اس کی وجہ سے تمہیں آج سزا دی جائے گی رُسوا کن عذاب کے ساتھ۔ ان دو آیات سے معلوم ہوا کہ کفار و فجار کا خوفناک انجام ان کو موت کے وقت دکھا دیا جاتا ہے بلکہ وہ عذاب شروع ہو جاتا ہے۔ پ ۲۴، سورہ حم سجدہ، آیت ۲۹ تا ۳۲۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: ان الذينَ قالوا ربّنا الله ثمّ استقاموا الخ جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر ثابت قدم رہے (موت کے وقت) فرشتے ان پر اترتے ہیں اور ان کو یہ خوشخبری سناتے ہیں کہ آئندہ کا خوف نہ کرو اور گزشتہ پر غم نہ کرو اور تمہارے لیے اس جنت کی خوشخبری ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہم تمہارے دنیا اور آخرت کے دوست ہیں اور تمہارے لیے جنت میں وہ سب کچھ ہے جو تم چاہو گے اور جو تم مانگو گے، یہ ناشتہ ہے اس ذات کی طرف سے جو غفور رحیم ہے اور حدیث شریف کے مطابق جب کفار فجار کو موت کے وقت موت کے بعد والے خوفناک انجام کی فرشتے خبر دیتے ہیں تو وہ اتنے ڈر جاتے ہیں کہ فریاد کرتے ہیں ربّ ارْجعونَ لعلّی اعمل صالحاً اور مؤمنین صالحین کو جب موت کے وقت خوشخبری دی جاتی ہے تو اللہ کے پاس جانے کے لیے بے تاب ہو جاتے ہیں، اسی لیے حدیث میں ہے من احب لقاء الله احب الله لقاءہ جو اللہ سے ملنے کی محبت رکھتا ہے اللہ بھی اس سے ملنے کی محبت رکھتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ قبر میں جسد عنصری ہوتا ہے اور موت کے بعد جزا و سزا اور ثواب و عذاب کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، بلکہ کفار کے لئے تو موت کے وقت ہی روح و جسد عنصری کے لئے عذاب قبر کے مقدمہ کے طور پر روح نکلنے سے پہلے مار پٹائی اور عتاب و عقاب شروع ہو جاتا ہے۔ موت کے وقت اور بعد از موت ثواب و عذاب روح اور جسد عنصری دونوں کے لئے ہوتا ہے، اگر قبر میں جسد عنصری کو عذاب نہیں ہوتا تو قبر میں جسد عنصری کے علاوہ کیا ہے جس کو قبر کا عذاب دیا جاتا ہے؟ پس قبر میں پیش آنے والے عذاب کی وجہ سے وہ دنیا میں واپس لوٹ کر نیک عمل کرنے کی آرزو کرتا ہے اور عذاب قبر دلیل حیات ہے۔

تائیدات: (۱) تفسیر قرطبی ج ۱۲ ص ۱۴۹۔ هم مصرون على ذلك حتى اذا جاء احدهم الموت تيقن ضلالته وعاين الملائكة التي تقبض روحه كما قال تعالى ولو ترى إذ يتوفى الذين كفروا الملائكة قال رب ارجعون کفار کفر و شرک پر اصرار کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی پر موت آتی ہے اور اس کو اپنی گمراہی کا یقین ہو جاتا ہے اور روح قبض کرنے والے فرشتوں کو دیکھتا ہے جیسا کہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَ لَوْ تَرٰی اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ کَفَرُوا الْمَلٰٓئِکَۃُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ، تو اس وقت کہتے ہیں ربّ ارْجِعُوْنَ۔ (۲) تفسیر مظہری ج ۶ ص ۴۰۱۔ قال یعنی إذا رأى مقعده من الجنة لو اٰمن ثم مقعده من النار ويقال له قد أبدل الله لك هذا بذلك لاجل كفرك قال رب ارجعون یعنی جب کافر پس مرگ اپنا جنت والا ٹھکانہ دیکھتا ہے اگر وہ ایمان لاتا، پھر اس کو دوزخ والا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اور اس کو کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے کفر کی وجہ سے تیرے جنت کے ٹھکانہ کو دوزخ کے ٹھکانہ سے بدل دیا ہے تو اُس وقت وہ کہتا ہے ربّ ارْجِعُوْنَ لعلّی اعمَلُ صالحاً۔

آیت نمبر ۵۳: (وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا)

"وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ" (پ ۱۹، شعراء، آیت ۲۲۷)

ترجمہ: اور عنقریب ظالم لوگ جان لیں گے کہ وہ کس لوٹنے کی جگہ کی طرف لوٹتے ہیں۔

اس آیت میں مشرکین کے لئے اور رسول اللہ ﷺ کے بارہ میں بدگوئی کرنے والوں کے لیے سخت وعید اور زجر و توبیخ ہے، کفار امید رکھتے تھے کہ وہ عذاب سے نجات پا جائیں گے اور چھوٹ جائیں گے لیکن وہ نجات نہیں پا سکیں گے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین کے لئے اور رسول اللہ ﷺ کے بارے بدگو لوگوں کے لیے موت کے بعد کے تمام مراحل میں، یعنی قبر میں اور قبر سے اٹھنے کے وقت اور حشر کے دن ان کے لیے مختلف نوعیت کے عذابات ہوں گے جو موت کے وقت سے ہی شروع ہو جاتے ہیں، موت کے بعد لوٹنے کی پہلی جگہ اور پہلی منزل قبر ہے جس میں عذاب قبر ہوتا ہے، اسی لیے وعید سنائی گئی ہے کہ ان کو پتہ چل جائے گا کہ وہ موت کے بعد کس جگہ لوٹ کر جائیں گے۔ دنیا میں ظلم کیا روح و جسد عنصری کے مجموعہ نے، روح اور جسد مثالی نے نہیں کیا، اس لیے الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا کا مصداق روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، ینقلبون کی ضمیر الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا کی طرف لوٹ رہی ہے اس لئے خوفناک جگہ کی طرف لوٹ کر جانے والا روح اور جسد عنصری دونوں ہیں اگرچہ ہر ایک کی جگہ جدا ہے، لیکن وہ دونوں جگہیں خوفناک ہیں، روح سجین میں اور جسد عنصری قبر کی تنگی میں ہے، حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں، اور قبر میں ہم دفن بھی کرتے ہیں جسد عنصری کو، معلوم ہوا کہ روح اور جسد عنصری جس جگہ کی طرف منتقل ہوتے ہیں، اس میں روح اور جسد عنصری دونوں کو عذاب ہوتا ہے، اور منتقل ہوتے ہی فوراً عذاب شروع ہو جاتا ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ اصالۃً روح کو سجین میں عذاب ہوتا ہے، اور روح کا جسد عنصری کے ساتھ معنوی تعلق ہوتا ہے اس تعلق کی وجہ سے تبعاً جسد عنصری کو بھی عذاب ہوتا ہے، وہ بھی اس عذاب میں شریک ہوتا ہے، اور یہ تب ہو سکتا ہے جب جسد عنصری میں حیات ہو اور جب قبر میں عام انسانوں کے اجسادِ عنصریہ زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام کے اجساد عنصریہ بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔

تائیدات: (۱) تفسیر مظہری ج ۷ ص ۹۵۔ ای مرجع یرجعون بعد الموت، یعنی موت کے بعد لوٹنے کی جگہ (جس کی پہلی منزل قبر اور دوسری منزل حشر ہے) (۲) خازن مع المدارک ای مرجع یرجعون الیہ بعد الموت قال ابن عباس الی جهنم وبئس المصیر یعنی وہ کس لوٹنے کی جگہ کی طرف

لوٹیں گے موت کے بعد، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جہنم کی طرف اور وہ برا ٹھکانہ ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فرمان کی اس حدیث سے تائید ہوتی ہے کہ قبر آگ کا گڑھا ہے آگ کے گڑھوں میں سے، اور قبر سے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے جس سے قبر میں دوزخ کی تپش اور زہریلی ہوا آتی ہے۔ (۳) تفسیر جلالین مع الجمل ص ۲۹۸۔ینقلبون یرجعون بعد الموت یعنی وہ کس جگہ کی طرف لوٹیں گے موت کے بعد۔ (۴) روح البیان ج ۶ ص ۳۳۹۔ والمعنی ینقلبون ای الانقلاب ویرجعون الیه بعد مماتهم ای الرجوع مطلب یہ ہے کہ وہ لوٹیں گے اپنی موت کے بعد کون سا لوٹنا؟ (یعنی وہ لوٹنا بہت برا ہوگا) اور یہ ظاہر ہے کہ موت کے بعد لوٹتے ہیں قبر کی طرف جو کفار کے لئے آگ کا گڑھا ہے یعنی من وجہ دوزخ ہے۔

آیت نمبر ۵۴: (فَلِاَنۡفُسِهِمۡ یَمۡهَدُوۡنَ)

"مَنۡ كَفَرَ فَعَلَيۡهِ كُفۡرُهٗ وَمَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنۡفُسِهِمۡ يَمۡهَدُوۡنَ" (پ۲۱، سورہ روم، آیت ۴۴)

ترجمہ: جس نے کفر کیا اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا اور جس نے نیک عمل کیا اس نے جنت میں اپنا گھر سنوار لیا۔

دنیا میں کفر ہو یا عمل صالح روح اور جسد عنصری مل کر کرتے ہیں، اکیلی روح یا اکیلا جسم عنصری کچھ نہیں کر سکتا، فعلیہ کی ضمیر من کفر کی طرف لوٹتی ہے، اور کفر کیا روح اور جسم عنصری دونوں نے، تو کفر کا وبال بھی دونوں پر پڑے گا، کفر کی سزا بھی دونوں کو ملے گی، اسی طرح عمل صالح روح اور جسد عنصری نے مل کر کیا تو اس کی جزا بھی دونوں کو ملے گی۔ یہ ثواب وعذاب کہاں ہوگا؟ بعض مفسرین فرماتے ہیں قبروں میں گھر بنا اور سنوار رہے ہیں، بعض مفسرین نے کہا جنت میں گھر بنا رہے ہیں، چونکہ حدیث پاک میں ہے قبر جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے، مفسرین کے اس قول میں جنت کا لفظ برزخی جنت اور اخروی جنت دونوں کو شامل ہے اور کوئی شک نہیں کہ ایمان اور عمل صالح سے برزخی جنت اور اخروی جنت دونوں میں گھر بنتا اور سنورتا ہے۔ پس قبر کفار کے لئے دوزخ ہے جس میں ان کو عذاب دیا جاتا ہے اور مؤمنین کے لئے جنت ہے جس میں اُن کو جنت کی نعمتوں کی صورت میں ثواب دیا جاتا ہے، اور جسد عنصری کے لئے ثواب وعذاب موقوف ہے حیات پر۔

تائیدات: (۱) زاد المسیر ج ۶ ص ۳۰۷۔ قال مجاهد یسوون المضاجع فی القبور، جلیل القدر تابعی مجاہد فرماتے ہیں وہ قبور میں اپنے گھر بناتے اور سنوارتے ہیں۔ (۲) تفسیر قرطبی۔ وروی ابن ابی نجیح عن مجاهد فلانفسهم یمهدون قال فی القبر۔ (۳) البحر المحیط ج ۷ ص ۱۷۷۔ وقال مجاهد هو التمهید للقبر مجاہد نے کہا نیک عمل کرنا قبر کے لئے بستر بچھانا ہے۔ (۴) خازن مع المدارک ج ۳ ص ۴۶۶۔ یوطئون المضاجع ویسوونها فی القبور وہ قبروں میں لیٹنے کی جگہوں کو یعنی بستروں کو نرم کرتے ہیں اور ان کو سنوارتے ہیں۔ (۵) مظہری ج ۷ ص ۲۳۸۔ ای یسوون منازل حسنة فی القبور وفی الجنة یعنی قبور اور جنت میں اپنی خوبصورت منزلیں تیار کرتے ہیں۔ (۶) روح المعانی ج ۲۱ ص ۵۰۔ والظاهر ان هذه التوطئة لما بعد الموت من القبر وغیرہ ظاہر یہ ہے کہ یہ نرم بستر بچھانا مابعد الموت کے لئے ہے یعنی قبر وغیرہ کے لئے۔ (۷) بیضاوی مع شیخ زادہ ج ۴ ص ۱۳۱۔ یسوون منزلا فی الجنة جنت میں خوبصورت منزل تیار کر رہے

ہیں (نیک آدمی کی قبر بھی جنت کا باغ ہوتی ہے) (۸) مفسر زاہدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں القبر روضة من ریاض الجنة الخ (تفسیر زاہدی ج ۱ ص ۳۰) قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے، اور یہ دونوں باتیں قرآن سے ثابت ہیں، قبر کا باغ ہونا اس آیت سے ثابت ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ یَمْهَدُونَ، جو اطاعت کرتا ہے وہ اپنی قبر میں عمدہ بستر سنوارتا ہے، اور حفرۃ النار کی دلیل یہ ہے اغرقوا فادخلوا نارا یعنی قوم نوح آگ کے گڑھے میں داخل کی گئی۔

آیت نمبر ۵۵: (الخ)

"تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلٰمٌ وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا" (پ ۲۲، سورہ احزاب، آیت ۴۴) ترجمہ: وہ (مؤمنین) جس روز اللہ سے ملیں گے (تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ان کے لئے تحفہ ہوگا سلام (یعنی بذریعہ ملائکہ فرمائیں گے السلام علیکم)، اور اللہ نے ان کے لئے تیار کر رکھا ہے عمدہ اجر۔

مفسرین کے مختلف اقوال کے مطابق چار مقامات ایسے ہیں جن میں مؤمنین کو سلام کے ذریعے سلامتی کی خوشخبری سنائی جاتی ہے، بوقتِ موت، قبر سے نکلنے کے وقت، جنت میں دخول کے وقت، اور دخول فی الجنة کے بعد جنت میں اللہ کی طرف سے اہل جنت کو سلام پیش کیا جاتا ہے۔ اس لیے ان اقوال میں کوئی تضاد نہیں۔ موت کے وقت سے پہلے یہ سنتے ہی اس کا دل اللہ کے پاس جانے کے لئے بے تاب ہو جاتا ہے اس کے بعد روح قبض کی جاتی ہے، معلوم ہوا کہ موت کے بعد قبر میں مؤمنین کے لئے عذاب قبر سے نجات اور سلامتی ہے، پھر یہ سلامتی روح اور جسد مثالی کے لئے ہے یا روح اور جسد عنصری کے لئے ہے؟ تو واضح بات ہے کہ موت کے وقت جس کو سلامتی کی خوشخبری سنائی جاتی ہے عذاب قبر سے نجات اور سلامتی بھی اسی کے لئے ہے اور خوشخبری دی جاتی ہے روح اور جسد عنصری کو، تو یہ نجات اور سلامتی بھی روح اور جسد عنصری کے لئے ہے، اور زندہ آدمی عذاب سے نجات اور سلامتی کا محتاج ہوتا ہے، بے جان مردہ کو نہ تکلیف ہوتی ہے اور نہ اس کو عذاب قبر کی تکلیف سے نجات وسلامتی کی ضرورت ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مؤمنین کا جسد عنصری قبر میں زندہ ہوتا ہے مگر مخفی زندگی کے ساتھ اور وہ عذاب قبر سے سلامت رہتا ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو جسد قبر میں ہے سلامتی اسی کے لئے ہوگی اور وہ جسد عنصری ہے۔

تائیدات: (۱) خازن مع المدارک ص ۵۰۴۔ ای یسلم الرب تعالی علیهم ویسلمهم من جمیع الآفات وروی عن البراء بن عازب قال تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلٰمٌ یعنی یلقون ملك الموت لا یقبض روح مؤمن الا یسلم علیه عن ابن مسعود قال إذا جاء ملك الموت لقبض روح المؤمن قال ربك یقرئك السلام وقیل تسلم علیهم الملائكة حین یخرجون من قبورهم تبشرهم یعنی رب تعالیٰ ان پر سلام کرتے ہیں (بواسطہ ملائکہ) اور ان کو جمیع آفات سے سلامت رکھتے ہیں، اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یعنی جب وہ ملک الموت سے ملتے ہیں تو وہ روح قبض کرنے سے پہلے ان پر سلام کرتا ہے (یعنی سلامتی کی خوشخبری سناتا ہے)، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب موت کا فرشتہ مؤمن کی روح قبض کرنے کے لئے آتا ہے تو وہ کہتا ہے اے مؤمن! تیرا رب تجھے سلام کہتا ہے (یعنی تجھے

سلامتی کی بشارت دیتا ہے)، یہ قول بھی ہے جب لوگ قبروں سے نکلیں گے اس وقت فرشتے مؤمنین کو سلام کریں گے اور ان کو سلامتی کی خوشخبری سنائیں گے۔ (۲) قرطبی ج ۱۴ ص ۱۹۹۔ ای سلامۃ لنا ولکم من عذاب اللہ وقیل ھذہ التحیۃ من اللہ تعالیٰ المعنی فیسلمھم من الآفات اویبشرھم بالامن من المخافات یعنی ہمارے اور تمہارے لیے اللہ کے عذاب سے سلامتی ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ سلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو آفات سے سلامت رکھتا ہے اور ان کو تمام خطرات اور خوفناکیوں سے امن کی بشارت دیتا ہے۔ (۳) روح البیان ج ۷ ص ۱۹۵۔ (۴) الجمل حاشیہ جلالین ج ۳ ص ۴۴۲۔ (۵) بیضاوی مع شیخ زادہ ج ۴ ص ۶۷۔ (۶) البحر المحیط ج ۷ ص ۲۴۳۔ (۷) روح المعانی ص ۴۴۔ ویکون ذالك عند دخول الجنۃ وفیھا وعند البعث وعند الموت۔ یہ سلام وسلامتی ہوگی دخول جنت کے وقت اور جنت میں، نیز قبروں سے اٹھنے کے وقت اور موت کے وقت بھی سلام اور سلامتی کی بشارت دی جاتی ہے۔ (۸) تفسیر مظہری ج ۷ ص ۳۵۳۔

آیت نمبر ۵۶: (الخ)

”وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَائِهِ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ“ (پ ۲۱، سورہ سجدہ، آیت ۲۳) ترجمہ: اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے ذریعہ ہدایت بنایا تھا، آپ اس کے ساتھ ملاقات کے بارے میں شک نہ کیجئے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق چار باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ (۱) اِیتاء کتاب۔ (۲) بنی اسرائیل کے لئے ذریعہ ہدایت بنانا۔ (۳) نبی کریم ﷺ کی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات۔ (۴) اس لقاء کے متعلق آپ کے دل میں کوئی شک نہ رہے۔ آپ کو یہ خبر دی گئی معراج سے پہلے، پھر معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گیارہ مرتبہ ملاقات ہوئی، بیت المقدس میں، چھٹے آسمان پر، اور واپسی کے سفر میں پچاس نمازوں میں پانچ پانچ کی تخفیف ہوئی تو نو مرتبہ ملاقات ہوئی نبی کریم ﷺ کی، اتنی ملاقات کسی اور نبی کے ساتھ نہیں ہوئی اور نہ ہی کسی اور نبی کی طرف سے تخفیف کی رہنمائی کی گئی، صرف موسیٰ علیہ السلام نے تخفیف کا مشورہ دیا، شاید اسی لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے معراج سے پہلے قرآن کریم میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کی خبر دی گئی، اور کثیب احمر کے پاس قبر میں بحالت نماز، اور وادی ازرق میں زیارت ہوئی جب موسیٰ علیہ السلام تلبیہ کہہ رہے تھے، شب معراج میں وفات موسیٰ کے بعد جو ملاقات ہوئی تو کیا روح اور جسد مثالی سے ہوئی تھی یا روح اور جسد عنصری سے؟ اس آیت نے یہ عقدہ حل کر دیا کہ یہ ملاقات اس موسیٰ کے ساتھ ہوئی جس کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا اور اس کو کتاب یعنی تورات عطا کی، اور جس کو بنی اسرائیل کے لئے ذریعہ ہدایت بنایا، اور حدیث معراج کے مطابق جس نے بنی اسرائیل کا تجربہ کیا، وہ روح اور جسد مثالی نہیں بلکہ روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، معلوم ہوا کہ ملاقات روح اور جسد عنصری کے مجموعہ سے ہوئی ہے، اور یہ ملاقات اس بات کی دلیل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور اسی طرح تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجساد عنصریہ زندہ ہیں اور جہاں اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوتی ہے وہ وہاں باذنِ الٰہی اجساد عنصریہ کے ساتھ آ جا سکتے ہیں، کیونکہ وفات کے بعد اجساد عنصریہ صفت تروح کے ساتھ یعنی روحی صفات کے ساتھ متصف ہو جاتے ہیں، اس کی تفصیل مقدمہ میں گزر چکی ہے۔

فائدہ: اس آیت کے اندر مِن لِقَائِہٖ کی تفسیر میں مختلف احتمالات ہیں لیکن ان میں قوی احتمال یہ ہے کہ لِقَائِہٖ میں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے، اور ضمیر مجرور کا مرجع موسیٰ علیہ السلام ہیں اور ضمیر فاعل محذوف ہے فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لِقَائِكَ مُوْسٰى آپ کی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو ملاقات ہوگی اس میں شک نہ کیجئے۔

تائیدات: البحر المحیط ج ۷ ص ۲۰۵۔ وَالظَّاهِرُ أَنَّ الضَّمِيرَ عَائِدٌ عَلٰى مُوْسٰى الخ ظاہر اور قوی احتمال یہ ہے کہ لِقَائِہٖ ضمیر مفعولی موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے، اور فاعل محذوف ہے جو ضمیر ہے اور اس کا مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، عبارت اس طرح ہوگی من لقائك موسیٰ، یعنی آپ کی جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات اسراء کی رات میں طے ہے اس میں شک نہ کیجئے، یعنی آپ کو جس شخصیت کا حقیقتاً مشاہدہ اور اس سے ملاقات ہوگی وہ وہی نبی ہیں جن کو توراۃ عطا کی گئی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاقات کے بعد ان کا حلیہ بھی بیان کیا، فرماتے ہیں کہ وہ گندمی رنگ، طول قامت، گھنگھریالے بالوں والے ہیں، گویا شنوءۃ قبیلہ کے لوگوں میں سے ہیں، ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ، قتادہ رحمۃ اللہ علیہ، اور سلف کی ایک جماعت کا قول یہی ہے، اور زجاج نحوی رحمۃ اللہ علیہ نے مبرد کا اس آیت کے ذریعے امتحان لیا تو مبرد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی جواب دیا۔ (۲) روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۳۸۔ وأخرج الطبراني وابن مردويه والضياء في المختارة بسند صحيح عن ابن عباس... من بعض الجهات، محدث طبرانی اور ابن مردویہ نے اور ضیاء نے المختارہ میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا من لقاء موسیٰ، اور ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے مجاہد تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایسے ہی نقل کیا ہے، اور ابن ابی حاتم نے ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح نقل کیا ہے، ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہے؟ ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جی ہاں ملاقات کی ہے، اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا ہمارے ان رسولوں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے پوچھئے، اس سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسراء کی رات اِن رسولوں کے ساتھ ملاقات ہوگی، جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ میں ہے، اور قتادہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے بھی ایسا ہی منقول ہے، اور جب اس آیت کے ذریعے زجاج نے مبرد کا امتحان لیا تو مبرد نے یہی جواب دیا، پس لَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لِقَائِهٖ سے یہی مراد ہے، اس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کا وعدہ کیا ہے اور یہ آیت اِسراء والی رات سے پہلے نازل ہوئی ہے، اور یہ تفسیر پہلی تفسیر سے بوجوہ راجح ہے کہ اس تفسیر کی وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا کی آیت سے تائید ہوتی ہے جب کہ باقی کو یہ تائید حاصل نہیں۔ (۳) تفسیر مظہری ج ۷ ص ۲۷۸۔ وقيل معناه لا تكن في شك من لقائك موسى اى ليلة المعراج... رايت موسى يصلي في قبره. اور کہا گیا ہے کہ معراج کی رات میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اپنی ملاقات کے متعلق شک نہ کیجئے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کا قول یہی ہے، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اسراء کی رات موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا وہ گندمی رنگ، طویل القامت، گھنگریالے بالوں والے آدمی ہیں، گویا کہ وہ شنوءہ قبیلے کے لوگوں میں سے ہیں...... اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث مروی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے پس ایک وادی سے گزرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون سی وادی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یہ وادی ازرق ہے، فرمایا پس گویا میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کا رنگ اور ان کے بالوں کا ذکر کیا، اور وہ

اپنی دو انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں رکھے ہوئے ہیں اور بلند آواز سے تلبیہ کہتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں، اور حدیثِ معراج میں ذکر کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو چھٹے آسمان میں اور نمازوں میں تخفیف کے لیے متعدد مرتبہ مراجعت کے وقت دیکھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مجھے آسمانوں کی سیر کے لیے لے جایا گیا تو میں نے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو دیکھا کہ وہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔

(۴) خازن مع المدارک ج ۳ ص ۴۷۹۔ ای من لقاء موسیٰ لیلۃ المعراج قالہ ابن عباس یعنی آپ ﷺ کا معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملنا، یہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ پھر مفسر خازن رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث نقل کی ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام کی رؤیت اور ان کے حلیہ کا ذکر کیا گیا ہے، دوسری وہ حدیث ذکر کی ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھنے اور اپنی قبر میں ان کے نماز پڑھنے کا ذکر ہے، مفسر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبر میں نماز پڑھتے دیکھنا آسمانوں کی طرف چڑھنے سے پہلے ہے جب آپ ﷺ ابھی بیت المقدس کی طرف جا رہے تھے، پھر آپ ﷺ کے چھٹے آسمان کی طرف چڑھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے موسیٰ علیہ السلام کو چھٹے آسمان میں پہنچا دیا۔ اس کے بعد مفسر خازن رحمۃ اللہ علیہ نے چند سوالات کے جوابات دیئے ہیں، ایک سوال یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام میت ہے آپ نماز کیسے پڑھتے ہیں؟ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے انبیاء کی ایک جماعت کو بعد الوفات حج کرتے دیکھا، ان کا بعد الوفات حج کرنا کیسے صحیح ہے؟ اس کے جواب میں فرماتے ہیں انبیاء شہداء کی طرح بلکہ ان سے افضل ہیں، اور شہداء زندہ ہیں اپنے رب کے مقرب ہیں اور ان کی حیات ان کے رب کے نزدیک ظاہر ہے، ان کو رزق بھی دیا جاتا ہے، جب انبیاء شہداء سے افضل ہیں تو وہ بطریق اولیٰ اعلیٰ زندگی کے ساتھ زندہ ہیں، اور جب وہ زندہ ہیں تو کوئی بعید نہیں کہ وہ حج کریں اور نمازیں پڑھیں، جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے۔ لیکن عالم دنیا والی زندگی کے اعتبار سے مردہ ہیں۔ نیز مفسر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعد الوفات قبر میں عبادت مکلف ہونے کی وجہ سے نہیں، بلکہ تلذذ، تقرب الی اللہ اور رفع درجات کے لئے ہے، جب تک دنیا قائم ہے اور فنا نہیں ہو جاتی وہ دار العمل ہے، لیکن عالم دنیا میں دنیاوی زندگی کے اندر جو عمل کیا جاتا ہے وہ عمل تکلیفی ہے، اور قبر میں جو عمل ہوتا ہے وہ تکلیفی نہیں ہوتا، بلکہ تلذذ، تقرب اور رفع درجات کے لئے ہوتا ہے۔ (۵) تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۱۰۸۔ فلا تکن فی شک من انک لقیتہ لیلۃ الاسراء قالہ ابن عباس وقتادۃ۔ (۶) بیضاوی مع شیخ زادہ ج ۴ ص ۵۰۔ (۷) زاد المسیر ج ۶ ص ۳۴۳۔ (۸) جلالین مع الجمل ج ۳ ص ۴۱۹۔

آیت نمبر ۵۷: (مَنۢ بَعَثَنَا مِن مَّرۡقَدِنَا)

''مَنۢ بَعَثَنَا مِن مَّرۡقَدِنَا'' (پ ۲۳، یٰس، آیت ۵۲) کس نے ہمیں اٹھا دیا ہمارے سونے کی جگہ سے؟ مرقد کہتے ہیں سونے کی جگہ کو، اس آیت میں مرقد سے مراد قبور ہیں، کفار قبور میں تا قیامت عذاب کے اندر گرفتار و مبتلا رہیں گے، لیکن جب آخرت کے شدید ترین عذاب کو دیکھیں گے تو ان کو اس کے مقابلہ میں قبر کے عذاب والی حالت ایسے معلوم ہوگی جیسے کوئی نیند کی حالت میں تکلیف اٹھائے، اس لیے وہ اپنی حالت کو رقاد (نیند) اور قبر کو مرقد (نیند کی جگہ) سے تعبیر کریں گے۔ اس سے بھی عذاب قبر ثابت ہوا، قبر میں جسد عنصری ہوتا ہے اور قبروں سے اٹھے گا روح اور جسد عنصری کا مجموعہ، اٹھنے کے بعد یہ کہنے والا روح اور جسد مثالی نہیں بلکہ روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہوگا، اور

عذاب قبر کی جس کیفیت کو وہ رقاد کے ساتھ اور مکانِ عذاب کو مرقد کے ساتھ تعبیر کریں گے وہ بھی روح اور جسد عنصری کے لئے ہوتا ہے، جسد مثالی کے لیے نہ رقاد ہے نہ مرقد ہے اور ظاہر ہے کہ عذاب، رقاد اور مرقد زندہ کے لئے ہوتے ہیں مردہ بے جان کے لیے نہیں، پس اس آیت سے قبر میں جسد عنصری کے لئے عذاب اور حیات ثابت ہوئی۔

تائیدات: (۱) تفسیر ماتریدی ج ۹ ص ۱۰۔ والمرقد هو الموضع الخ، مرقد اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سو یا جائے، اس جگہ قبور مراد ہیں، پس کفار قبور میں عذاب میں مبتلا ہوں گے لیکن جب آخرت کے عذاب کو دیکھیں گے اور آخرت کی ہولنا کیوں کا مشاہدہ کریں گے تو وہ عذاب جو ان کو قبور میں دیا گیا عذاب آخرت کے مقابلہ میں آسان اور رقاد (نیند) کی طرح محسوس ہوگا، اس وقت کہیں گے مَنۢ بَعَثَنَا مِن مَّرۡقَدِنَا۔ (۲) الاهوال لابن ابی الدنیا ص ۶۹۔ (۳) تفسیر کبیر ج ۲۶ ص ۸۹۔ قولهم من مرقدنا حيث جعلوا القبور موضع الرقاد إشارة إلى أنهم شكوا في أنهم كانوا نياما فنبهوا أو كانوا موتى وكان الغالب على ظنهم هو البعث فجمعوا بين الأمرين فقالوا من بعثنا إشارة إلى ظنهم أنه بعثهم الموعود به وقالوا من مرقدنا إشارة إلى توهمهم احتمال الانتباه۔ قبور کو نیند کی جگہ قرار دینے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کو شک ہے کہ وہ نیند میں تھے اور بیدار کردیئے گئے یا وہ مردہ تھے اور دوبارہ زندہ کردیئے گئے، ان کا ظن غالب یہ ہے کہ وہ مردہ تھے اور ان کو زندہ کر کے اٹھایا گیا ہے، تو انہوں نے اپنی اس کلام میں دونوں چیزوں کو جمع کیا ہے، مَنۢ بَعَثَنَا کے لفظ میں اشارہ ہے بعث عن القبور کی طرف جس کا دنیا میں ان سے وعدہ کیا گیا تھا، اور مِن مَّرۡقَدِنَا میں اشارہ ہے نیند سے بیدار ہونے والے احتمال کی طرف (واضح رہے کہ یہاں نیند کا حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ انہوں نے عذاب آخرت کے مقابلہ میں عذاب قبر کو تشبیہاً نیند کے ساتھ تعبیر کیا ہے) (۴) خازن مع المدارک ج ۴ ص ۱۰۔ قال ابن عباس ...من مرقدنا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کافر اس لیے کہیں گے مَنۢ بَعَثَنَا مِن مَّرۡقَدِنَا کہ اللہ تعالیٰ دو نفخہ کے درمیان ان سے عذاب اٹھالیں گے، اور وہ سو جائیں گے، پھر جب نفخہ ثانیہ کے بعد ان کو اٹھایا جائے گا اور قیامت کی ہولنا کیاں دیکھیں گے تو وہ پکاریں گے ہلاکت کو (تاکہ مرکر ان خوفنا کیوں سے نجات پائیں) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب کفار جہنم کو اور اس کے مختلف قسم کے عذابات کا مشاہدہ کریں گے تو ان عذابات کے مقابلہ میں عذاب قبر نیند کی طرح محسوس ہوگا تو اس وقت کہیں گے مَنۢ بَعَثَنَا مِن مَّرۡقَدِنَا۔ (۵) الجمل حاشیہ جلالین ص ۵۱۹۔ عن مجاهد انهم يستريحون من العذاب قبيل النفخة الثانية ويذوقون طعم النوم، مجاہد تابعی کا قول ہے کہ منکرین بعث نفخہ ثانیہ سے تھوڑا سا پہلے عذاب سے راحت پائیں گے اور نیند کا ذائقہ چکھیں گے (اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے قبر میں عذاب میں مبتلا تھے) (۶) البحر المحیط ج ۷ ص ۳۴۱۔ قالوا من مرقدنا لان عذاب القبر كان كالرقاد في جنب ما صاروا اليه من عذاب جهنم کافر (قبر کو) کہیں گے مرقدنا (ہمارے سونے کی جگہ)، یہ اس لئے کہ جہنم کے عذاب کے مقابلہ میں وہ عذاب قبر کو نیند کی طرح قرار دیں گے۔ (۷) تفسیر مظہری ج ۸ ص ۹۰۔ قال ابن عباس ... من مرقدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ تابعی نے کہا یہ اس لیے کہیں گے کہ دو نفخوں کے درمیان ان سے عذاب اٹھالیا جائے گا اور وہ سو جائیں گے، جب دوسرے نفخہ کے وقت اٹھیں گے اور قیامت کا مشاہدہ کریں گے تو اس وقت پکاریں گے ہلاکت کو اور کہیں گے مَنۢ بَعَثَنَا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے معتزلہ کے اس خیال کی تردید ہو جاتی ہے کہ یہ آیت عذاب قبر کی

نفی پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ وہ قبر میں نیند والوں کی طرح تھے، (یہ حالت صرف دو نفخوں کے درمیان ہوگی، اس سے پہلے عذاب ہوگا) اور اہل معانی نے کہا ہے کہ جب کفار جہنم کے مختلف قسم کے عذابات کو دیکھیں گے تو وہ جہنم کے عذابات کے مقابلہ میں قبر کے عذاب کو نیند قرار دیں گے اور کہیں گے مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا۔ (۸) روح البیان ج ۷ ص ۴۱۰۔ الرقاد کا استعارہ کیا گیا ہے الموت کے لئے، اور مرقد سے مراد ہے القبرالذی ینام فیہ (قبر جس کے اندر وہ سوتا ہے)، مفسر رحمۃ اللہ علیہ نے سوال و جواب کے انداز میں وضاحت کی ہے، ملاحظہ کیجئے: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کفار نے خبر دی ہے کہ وہ بعث عن القبور سے پہلے قبر کے اندر نیند کی حالت میں تھے اس سے عذاب قبر کی نفی ہوتی ہے، اس کے تین جواب ہیں۔ ۱۔ اپنی عقلوں کی خرابی کی وجہ سے گمان کریں گے کہ وہ سوئے ہوئے تھے۔ ۲۔ یا دو نفخوں کے درمیان اللہ تعالیٰ ان سے عذاب اٹھالیں گے پس گویا کہ وہ قبروں میں سوئے ہوئے ہیں پس وہ محسوس عذاب سے نکل کر منامی عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے، اس حالت میں وہ کچھ تخفیف محسوس کریں گے جیسا کہ مریض جو مرض میں تخفیف محسوس کرتا ہے۔ ۳۔ کفار جب جہنم کے مختلف قسم کے سخت ترین عذابات کا مشاہدہ کریں گے اور تمام مخلوق کے سامنے ذلیل و رسوا ہوں گے تو اس وقت قبر کا عذاب اس کے مقابلہ میں نیند کی طرح محسوس ہوگا اور وہ کہیں گے مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عذاب قبر فقط روحانی ہے (یعنی اصالۃً عذاب قبر فقط روح کو ہوتا ہے لیکن بوجہ تعلق اس کا اثر تبعاً جسد عنصری بھی محسوس کرتا ہے)، اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ قبر میں سوال روح اور جسد دونوں سے ہوتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ روح اور جسد عنصری کے درمیان شدت تعلق کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے جیسا کہ شہداء کی ارواح اور ان کے اجساد عنصریہ کے درمیان بھی شدت تعلق کی وجہ سے ان کے اجساد عنصریہ کو زندہ شمار کیا جاتا ہے، لیکن قیامت کے دن کا عذاب جسمانی اور روحانی دونوں طرح ہوگا (یعنی روح اور جسد عنصری دونوں کو عذاب اصالۃً ہوگا)، اور یہ عذاب اس عذاب سے زیادہ سخت ہے جو فقط روحانی ہے (یعنی اصالۃً عذاب فقط روح کو ہوتا ہے اور جسم کو تبعاً) (۹) روح المعانی ج ۲۳ ص ۳۲۔ وفیہ تشبیہ الموت بالرقاد من حیث عدم ظھور الفعل ... فیقولون ذلک قبر کو مرقد (سونے کی جگہ) کہنے کی تین وجہیں ذکر کی ہیں۔ ۱۔ موت کو تشبیہ دی ہے رقاد (نیند) کے ساتھ، وجہ تشبیہ یہ ہے کہ جیسے نیند کی حالت میں افعال ظاہریہ حسیہ اختیاریہ کا جسم سے ظہور نہیں ہوتا اسی طرح موت کے بعد بھی افعال اختیاریہ ظاہریہ حسیہ کا ظہور نہیں ہوتا۔ ۲۔ مرقد کا حقیقی معنی مراد ہے، اور یہ قوم اپنی عقلوں کی خرابی کی وجہ سے وہ حقیقتاً گمان کریں گے کہ وہ سوئے ہوئے تھے اور ان کو عذاب قبر یاد نہ رہا، اسی وجہ سے وہ جگانے والے کے متعلق سوال کریں گے مَنْۢ بَعَثَنَا۔ ۳۔ قبر میں جس عذاب میں وہ مبتلا رہے ان کے علم میں ہوگا، لیکن جب جہنم کے سخت ترین عذابات کا مشاہدہ کریں گے تو اس کے مقابلہ میں ان کو قبر یوں محسوس ہوگی جیسے وہ ان کے لئے مرقد تھی۔ (۱۰) تفسیر قرطبی ج ۱۵ ص ۴۱۔ (۱۱) معارف القرآن از مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ کفار اگرچہ قبروں میں بھی عذاب قبر میں مبتلا تھے، وہاں کچھ آرام نہ تھا، مگر قیامت کے عذاب کے مقابلہ میں وہ پہلا عذاب کالعدم معلوم ہوگا اس لئے پکاریں گے کہ ہمیں کس نے قبروں سے نکال لیا، وہیں رہتے تو اچھا ہوتا۔ (۱۲) معارف القرآن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ نفحہ اولیٰ اور نفحہ ثانیہ کے درمیان جو چالیس سال کی مدت ہوگی اس میں کافروں سے عذاب اٹھالیا جاوے گا اور وہ اس عرصہ میں آرام سے سوتے رہیں گے جب نفحہ ثانیہ کے بعد قبرستان سے اٹھائے جائیں گے اور میدان حشر اور حساب و کتاب کا ہولناک منظر دیکھیں

گے تو کہیں گے کہ ہائے افسوس ہم کو ہماری خواب گاہ سے کس نے جگا دیا ہم تو آرام سے سو رہے تھے کس نے ہم کو جگایا۔ (۱۳) تفسیر عثمانی۔ شاید نفخہ اولی اور نفخہ ثانیہ کے درمیان ان پر نیند کی حالت طاری کر دی جائے گی، یا قیامت کا ہولناک منظر دیکھ کر عذاب قبر کو اہون سمجھیں گے اور نیند سے تشبیہ دیں گے، یا مرقد بمعنی مضجع کے ہو، نیند کی کیفیت سے تجرید کر لی جائے، (یعنی نیند کے معنی کا لفظ مرقد میں اعتبار نہ کریں، اس کا معنی صرف یہ ہو لیٹنے کی جگہ)

آیت نمبر ۵۸: (وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ فَزِعُوْا الخ)

''وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّکَانٍ قَرِیْبٍ الخ'' (پ ۲۲، سبا، آیت ۵۱ تا ۵۴)

اگر آپ وہ منظر دیکھ لیں۔ (۱) جس وقت وہ گھبرائے پھرتے ہوں گے۔ (۲) اور بچاؤ کا کوئی راستہ نہ ہوگا۔ (۳) اور انہیں قریب ہی جگہ سے پکڑ لیا جائے گا تو دیکھے گا خوفناک منظر اور وہ کہہ رہے ہوں گے ہم ایمان لائے اللہ پر، رسول اللہ پر، کتاب اللہ پر، اور قیامت پر۔ اب ان کو ایمان کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ ایمان لانے کا وقت تو گزر چکا، حالانکہ وہ اس سے پہلے قرآن کے ساتھ کفر کرتے رہے، اور وہ بلا تحقیق (قرآن و صاحب قرآن کے بارے میں) حقیقت سے دور ظنون و شکوک کی وجہ سے اتہامات کے تیر پھینکتے رہے اور (عذاب) حائل کر دیا جائے گا ان کے اور اس کے درمیان جو وہ چاہیں گے (یعنی ایمان) جیسا کہ ماضی میں ان جیسے کافروں کے ساتھ یہی کچھ کیا گیا، کیونکہ وہ ایسے سخت شک میں مبتلا ہیں جو مزید شکوک و شبہات پیدا کرنے والا ہے۔

کفار کی گھبراہٹ اور ان کو عذاب کے ساتھ پکڑنے کا وقت کب ہے؟ اس میں مختلف اقوال ہیں، قوی احتمال یہ ہے کہ وہ موت کے وقت گھبرائیں گے لیکن ان کو قبر میں عذاب کے لیے پکڑ لیا جائے گا، اور اس احتمال کی اہلسنت میں سے کسی نے تردید نہیں کی، کسی نے انکار نہیں کیا۔ گھبرائے گا کون؟ پکڑا کس کو جائے گا؟ قبر میں عذاب کس کو ہوگا؟ روح اور جسد مثالی کو یا روح اور جسد عنصری کو؟ اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ قبر میں عذاب روح اور جسد عنصری کو ہوگا، کیونکہ قبر میں عذاب اُسی جسد کو ہوگا جو قبر میں ہے اور وہ جسد عنصری ہے جسد مثالی نہیں، جس کی صورت یہ ہے کہ اصالۃً عذاب روح کو ہوگا سجین میں، پھر روح اور جسد عنصری کے درمیان معنوی غیر معلوم الکیفیت تعلق کی وجہ سے وہی عذاب تبعاً جسد عنصری کو بھی ہوتا ہے۔ اس آیت میں غور کریں تو دس ضمیروں کا مرجع روح اور جسد عنصری ہے۔ موت کے وقت روح قبض کرنے سے پہلے گھبرانے والا روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، اور اُخذوا کی ضمیر کا مرجع وہی ہے جو فَزِعوا کی ضمیر کا مرجع ہے، اور پکڑا بھی اسی کو جائے گا جو گھبرا رہا تھا، وہ روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، اور اٰمنّا بہٖ کہنے والا بھی روح جسد عنصری کا مجموعہ ہوگا، اٰمنّا میں ضمیر جمع متکلم کا مصداق وہی ہے جو اٰمنّا کہنے والا ہے وہ روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، ھم کی ضمیر کا مرجع بھی وہی ہے جو اٰمنّا کہنے والا ہے، اور کفروا کی ضمیر کا مرجع بھی روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، کیونکہ اس سے پہلے روح و جسد عنصری کے مجموعہ نے کفر کیا، اور بلا تحقیق اندھے پن سے الزامات و اتہامات کے تیر برسانے والا روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، بوقت موت ایمان کی چاہت و خواہش کرنے والا بھی روح و جسد عنصری کا مجموعہ ہے، اور بَیْنَھُمْ کی ضمیر کا مرجع بھی روح و جسد عنصری کا مجموعہ ہے۔ جب ان آیات کے مضمون کا تعلق روح اور جسد عنصری کے ساتھ ہے اور عذاب کے لیے پکڑا بھی جائے گا روح اور جسد عنصری کو، تو معلوم ہوا کہ قبر میں عذاب روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوگا، اور عذاب موقوف ہے حیات پر۔

تائیدات: (۱) روح المعانی ج ۲۲ ص ۱۵۷۔ مفسر وقتِ فزع کی تعیین میں لکھتے ہیں: واخرج ابن المنذر وغیر کالخ، ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ یہ گھبراہٹ دنیا میں موت کے وقت ہوتی ہے جب وہ ملائکۂ موت کو دیکھتے ہیں۔ پھر مفسر مکانِ قریب کی وضاحت میں لکھتے ہیں: من ظهر الارض الی بطنها یعنی (روح اور جسد عنصری کو پکڑا جاتا ہے) جب زمین کے ظاہر سے اس کے باطن (قبر) کی طرف اس کو منتقل کیا جاتا ہے۔ نیز مفسر فرماتے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے قرب و بعد کا کوئی فرق نہیں، میت جہاں بھی ہو وہ اللہ کے قریب ہے، اس لئے قربِ مکان کے ذکر کرنے سے مراد ہے سرعة نزول العذاب بهم ان پر عذاب کا جلدی اترنا۔ (۲) تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ (۳) الجمل ج ۳ ص ۴۸۱۔ والمعنی لو تری اذ فزعوا فی الدنیا عند نزول الموت، وروی معناه عن ابن عباس وعن الحسن هو فزعهم فی القبور من الصیحة فزعوا کا معنی ہے کہ وہ گھبرائیں گے دنیا میں موت کے وقت، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ فزعوا سے فزع فی القبور مراد ہے یعنی قبور میں چیخنا...... مکانِ قریب کی وضاحت میں لکھتے ہیں: ای قبضت ارواحهم فی اماکنها فلم یمکنهم الفرار من الموت یعنی بوقت موت وہ جن جگہوں میں ہوں وہیں ان کی روحیں قبض کر لی جاتی ہیں اور موت سے بچ کر بھاگ نکلنے کی ان کو قدرت نہیں ہوتی۔ (۴) روح البیان ج ۷ ص ۳۰۸۔ حین یفزع الکفار ویخافون عند الموت جس وقت کفار گھبراتے ہیں اور ڈرتے ہیں موت کے وقت اور مکان قریب کی وضاحت میں لکھتے ہیں: ای من ظهر الارض الی بطنها یعنی ان کو عذاب کے ساتھ فوراً پکڑا جاتا ہے جب وہ زمین کے ظاہر سے اس کے باطن (قبر) کی طرف منتقل کیے جاتے ہیں۔ (۵) تفسیر مظہری ج ۸ ص ۳۹۔ وقت فزع الکفار عند الموت یعنی موت کے وقت کفار کی گھبراہٹ اور مکان قریب یعنی من ظهر الارض الی بطنها (۶) البحر المحیط ج ۷ ص ۲۹۳۔ من ظهر الارض الی بطنها اذا ماتوا یعنی جب وہ مرتے ہیں تو ان کو اس وقت پکڑا جاتا ہے جب وہ زمین کے ظاہر سے اس کے باطن کی طرف منتقل کیے جاتے ہیں۔ (۷) بیضاوی مع شیخ زادہ ج ۴ ص ۹۷۔ اذ فزعوا عند الموت جس وقت وہ گھبراہٹ میں ہوتے ہیں موت کے وقت، من ظهر الارض الی بطنها ان کو پکڑا جاتا ہے جب ان کو منتقل کیا جاتا ہے زمین کے ظاہر سے اس کے باطن کی طرف۔ (۸) تفسیر خازن ج ۳ ص ۵۲۸۔ (۹) مدارک مع الخازن ج ۳ ص ۵۲۸۔

آیت نمبر ۵۹: (وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ الخ)

"وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ" (پ ۲۳، سورۂ زمر، آیت ۱۷) ترجمہ: وہ لوگ جو بتوں کی عبادت سے بچتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا ان کے لیے خوشخبری ہے۔

سلامتی و ثواب کی یہ خوشخبری کس وقت اور کب دی جاتی ہے؟ سو یہ خوشخبری دی جاتی ہے موت کے وقت، قبر میں رکھنے کے وقت اور قبر سے نکلنے کے وقت، اسی طرح بعد کے ہر پُرخطر مرحلہ میں بشارت دی جاتی ہے۔ پس جیسے موحدین کو ان مقامات میں بشارت دی جاتی ہے ایسے ہی کفار مشرکین کو ہلاکت اور عذاب کی وعید سنائی جاتی ہے، جیسا کہ دوسری آیات میں یہ صراحتاً مذکور ہے۔ جب موت کے وقت اور قبر میں رکھنے کے وقت موحدین کو بشارت دی جاتی ہے اور مشرکین کو وعید سنائی جاتی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اہل توحید کو قبر میں ثواب دیا جاتا ہے اور

اہل شرک کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے، اور ثواب وعذاب موقوف ہے حیات پر۔ یہ انذار وتبشیر تب مؤثر اور فائدہ مند ہوگی جب قبر میں حیات ہو، کیونکہ انذار کی حقیقت ہے عذاب سے ڈرانا اور تبشیر کی حقیقت ہے نعمتوں کی خوشخبری دینا، اور عذاب سے تکلیف و درد اور نعمتوں سے حصول لذت موقوف ہے حیات پر، تو انذار وتبشیر بھی موقوف ہوگی حیات پر اور قبر میں جسد عنصری ہوتا ہے، اس لئے قبر کا عذاب اور نعمتوں سے لذت کا حصول جسد عنصری کے لیے ہوگا۔ نیز وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ اور انابوا کا مصداق روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، یعنی بت پرستی سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے روح اور جسد عنصری دونوں ہیں، اور لھم کی ضمیر الذین کی طرف لوٹتی ہے یعنی بت پرستی سے بچنے اور رجوع الی اللہ کرنے والوں کے لئے بشارت ہے، لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ یہ بشارت روح اور جسد عنصری دونوں کے لیے ہے۔ پس اس آیت سے روح اور جسد عنصری کے لیے قبر میں ثواب وعذاب اور حیات ثابت ہوتی ہے۔

<u>تائیدات</u>: (۱) روح المعانی ج ۲۳ ص ۲۵۲۔ لھم البشری بالثواب من اللہ تعالیٰ... عند حضور الموت وحین یحشرون وبعد ذلك اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے بشارت ہے موت کے وقت اور جس وقت قیامت کے روز (قبروں سے نکال کر) جمع کئے جائیں گے اور اس کے بعد بھی۔ (۲) تفسیر کبیر ج ۲۶ ص ۲۵۹۔ ان ھذہ البشارۃ الخ۔ یہ بشارت کب حاصل ہوتی ہے؟ ہم کہتے ہیں یہ بشارت حاصل ہوتی ہے۔ ۱: موت کے قریب، ۲: قبر میں رکھنے کے وقت، ۳: میدانِ قیامت میں ٹھہرنے کے وقت، ۴: اور اس وقت جب ایک گروہ کے جنتی اور دوسرے گروہ کے دوزخی ہونے کا فیصلہ ہوگا، ۵: نیز اس وقت بھی جب مؤمن جنت میں داخل ہوں گے، پس ان مقامات میں مؤمنین کو بشارت حاصل ہوگی۔ (۳) تفسیر مظہری ج ۸ ص ۲۰۳۔ لھم البشری بالثواب ... عند حضور الموت ان کے لئے ثواب کی بشارت ہے موت کے حاضر ہونے کے وقت۔ (۴) خازن مع المدارک ج ۴ ص ۵۵۔ ای فی الدنیا الخ ان کے لئے بشارت ہے دنیا میں اور آخرت میں، دنیا میں ان کے لئے بشارت ہے کہ ان کے نیک اعمال کی وجہ سے ان کی تعریف ہوگی۔ موت کے وقت اور قبر میں رکھنے کے وقت اور قبروں سے نکلنے کے وقت، اور حساب کے لئے ٹھہرنے کے وقت، پل صراط سے گزرنے کے وقت، جنت میں داخل ہونے کے وقت، اور جنت میں، پس ان مقامات میں سے ہر مقام میں ان کو بشارت حاصل ہوگی۔ (۵) جمل حاشیہ جلالین ج ۳ ص ۵۹۵۔ بعینہ خازن کی طرح عبارت ہے۔

آیت نمبر ۶۰: (فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِينٍ الخ)

"فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِينٍ، وَأَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ" (پ ۲۳، صافات، آیت ۱۷۴، ۱۷۵)

ترجمہ: پس ان سے اعراض کیجئے ایک وقت تک، اور ان کے انجام کو دیکھتے رہو، عنقریب وہ خود بھی دیکھ لیں گے۔

وہ وقت کون سا ہے جس وقت ان سے اعراض اور درگزر کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کے بارے میں تین اقوال ہیں: (۱) قتال کے حکم آنے تک۔ (۲) موت تک۔ (۳) یوم آخرت تک۔ دوسرے قول کے مطابق موت تک ان سے اعراض کرنے اور ان کو مہلت دینے کا حکم ہے، اور موت کے بعد فوراً عذاب شروع ہو جائے گا جیسا کہ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ میں فاء کا مقتضیٰ ہے، نیز ان کے انجام کو دیکھنے میں اشارہ ہے کہ وہ عذاب اتنا قریب ہے گویا

نظر آرہا ہے، اور مرفوع حدیث سے ثابت ہے کہ جس پر موت آتی ہے اس پر قیامت و آخرت قائم ہو جاتی ہے، اس لیے تیسرا قول دوسرے قول کو بھی شامل ہے، اس کے متضاد نہیں، دوسرے و تیسرے قول کے مطابق اس آیت سے موت کے بعد فوری طور پر عذاب کا اثبات ہوتا ہے اور یہی عذاب قبر ہے۔ کیا عذاب قبر روح اور جسد مثالی کو ہوتا ہے یا روح اور جسد عنصری کو؟ یہ بات واضح ہے، قبر میں عذاب اسی جسد کو ہوگا جو قبر میں ہے اور وہ جسد عنصری ہے، دوسری بات یہ ہے کہ جس سے اعراض کرنے کا حکم ہے قبر میں عذاب اسی کو ہوگا اور وہ روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، اور وَابۡصِرۡهُمۡ فَسَوۡفَ يُبۡصِرُونَ کے ساتھ جو عذاب کی وعید و تہدید ہے وہ بھی اسی کے لئے ہے جس سے اعراض کرنے کا حکم دیا گیا ہے، وہ روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، روح اور جسد مثالی نہیں، جب جسد عنصری کے لئے قبر میں عذاب ثابت ہوا تو اس کے لئے قبر میں حیات بھی ثابت ہو جائے گی کیونکہ عذاب موقوف ہے حیات پر۔

تائیدات: (۱) البحر المحیط ج ۷ ص ۳۸۰۔ ای الی مدۃ یسیرۃ وھی مدۃ الکف عن القتال وقال قتادۃ الی موتھم وقال ابن زید الی یوم القیامۃ وابصرھم ای انظر الی عاقبۃ امرھم فسوف یبصرونھا وما یحل بھم من العذاب، یعنی ان سے اعراض کیجئے تھوڑی سی مدت تک، اور وہ قتال سے رکنے کی مدت ہے، اور قتادہ تابعی کہتے ہیں اعراض کرنے کی مدت موت تک ہے، اور ابن زید نے کہا قیامت کے دن تک ہے، دیکھئے ان کے انجام کی طرف اور عنقریب وہ بھی اس کو دیکھ لیں گے اور اس عذاب کو بھی دیکھ لیں گے جو ان پر اترے گا۔ (۲) خازن مع المدارک ج ۴ ص ۳۰۔ حتی حین قال ابن عباس یعنی الموت ان سے اعراض کیجئے ایک وقت تک، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یعنی موت تک اعراض کیجئے (موت کے بعد ان کو قبر میں عذاب دیا جائے گا) (۳) تفسیر مظہری ج ۸ ص ۱۵۰۔ حتی حین قال ابن عباس یعنی الموت۔ (۴) روح المعانی ج ۲۳ ص ۱۵۶۔ حتی حین الی وقت انتھاء مدۃ الکف عن القتال واخرج ابن جریر وغیرہ عن قتادۃ الی یوم موتھم وقال ابن زید الی یوم القیامۃ۔ (۵) معارف القرآن مفتی اعظم ج ۷ ص ۴۸۶۔ اس کا بھی وہی مطلب ہے جو فسوف یعلمون کا تھا کہ ان کو مرنے کے بعد بھی اور مرنے سے پہلے اللہ کی طرف سے سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔ (اور مرنے کے بعد جس عذاب کا سامنا کریں گے وہی عذاب قبر ہے، کیونکہ موت کے بعد عذاب کا سامنا قبر میں ہوتا ہے اور قبر میں جسد عنصری ہے تو عذاب روح اور جسد عنصری کو ہوگا، اور ثواب و عذاب موقوف ہے حیات پر)

آیت نمبر ۶۱: (وَلَعَذَابُ الۡاٰخِرَةِ اَكۡبَرُ)

”فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الۡخِزۡىَ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۚ وَلَعَذَابُ الۡاٰخِرَةِ اَكۡبَرُ ۘ لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ“ (پ ۲۳، سورہ زمر، آیت ۲۶) ترجمہ: پس اللہ تعالیٰ نے ان کو چکھایا رسوا کن عذاب دنیاوی زندگی میں، اور البتہ آخرت کا عذاب اس سے بڑا ہے، کاش وہ لوگ سمجھ جاتے۔

دنیا کے رسوا کن عذاب سے مراد ہے شکلوں کا مسخ ہو جانا، زمین میں دھنس جانا، قتل ہونا، ہوا اور چیخ کا اُن پر مسلط کرنا، آسمان سے پتھر برسنا، اور غرق وغیرہ اور آخرت کا جو عذاب ان کے لئے تیار ہو چکا ہے وہ اس عذاب دنیا سے بڑا عذاب ہے، کیونکہ وہ عذاب دنیا کے مقابلے میں سخت ہے اور دائمی ہے۔ اَكۡبَرُ اسم تفضیل کا صیغہ ہے جس

کا خاصہ ہے دو چیزوں کی مشترک صفت میں ایک چیز کی دوسری چیز پر زیادتی بیان کرنا، جس کی زیادتی بیان کی جائے اس کو مفضل اور جس پر فضیلت دی جائے اس کو مفضل علیہ کہتے ہیں، یہاں پر مفضل عذاب آخرت ہے، اور جس کے مقابلہ میں اس کی زیادتی بیان کی گئی ہے وہ عذاب دنیا ہے، جو فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا سے سمجھا جاتا ہے، پس عذاب دنیا مفضل علیہ ہے، اور عذاب آخرت مفضل ہے، چونکہ اس آیت میں تقابل ہے عذاب دنیا اور عذاب آخرت کے درمیان، اس لیے عذاب قبر عذاب آخرت میں داخل ہے، اس آیت میں اگرچہ عذاب آخرت عذاب قبر سے بھی زیادہ سخت اور زیادہ طویل ہوگا، اور تفسیر القرآن بالقرآن کے اصول کے مطابق اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے، ''وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ'' (پ ۲۱، سورہ سجدہ)، ہم ان کو زیادہ بڑے عذاب سے پہلے ایک کم درجے کا عذاب چکھائیں گے، بڑا عذاب عذاب آخرت ہے، اور اس کے قریب اس سے پہلے جو عذاب ہے اور عذاب آخرت کے مقابلے میں کم ہے وہ عذاب قبر ہے، زیر بحث آیت میں یوں کہیں گے کہ عذاب قبر عذاب آخرت کا مقدمہ اور آغاز ہے، کیونکہ عالم قبر یعنی عالم برزخ من وجہ عالم آخرت کا حصہ ہے، اور عذاب قبر موقوف ہے حیات پر، لہٰذا اس سے حیات قبر ثابت ہوئی۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ قبر میں عذاب اکیلی روح کو ہوتا ہے یا روح اور جسد عنصری دونوں کو؟، اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوتا ہے، کیونکہ فَأَذَاقَهُمُ کی ضمیر روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کی طرف راجع ہے، اور دنیاوی زندگی میں رسوا کن عذاب بھی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو چکھایا گیا، اور کانوا اور یعلمون کی ضمیریں بھی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کی طرف راجع ہیں، کاش وہ سمجھ جاتے، اور دنیاوی زندگی میں سمجھنا روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کا کام ہے، اور عذاب دنیا کے مقابلے میں آخرت میں جو بڑا عذاب ہوگا وہ بھی روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوگا، تو عذاب قبر جو عذاب آخرت کا مقدمہ یا اس کا حصہ ہے وہ بھی دونوں کو ہوگا۔

تائیدات: (۱) ولعذاب الآخرۃ اکبر ای مما اصابھم فی الدنیا (تفسیر قرطبی ج ۱۵ ص ۲۹۱) اور البتہ عذاب آخرت اُس عذاب سے زیادہ بڑا ہے جو اُن کو دنیا میں پہنچا۔ (۲) تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۱۔ (۳) تفسیر مدارک مع خازن ص ۵۸۔ (۴) تفسیر مظہری ج ۸ ص ۲۱۰۔ ای اکبر من عذاب الدنیا لشدتہ ودوامہ آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے زیادہ بڑا ہے اپنی شدت اور دوام کی وجہ سے۔ (۵) تفسیر کبیر ج ۲۶ ص ۲۷۵۔ (۶) زاد المسیر ج ۷ ص ۱۷۹۔

آیت نمبر ۶۲: (قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيكُمْ)

''قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ'' (پ ۲۵، سورہ جاثیہ، آیت ۲۶) ترجمہ: فرمادیجئے اللہ تمہیں زندہ کرتا ہے، پھر تمہیں موت دیتا ہے، پھر تمہیں جمع کرے گا قیامت کے دن جس میں کوئی شک نہیں۔

قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيكُمْ میں وہ لوگ مخاطب ہیں جو دنیا میں زندہ ہیں، اس لیے اس کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ تم کو دنیا میں زندہ کرے گا، کیونکہ وہ دنیا میں زندہ ہیں، تو زندہ کو زندہ کرنے کا کیا مطلب؟، اور قیامت کے دن زندہ کرنے کا ذکر ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ میں ہے، اس لیے قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ

یُمِیتُکُمْ کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو لوگ زندہ ہیں وہ مخاطب ہیں ان کو کہا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قبر میں زندہ کرے گا، پھر قبر میں تمہیں موت دے گا اور یہاں مخاطب روح اور جسد عنصری دونوں ہیں جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ قبر میں جسد عنصری کو زندہ کرتا ہے اور جسد عنصری کو موت دیتا ہے۔ نیز جب قبر میں زندہ کرتا ہے تو قبر میں جسد عنصری ہے جسد مثالی نہیں، اس لیے قبر میں جو جسد ہے اللہ تعالیٰ اسی کو قبر میں زندہ کرے گا اور زندہ کر کے کفار و فجار کے اجساد عنصریہ کو عذاب دے گا، اور اَبرار کے اجساد عنصریہ کو ثواب پہنچائے گا۔

تائید: امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے شیخ زادہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہ جن آیات سے عذاب قبر ثابت ہوتا ہے اُن میں سے ایک آیت یہ ہے قُلِ اللّٰہُ یُحْیِیکُمْ ای بعد موتکم لانہ خطاب للاحیاء ولا یتصور احیاء الحی الا باحیائہ بعد الموت ثم یمیتکم ای بعد ھذہ الحیاۃ ثم یجمعکم ای یبعثکم للجزاء (شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی ج ۱ ص ۲۳۱) فرما دیجئے اللہ تمہیں زندہ کرے گا یعنی تمہاری موت کے بعد، کیونکہ یہ زندوں کو خطاب ہے، اور زندہ کو زندہ کرنے کا تصور نہیں کیا جا سکتا، ہاں البتہ موت کے بعد زندہ کیا جا سکتا ہے، پھر وہ تمہیں اس حیات کے بعد موت دے گا، پھر تمہیں قبروں سے اٹھائے گا جزا کے لئے۔

آیت نمبر ۶۳: (ثُمَّ یُمِیتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیکُمْ)

"وَھُوَ الَّذِیٓ اَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیکُمْ" (پ ۱۷، سورہ حج، آیت ۶۶)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے تم کو زندہ کیا، پھر تمہیں موت دیتا ہے، پھر تمہیں زندہ کرتا ہے۔

پہلے اِحیاء سے مراد ہے رحم مادر کے اندر روح ڈال کر زندہ کرنا، پھر اُسی حیات کے ساتھ ولادت ہوتی ہے اور اُسی حیات کے ساتھ آدمی دنیا میں زندہ رہتا ہے، احیاکم سے یہی حیات مراد ہے، اور جب دنیاوی حیات کی مدت پوری ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں موت دیتا ہے، پھر اس موت کے بعد زندہ کرتا ہے جزائے اعمال کے لئے، اور دار الجزاء دو ہیں، قبر چھوٹا دار الجزاء ہے، آخرت بڑا دار الجزاء ہے، پس جیسے احیاکم کا لفظ رحم مادر کی ناقص حیات اور دنیا کی کامل حیات کو شامل ہے اسی طرح ثم یحییکم کا لفظ قبر کی ناقص حیات اور آخرت کی کامل حیات کو شامل ہے، مطلب یہ ہے کہ میت کو اللہ تعالیٰ قبر میں ناقص حیات کے ساتھ زندہ کرتا ہے اور آخرت میں کامل حیات کے ساتھ زندہ کرے گا، اور جزاء موقوف ہے حیات پر، جب قبر میں جزاء بصورت ثواب و عذاب برحق ہے تو قبر میں حیات بھی برحق ہے اور احیاکم میں خطاب روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو ہے، ظاہر ہے کہ رحم مادر میں جسد عنصری کو زندہ کیا جاتا ہے اور دنیا میں موت بھی جسد عنصری پر آتی ہے اور جس پر موت وارد ہوتی ہے اُسی کے متعلق کہا گیا ہے کہ پھر وہ تم کو زندہ کرتا ہے، اس سے قبر و حشر میں جسد عنصری کے لئے حیات ثابت ہوئی۔

تائیدات: (۱) وھو الذی احیاکم فی ارحام امھاتکم ثم یمیتکم عند انقضاء اجالکم ثم یحییکم لایصال جزاء کم (تفسیر مدارک مع خازن ج ۳ ص ۳۱۶) اللہ وہ ہے جس نے تم کو ماؤں کے رحموں میں زندہ کیا پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے، پھر تم کو جزاء پہنچانے کے لئے زندہ کرتا ہے۔ (فائدہ: قبر سے اس جزاء کا آغاز ہو جاتا ہے، بلکہ کچھ آثار موت کے وقت بھی ظاہر ہو جاتے ہیں) (۲) وھو الذی احیاکم بعد ان کنتم نطفا الخ (تفسیر قرطبی ج ۱۲ ص ۹۲) اللہ وہ ہے جس نے تمہیں زندہ کیا جب کہ تم پہلے نطفے کی حالت

میں تھے، پھر تمہاری عمروں کے پورے ہونے پر وہ تمہیں موت دیتا ہے، پھر وہ تمہیں حساب اور ثواب وعذاب کے لئے زندہ کرتا ہے (اولاً قبر میں، اور ثانیاً آخرت میں)

آیت نمبر ۶۴: (فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ)

''فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ'' (پ۱، سورہ بقرہ، آیت ۳۸)

ترجمہ: جن لوگوں نے میری ہدایت کی تابعداری کی اُن پر نہ خوف ہوگا نہ غم۔

مطلب یہ ہے کہ مستقبل میں پیش آنے والے تمام پُرخطر مراحل میں اُن پر کوئی خوف نہ ہوگا، اور دنیا چھوڑنے کا کوئی غم نہ ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اُن کو دنیا کی نعمتوں کے مقابلے میں بہت اعلیٰ جنت کی نعمتیں عطا فرمادیں گے۔ نیز اس لیے بھی کہ اُن کو موت کے وقت سے لے کر جنت میں داخل ہونے تک ہر پُرخطر مرحلہ میں خوشخبری سنائی جائے گی اور مستقبل میں پہلا مرحلہ موت ہے، دوسرا مرحلہ قبر ہے، پس اُن کو نہ موت کے وقت خوف ہوگا نہ قبر میں اور یہ واضح رہے کہ من تبع کا مصداق روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، اور علیہم کی ضمیر من تبع کی طرف لوٹتی ہے یعنی ان تابعدار لوگوں پر خوف نہ ہوگا، اور دنیا میں تابعداری کی تھی روح اور جسد عنصری نے تو خوف وحزن کی نفی بھی روح اور جسد عنصری سے ہے، مستقبل میں موت، قبر، بعث عن القبور، موقف، حساب، پل صراط، وغیرہ کسی مرحلہ میں بھی روح وجسد عنصری پر خوف وحزن نہ ہوگا، اور کسی چیز کی نفی تب ہوتی ہے جب اس کا احتمال ہو، چنانچہ کفار اور بعض فجار پر مذکورہ مراحل میں خوف وحزن مسلط ہوگا، اسی خوف وحزن کی وجہ سے وہ موت کے وقت واپس دنیا میں لوٹنے کی تمنا کرتے ہیں جو کبھی بھی پوری نہ ہوگی، اور قبر کے مرحلہ میں خوف وحزن موقوف ہے حیات فی القبر پر۔

تائیدات: (۱) زاد المسیر ص ۱۷، فلا خوف علیہم فی مایسقبلونه من العذاب یعنی مستقبل میں اُن پر عذاب کا کوئی خوف نہ ہوگا۔ (۲) تفسیر ابن کثیر ج۱ ص ۸۳۔ فی ما یستقبلونه من امر الاخرۃ مستقبل میں ان کو امورِ آخرت کا کوئی خوف نہ ہوگا۔ (امورِ آخرت موت کے وقت سے شروع ہوجاتے ہیں) (۳۔ ۴) خازن و مدارک ج۱ ص ۴۸) (۵) تفسیر مظہری ج۱ ص ۵۹) (۶) مفسر ابوحیان اس آیت کی تفسیر میں بارہ اقوال نقل کر کے لکھتے ہیں: وهذه الاقوال كلها متقاربة وظاهر الآية عموم نفي الخوف والحزن عنهم لكن يخصوا بما بعد الدنيا (البحر المحیط ج۱ ص ۱۷۰)، یہ تمام اقوال قریب قریب ہیں اور آیت کے ظاہر عموم کا تقاضا ہے کہ اُن سے دنیا کے بعد خوف وحزن کی نفی ہے، کیونکہ دنیا میں اُن کو بھی خوف وحزن پیش آتا ہے۔ (۷) تفسیر کبیر ج۲ ص ۲۷۔ وهذا يدل على ان المكلف الذى اطاع الله تعالىٰ لا يلحقه خوف فى القبر ولا عند البعث ولا عند حضور الموقف ولا عند تطاير الكتب ولا عند نصب الموازين ولا عند الصراط۔ اللہ کا یہ فرمان اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ مکلف جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اُس کو قبر میں اور قبر سے اٹھنے کے وقت اور موقف میں حاضر ہونے کے وقت، اعمال نامہ ملنے کے وقت، ترازوئے اعمال کے وقت اور پل صراط سے گزرنے کے وقت کوئی خوف لاحق نہ ہوگا۔ (قبر میں عذاب کا خوف دلیلِ حیات ہے)

آیت نمبر ۶۵: (سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ الخ)

''وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَنْ يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ'' (پ۲۶، سورہ محمد،

آیت ۴،۵) ترجمہ: وہ لوگ جو اللہ کے راستہ میں قتل کیے گئے اللہ ہرگز اُن کے اعمال باطل نہیں کرے گا، اور ان کو ہدایت پر قائم رکھے گا اور ان کے حال کو درست کر دے گا۔

مقتول فی سبیل اللہ کو اللہ تعالیٰ ہدایت پر قائم رکھے گا، کہاں؟ اور کس جگہ؟، اس میں ایک احتمال مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ قبر میں منکر نکیر کے سوال کے وقت اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وہ ثابت قدم رہیں گے اور فرشتوں کو صحیح جواب دیں گے جیسا کہ اس آیت میں اسی ثابت قدمی کا ذکر ہے یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔ فرشتوں کا سوال اور صاحب قبر کا جواب اور جواب کے وقت اہل ایمان کی ثابت قدمی اور ظالمین کا جواب میں بھٹک جانا، یہ سب امور تقاضا کرتے ہیں حیات فی القبر کا۔

تائیدات: (۱) تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۲۳۰۔ وقال ابن زیاد سیھدیھم الی محاجة منکر نکیر فی القبر اللہ تعالیٰ قبر میں منکر نکیر کے جواب کے وقت ان کو ہدایت پر قائم رکھے گا۔ (۲) مدارک مع خازن ج ۴ ص ۱۴۴۔ سیھدیھم الی طریق الجنة او الی الصواب فی جواب منکر نکیر اللہ اُن کو ہدایت دے گا جنت کے راستے کی طرف یا منکر نکیر کے جواب میں درستی کی طرف (فائدہ: منکر نکیر کو صحیح جواب دینا یہی جنت کا راستہ ہے، اس لیے یہ دونوں قول مآل کے لحاظ سے ایک ہیں) (۳) زاد المسیر ج ۷ ص ۳۹۸۔ والثالث الی محاجة منکر نکیر تیسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو ہدایت دے گا منکر نکیر کے جواب کی طرف۔ (۴) الانتصار فی الرد علی المعتزلہ القدریۃ الاشرار ج ۱ ص ۱۰۰۔

فائدہ: وَالَّذِيْنَ قُتِلُوا کا مصداق روح وجسد عنصری کا مجموعہ ہے، اور دنیا میں اعمال کیے روح اور جسد عنصری دونوں نے، اس لیے أَعْمَالَهُمْ سَيَهْدِيْهِمْ بَالَهُمْ کی ضمیریں ارواح اور اجساد عنصریہ کے مجموعہ کی طرف لوٹتی ہیں، لہٰذا قبر میں ثابت قدم رکھنا اور ان کے حال کو درست کرنا اس کا تعلق بھی روح اور جسد عنصری کے ساتھ ہے، اور منکر نکیر کے سوال وجواب کے وقت ثابت قدم رکھنا موقوف ہے حیات فی القبر پر۔

آیت نمبر ۶۶: (فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ)

''وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ'' (پ ۲۰، سورہ نمل، آیت ۸۷) ترجمہ: اور جس دن صور میں پھونک ماری جائے گی وہ سب گھبرا جائیں گے اور خوفزدہ ہو جائیں گے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں مگر وہ جن کو اللہ نے چاہا (کہ اُن پر خوف طاری نہ ہو)

جب پہلا صور پھونکا جائے گا تو سب آسمان وزمین والے خوفزدہ ہو جائیں گے یعنی جو زمین کے اوپر زندہ ہیں وہ بھی گھبرا جائیں گے، اور جو قبروں میں ہیں وہ بھی گھبرا جائیں گے، گھبراہٹ اور خوف زندہ پر طاری ہوتا ہے، مردہ پر طاری نہیں ہوتا، اور قبر میں جسد عنصری ہوتا ہے، پس قبور میں اہل قبور کا خوفزدہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ قبر کے اندر ان کے جسد عنصری میں حیات ہے، اور خوف بھی اتنا ہوگا کہ اس کی وجہ سے زمین کے اوپر یا زیر زمین جو زندہ ہیں وہ سب مر جائیں گے مگر جن کو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ محفوظ رہیں گے اور مرتا وہی ہے جو زندہ ہوتا ہے اس سے بھی قبر میں حیات ثابت ہوئی۔

تائیدات: (۱) قرطبی ج ۱۳ ص ۲۴۱۔ انما یصل الفزع الی الاحیاء گھبراہٹ وخوف صرف زندہ

کی طرف پہنچتا ہے۔ (۲) الجمل ج ۳ ص ۳۲۹۔ ای من کان حیا ذالك الوقت لم یسبق له موت او کان میتا لکنه حی فی قبره کالانبیاء والشهداء وہ سب خوفزدہ ہو جائیں گے جو اُس وقت زندہ ہوں گے اور اُن پر موت نہیں آئی، یا اُن پر موت آئی لیکن وہ اپنی قبروں میں (کامل حیات کے ساتھ) زندہ ہیں جیسے انبیاء اور شہداء۔ (۳) علامہ جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہ آسمان و زمین والے اتنے خوفزدہ ہوں گے کہ وہ خوف اُن کو موت تک پہنچا دے گا، اس پر محشی سلیمان الجمل لکھتے ہیں: المفضی الی الموت هذا فی حق الاحیاء ویزاد علیه فیقال والمفضی بهم الی الغشی والاغماء فی حق الاموات الاحیاء فی قبورهم وہ خوف جو موت تک پہنچا دے گا یہ زندوں کے حق میں ہوگا، اور اس میں یہ اضافہ بھی ہونا چاہیے کہ جو خوف اُن کو بیہوشی تک پہنچا دے گا یہ اُن اَموات کے حق میں ہے جو (دنیا کے اعتبار سے مردہ ہیں، لیکن) اپنی قبروں میں (حقیقتاً) زندہ ہیں (جیسے انبیاء اور شہداء) (الجمل ج ۳ ص ۳۲۹)

آیت نمبر ۶۷: (فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ)

"وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ" (پ ۲۴، سورہ زمر، آیت ۶۸) ترجمہ: اور صور میں پھونک ماری جائے گی تو اُن سب کے ہوش اڑ جائیں گے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں مگر وہ جن کو اللہ نے چاہا (کہ وہ محفوظ رہیں) پھر صور میں دوبارہ پھونک ماری جائے گی تو وہ فوراً کھڑے ہو کر دیکھ رہے ہوں گے۔

اس آیت کی تین تفسیریں کی گئی ہیں: (۱) صعقہ کا معنی موت ہے یعنی جب پہلا صور پھونکا جائے گا تو سب آسمان و زمین والے مر جائیں گے مگر وہ جن کو اللہ نے چاہا کہ وہ نہ مریں، پھر نہ مرنے والوں کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن پر بیہوشی طاری ہوگی جیسے انبیاء، شہداء۔ دوسرے وہ کہ جن پر صعقہ سے بیہوشی بھی طاری نہ ہوگی، جیسے جبریل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل اور بعض کے نزدیک موسیٰ علیہ السلام بھی مستثنیٰ ہیں۔ (۲) صعقہ کا مجازی معنی مراد ہے یعنی بیہوشی، جیسے خر موسیٰ صعقا۔ (۳) اس آیت میں عموم مجاز ہے یعنی صعقہ کا ایسا عام معنی مراد لیا جائے کہ حقیقی معنی "موت"، اور مجازی معنی "بیہوشی" دونوں اس میں داخل ہو کر اس کے دو فرد بن جائیں، اِسی کے مطابق حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے معنی کیا کہ پہلے صور پھونکنے سے اُن کے ہوش اڑ جائیں گے بعض کے بوجہ موت، اور بعض کے بوجہ بیہوشی، اور اس سے وہ مستثنیٰ ہیں کہ جن پر نہ موت واقع ہوگی نہ بیہوشی طاری ہوگی جیسے جبریل وغیرہ۔ اگرچہ بعد میں اللہ کے حکم سے اُن پر بھی موت آئے گی، مَنْ فِی الْاَرْضِ میں دو قسم کے لوگ داخل ہیں ایک وہ جو زمین کے اوپر زندہ ہوں گے وہ پہلے صور پھونکنے سے مر جائیں گے، دوسرے وہ جو زیر زمین ہیں اُن میں سے انبیاء و شہداء پر بیہوشی طاری ہوگی اور دوسرے اہل قبور پر موت واقع ہوگی، بیہوشی اور موت اُسی پر آتی ہے جو زندہ ہو، اس سے معلوم ہوا کہ اہل قبور انبیاء و شہداء ہوں یا ان کے علاوہ ہوں قبور کے اندر سب کے اجساد عنصریہ میں حیات ہے اگرچہ اس حیات کے درجات مختلف ہیں، اجساد عنصریہ کا ایک قرینہ یہ ہے کہ قبور میں اجساد عنصریہ ہوتے ہیں اجساد مثالیہ نہیں، دوسرا قرینہ یہ ہے کہ دوسرے صور پھونکنے سے جو قبروں سے نکل کر کھڑے ہوں گے وہ وہی ہوں گے جو پہلے صور پھونکنے سے مرے یا بیہوش ہوئے، اور چونکہ قبروں سے کھڑے ہونے والے اجساد عنصریہ ہیں تو پہلے صور پھینکنے

سے جو مریں گے یا بیہوش ہوں گے وہ بھی اجسادِ عنصریہ ہیں، اور جب قبر کے اندر صعقہ موت اور صعقہ غشی کا محل اجساد عنصریہ ہیں تو یہ تب ہو سکتا ہے جب قبر کے اندر اجسادِ عنصریہ میں حیات ہو۔

تائیدات: (۱) روح المعانی ج ۲۴ ص ۲۹۔ قال بعض مشايخنا: إن الموت ليس بعدم محض بالنسبة للأنبياء عليهم السلام والشهداء فإنهم موجودون أحياء وإن لم نرهم فإذا نفخت نفخة الصعق صعق كل من في السماء والأرض وصعقة غير الأنبياء موت وصعقتهم غشي فإذا كانت نفخة البعث عاش من مات وأفاق من غشي عليه، ولذا وقع في الصحيحين فأكون أول من يفيق۔ ہمارے بعض مشائخ نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے حق میں موت عدم محض نہیں، کیونکہ وہ (وفات کے بعد) زندہ موجود ہیں اگرچہ ہم اُن کو نہیں دیکھتے، پس جب صور میں پھونک ماری جائے گی تو سب آسمان و زمین والوں پر صعقہ طاری ہوگا، غیر انبیاء کا صعقہ موت ہے، اور انبیاء کا صعقہ غشی ہے، اور جب دوسری مرتبہ صور میں پھونک ماری جائے گی تو جن پر موت آئی وہ زندہ ہو جائیں گے اور جن پر غشی آئی وہ غشی سے افاقہ پائیں گے، اسی لیے بخاری اور مسلم کی ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں سب سے پہلے اِفاقہ پاؤں گا۔ (۲) تفسیر مظہری ج ۷ ص ۱۳۹۔ واما المستثنى من نفخة الصعق فالقول فيه ما قال صاحب المفهم التحقيق ان المراد بالصعق ما هو أعم من الموت فلمن لم يمت الموت ولمن مات الغشية وهذا من قبيل عموم المجاز وهذه الغشية يعم الأنبياء عليهم السلام الا موسى عليه السلام محل صعقہ سے مستثنیٰ کے بارے میں صاحب مفہم کا قول معتبر ہے، وہ فرماتے ہیں تحقیق یہ ہے کہ صعق سے عام معنی مراد ہے جو موت اور غشی دونوں کو شامل ہے، پس جن پر ابھی تک موت نہیں آئی اُن کے لئے صعقہ موت ہے، اور جن پر موت آچکی (یعنی انبیاء و شہداء) ان کے لیے غشی ہے اور یہ عموم مجاز کے قبیل سے ہے، اور یہ غشی سوائے موسیٰ علیہ السلام کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام کو شامل ہے۔ (۳) تفسیر قرطبی ج ۱۵ ص ۲۸۱۔ وَمَنْ حَمَلَ الِاسْتِثْنَاءَ عَلٰى مُوسٰى وَالشُّهَدَاءِ فَهٰؤُلَاءِ قَدْ مَاتُوا غَيْرَ أَنَّهُمْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ اللّٰهِ فَيَجُوزُ أَنْ تَكُونَ الصعقة بزوال العقل دون زَوَالِ الْحَيَاةِ ... فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ... وَالْإِفَاقَةُ إِنَّمَا تَكُونُ عَنْ غَشْيَةٍ وَزَوَالِ عَقْلٍ لَا عَنْ مَوْتٍ بِرَدِّ الْحَيَاةِ اور جس نے الّا مَنْ شاء الله کے استثناء کو موسیٰ علیہ السلام اور شہداء پر محمول کیا ہے، کیونکہ شہداء (دنیا کے اعتبار سے) مردہ ہیں مگر وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں (مخفی حیات کے ساتھ) زندہ ہیں، اس لیے ممکن ہے کہ اُن پر صعقہ زوال عقل کے ساتھ ہو، زوال حیات کے ساتھ نہ ہو۔ (اور انبیاء علیہم السلام پر بھی زوال عقل کے ساتھ صعقہ ہوگا، زوال حیات کے ساتھ نہیں ہوگا) اسی لیے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں سب سے پہلے بیہوشی سے افاقہ پاؤں گا، اور افاقہ غشی اور زوال عقل کے بعد ہوتا ہے، موت کے بعد افاقہ نہیں ہوتا بلکہ اعادۂ حیات ہوتا ہے۔ (۴) جمل ج ۳ ص ۶۰۹۔ جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ نے صعق کا معنی کیا ماتَ۔ صاحبِ جمل اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ای من كان حيا في ذلك الوقت من الملائكة واهل الارض يعني وغشي على من كان ميتا من قبل لكنه حي في قبره كالانبياء والشهداء فيغشي عليهم بالنفخة الاولى حتى على نبينا ﷺ (جبریل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل کے علاوہ) جو فرشتے اور اہل ارض زندہ ہوں گے اُن پر صعقہ

بصورت موت ہوگا اور جن پر دنیا میں موت آچکی لیکن وہ قبر کامل حیات کے ساتھ میں زندہ ہیں ان پر صعقہ بصورت غشی ہوگا، جیسے انبیاء اور شہداء، پس ان پر غشی طاری ہوگی پہلے نفحہ کے ساتھ، حتیٰ کہ ہمارے نبی ﷺ پر بھی۔

(۵) روح البیان ج ۸ ص ۱۵۳۔ قال بعض المحققین الصعق أعم من الموت فلمن لم یمت الموت ولمن مات الغشیة فاذا نفخ الثانیة فمن مات حی ومن غشی علیه أفاق وهو القول المعوّل علیه عند ذوی التحقیق۔ بعض محققین نے کہا ہے کہ اس آیت میں صعقہ کا معنی موت سے عام ہے (جو غشی کو بھی شامل ہے)، پس جن پر موت نہ آئی ہوگی نفحہ اولیٰ کے وقت وہ مرجائیں گے اور جن پر دنیا میں موت آچکی (جیسے انبیاء وشہداء) ان پر غشی طاری ہوگی، پھر جب دوسرا نفحہ ہوگا تو جن پر موت آئی وہ زندہ ہوجائیں گے اور جن پر غشی طاری ہوئی وہ بیہوشی سے افاقہ پائیں گے، اہل تحقیق کے نزدیک یہی قول معتبر اور قابل اعتماد ہے۔

آیت نمبر ۶۸: (إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ)

"إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِينَ" (پ۲۵، دخان، ۳۴،۳۵) بےشک یہ (مشرکین مکہ) البتہ کہتے ہیں کہ ہماری فقط پہلی موت ہی ہے، اور ہم نہیں اٹھائے جائیں گے۔

مشرکین مکہ فقط دنیاوی زندگی اور دنیاوی موت کے قائل تھے، اس کے بعد قبر وحشر کے جن احوال کی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے خبر دی ہے وہ اُن کے منکر تھے، وہ نہ قبر میں حیات وموت کے قائل تھے اور نہ حیات اخروی کے قائل تھے، نہ قبر وحشر کے ثواب وعذاب کے قائل تھے، قرآنِ کریم میں اُن کے اس عقیدہ کو درج ذیل آیات میں نقل کیا گیا ہے: "وقالوا ان هی الا حیاتنا الدنیا" (سورہ انعام، آیت ۲۹) "ان هی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا" (سورہ مؤمنون، آیت ۳۷) "وقالوا ما هی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا" (سورہ جاثیہ، آیت ۲۴) یعنی مشرکین مکہ کہتے تھے کہ نہیں ہے مگر فقط ہماری یہی دنیاوی زندگی یعنی قبر وحشر میں کوئی زندگی نہیں۔ "ان هی الا موتتنا الاولیٰ" (سورہ دخان) یعنی ہماری فقط پہلی موت ہی ہے۔ اس کے بعد نہ حیات ہے اور نہ موت ہے۔ خلاصہ یہ کہ مشرکین مکہ قبر میں حیات وموت اور آخرت میں حیات کے منکر تھے۔ اسی طرح قبر وحشر میں ثواب وعذاب کے منکر تھے۔ قرآنِ کریم نے ان کے انکار کرنے کی وجہ بھی بتائی ہے، وہ تعجب سے کہا کرتے تھے "من یحی العظام وهی رمیم" (سورہ یس: ۷۸)، مُردوں کی ہڈیاں جو بوسیدہ ہوچکی ہوں گی اُن کو کون زندہ کرے گا؟، اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: "قل یحییها الذی انشاها اوّل مرّة"، ان کو وہی قدرت والی ذات دوبارہ زندہ کرے گی جس نے ان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا۔ ان منکرین کو یہ جواب نہیں دیا گیا کہ بوسیدہ ہوتی ہیں جسد عنصری کی ہڈیاں، لیکن روح زندہ ہے اور ثواب وعذاب اسی کو ہوگا، قرآنِ کریم کا مذکورہ بالا سوال وجواب اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جسد عنصری کی موت وحیات کا انکار کرتے تھے، قرآنِ کریم نے اِسی کو ثابت کیا ہے، اور یہ جواب کہ جس ذات نے پہلی مرتبہ اُن کو پیدا کیا وہی اُن کو دوبارہ زندہ کرے گا، اور اللہ تعالیٰ نے پہلی مرتبہ جس کو پیدا کیا وہ جسد عنصری ہے، پھر جس کو بوسیدہ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرے گا وہ وہی پہلے والا جسد عنصری ہے، قرآنِ کریم کی متعدد آیات واحادیث میں قبر کے اندر جسد عنصری کے لئے موت وحیات، ثواب وعذاب، اور آخرت میں دائمی حیات اور دائمی ثواب وعذاب کا اثبات ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی موت کے

بعد قبر میں جسد عنصری کی موت وحیات کا اور آخرت میں دائمی حیات کا انکار مشرکین مکہ کرتے تھے، مسلمانوں کا یہ عقیدہ نہ پہلے تھا نہ اب ہے، وہ دنیاوی موت کے بعد قبر کے اندر موت وحیات، ثواب وعذاب اور حشر میں دائمی حیات اور مؤمنین کے لئے دائمی ثواب اور کفار کے لئے دائمی عذاب کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ مذکورہ بالا آیت: ''ان هٰؤلاء لیقولون '' کا پس منظر یہ ہے جب مشرکین مکہ کو کہا گیا کہ دنیاوی موت کے بعد ایک اور موت ہے یعنی قبر میں (اس کے ضمن میں حیات قبر کا عقیدہ بھی آ جاتا ہے، کیونکہ قبر میں موت تب ہوگی جب قبر میں پہلے حیات ہو) اس کے بعد پھر حیات ہوگی یعنی حیات آخرت۔ تو انہوں نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ ایسی موت جس کے بعد حیات ہو وہ صرف ایک ہی ہے یعنی عدمی موت، کیونکہ دنیاوی حیات سے پہلے جو اس کے عدم کا زمانہ ہے اُس کو بھی ایک تفسیر کے مطابق موت کہا گیا ہے، چنانچہ: ''کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتاً فاحیاکم ''میں ایک تفسیر یہی کی گئی ہے کہ پیدا ہونے سے پہلے جو انسانوں پر عدم تھا اُسی کو موت کہا گیا ہے، اس کے بعد دنیاوی حیات ہے، پس ایسی موت جس کے بعد حیات ہو وہ وہی عدمی موت ہے، اس کے بعد دنیاوی حیات ہے، پھر اس دنیاوی حیات کے بعد کوئی ایسی موت نہیں، نہ دنیا میں نہ قبر میں نہ حشر میں، جس کے بعد حیات ہو، اس لیے انہوں نے کہا: ''وما نحن بمنشرین، وما نحن بمبعوثین''۔ پس ایسی موت جس کے بعد حیات ہو وہ یہی پہلی موت ہے یعنی عدمی موت۔ جب انہوں نے قبر میں موت کا انکار کیا تو اس کے ضمن میں حیات کا بھی انکار ہوگیا، کیونکہ قبر میں موت تب ہوسکتی ہے جب پہلے حیات ہو۔ اُن کے اس انکار سے سات چیزوں کا انکار ہو جاتا ہے۔ ۱: قبر میں حیات کا۔ ۲: قبر میں موت کا۔ ۳: قبر میں ثواب کا۔ ۴: قبر میں عذاب کا۔ ۵: آخرت میں دائمی حیات کا۔ ۶: آخرت میں مؤمنین کے لئے دائمی ثواب کا۔ ۷: آخرت میں کفار کے لئے دائمی عذاب کا۔ جب کہ مسلمان ان سب کے قائل ہیں۔

<u>تائیدات</u>: (۱) تفسیر کبیر ج ۲۷ ص ۲۴۹۔ امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال اٹھایا ہے کہ یہ مشرکین دنیاوی موت کے بعد حیات ثانیہ کے منکر تھے، اُن کو یوں کہنا چاہیے تھا ان ھی الا حیاتنا الاولی ہماری فقط پہلی حیات ہی ہے، دوسری حیات نہیں ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواب میں لکھتے ہیں قُلْنَا إِنَّهُ قِيلَ لَهُمْ إِنَّكُمْ تَمُوتُونَ مَوْتَةً تَعْقُبُهَا حَيَاةٌ، كَمَا أَنَّكُمْ حَالَ كَوْنِكُمْ نُطَفًا كُنْتُمْ أَمْوَاتًا اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اِن منکرین کو کہا گیا کہ تم دنیا میں ایسی موت کے ساتھ مرو گے جس کے بعد حیات ہوگی جیسا کہ تم نطفہ ہونے کی حالت میں اَموات تھے اور اس کے بعد حیات حاصل ہوئی یعنی حیات دنیاوی، اور یہی ہے اللہ تعالیٰ کا قول ہے كُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ۔ تو انہوں نے جواباً کہا ان ھی الّا موتتنا الاولیٰ یعنی جس موت کے بعد حیات ہوتی ہے وہ فقط ایک ہی پہلی عدمی موت ہے یعنی حیات دنیا سے پہلے زمانہ عدم، اس کے بعد ایسی کوئی دوسری موت نہیں جس کے بعد حیات ہو، اور جب ایسی موت کی نفی ہوئی تو اس کے ضمن میں حیات کی بھی نفی ہوگئی لہٰذا اِس خاص موت کی نفی وانکار کو لازم ہے حیات کی نفی وانکار، پس اس کے مطابق ان ھی الّا موتتنا الاولیٰ اور ''ان ھی الّا حیاتنا الدّنیا کے درمیان کوئی فرق نہیں، کیونکہ دونوں میں عنوان کا فرق ہے، ورنہ اُن کا اصل مقصود ہے دنیاوی موت کے بعد حیات کا انکار کرنا۔ ایک احتمال اور بھی ہے کہ ان کا اپنے اس قول سے مقصود یہ ہے کہ دنیاوی زندگی کے بعد اُن پر صرف ایک ہی حالت آئے گی یعنی دنیاوی موت، اس کے علاوہ اُن پر کوئی دوسری حالت نہیں آئے گی، تو اُن پر دوسری حیات بھی نہیں آئے گی۔ (۲) روح المعانی ج ۲۵ ص ۱۳۷۔ مفسر محمود آلوسی

لکھتے ہیں: أی ما العاقبة ونهاية الأمر إلا الموتة الأولی المزيلة للحياة الدنيوية یعنی ان کی آخری حالت یہ ہے کہ ان پر فقط ایک ہی موت آئے گی جو دنیاوی حیات کو ختم کردے گی، اس کے بعد کوئی اور حالت ان پر نہ آئے گی۔ وقيل: إنهم وعدوا بعد هذه الموتة موتة القبر وحياة البعث فقوله تعالی عنهم إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَی رد للموتة الثانية وفي قوله سبحانه وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِينَ نفي لحياة القبر ضمنا إذ لو كانت بدون الموتة الثانية لثبت النشر ضرورة اس کی یہ تفسیر بھی کی گئی ہے کہ جب اُن کے ساتھ اس دنیاوی موت کے بعد موتِ قبر اور حیاتِ آخرت کا وعدہ کیا گیا تو انہوں نے ان هی الا موتتنا الاولیٰ کہہ کر موت ثانیہ یعنی قبر والی موت کا انکار کیا اور وما نحن بمنشرین میں صراحتاً حیات آخرت کا انکار ہے اور ضمناً حیات قبر کا بھی انکار ہے، کیونکہ اگر فقط موت ثانیہ کی نفی ہو اور حیات قبر کی نفی نہ ہو تو یہی حیات قبر بعث ونشر ہوگا (جو اُن کے مقصود کے خلاف ہے) (فائدہ: قبر کی حیات کو امام آلوسی رحمہ اللہ نے بعث ونشر اس لیے کہا ہے کہ موت کا وقوع میت کے حق میں قیامت اور آخرت کا قائم ہونا ہے، نیز قبر آخرت کی پہلی منزل ہے، اور حیات قبر موت ثانیہ یعنی دنیوی موت کے بعد یہی میت کے حق میں بعث ونشر ہوگا، پس جب انہوں نے بعث ونشر کی نفی کی تو اس میں صراحتاً بعث عن القبور کی نفی ہے لیکن ضمناً حیات قبر کی نفی بھی ہو جاتی ہے، معلوم ہوا کہ قبر میں حیات وموت اور حیات آخرت کا انکار مشرکین مکہ کا عقیدہ تھا۔ (۳) تفسیر مظہری ج ۸ ص ۳۷۴۔ (۴) تفسیر مدارک مع خازن ج ۴ ص ۱۲۳۔ (۵) تفسیر بیضاوی مع حاشیہ شیخ زادہ ج ۴ ص ۳۱۵۔ (۶) بیان القرآن ج ۳ ص ۲۴۲۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اور (مشرکین مکہ) کہتے ہیں کہ اخیر حالت بس یہی ہمارا دنیا کا مرنا ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہ ہوں گے، اس کو اس لیے اخیر حالت بتایا جاتا ہے کہ پھر موت نہیں، مطلب یہ کہ اخیر حالت وہ حیات اخرویہ نہیں، (اس میں حیاتِ قبر بھی داخل ہے)، بلکہ یہ موت دنیاوی ہی آخری حالت ہے۔

آیت نمبر ۶۹: (سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ)

"أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ" (پ۲۵، سورہ جاثیہ، آیت ۲۱) ترجمہ: جن لوگوں نے برے عمل کمائے کیا اُن کا خیال یہ ہے کہ ہم اُن کو اُن لوگوں کے برابر کریں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ اُن کا مرنا جینا ایک ہی جیسا ہو جائے، بری ہے وہ بات جو وہ طے کیے ہوئے ہیں۔

کفار اور مؤمنین نیکوکار کی حیات اور موت برابر نہیں ہو سکتی، کفار اپنی دنیاوی زندگی میں برے عمل کرتے ہیں اور مؤمنین نیک عمل کرتے ہیں، کفار معصیت اور نافرمانی کرتے ہیں اور مؤمنین طاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں، پس جیسے ان کی دنیاوی زندگی کے اعتبار سے فرق ہے اسی طرح بوقتِ موت اور موت کے بعد پیش آنے والے احوال اور جزائے اعمال کے لحاظ سے بھی فرق ہے جیسا کہ قرآنِ کریم میں یہ فرق بتایا گیا ہے، تفسیر القرآن بالقرآن کے اصول کے مطابق ملاحظہ کیجئے:

موت کے وقت کفار کے لئے وعید اور مار پیٹ ہوتی ہے "وَلَوْ تَرَى إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ" (پ۱۰، سورہ انفال: ۵۰) اور مؤمنین کے بارے

میں ہے ''تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ۔ نَحۡنُ اَوۡلِيٰٓؤُكُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَا تَشۡتَهِىۡۤ اَنۡفُسُكُمۡ وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَا تَدَّعُوۡنَ'' (پ ۲۴، سورہ حم سجدہ، ۳۰، ۳۱) اسی طرح ''اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَكَانُوۡا يَتَّقُوۡنَ۔ لَهُمُ الۡبُشۡرٰى فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ'' (پ ۱۱، سورہ یونس) ان دونوں آیات میں ایک تفسیری قول کے مطابق فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا سے قبر کی زندگی مراد ہے۔

برے اعمال اور نیک اعمال کمائے روح وجسد عنصری کے مجموعہ نے، اکیلی روح یا روح و بدن مثالی کے مجموعہ نے نہیں کمائے، اور محیاھم و مماتھم کی ضمیریں بھی ارواح اور اجسادِ عنصریہ کے مجموعہ کی طرف لوٹتی ہیں، مطلب یہ ہے کہ جیسے کفار کی ارواح و اجسادِ عنصریہ اور مؤمنین کی ارواح و اجسادِ عنصریہ دنیا میں احوال و اعمال کے اعتبار سے برابر نہیں، ایسے ہی اُن کی موت اور موت کے بعد کے احوال اور جزائے اعمال بھی برابر نہیں۔ پس موت اور موت کے بعد راحت و تکلیف کے جو احوال پیش آتے ہیں وہ روح اور جسد عنصری دونوں کو پیش آتے ہیں، اور راحت و تکلیف اور ثواب و عذاب کا پیش آنا موقوف ہے حیات پر، پس اس سے قبر میں جسد عنصری کے لئے حیات ثابت ہوئی۔

تائیدات: (۱) الجمل ج ۴ ص ۱۱۸۔ والمعنى انكار ان يستووا بعد الممات فى الكرامة او ترك المؤاخذة كما استووا فى الرزق والصحة فى الحياة وقوله بعد الممات يقتضى ان المراد بالموت ما بعده من مدة القبر ومدة القيامة وان المراد بالحياة حياة الدنيا۔ مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں کفار کے اس خیال کی تردید ہے کہ کافرین اور مؤمنین موت کے بعد عزت میں یا ترک مؤاخذہ میں برابر ہیں جیسا کہ دنیاوی زندگی کے اندر رزق وصحت میں برابر تھے اور بعد الموت سے مراد ہے موت کے بعد کی قبر اور قیامت کی مدت، اور حیات سے مراد ہے دنیاوی زندگی۔ (۲) روح المعانی ج ۲۵ ص ۱۵۰۔ والمعنى على انكار حسبان أن يستوى الفريقان بعد الممات فى الكرامة أو ترك المؤاخذة كما استويا ظاهرا فى الرزق والصحة فى الحياة۔ مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں کفار کے اس خیال کی تردید ہے کہ موت کے بعد (قبر وحشر میں) کفار اور مؤمنین عزت میں اور ترک مؤاخذہ میں برابر ہیں جیسا کہ دنیاوی زندگی کے اندر رزق اور صحت میں برابر تھے (یعنی نفس رزق اور نفس صحت دونوں فریقوں کو حاصل تھی) (۳) تفسیر کبیر ج ۲۷ ص ۲۶۷۔ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ دونوں فریق کی برابری اور دونوں کے درمیان فرق کی وضاحت میں لکھتے ہیں: فَإِنَّهُمْ يَعِيشُونَ كَافِرِينَ وَيَمُوتُونَ كَافِرِينَ وَالْمُؤْمِنُونَ يَعِيشُونَ مُؤْمِنِينَ وَيَمُوتُونَ مُؤْمِنِينَ... وَعِنْدَ الْقُرْبِ إِلَى الْمَوْتِ۔ فَإِنَّ حَالَ الْمُؤْمِنِ الخ کافر جیتے ہیں کفر کی حالت میں، اور مرتے بھی ہیں کفر کی حالت میں، اور مؤمن جیتے ہیں ایمان کی حالت میں، اور مرتے بھی ہیں ایمان کی حالت میں...... اور بوقتِ موت بھی فرق ہے، مؤمن کی حالت یہ ہوتی ہے جو اس آیت میں ہے: ''اَلَّذِيۡنَ تَتَوَفّٰٮهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيۡنَ يَقُوۡلُوۡنَ سَلٰمٌ عَلَيۡكُمُ ادۡخُلُوا الۡجَـنَّةَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ'' (پ ۱۴، نحل ۳۲)، مؤمنین کو ملائکہ اس حالت میں موت دیتے ہیں کہ وہ (عقیدہ، عمل، اخلاق کے اعتبار سے) پاکیزہ ہوتے ہیں اور فرشتے اُن کو خوشخبری سناتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہے اور تمہیں اللہ کا سلام ہے، جنت میں داخل ہو جاؤ اور کافرین کی حالت یہ ہے: اَلَّذِيۡنَ تَتَوَفّٰٮهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ الخ، فرشتے اُن کو اس حالت میں موت دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہوتا ہے۔ نیز امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَإِنَّمَا يَظْهَرُ الْفَرْقُ بَيْنَهُمَا فِي الْمَمَاتِ ان دونوں جماعتوں کے درمیان

فرق ظاہر ہوتا ہے موت اور مابعد الموت کے احوال میں، (اس میں قبر وحشر کے احوال داخل ہیں) (۴) تفسیر مظہری ج ۸ ص ۳۸۶۔ والمعنی انکار الخ مطلب یہ ہے کہ موت کے بعد (قبر وحشر کے اندر) عزت میں یا ترک مؤاخذہ میں دونوں فریقوں کے برابر ہونے کی تردید ہے جب کہ دنیاوی زندگی میں رزق وصحت کے لحاظ سے برابر تھے۔ (۵) تفسیر زاہدی ج ۲ ص ۲۱۳۔ وھو نفی المساواۃ بین الکافر والمسلم فی الحیاۃ والممات، (اللہ تعالیٰ کی بصیرت افزا باتوں میں سے ایک یہ ہے) کہ دنیاوی زندگی کے احوال اور موت کے احوال میں مسلمان اور کافر کے درمیان برابری کی نفی ہے۔

فائدہ: یعنی مؤمنین دنیاوی زندگی میں طاعت کرتے ہیں جب کہ کافر معصیت اور نافرمانی کرتے ہیں، اور ہر ایک کے ساتھ اُس کی دنیاوی زندگی کے احوال واعمال کے مطابق قبر میں جدا جدا معاملہ ہوتا ہے، اسی طرح حشر میں بھی جدا جدا معاملہ ہوگا۔

(۵) شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی ج ۴ ص ۲۲۴۔ محشی شیخ زادہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جیسے کافرین اور مؤمنین دنیاوی زندگی کے اندر رزق، صحت اور عزت میں برابر تھے بلکہ کبھی کفار کی حالت مؤمنین سے ان دنیاوی نعمتوں کے لحاظ سے زیادہ اچھی ہوتی ہے الا ان مماتھم لیس کحیاتھم فانھم مخذولون مُھانون عند الموت وبعدہ مگر یہ یقینی بات ہے کہ کفار کی موت ان کی حیات کی طرح عمدہ نہیں ہوسکتی، کیونکہ کفار موت کے وقت اور موت کے بعد رسوا اور ذلیل ہوں گے۔ (۶) حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس آیت کی مشہور تفسیر یہ ہے کہ کیا ہم دونوں کی حیات اور دونوں کی موت برابر کردیں گے؟ اور مراد مجموعہ پر انکار فرمانا ہے، مطلب یہ ہے کہ جس طرح حیات میں مؤمن وکافر اکثر امور میں مثل صحت ورزق وعافیت وغیرہ باعتبار نفس امورِ مذکورہ کے برابر برابر رہتے ہیں گو کمیت وکیفیت میں تفاوت ہو، نیز دونوں فریق امیر وغریب، مصیبت زدہ ومریض بھی ہوتے ہیں گو قلت وکثرت کا تفاوت ہو تو کیا بعد موت بھی ان کو برابر رکھیں گے؟ اور ایک کی اطاعت اور دوسرے کی معصیت کا کوئی اثر مرتب نہ ہوگا؟ (بیان القرآن)

فائدہ: حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں ''بعد موت'' کا لفظ قبر وحشر دونوں کو شامل ہے۔

آیت نمبر ۷۰: (مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ)

''وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ'' (پ ۲۱، سورہ روم، آیت ۵۵) اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم لوگ قسم اٹھا کر کہیں گے کہ وہ (دنیا میں یا قبور میں) نہیں ٹھہرے تھے مگر ایک گھڑی۔

یعنی جب آخرت کے نا ختم ہونے والے دن کا اور اس کے نا ختم ہونے والے سخت ترین عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو دنیا یا قبر کی زندگی ان کو ایک گھڑی محسوس ہوگی، اگر قبر میں بالکل زندگی نہیں تو پھر یہ کم اور زیادہ کا تقابل چہ معنی دارد؟ اَلْمُجْرِمُوْنَ کون ہیں؟ ظاہر بات ہے وہ ارواح اور اجسادِ عنصریہ کا مجموعہ ہے، اکیلی ارواح یا ارواح اور اجسادِ مثالیہ کا مجموعہ نہ تھا، پھر قبر میں ٹھہرنے والے بھی اجسادِ عنصریہ تھے، اجسادِ مثالیہ نہ تھے، اور مَا لَبِثُوا کی ضمیر فاعل کا مرجع اَلْمُجْرِمُوْنَ ہے، اور اسی آیت سے آگے لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتٰبِ اللّٰهِ إِلَىٰ يَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ میں ضمیر خطاب کا مصداق بھی ارواح واجسادِ عنصریہ کا مجموعہ

ہے، اس سے ثابت ہوا کہ قبور میں جو ثواب وعذاب کے احوال پیش آتے ہیں اس میں روح وجسد دونوں شریک ہوتے ہیں اور لَبِثَ بمعنی اَقَامَ بِالْمَكَان ہو تو اس کی حقیقتاً نسبت ذی شعور وذی عقل کی طرف ہوتی ہے اس کے لئے قرآن کریم کے درج ذیل مقامات ملاحظہ کیجئے:

پ ۳۔سورہ بقرہ:۲۵۹	پ ۱۱۔سورہ یونس:۱۶	پ ۱۱۔سورہ یونس:۴۵	پ ۱۲۔سورہ ہود:۶۹
پ ۱۲۔سورہ یوسف:۴۲	پ ۱۵۔سورہ اِسراء:۵۲	پ ۱۵۔سورہ اِسراء:۷۶	پ ۱۵۔سورہ کہف:۱۲
پ ۱۵۔سورہ کہف:۱۹	پ ۱۵۔سورہ کہف:۲۵	پ ۱۵۔سورہ کہف:۲۶	پ ۱۶۔سورہ طٰہٰ:۴۰
پ ۱۶۔سورہ طٰہٰ:۱۰۳	پ ۱۶۔سورہ طٰہٰ:۱۰۴	پ ۱۸۔سورہ مؤمنون:۱۱۲	پ ۱۸۔سورہ مؤمنون:۱۱۴
پ ۱۹۔سورہ شعراء:۱۸	پ ۲۰۔سورہ عنکبوت:۱۴	پ ۲۱۔سورہ روم:۵۵	پ ۲۲۔سورہ سبا:۱۴
پ ۲۳،سورہ صافات:۱۴۴	پ ۲۶۔سورہ احقاف:۳۵	پ ۳۰۔سورہ نبا:۲۳	پ ۳۰۔سورہ نازعات:۴۶

حضرت عزیر علیہ السلام سے سوال ہوا: کَمْ لَبِثْتَ۔ انہوں نے جواب دیا: لَبِثْتُ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بَلْ لَّبِثْتَ۔ لیکن جب گدھے، طعام اور مشروب کے بارے میں سوال ہوا تو انداز بدل گیا، فرمایا: فانظر الیٰ طعامك وشرابك لم یتسنّه وانظر الیٰ حمارك۔ جب قبر والوں کی طرف لبث کی نسبت کی گئی ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ اہل قبور کے اجسادِ عنصر یہ میں شعور وادراک ہوتا ہے، خواہ اتنا ہو کہ جس کے ساتھ وہ ثواب وعذاب اور راحت وتکلیف کا احساس کرسکیں اور شعور واحساس موقوف ہے حیات پر۔ (فائدہ: اگر ان میں شعور وحیات نہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے یہ سوال ہی کیوں کریں گے؟ اور اگر یہ سوال ہو گیا تو وہ یہ جواب دے سکیں گے کہ اے اللہ! ہمیں کیا پتہ، ہم تو قبر میں مردہ بے جان تھے۔ لیکن جب ان سے سوال ہو گا تو وہ جواب دیں گے کہ ہم تھوڑی سی مدت ٹھہرے تھے، یہ تب ہوسکتا ہے جب ان میں حیات ہو اور دنیا کی فنائیت اور نفخہ اولیٰ کے درمیان میں انقطاع عذاب سے معلوم ہوا کہ پہلے وہ قبر کے اندر عذاب میں مبتلا رہے، تبھی تو عذاب منقطع ہوا، اور وہ انقطاع بھی صرف اس درمیان والی مدت میں ہوگا، جس کی مقدار حدیث شریف میں چالیس سال مذکور ہے)

تائیدات: (۱۔۲) مدارک وخازن ج ۳ ص ۴۶۷۔ مالبثوا فی القبور أو فی الدنیا غیر ساعة جواب القسم. استقلوا مدة لبثهم فی القبور أو فی الدنیا لهول یوم القیامة وطول مقامهم فی شدائدها أو ینسون أو یکذبون وہ نہیں ٹھہرے قبور میں یا دنیا میں مگر ایک گھڑی، قبور یا دنیا میں ٹھہرنے کی مدت کو قلیل سمجھیں گے قیامت کے ہولناک ہونے کی وجہ سے اور قیامت کی سختیوں میں طویل مدت تک ٹھہرنے کی وجہ سے یا وہ ان شدائد کو دیکھ کر پچھلی چھوٹی سختیوں کو بھول جائیں گے یا وہ جھوٹ بولیں گے۔ (۳) اعراب القرآن للنحاس ج ۳ ص ۱۹۰۔ (۴) مالبثوا فی الدنیا او فی القبور او فیما بین فناء الدنیا والبعث وانقطاع عذابهم (بیضاوی مع شیخ زادہ ج ۴ ص ۳۳) وہ نہیں ٹھہرے تھے دنیا میں یا قبور میں یا دنیا کے فنا ہونے اور قبروں سے اٹھنے کے درمیان جب عذاب ان سے منقطع ہو گیا مگر ایک گھڑی۔ (۵) کلبی اور مقاتل کے حوالہ سے مؤلف آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: مالبثوا سے مراد ہے ما اقاموا فی القبور کما روی عن الکلبی ومقاتل والمراد ما اقاموا بعد الموت... واستدل بها بعضهم علی نفی عذاب القبر ولیس بشیء الخ (روح

المعانی ج ۲۱ ص ۶۰) وہ قبروں میں ایک گھڑی ٹھہرے تھے، اس کا مطلب یہ ہے کہ موت کے بعد وہ قبور میں صرف ایک گھڑی ٹھہرے تھے...... اس سے بعض لوگوں نے عذاب قبر کی نفی پر استدلال کیا ہے لیکن یہ استدلال درست نہیں، کیونکہ اس آیت سے آگے یہ ہے کہ جیسے دنیا میں یہ جھوٹ بولتے تھے اب بھی جھوٹ بول رہے ہیں، تو ان کفار کے اس جھوٹ سے استدلال کیسے ہوسکتا ہے؟ پھر اہل علم اور اہل ایمان ان کی تردید و تکذیب کریں گے لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ، اللہ کی قسم البتہ تحقیق تم یوم البعث تک قبروں میں ٹھہرے رہے۔ (۶) امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ منکرین کے قلیل مدت اور مؤمنین کے کثیر مدت بیان کرنے کی حکمت لکھتے ہیں: ونحن نبين ما هو المعنى اللطيف في هاتين الآيتين الخ ان دو آیتوں کے معنی میں ایک لطیف حکمت ہم بیان کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ جب کسی کے ساتھ عمدہ وعدہ کیا جائے اور اس کے لئے وقت مقرر کردیا جائے تو جس کے ساتھ وعدہ کیا جاتا ہے وہ اس مدت کو کثیر اور طویل سمجھتا ہے کیونکہ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ عمدہ وعدہ جلدی پورا ہو، اور جس کو وعید سنائی جائے اور اس کے لیے بھی وقت مقرر کردیا جائے تو وہ اس مدت کو قلیل سمجھتا ہے، کیونکہ اس کی خواہش ہوتی ہے تاخیر کی، پس جب مجرم کو قبر سے اٹھایا جائے گا اور اس کو معلوم ہوگا کہ آگے اس کا ٹھکانہ آگ ہے تو وہ اپنی لبث فی القبر کی مدت کو قلیل سمجھے گا اور اس کی خواہش ہوگی حشر میں تاخیر کی اور قبر میں باقی رہنے کی، اور مؤمن کو جب معلوم ہوگا کہ آگے اس کا ٹھکانہ جنت میں ہے تو وہ لبث فی القبر کی اپنی اس مدت کو طویل اور کثیر سمجھے گا اور وہ مزید تاخیر کو پسند نہ کرے گا (تفسیر کبیر ج ۲۵ ص ۱۳۷) (۷) تفسیر مظہری ج ۷ ص ۲۴۳۔ (۸) الجمل ج ۳ ص ۳۹۹۔ (۹) تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۴۸۔ امام قرطبی لکھتے ہیں: ليس في هذا رد لعذاب القبر اذ كان قد صح عن النبي ﷺ من غير طريق انه تعوذ منه وامر ان يتعوذ منه... يقول المؤمنون للكفار ردا عليهم لقد لبثتم في قبوركم الى يوم البعث۔ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ سے عذاب قبر کی تردید نہیں ہوتی کیونکہ نبی کریم ﷺ سے متعدد اسناد کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ عذاب قبر سے پناہ مانگتے اور دوسروں کو بھی اس سے پناہ مانگنے کا حکم فرماتے...... اور کفار کے اس جھوٹ کو رد کرنے کے لئے مؤمنین کہیں گے اللہ کی قسم البتہ تحقیق تم اپنی قبور میں یوم البعث تک ٹھہرے رہے۔

آیت نمبر ۱۷: (مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ)

"وَإِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا أُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ وَلَا يُغْنِي عَنْهُمْ مَا كَسَبُوا شَيْئًا وَلَا مَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللهِ أَوْلِيَاءَ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ" (پ ۲۵، جاثیہ ۹، ۱۰)

اور جب ہماری آیتوں میں سے کوئی آیت اِن جھوٹے لوگوں میں سے کسی کے علم میں آتی ہے تو وہ اس کو مذاق بناتا ہے، اِن سب جھوٹے لوگوں کے لئے ایسا عذاب ہوگا جو اُن کو رُسوا کرکے رکھ دے گا۔ ان کے آگے جہنم ہے اور ان کے کمائے ہوئے اموال اور ان کے بنائے ہوئے معبود اُن کو بچا نہ سکیں گے، اور ان کے لیے عذاب عظیم ہے۔

گرائمر کے اعتبار سے مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ جملہ اسمیہ حال ہے أُولٰئِكَ لَهُمْ کی هُمْ ضمیر سے، اس میں اُن کے رُسوا کن عذاب کی تعیین و کیفیت کا بیان ہے، وہ رُسوا کن عذاب جہنم ہے، مِنْ وَّرَآئِهِمْ کا معنی ہے کہ ان کے آگے جہنم ہے، کیونکہ ان کا رُخ جہنم کی طرف ہے اور وہ اس کی طرف آگے بڑھ رہے ہیں، یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے پیچھے جہنم ہے، کیونکہ ان کے لئے جہنم کا عذاب ہوگا موت کے بعد یعنی موت کے پیچھے۔ ان آیات میں دو

عذابوں کا ذکر ہے، ایک رُسوا کن عذاب یعنی جہنم کا، دوسرا عذاب عظیم، دوسرا عذاب جو عذاب عظیم ہے یہ ہوگا آخرت میں، اور جہنم کا رُسوا کن عذاب قبر میں ہوگا، کیونکہ حدیث میں ہے القبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر النیران۔ اب سوال یہ ہے کہ قبر میں عذاب کس کو ہوگا؟ تو ظاہر ہے کہ جو جسم قبر میں ہے عذاب قبر اسی کو ہوگا، اور وہ جسد عنصری ہے یا جسد عنصری کے اجزاء وذرات ہیں۔ نیز اُولٰئِكَ سے اشارہ اُن کی طرف ہے جو جھوٹ بولتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو استہزاء بناتے تھے، وہ نہ اکیلی روح تھی، نہ روح اور جسد مثالی کا مجموعہ تھا، بلکہ روح اور جسد عنصری کا مجموعہ تھا، مطلب یہ ہوگا کہ اِن جھوٹے اور استہزاء کرنے والے لوگوں کے لئے رسوا کن عذاب ہے، پس ثابت ہوا کہ یہ رُسوا کن عذاب روح اور جسد عنصری کو ہوگا اور عذاب موقوف ہے حیات پر، تو اس سے جسد عنصری میں حیات قبر کا عقیدہ ثابت ہوا۔

تائیدات: (۱) تفسیر مظہری ج ۸ ص ۳۸۲۔ قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ پانی پتی لکھتے ہیں ذو اهانة فی القبور ان جھوٹے مستہزئین کے لئے قبروں میں رسوا کن عذاب ہوگا۔ (۲) روح المعانی ج ۲۵ ص ۱۴۴۔ مفسر سید محمود آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ان جهنم لما كانت تتحقق لهم بعد الاجل جعلت كانها خلفهم ان کے لئے جہنم اور عذاب جہنم ثابت ہوگا موت کے بعد، اسی کو یہ عنوان دیا گیا کہ گویا جہنم ان کے پیچھے ہے۔ (۳) تفسیر زاہدی ج ۲ ص ۴۱۱۔ مفسر ابونصر لکھتے ہیں: و از مرگ بعد ایشاں را است دوزخ اور ان کی موت کے بعد ان کے لئے دوزخ ہے۔ (۴) شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی ج ۴ ص ۳۲۲۔ والمصنف جوز قوله بمعنی الخلف ایضا لكون جهنم خلفه بمعنی انها بعد موته اور مصنف رحمہ اللہ نے یہ بھی جائز قرار دیا ہے کہ وراء کا معنی خلف (پیچھے) ہو، کیونکہ بایں معنی جہنم ان کے پیچھے ہے کہ دوزخ کا عذاب میت کے لئے موت کے بعد ہوگا۔ (۵) تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۲۶۔ مفسر خازن لکھتے ہیں لهم عذاب مهین ثم وصفهم فقال تعالی من ورائهم جهنم یعنی امامهم جهنم وذلك خزی لهم فی الدنیا ولهم فی الآخرة النار ان کے لئے رسوا کن عذاب ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد والی ان کی حالت بیان کی ہے کہ ان کے آگے جہنم ہے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں آگ ہے۔ (فائدہ: مفسر خازن نے عذاب مهین کو دنیا کے رسوا کن عذاب پر محمول کیا ہے، اور نار جہنم کو عذاب آخرت قرار دیا ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ موت سے آخرت کا آغاز ہو جاتا ہے اور قبر آخرت کی پہلی منزل ہے اس لیے اس تفسیر کے مطابق عذاب قبر عذاب آخرت کا حصہ ہونے کی وجہ سے عذاب آخرت میں شامل ہے) (۶) تفسیر جلالین۔ علامہ جلال الدین محلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: لهم عذاب مهین ای ذو اهانة من ورائهم جهنم ای امامهم لانهم فی الدنیا، خلاصہ یہ ہے کہ ان کے لئے رسوا کن عذاب ہے، اور چونکہ فی الحال دنیا میں ہیں اس لیے جب وہ دنیا سے کوچ کریں گے تو موت کے بعد اُن کے لیے قبر وحشر میں دوزخ ہے۔

آیت نمبر ۲۷: (لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ)

"أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ. الَّذِينَ اٰمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ. لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ" (پ ۱۱، سورہ یونس، آیت ۶۲ تا ۶۴) ترجمہ: آگاہ ہو جاؤ بے شک اولیاء اللہ کے لئے نہ آگے (قبر وحشر میں) کا کوئی خوف وخطرہ ہے، اور نہ (دنیا چھوڑنے کا) غم ہے (کیونکہ) جو

لوگ ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا اُن کے لئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے۔

دنیا کی زندگی میں خوشخبری کی ایک تفسیر یہ ہے کہ روح کے جدا ہونے سے پہلے قریب المرگ آدمی پر فرشتے اترتے ہیں اور اس کو خوشخبری سناتے ہیں جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے تتنزل علیھم الملئکۃ الا تخافوا الخ (پ ۲۴)، اور وَفِي الْاٰخِرَةِ سے مراد ہے وقوعِ موت اور خروجِ روح کے بعد جب فرشتے روح کو آسمانوں کی طرف لے جاتے ہیں تو اس کو جنت اور رضائے الٰہی کی خوشخبری سناتے ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ حیات دنیا سے مراد ہے دنیاوی زندگی، اس میں سچے خواب اور قریب المرگ آدمی پر فرشتوں کا نزول، اور وَفِي الْاٰخِرَةِ سے مراد ہے آخرت کے وہ تمام مراحل اور تمام منازل جن میں میت کو خوشخبری سنائی جائے گی، اور آخرت کی منازل شروع ہوتی ہیں وقوعِ موت کے ساتھ، جیسا کہ حدیث میں ہے جس پر موت آگئی اُس پر قیامت آگئی، نیز یہ بھی ہے کہ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے۔ اِس خوشخبری پر عمل کب شروع ہوتا ہے؟ قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قریب المرگ کے لئے جب انذار وتبشیر کی خبر سنائی جاتی ہے تو خروجِ روح سے قبل ہی اس کی جھلکیاں اور آثار شروع ہو جاتے ہیں، اور اس پر احادیثِ متواترہ موجود ہیں کہ قبر میں ثواب وعذاب ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ کا مصداق روح وجسد عنصری کا مجموعہ ہے، الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ کا مصداق بھی روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، اور لھُم کی ضمیر کا مرجع الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ہے تو اس ضمیر کا مصداق روح وجسد عنصری کا مجموعہ ہے، پس جن کے لئے حیات دنیا میں خوشخبری سنائی جاتی ہے اور آخرت میں بھی ان کو خوشخبری سنائی جائے گی وہ بھی روح وجسد عنصری کا مجموعہ ہے، لہٰذا موت کے وقت اور موت کے بعد قبر وحشر کے تمام مراحل میں اس خوشخبری کے مطابق ثواب بھی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کے لئے ہوتا ہے، اور جب قبر میں اولیاء الرحمٰن کے روح وجسد عنصری کے لئے ثواب ہے تو اولیاء الشیطان کے روح وجسد عنصری کے لئے عذاب ہوگا، لیکن روح کو اصالۃً اور جسد عنصری کو تبعاً۔

<u>تائیدات</u>: (۱) تفسیر خازن ج ۴ ص ۵۵۔ مفسر خازن لکھتے ہیں: لَهُمُ الْبُشْرٰی أی فی الدنیا وفی الآخرۃ أما فی الدنیا فالثناء علیھم بصالح أعمالھم وعند نزول الموت وعند الوضع فی القبر وأما فی الآخرۃ فعند الخروج من القبر وعند الوقوف للحساب وعند جواز الصراط وعند دخول الجنۃ وفی الجنۃ ففی کل موقف من ھذہ المواقف تحصل لھم البشارۃ بنوع من الخیر ان کے لئے دنیا وآخرت میں بشارت ہے، دنیا میں بشارت کی تفصیل یہ ہے کہ ان کے نیکوکار ہونے کی تعریف، اور موت کے وقت اور قبر میں رکھنے کے وقت بشارت اور آخرت میں بشارت کی تفصیل یہ ہے کہ قبر سے نکلنے کے وقت، حساب کے لئے پیش ہونے کے وقت، پل صراط سے گزرنے کے وقت جنت میں داخل ہونے کے وقت اور جنت میں داخل ہونے کے بعد بشارات، پس ان مذکورہ مراحل میں سے ہر مرحلہ میں ان کو عمدہ قسم کی نئی بشارت حاصل ہوگی۔ (۲) الجمل ج ۲ ص ۳۶۰۔ وقال الزھری وقتادۃ فی تفسیر البشری ھی نزول الملائکۃ بالبشارۃ من اللہ عند الموت ویدل علیہ قولہ تعالیٰ تتنزل علیھم الملائکۃ ان لا تخافوا وقال عطاء عن ابن عباس البشری فی الدنیا عند الموت تأتیھم الملائکۃ بالبشارۃ وفی الآخرۃ عند خروج نفس المؤمن تعرج بھا الی اللہ تعالیٰ وتبشرہ برضوان اللہ تعالیٰ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خوشخبری سے مراد ہے موت کے وقت فرشتوں کا خوشخبری دینے کے لئے اترنا، اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے تتنزل

علیھم الملئکة ان لا تخافوا اور عطاء تابعی رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ دنیا میں بشارت سے مراد ہے موت کے وقت فرشتوں کا خوشخبری لے کر آنا اور فی الآخرة سے مراد ہے کہ روح کے جسد عنصری سے نکلنے کے بعد فرشتوں کا روح کو اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانا اور اس کو رضائے الٰہی کی بشارت سنانا۔ (۳) خازن ج ۲ ص ۳۲۳۔قال الزھری وقتادة الخ (۴) تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۲۴۔ (۵) زاد المسیر ج ۴ ص ۴۴۔ (۶) تفسیر کبیر ج ۱۷ ص ۱۲۸۔ (۷) روح المعانی ج ۱۱ ص ۱۵۱۔ وفی الآخرة کی تفسیر میں مفسر آلوسی لکھتے ہیں: فانھا بشارة المؤمن عند الموت ان اللہ قد غفر لك ولمن حملك الی قبرك فی الآخرة سے مراد یہ ہے کہ موت کے وقت بشارت دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور ان لوگوں کو جو قبر کی طرف آپ کو اٹھا کر لے جائیں گے بخش دیا ہے۔ نیز لکھتے ہیں: فالاولی ان یحمل البشری فی الدارین الخ زیادہ بہتر یہ ہے کہ دار دنیا اور دار آخرت کی بشارت سے وہ تمام بشارات مراد لی جائیں جن سے خوف وحزن کی نفی پختہ ہو جائے وہ جو بھی بشارت ہو سابقہ کلام کا تقاضا یہی ہے، اسی وجہ سے جنت میں داخل ہونے تک مختلف مراحل میں وقتاً فوقتاً ان کو خوشخبری دیتے رہیں گے۔

فائدہ: قبر میں خوشخبری دلیل حیات ہے، کیونکہ خوشخبری زندہ کو دی جاتی ہے، مردہ بے جان کو نہیں دی جاتی، اور قبر میں جسد عنصری ہوتا ہے، پس اس سے قبر کے اندر جسد عنصری میں حیات ثابت ہوئی۔

آیت نمبر ۷۳: (وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَٰلِكَ)

"وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَٰلِكَ" (پ ۲۷، سورہ طور، آیت ۴۷)

ترجمہ: اور بے شک ظالموں کے لئے عذاب ہے قیامت سے پہلے

خلاصہ یہ کہ سب ظالموں سے کے لئے قیامت قائم ہونے سے پہلے عذاب ہے، ایک تفسیر کے مطابق وہ عذاب قبر ہے، الذین ظلموا کون ہیں؟ ظاہر ہے دنیا میں ظلم نہ اکیلی روح نے کیا، نہ روح اور جسد مثالی کے مجموعہ نے کیا، جو بھی دنیا میں ظلم ہوا وہ روح اور جسد عنصری کے مجموعہ نے کیا، پس جنہوں نے ظلم کیا ان کے لئے عذاب قبر ہے اور وہ روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے اور عذاب قبر موقوف ہے حیات پر۔

تائیدات: (۱) روح المعانی ج ۲۷ ص ۴۰۔ وأرید العموم من الموصول فھذا العذاب عذاب القبر أو المصائب الدنیویة اگر الذین ظلموا میں عموم ہو (یعنی ہر ظالم مراد ہو) تو اس عذاب سے عذاب قبر مراد ہے یا دنیاوی مصائب مراد ہیں۔ (۲) زاد المسیر ج ۸ ص ۶۰۔انہ عذاب القبر قالہ البراء وابن عباس حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس عذاب سے عذاب قبر مراد ہے۔ (۳) تفسیر کبیر ج ۲۸ ص ۲۷۳۔ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر عذاب سے بدر کے دن کا عذاب مراد ہو تو الذین ظلموا سے اہل مکہ مراد ہوں گے، وان قلنا العذاب ھو عذاب القبر فالذین ظلموا عام فی کل ظالم اور اگر عَذَابًا دُونَ ذَٰلِكَ سے عذاب قبر مراد ہو تو الذین ظلموا عام ہے جو ہر ظالم کو شامل ہے۔ (۴) شیخ زادہ ج ۴ ص ۴۰۶۔ شیخ زادہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: والمعنی لھم عذاب الخ مطلب یہ ہے کہ اُس دن یعنی نفخہ اولیٰ کے دن سے پہلے عذاب ہے، اگر الذین ظلموا عام ہو جو ہر ظالم کو شامل ہو تو اس عذاب سے

عذاب قبر مراد ہے، اور اگر الذین ظلموا سے خاص ظالم مراد ہوں (جیسے اہل مکہ) تو اس عذاب سے دنیاوی مؤاخذہ اور سات سال کا قحط مراد ہے۔ (۵) تفسیر قرطبی ج ۱۷ ص ۸۷۔ (۶) البحر المحیط ج ۸ ص ۱۵۳۔ (۷) تفسیر مظہری ج ۹ ص ۱۰۱۔ (۸) تفسیر خازن ج ۴ ص ۲۰۳۔ (۹) فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ج ۳ ص ۴۰۴۔

آیت نمبر ۴۷: (الخ)

"مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى" (پ ۱۶، سورہ طٰہٰ، آیت ۵۵)

ترجمہ: ہم نے اِسی زمین سے تمہیں پیدا کیا اور اِسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اِسی سے تم کو دوسری مرتبہ نکالیں گے۔

اس آیت میں خطاب کی تین ضمیریں ہیں، ان میں خطاب اکیلی روح یا روح اور بدن مثالی کو نہیں، کیونکہ ان کو زمین سے نہیں پیدا کیا گیا، اور نہ قیامت کے دن روح اور بدن مثالی کو قبروں سے نکالا جائے گا، اللہ تعالیٰ نے زمین سے پیدا کیا جسد عنصری کو، موت کے بعد زمین میں لوٹایا بھی جاتا ہے جسد عنصری، اور قبر سے نکالا بھی جائے گا جسد عنصری، اور جس جگہ جسد عنصری کو لوٹایا جاتا ہے اور جس سے نکالا جائے گا وہی اس کی قبر ہے، پس قبر کے اندر سوال وجواب اور ثواب وعذاب کی جو بھی کارروائی ہے وہ روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کے ساتھ ہوتی ہے، کیونکہ قبر میں جسد عنصری ہے، اور روح کا اس کے ساتھ ایک غیر معلوم الکیفیت معنوی تعلق ہوتا ہے۔

واضح رہے: کہ دخول فی القبر سے لے کر خروج من القبر تک حیات کے اعتبار سے میت کے لیے تین مراحل ہیں اور تینوں مراحل کے احوال جدا جدا ہیں۔ (۱) قبر کے اندر میت کے جسد عنصری میں روح کو داخل کر کے اُس میں دنیا کی طرح کامل شعور پیدا کر کے اس سے منکر نکیر سوال کرتے ہیں۔ (۲) سوال جواب کے بعد روح کو بدن سے جدا کر کے علیین یا سجین میں ٹھہرایا جاتا ہے لیکن روح کا جسد عنصری کے ساتھ غیر معلوم الکیفیت معنوی تعلق باقی رہتا ہے جس کی وجہ سے میت کے بدن عنصری میں اتنی حیات پیدا ہو جاتی ہے جس کے ساتھ وہ راحت وتکلیف اور لذت ودرد کا احساس کر سکے۔ پس قبر میں روح کا بدن سے جدا ہو جانا اور تعلق باقی رہنا ناقص درجے کی موت ہے اور ناقص درجے کی حیات ہے، نہ کامل حیات ہے نہ کامل موت ہے، بلکہ ناقص حیات اور ناقص موت ہے، روح کا بدن سے جدا ہونا موت ہے لیکن جسم عنصری کے ساتھ تعلق قائم رہنا حیات ہے۔ (۳) قبر میں کامل موت ہوگی محو اولی کے ساتھ۔ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ میں ان تین مراحل اور ان کے احوال کی طرف اجمالی اشارہ ہے، جس کی تفصیل دوسری آیات اور احادیث میں ہے کہ قبر میں اعادۂ روح کے بعد سوال وجواب ہوتا ہے، سوال وجواب کے بعد روح جدا ہو کر علیین یا سجین میں چلی جاتی ہے لیکن جسد عنصری کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے، اسی بقائے تعلق کی وجہ سے ثواب وعذاب ہوتا ہے جو دلیل حیات ہے۔

تائیدات: (۱) تفسیر قرطبی ج ۱۱ ص ۲۱۰۔ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ کے تحت امام قرطبی رحمہ اللہ قبر کی حالت بتانے کے لئے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ جب مؤمن بندے کی روح کو فرشتے آسمانوں کی طرف لے جاتے ہیں تو اس روح کو بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ سب آسمانوں سے گزارتے ہوئے ساتویں آسمان کی طرف لے جاتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے اس بندے کا اعمال نامہ علیین میں رکھ دو اور اس کو زمین کی طرف لوٹا دو، کیونکہ میں نے ان کو اسی زمین سے پیدا کیا ہے اور ان کو اسی میں

لوٹا دوں گا، اور اسی زمین سے ان کو دوسری مرتبہ نکالوں گا۔ اعادۂ روح اسی جسد میں ہوتا ہے جس کو زمین سے پیدا کیا اور جس کو زمین کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور جس کو اسی زمین سے قیامت کے دن دوبارہ نکالا جائے گا، اور وہ جسد عنصری ہے، معلوم ہوا کہ روح کو جسد عنصری میں لوٹایا جاتا ہے اور سوال وجواب بھی اسی سے ہوتا ہے۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے پوری حدیث کو اپنی کتاب التذکرہ میں ذکر کیا ہے، اس تفصیلی حدیث میں میت کو قبر میں بٹھانے اور منکر نکیر کے سوال کا اور قبر میں ثواب وعذاب کا ذکر بھی ہے، اس سے قبر کے اندر سوال وجواب کے وقت میت کے جسد عنصری میں کامل حیات اور کامل شعور وادراک ثابت ہوتا ہے، اس کے بعد بقدر احساس حیات ہوتی ہے۔ (۲) روح البیان ج ۵ ص ۴۰۱۔ مفسر الشیخ اسماعیل حقی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اے محمد! آپ کے رب نے آپ کو سلام کہا ہے، اور وہ فرماتے ہیں کیا وجہ ہے میں آپ کو غمگین دیکھ رہا ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبریل! قیامت کے دن میری امت کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ میں نے اس میں طویل سوچ بچار کیا ہے۔ جبریل نے کہا اہل کفر کے معاملہ میں یا اہل اسلام کے معاملہ میں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا الٰہ الا اللہ محمدٌ رسول اللہ پڑھنے والوں کے بارے میں۔ جبریل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑا اور آپ کو بنی سلمہ کے قبرستان میں لے جا کر کھڑا کیا، پھر اپنا دایاں پَر ایک میت کی قبر پر مارا اور کہا قم باذن اللہ، تو فوراً ایک سفید چہرے والا آدمی قبر سے کھڑا ہوا اور اس نے لَا الٰہ الا اللہ محمدٌ رّسول اللہ پڑھا، جبریل نے اس کو کہا اپنی جگہ کی طرف لوٹ جاؤ، وہ اپنی قبر میں پہلی جگہ کی طرف جیسے تھا ویسے ہی لوٹ گیا، پھر جبریل نے اپنا بایاں پَر ایک اور قبر پر مارا اور کہا قم باذن اللہ، تو فوراً ایک سیاہ چہرے اور نیلی آنکھوں والا آدمی کھڑا ہوا اس نے کہا واحسرتاہ وانداماتاہ ہائے افسوس! ہائے ندامت، اس کو جبریل نے کہا جیسے تو پہلے تھا ویسے ہی اپنی جگہ کی طرف لوٹ جا، پھر کہا اے محمد! اسی حالت پر لوگ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں اس حالت میں موت آئے گی جس حالت میں زندگی گزارو گے، پھر قبروں سے اس حالت میں اٹھائے جاؤ گے جس حالت میں مرو گے۔

فائدہ: خلاصہ یہ کہ قبر میں اور قبر سے نکلتے وقت آدمی کی وہی حالت ہوگی جس حالت میں وہ دنیا کے اندر زندہ رہا، اگر زندگی میں اس کو نماز کے ساتھ محبت تھی اور خوب نماز پڑھتا تھا تو قبر میں اور حشر میں اس کو نماز کی توفیق نصیب ہوگی، اگر تلاوت قرآن زیادہ پسند تھی تو قبر وحشر میں یہی نعمت اس کو نصیب ہوگی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قبر میں بدن عنصری کے اندر حیات ہوتی ہے، اور اگر مؤمن ہوتا ہے تو وہ قبر میں اپنی زندگی والی محبوب عبادت سے لطف اندوز ہوتا رہتا ہے، اگر کافر ہوتا ہے تو کفر کے عذاب میں مبتلا رہتا ہے) (۳) تفسیر کبیر ج ۲۲ ص ۷۰۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ کی تفسیر میں تین اقوال نقل کیے ہیں، تیسرا یہ ہے: المراد عذاب القبر عن البراء قال خرجنا الخ اس سے عذاب قبر مراد ہے، اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے کے لئے نکلے، آپ نے عذاب قبر کا ذکر کیا اور اس سوال کا بھی ذکر کیا جس کے ساتھ مؤمن اور کافر کو قبر میں مخاطب بنایا جاتا ہے اور اس کی روح کو اس کے جسم میں (سوال کے وقت) لوٹایا جاتا ہے، اور ان کو زمین کی طرف لوٹانے کے وقت فرماتے ہیں: بے شک میں نے ان کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میں نے ان کو زمین سے پیدا کیا ہے اور میں ان کو اسی زمین میں لوٹاؤں گا، اور میں دوسری مرتبہ اسی زمین سے ان کو نکالوں گا۔

فائدہ: اگر منہا نخرجکم کی مراد وہ ہو جو امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے کہ اس سے عذاب قبر مراد ہے تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب جسد کو زمین میں لوٹا دیا جاتا ہے یعنی اس کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کو زمین یعنی مٹی سے نکال کر آگ میں ڈالا جاتا ہے یا قبر کو ہی آگ بنا دیا جاتا ہے، اسی کو مجازاً نُخرِجُکم کہا گیا ہے، جیسا کہ قوم نوح کے بارے میں ہے اغرقوا فادخلوا نارا اور آل فرعون کے بارے میں ہے النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا اور حدیث میں ہے القبر روضة من ریاض الجنة اور حفرة من حفر النیران۔

آیت نمبر ۷۵: (مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ)

"قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ" (پ ۲۸، سورہ ممتحنہ، آیت ۱۳)

ترجمہ: مغضوب علیہ قوم آخرت (کے ثواب) سے مایوس ہے جیسا کہ قبروں والے کافر (اللہ کی رحمت سے) مایوس ہیں۔

مِنْ أَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ مِنْ ابتداء غایت کے لئے ہے، معنی یہ ہے کہ زندہ کفار مایوس ہیں اہل قبور کے دنیا میں لوٹنے سے اور ان کی ملاقات سے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ مِنْ بیانیہ ہے جس سے الکفار کی تعیین ہے، مطلب یہ ہے کہ اہل قبور کافر اللہ کی رحمت سے مایوس ہیں اور پُرامید ہونا یا مایوس ہونا زندہ کی صفت ہے، بے جان، بے شعور مُردہ پُرامید یا مایوس نہیں ہوتا، جب قرآن میں آ گیا کہ قبروں والے کافر اللہ کی رحمت سے مایوس ہیں تو یہ تب ہو سکتا ہے جب اُن اہل قبور کفار میں حیات ہو، اور جب قبروں میں کفار کے اجساد عنصریہ میں حیات ہے تو مؤمنین کے اجساد عنصریہ میں بطریق اَولیٰ حیات ہوگی، اور انبیاء علیہم السلام کے اجساد عنصریہ میں مؤمنین سے بھی بطریق اَولیٰ حیات ہوگی۔

تائیدات: (۱) شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی ج ۴ ص ۴۸۸۔ ویحتمل ان یکون من لبیان الجنس ... کما یئس الکفار الذین هم اصحاب القبور من خیر الآخرة وثوابها وذالك ان الکافر الخ اور یہ بھی احتمال ہے کہ مِنْ أَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ سے کفار کی جنس کی تعیین ہو یعنی کفار جو قبور میں جا چکے ہیں وہ آخرت کی بھلائی اور آخرت کے ثواب سے مایوس ہیں، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب کافر کو اُس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس ایک خوفناک اور ہیبت ناک فرشتہ آتا ہے، اس سے سوال کرتا ہے من ربك، ما دينك، من نبيك، کافر کہتا ہے میں نہیں جانتا، فرشتہ کہتا ہے اللہ نے تجھے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے، دیکھ آگ میں اپنے ٹھکانے کی طرف، وہ پکار اٹھتا ہے ہائے ہلاکت، ہائے بربادی، فرشتہ کہتا ہے اے اللہ کے دشمن! یہ تیرا ٹھکانہ ہے، پھر جنت کا دروازہ کھولا جاتا ہے، فرشتہ کہتا ہے یہ اُن لوگوں کے لئے ہے جو اللہ پر ایمان لائے، اگر تو ایمان لاتا تو اِس جنت میں داخل ہوتا، پس اُس پر حسرت وندامت طاری ہو جاتی ہے اور اس کی امید ختم ہو جاتی ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ اس کے لئے جنت میں کوئی حصہ نہیں اور وہ جنت کی خیر و برکت سے مایوس ہو جاتا ہے۔ (۲) روح البیان ج ۹ ص ۴۸۶۔ من بیان للکفار ... ای یئس منها الذین ماتوا منهم الخ۔ مِنْ أَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ سے کفار کی تعیین ہے یعنی آخرت سے وہ کفار مایوس ہیں جو مر چکے ہیں کیونکہ وہ حقیقت حال پر واقف ہو گئے اور انہوں نے آخرت کی دائمی نعمتوں سے اپنی محرومی کا اور آخرت کے دردناک عذاب میں مبتلا ہونے کا مشاہدہ کر لیا ہے۔ آگے مؤلف رحمۃ اللہ علیہ تابعی مفسر مقاتل کے حوالہ سے قبر میں کفار کی وہی حالت نقل کی ہے جو شیخ زادہ میں ہے۔ (۳) الجمل ج ۴

ص ۳۴۴۔ (۴۔ ۵) تفسیر خازن ومدارک ج ۴ ص ۲۸۰۔ یئس الذین ماتوا علی الکفر وصاروا فی القبور من أن یکون لهم ثواب فی الآخرة وذلك أن الکفار إذا دخلوا قبورهم أیسوا من رحمة الله تعالی وہ لوگ جو کفر پر مرے اور قبروں میں چلے گئے وہ اس بات سے مایوس ہیں کہ ان کے لئے آخرت میں ثواب ہو، اور یہ اس وجہ سے کہ کفار جب اپنی قبروں میں داخل ہوتے ہیں تو وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں۔ (۶) تفسیر قرطبی ج ۱۸ ص ۷۶۔ یئس الکفار المقبورون من حظ یکون لهم فی الآخرة من رحمة الله وقال القاسم بن ابی بزة ... من مات من الکفار یئس من الخیر۔ مایوس ہیں وہ کفار جو مدفون ہیں اس بات سے کہ ان کے لئے آخرت میں اللہ کی رحمت کا حصہ ہو، اور قاسم بن ابی بزہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: جو کفار مر چکے وہ خیر سے مایوس ہیں۔ (۷) تفسیر زاہدی ج ۲ ص ۱۴۵۱۔ یعنی المشرکین الذین ماتوا علی الکفر وهم من اصحاب القبور عن رحمة الله وثوابه لانهم عاینوا عذاب الله وعلموا انه لیس لهم فی الآخرة الا النار۔ یعنی وہ مشرکین جو کفر پر مرے اور وہ قبروں میں چلے گئے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اور اس کے ثواب سے مایوس ہیں کیونکہ انہوں نے اللہ کے عذاب کا مشاہدہ کر لیا اور جان لیا کہ اُن کے لئے آخرت میں صرف اور صرف آگ ہی ہے (اور قبر بھی من وجہ آخرت کا حصہ ہے) (۸) تفسیر البحر المحیط ج ۸ ص ۲۵۹۔ مِنْ لِبَیَانِ الْجِنْسِ أَیِ الْکُفَّارُ الَّذِینَ هُمْ أَصْحَابُ الْقُبُورِ، وَالْمَأْیُوسُ مِنْهُ مَحْذُوفٌ، أَیْ کَمَا یَئِسَ الْکُفَّارُ الْمَقْبُورُونَ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ لِأَنَّهُ إِذَا کَانَ حَیًّا لَمْ یُقْبَرْ، کَانَ یُرْجَی لَهُ أَنْ لَا یَیْأَسَ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ، إِذْ هُوَ مُتَوَقَّعٌ إِیمَانُهُ. وَهٰذَا تَأْوِیلُ مُجَاهِدٍ وَابْنِ جُبَیْرٍ وَابْنِ زَیْدٍ. وَقَالَ ابْنُ عَطِیَّةَ: وَبَیَانُ الْجِنْسِ أَظْهَرُ۔ لفظ من کفار کی جنس کو بیان کرنے کے لئے ہے یعنی وہ کفار جو اہل قبور ہیں وہ مایوس ہیں، اور کس چیز سے مایوس ہیں؟ یہ محذوف ہے یعنی کفار جو مدفون ہیں وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہیں، کیونکہ جب تک کافر دنیا میں زندہ ہوتا ہے اس کے لیے امید کی جا سکتی ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو کیونکہ اس کے ایمان کی توقع ہوتی ہے، مجاہد رحمہ اللہ، سعید بن جبیر رحمہ اللہ، اور ابن زید رحمہ اللہ نے یہی تفسیر کی ہے، اور ابن عطیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہی تفسیر زیادہ قوی ہے۔ (۹) تفسیر مظہری ج ۹ ص ۲۶۹۔ والمعنی کما یئس الکفار الذین صاروا فی القبور من ان یکون لهم حظ وثواب فی الاخرة کذلك یئس الیهود من الاخرة حیا فی الدنیا کذا قال مجاهد وسعید بن جبیر۔ جیسا کہ وہ کفار جو قبروں میں ہیں مایوس ہیں اس بات سے کہ اُن کے لئے آخرت میں حصہ اور ثواب ہو، اسی طرح یہود جو دنیا میں زندہ ہیں وہ بھی آخرت سے مایوس ہیں، مجاہد رحمہ اللہ تابعی اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ تابعی نے یہی تفسیر کی ہے۔ (۱۰) روح المعانی ج ۲۸ ص ۸۲۔ والمعنی أن یأس هؤلاء من الآخرة کیأس الکفار الذین ماتوا وسکنوا القبور وتبینوا حرمانهم من نعیمها المقیم اور مطلب یہ ہے کہ زندہ کفار آخرت سے ایسے ہی مایوس ہیں جیسا کہ وہ کفار مایوس ہیں جو مر چکے ہیں اور مرنے کے بعد قبور میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور ان پر آخرت کی دائمی نعمتوں سے محرومی واضح ہو چکی ہے۔ (۱۱) بیان القرآن ج ۳ ص ۳۸۹۔ وہ آخرت کے خیر و ثواب سے ایسے ناامید ہو گئے ہیں جیسے کفار جو قبروں میں مدفون ہیں خیر و ثواب آخرت سے ناامید ہیں۔ جو کافر مر جاتا ہے بوجہ اس کے کہ اس کو معائنہ آخرت کا ہو جاتا ہے، حقیقت امر پر یقین کے ساتھ مطلع ہو جاتا ہے کہ اب میری ہرگز بخشش نہ ہو گی۔

آیت نمبر ۷۶: (کَلَّا سَيَعْلَمُونَ)

"کَلَّا سَيَعْلَمُونَ، ثُمَّ کَلَّا سَيَعْلَمُونَ" (پ ۳۰، سورہ نبا) ترجمہ: ہرگز نہیں، عنقریب وہ جان لیں گے، پھر ہرگز نہیں، عنقریب وہ جان لیں گے۔

یعنی وہ کفار جو قیامت کے منکر ہیں موت کے وقت اور قبر میں جان لیں گے کہ دنیاوی موت کے بعد قبر میں زندگی، موت اور قیامت برحق ہیں، موت کے بعد موت وحیات اور قیامت کا انکار کیا روح اور جسد عنصری نے، اور روح وجسد عنصری بوقت موت اور قبر میں اور قیامت میں ان کے حق ہونے کو جان لیں گے اور جاننا موقوف ہے حیات پر، کیونکہ جاننا زندہ کی صفت ہے۔

تائیدات: (۱) تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۷۲۔ سَيَعْلَمُونَ ای الکافرون المنکرون کونہ حقا عند النزع وفی القبر... والتکریر للمبالغۃ والدلالۃ علی لحوق الوعید مرتین أحدھما فی القبر وثانیھما بعد البعث۔ یعنی وہ کافر جو قیامت کے حق ہونے کا انکار کرتے ہیں وہ عنقریب جان لیں گے نزع کے وقت اور قبر میں...... اور یعلمون کا تکرار مبالغہ کے لئے ہے اور اس پر دلالت کرنے کے لئے ہے کہ ان منکرین پر یہ وعید دو مرتبہ لاحق ہوگی، ایک قبر میں، اور دوسری مرتبہ قبروں سے اٹھنے کے بعد۔ (۲) الجمل ج ۴ ص ۱۷۴۔ وقیل الاول عند النزع والثانی فی القیامۃ یعنی پہلے یعلمون سے مراد یہ ہے کہ وہ نزع کے وقت (قبر میں) پیش آنے والے عذاب کو جان لیں گے اور دوسرے یعلمون سے مراد ہے کہ قیامت کے دن جان لیں گے۔

فائدہ: قیامت کا انکار کیا روح اور جسد عنصری کے مجموعہ نے، تو سوف یعلمون کے ساتھ وعید بھی منکرین قیامت کے لئے ہے، اور وہ روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، پس انکار قیامت کی وجہ سے جو عذاب کی کارروائی ہے وہ بھی روح اور جسد عنصری کے لئے ہوگی۔

آیت نمبر ۷۷: (أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ)

"أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ، ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ" (پ ۲۹، سورہ قیامہ: ۳۴، ۳۵)

ترجمہ: ہلاکت ہے تیرے لیے، پھر ہلاکت ہے، پھر ہلاکت ہے تیرے لیے پھر ہلاکت ہے۔

اس آیت سے پہلے اس آدمی کا ذکر ہے جس نے رسول ﷺ اور قرآن کریم کی تصدیق نہ کی، بلکہ تکذیب کی، اعراض کیا، اور اکڑپن اختیار کیا ہے، یہ سب کچھ روح اور جسد عنصری کے مجموعہ نے کیا، اُسی کو خطاب کر کے چار جگہوں میں ہلاکت یعنی عذاب کی وعید سنائی گئی ہے، موت کے وقت، قبر میں، قبروں سے اٹھنے کے وقت، اور دوزخ میں۔ قبر میں عذاب دلیل حیات ہے۔

تائیدات: (۱) أَوْلَىٰ لَكَ الموت فَأَوْلَىٰ لك العذاب فی القبر (لباب التفسیر للکرمانی ص ۳۵۵۸) (۲) ویل لك یوم الموت وویل لك فی القبر وویل لك حین البعث وویل لك فی النار (تفسیر مدارک مع خازن ج ۴ ص ۳۶۲) (۳) الْمَعْنَىٰ أولی لَكَ الْمَوْت فَأولی لَكَ الْعَذَاب فِي الْقَبْر ثُمَّ أولی لَكَ أهوال الْقِيَامَة وَأولی لَكَ عَذَاب النَّار (اسرار التکرار لتاج القراء ص ۲۴۳) (۴) کان الفقیہ أبو زکریا یحیی

بن نوح البقرینی یقول: إن ذلك باعتبار الأزمنة. أي أولى الهلاك في الدنيا، فأولى لك الهلاك في القبر في زمن البرزخ. ثم أولى الهلاك يوم القيامة في الحشر، فأولى لك الهلاك حين دخول النار (تفسیر ابن عرفہ ج ۴ ص ۳۲۵) (۵) أي ويل لك يوم تموت ثم في القبر ثم في البعث ثم في النار (التوضیح شرح البخاری لابن ملقن ج ۲۳ ص ۴۷۵) (۶) المعنى أولى لك الموت. فأولى لك العذاب في القبر ثم أولى أهوال القيامة. فأولى لك عذاب النّار. (بصائر ذوی التمیز للفیروز آبادی ص ۴۹۲) (۷) ويل لك في الدنيا. ثم في القبر. ثم حين البعث. ثم في النار (فتح الرحمن لمجیر الدین ج ۷ ص ۲۲۸) (۸) أراد بالأول الهلاك الدنيوي وفي القبر والبرزخ ثم في القيامة ثم في النار (تفسیر البحر المدید ج ۷ ص ۱۹۱) (۹) چار مرتبہ لفظ ہلاکت و بربادی استعمال کیا گیا کہ مرنے کے وقت پھر مرنے کے بعد قبر میں پھر حشر ونشر کے وقت، پھر جہنم میں داخلے کے وقت یہ مصیبت و بربادی تیرا (کافر کا) حصہ ہے۔ (معارف القرآن ج ۸ ص ۶۲۸)

آیت نمبر ۷۸: (وَلَقَدۡ صَبَّحَهُمۡ بُكۡرَةً عَذَابٌ مُّسۡتَقِرٌّ)

''وَلَقَدۡ صَبَّحَهُمۡ بُكۡرَةً عَذَابٌ مُّسۡتَقِرٌّ'' (پ ۲۷، سورہ قمر، آیت ۳۸)

ترجمہ: اور البتہ تحقیق ان پر صبح سویرے ایسا عذاب آیا جو ان پر (قیامت تک) قائم رہنے والا ہے۔

پیچھے قوم لوط کے احوال کا ذکر ہے۔(۱) انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی۔ (۲) ان پر پتھروں کی بارش ہوئی مگر لوط علیہ السلام کا گھرانہ بچ گیا۔ (۳) لوط علیہ السلام کے ساتھ اللہ کی پکڑ کے متعلق جھگڑا کیا۔ (۴) فرشتے بے ریش خوبرو لڑکوں کی شکل میں مہمان بن کر لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو قوم لوط نے لوط علیہ السلام کو ورغلا کر بدنیتی سے اُن لڑکوں کو لے جانے کی کوشش کی۔ (۵) اللہ نے ان کو اندھا کر دیا۔ ان سب احوال کا تعلق روح اور جسد عنصری کے ساتھ ہے کہ یہ سب کچھ روح اور جسد عنصری دونوں نے مل کر کیا ہے۔ (۶) اس کے بعد فرمایا: اللہ نے صبح سویرے اُن پر جن کے مذکورہ احوال ہیں برقرار رہنے والا عذاب بھیج دیا۔ پس جیسے مذکورہ احوال کا تعلق روح اور جسد عنصری کے ساتھ ہے عذاب مستقر بھی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر واقع ہوا۔ نیز عذاب مستقر کا تحقق تقاضا کرتا ہے کہ دنیاوی عذاب اور عذاب قبر اور عذاب آخرت کا محل ایک ہو، وہ روح اور جسد عنصری ہے اور عذاب آنے کے بعد اُن پر تا قیامت برقرار ہے۔ اس سے عذاب قبر ثابت ہوتا ہے، اور عذاب قبر موقوف ہے حیات پر۔

تائیدات: (۱) تفسیر مظہری ج ۹ ص ۱۴۱۔ ای یستقر بهم بعد الموت عذاب القبر حتی یسلمهم الی النار المؤبدة یعنی موت کے بعد اُن پر قبر کا عذاب برقرار ہے حتی کہ وہ اُن کو دائمی آگ کے عذاب کی طرف سپرد کر دے گا۔ (۲) البحر المحیط ج ۸ ص ۱۸۲۔ عَذَابٌ مُّسۡتَقِرٌّ أَيْ لَمْ يَكْشِفْهُ عَنْهُمْ كَاشِفٌ بَلِ اتَّصَلَ بِمَوْتِهِمْ ثُمَّ بِمَا بَعْدَ ذَلِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ثُمَّ عَذَابِ جَهَنَّمَ مفسر عذاب مستقر کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یعنی کسی چیز نے بھی ان سے عذاب کو دور نہ کیا بلکہ وہ عذاب طمس (یعنی اندھا ہونا) اُن کی موت تک جاری رہا، پھر موت کے وقت عذاب آیا، اس کے بعد عذاب قبر ہے، پھر عذاب جہنم ہے۔ (۳) تفسیر کبیر ج ۲۹ ص ۶۳۔ ثَانِيهَا: دَائِمٌ. فَإِنَّهُمْ لَمَّا أُهْلِكُوا نُقِلُوا إِلَى الْجَحِيمِ. فَكَأَنَّ مَا أَتَاهُمْ عَذَابٌ لَا يَنْدَفِعُ بِمَوْتِهِمْ. فَإِنَّ الْمَوْتَ يُخَلِّصُ مِنَ الْأَلَمِ الَّذِي يَجِدُهُ الْمَضْرُوبُ مِنَ الضَّرْبِ وَالْمَحْبُوسُ مِنَ الْحَبْسِ. وَمَوْتُهُمْ مَا خَلَّصَهُمْ۔ امام

رازی رحمۃ اللہ علیہ مستقر کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس کا معنی ہے دائم (ہمیشہ) کیونکہ جب وہ ہلاک کیے گئے تو وہ جہنم کی طرف منتقل کر دیئے گئے، پس گویا کہ اُن پر جو دنیاوی زندگی میں عذاب آیا اُن کی موت کے ساتھ وہ ختم نہ ہوا، کیونکہ موت اُس درد سے نجات کا ذریعہ بنتی ہے جس کو مضروب ضرب کی وجہ سے محسوس کرتا ہے، اور قیدی قید کی وجہ سے محسوس کرتا ہے، لیکن ان کی موت ان کے عذاب سے خلاصی کا ذریعہ نہ بن سکی (کیونکہ موت کے بعد قبر میں اُس سے بھی سخت عذاب میں مبتلا ہو گئے اور جب قبروں سے اٹھیں گے تو آخرت میں سخت ترین عذاب اُن پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسلط کر دیا جائے گا) (۴) تفسیر روح البیان ج۹ ص ۲۷۸۔ یستقر بھم ویثبت لا یفارقھم حتی یفضی بھم الی النار یعنی الخ۔ مفسر عذاب مستقر کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اُن پر عذاب ثابت اور برقرار ہے، ان سے جدا نہیں ہوا، حتیٰ کہ وہ عذاب اُن کو دوزخ تک پہنچائے گا، یعنی یہ عذاب دائمی ہے جو آخرت کے عذاب کے ساتھ متصل ہے، اور استقرار والی صفت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس سے پہلے جو عذاب آیا اندھا ہونے والا وہ موت کے ساتھ ختم ہو گیا، خلاصہ یہ کہ اُن پر بستی کو الٹ دینے والا عذاب اور اُن پر پتھروں کی بارش کا ہونا یہ عذاب دنیاوی ہے جو اخروی عذاب کے ساتھ متصل نہیں لیکن خسف اور پتھروں والا عذاب عذاب آخرت کے ساتھ متصل ہے، کیونکہ وہ اسی عذاب کے ساتھ برزخ کی طرف منتقل ہوئے اور برزخ آخرت کے ساتھ متصل ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان میں اسی طرف اشارہ ہے من مات فقد قامت قیامتہ پس موت کا زمانہ قیامت کے زمانے کے ساتھ متصل ہے جیسا کہ دنیا کے زمانے ایک دوسرے کے ساتھ متصل ہیں۔ (۵) روح المعانی ج ۲۷ ص ۹۱۔ یستقر بھم ویدوم حتی یسلمھم الی النار یعنی اُن پر عذاب برقرار ہے اور ہمیشہ سے اُن پر جاری ہے حتیٰ کہ وہ ان کو دوزخ کی طرف سپرد کرے گا۔ (۶) تفسیر قرطبی ج ۱۷ ص ۱۴۴۔ (۷) تفسیر بیضاوی مع شیخ زادہ ج ۴ ص ۴۲۴۔ یستقر بھم حتی یسلمھم الی النار۔ (۸) تفسیر زاہدی ج ۲ ص ۴۹۳۔ مستقر ای غیر زائل عنھم حتی یوافوا جھنم عذاب اللہ الاکبر۔ یعنی عذاب اُن سے زائل نہیں ہوگا حتیٰ کہ وہ جہنم تک پہنچ جائیں گے جو اللہ کا بڑا عذاب ہے۔ (۹) جلالین مع جمل ج ۴ ص ۲۴۹۔ دائم متصل بعذاب الآخرۃ۔ (۱۰) بیان القرآن ج ۳ ص ۱۳۳۸ اور پھر صبح سویرے ہی اُن پر عذاب دائمی آ پہنچا۔

آیت نمبر ۷۹: (وَاعْفُ عَنَّا)

"وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا" (پ ۳، سورہ بقرہ کی آخری آیت: ۲۸۶)

ترجمہ: ہمیں معاف فرما، ہمیں بخش دے، ہم پر رحم کر۔

دعا میں تین لفظ ہیں اور تینوں کا وقت جدا جدا ہے، یعنی بوقت موت، موت کی سختی سے محفوظ رکھ، اور قبر میں بخشش فرما کر عذاب قبر سے بچا لے، اور قیامت کے خوفناک اور مصیبت والے دن ہم پر رحم فرما۔ قبر میں عذاب قبر سے نجات و بخشش کی دعا اس پر موقوف ہے کہ قبر میں جسد عنصری کے اندر حیات ہو، اور اگر حیات نہ ہو تو اس کے لیے عذاب کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے، تو نجات و بخشش طلب کرنا بے فائدہ ہے۔

تائیدات: (۱) روح المعانی ج ۳ ص ۱۷۔ اس کی تفسیر میں مفسر سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وَاعْفُ عَنَّا فی سکرات الموت وَاغْفِرْ لَنَا فی ظلمۃ القبور وَارْحَمْنَا فی أھوال یوم النشور۔ سکرات موت کے

وقت ہم سے درگزر کر، اور قبور کی ظلمت کے وقت ہمیں بخش دے، اور روز قیامت کی ہولنا کیوں کے وقت ہم پر رحم فرما۔ (۲) تفسیر کبیر ج ۷ ص ۱۶۰۔ اِنَّ الْعَفْوَ أَنْ يُسْقِطَ عَنْهُ الْعِقَابَ، وَالْمَغْفِرَةَ أَنْ يَسْتُرَ عَلَيْهِ جُرْمَهُ صَوْنًا لَهُ مِنْ عَذَابِ التَّخْجِيلِ وَالْفَضِيحَةِ. كَأَنَّ الْعَبْدَ يَقُولُ: أَطْلُبُ مِنْكَ الْعَفْوَ وَإِذَا عَفَوْتَ عَنِّي فَاسْتُرْهُ عَلَيَّ فَإِنَّ الْخَلَاصَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ إِنَّمَا يَطِيبُ إِذَا حَصَلَ عَقِيبَهُ الْخَلَاصُ مِنْ عَذَابِ الْفَضِيحَةِ. وَالْأَوَّلُ: هُوَ الْعَذَابُ الْجِسْمَانِيُّ. وَالثَّانِي: هُوَ الْعَذَابُ الرُّوحَانِيُّ۔ عفو یہ ہے کہ اُس سے عذاب ٹل جائے، مغفرت یہ ہے کہ مجرم کے جرم پر پردہ ڈال دیا جائے تا کہ وہ شرمندگی اور رسوائی کے عذاب سے بچ جائے، گویا بندہ کہتا ہے کہ اے اللہ! میں تجھ سے معافی طلب کرتا ہوں، اور جب تو مجھے معاف کر دے تو مجھ پر پردہ پوشی کر، کیونکہ عذاب قبر سے نجات وخلاصی تبھی اچھی محسوس ہوتی ہے جب اس کے بعد رُسوائی کے عذاب سے بھی نجات حاصل ہو جائے، اول عذاب جسمانی ہے اور دوسرا رسوائی والا عذاب روحانی ہے۔ (فائدہ: عذاب قبر دلیلِ حیات ہے، کیونکہ عذاب موقوف ہے حیات پر، آدمی یہ دعا اپنی دنیاوی زندگی میں کرتا ہے، اس لیے عفو، مغفرت اور رحم کا طالب روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، اکیلی روح یا روح اور جسم مثالی کا مجموعہ یہ دعا نہیں کرتا، بلکہ یہ دعا کرتا ہے روح اور جسد عنصری کا مجموعہ۔ سکرات موت کے وقت عفو کی دعا، اور عذاب قبر کی مغفرت کی دعا، اور قیامت کی ہولنا کیوں اور رسوائیوں سے بچنے کی دعا، یہ تینوں دعائیں بندہ روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کے لئے کرتا ہے، معلوم ہوا کہ یہ احوال روح اور جسد عنصری کو پیش آتے ہیں، اسی لیے یہ دعائیں بھی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کے لئے ہیں) (۳) تفسیر ثعلبی ج ۲ ص ۳۰۹۔ وَاعْفُ عَنَّا فی سکرات الموت وَاغْفِرْ لَنا فی ظلمة القبر وَارْحَمْنا فی ظلمة القبر۔ (۴) تفسیر البحر المحیط ج ۲ ص ۷۶۷۔ وَاعْفُ عَنَّا فِي سَكَرَاتِ الْمَوْتِ وَاغْفِرْ لَنَا فِي ظُلْمَةِ الْقَبْرِ وَارْحَمْنَا فِي أَهْوَالِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

آیت نمبر ۸۰: (وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ)

"وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ" (پ ۳۰، الضحیٰ ۴) اور آپ کی پچھلی حالت پہلی حالت سے بہتر ہوگی۔

اس آیت کی مفسرین نے دو تفسیریں کی ہیں، ایک یہ کہ آخرت سے مراد عالم آخرت ہے اور اُولیٰ سے مراد عالم دنیا ہے، مطلب یہ کہ آپ ﷺ کے لئے جو آخرت میں نعمتیں ہیں وہ دنیا کی نعمتوں سے بہت بہتر ہیں، دوسری تفسیر یہ ہے کہ آخرت سے مراد پچھلی حالت اور اُولیٰ سے مراد پہلی حالت ہے یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو ترقی دیں گے اور آپ کی بعد والی حالت پہلی حالت سے بہتر ہوگی ہے اور یہ ترقی جیسے آپ کی حیات میں ہوئی وفات کے بعد بھی یہ ترقی جاری ہے، چنانچہ مولانا محمد حسین نیلوی شہداء کے بارے میں لکھتے ہیں "ترقی درجات ہر وقت اُن کی ہو رہی ہے خصوصاً حضرت امام الانبیاء خاتم النبیین ﷺ جن کی ترقی میں کسی کو کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے" (ندائے حق ج ۱ ص ۲۶) پہلی تفسیر کے مطابق قبر آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے پس قبر آخرت کا آغاز ہے، اور آیت میں جس خیر کی خوشخبری سنائی گئی ہے قبر سے اُس کا آغاز ہو جاتا ہے، اور دوسری تفسیر کے مطابق آیت میں عموم ہے اور اپنے ظاہری عموم کے اعتبار سے قبل الوفات اور بعد الوفات کے دونوں زمانوں کو شامل ہے، مطلب یہ کہ قبل الوفات بھی اللہ تعالیٰ یہ ترقی دیں گے، اور بعد الوفات بھی درجات کے اعتبار سے ترقی جاری رہے گی اور اس پر فریقین کا

اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کی بعد الوفات والی حیات دنیا والی حیات سے افضل، اکمل اور اعلیٰ ہے، اور القبر روضة من ریاض الجنة کا مقتضا بھی یہی ہے، فرق یہ ہے کہ قائلین حیات روح اور جسد عنصری دونوں کے لئے یہ اعلیٰ حیات مانتے ہیں جب کہ منکرین حیات صرف روح کے لئے اس اعلیٰ حیات کے قائل ہیں، اور جسم عنصری کے لئے حیات، علم، عقل اور شعور کے قائل نہیں، اُن کے نزدیک نبی علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کی قبروں میں صرف اجساد محفوظ ہیں جو دوسرے کمالات سے خالی ہیں۔ قائلین حیات کا عقیدہ اس آیت کے مطابق ہے کیونکہ اس آیت میں خطاب روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو ہے، جس سے معلوم ہوا کہ آغاز آخرت یعنی قبر اور قبل الوفات اور بعد الوفات کی حالت جو بہتر بتائی گئی ہے یہ روح اور جسد عنصری دونوں کے لئے ہے، اس لیے قائلین حیات کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی جسد عنصری عالم دنیا میں حقیقتاً جسمانی حیات کے ساتھ زندہ تھا، اور وفات کے بعد وہی جسد عنصری دنیا والی حیات سے اعلیٰ، افضل، اقویٰ، ادوم حیات کے ساتھ زندہ ہے، پس یہ بعد والی حالت پہلی حالت سے بہتر ہے اور منکرین حیات کا عقیدہ یہ ہے کہ عالم دنیا میں جسد عنصری میں حیات، علم، عقل و شعور تھا، لیکن وفات کے بعد صرف جسم عنصری محفوظ ہے لیکن اس میں نہ حیات ہے نہ علم، عقل اور شعور ہے، اس کے مطابق بعد والی حالت پہلی حالت سے گھٹیا ہے، اور یہ اس آیت کے خلاف ہے، عقیدہ وہ ہونا چاہیے جو قرآن کریم کے مطابق ہو۔

<u>تائیدات</u>: (۱) فاخبره بأن حاله في الدار الاخرة خير له وأعظم من ذلك او المعنى وللاخرة اى الحالة الاخرة خير لك من الاولى ونهاية أمرك خير من بداية (تفسير مظهرى) اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خبر دی کہ آپ کی دار آخرت میں جو حالت ہے وہ اس دنیا والی حالت سے بہتر ہوگی...... یا اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کی پچھلی حالت پہلی حالت سے بہتر ہوگی، اور آپ کے امر دین کی انتہاء اس کی ابتداء سے بہتر ہوگی۔ (۲) وللآخرة خير لك من الأولى... أو لنهاية أمرك خير من بدايته فإنه ﷺ لا يزال يتصاعد في الرفعة والكمال (تفسير بيضاوى) اور البتہ آخرت آپ کے لئے دنیا سے بہتر ہے...... یا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے امر دین کی انتہاء اس کی ابتداء سے بہتر ہوگی کیونکہ آپ ﷺ ہمیشہ بلندی اور کمال میں ترقی کرتے رہیں گے۔ (۳) اور اگر آخرت اور اُولیٰ کو اپنے لغوی مفہوم میں لے لیا جائے تو ترجمہ بہترین ہو جاتا ہے اور عین موقع محل کے مطابق ہے، اُولیٰ سے مراد پہلی حالت ...... اور آخرت سے مراد پچھلی حالت جو آنے والی ہے۔ یہ حضور ﷺ کے رُو بہ ترقی ہونے کی طرف اشارہ ہے، ہر پچھلی آنے والی حالت آپ کی پہلی حالت سے اچھی ہو گی (تبیان الفرقان ج ۸ ص ۴۹۲) (۴) آپ ﷺ کی ہر حالت لاحقہ ہر حالت سابقہ سے افضل و اکمل ہے (حاشیہ بیان القرآن از حضرت تھانوی رحمہ اللہ ج ۳ ص ۴۹۳) (۵) یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ اس جگہ آخرت کو اس کے لفظی معنی میں لیا جائے یعنی پچھلی حالت، جیسا کہ لفظ اُولیٰ کے لفظی معنی پہلی حالت کے ہیں، تو مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کے انعامات برابر زیادہ ہی ہوتے چلے جائیں گے، کہ ہر پہلی حالت سے پچھلی حالت بہتر اور افضل ہوتی چلی جائے گی، اس میں علوم و معارف اور قرب الٰہی کے درجات میں ترقی بھی داخل ہے۔ (معارف القرآن از مفتی محمد شفیع ج ۸ ص ۷۶۶)

آیت نمبر ۸۱: (وَاَنَّهُ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا)

"وَاَنَّهُ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا" (النجم ۴۴) اور بے شک اللہ ہی ہے جس نے موت واقع کی اور جس نے زندہ کیا۔

سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موت کہاں دی؟ اور کہاں زندہ کیا؟ (۱) مفسر اسماعیل حقی لکھتے ہیں: و بس می میراند بوقتِ اجل در دنیا و زندہ مے سازد در قبر اور اللہ ہی مقرر اجل پر دنیا میں موت دیتا ہے اور وہی قبر میں زندہ کرتا ہے۔ (روح البیان ج۹ ص ۲۵۳)

فائدہ: قبر میں جسد عنصری ہے اس لیے قبر میں زندہ بھی جسد عنصری کو کیا جاتا ہے، نیز زندہ کرتا ہے موت دینے کے بعد، اور موت روح یا جسد مثالی پر واقع نہیں ہوتی بلکہ موت واقع ہوتی ہے روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر، تو قبر میں احیاء بھی جسد عنصری کا ہوتا ہے، اس لیے مفسر اسماعیل حقی اَمات کو مقدم کرنے کی وجہ لکھتے ہیں: لان موت الجسد قبل حیاته فی القبر ۔اَمات کو اس لیے مقدم کیا گیا ہے کہ جسد (عنصری) کی موت اس کی حیات فی القبر سے پہلے ہے۔ مفسر کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں موت اور قبر میں حیات کا محل ایک ہے اور وہ ہے جسد عنصری۔

(۲) تفسیر قشیری ج ۳ ص ۲۹۰۔ أماته فی الدنیا وأحیاه فی القبر فالقبر إما للراحة وإما للإحساس بالعقوبة ۔یعنی اس کو موت دی دنیا میں، پھر اس کو زندہ کیا قبر میں، پس قبر یا راحت کے لئے ہے یا عذاب کے احساس کے لئے ہے۔

آیت نمبر ۸۲: (الخ)

"أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَائِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهٖ" (پ ۲۳، الزمر ۹)

ترجمہ: کیا وہ شخص جو رات کے وقت کھڑے ہو کر اور سجدہ میں گر کر عبادت کرتا ہے اور آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید بھی رکھتا ہے (وہ اور جو اس جیسا نہیں دونوں کا انجام ایک جیسا ہوگا؟، ایسا ہرگز نہیں)

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے منکرین عذاب قبر کا اعتراض نقل کیا، وہ کہتے ہیں اگر ارضی قبر میں عذاب ہوتا تو جیسے اس آیت میں آخرت سے ڈرایا گیا ہے اسی طرح قبر سے بھی ڈرایا جاتا، پھر اس کے جواب میں لکھتے ہیں فنقول قوله یحذر الأخرة تدخل فیه الحیاة الأخرة سواء کانت فی القبر او فی القیامة (تفسیر کبیر ج ۲۷ ص ۲۱) ہم کہتے ہیں یحذر الأخرة میں حیات آخرت داخل ہے عام ہے کہ وہ قبر میں ہو یا قیامت میں ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبِّ يَسِّرْ وَأَعِنْ

باب دوم ...... احادیث مبارکہ (۱۴۴)

احادیث کی صحت وضعف کے اصول

تلقی بالقبول

حدیث اگرچہ سنداً ضعیف ہو لیکن اس پر امت کا اجماع ہو اور اس کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہو جائے تو وہ حدیث بالاتفاق حجت ہوتی ہے اور متواتر شمار ہوتی ہے، اور حدیث متواتر اتنی قوی ہوتی ہے کہ اس کے راویوں کی جانچ پڑتال کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس کی تائیدات ملاحظہ کیجئے:

۱...... قد یحکم للحدیث بالصحة اذا تلقاه الناس بالقبول وان لم یکن له اسناد صحیح الخ (قواعد فی علوم الحدیث ص ۶۰) حدیث کی اگرچہ سند صحیح نہ ہو لیکن جب اس کو مجتہدین اور محققین علماء قبول کر لیں تو اس حدیث کو صحیح قرار دیا جائے گا۔ جیسے حدیث ھو الطھور مائہ محدثین کے نزدیک سنداً ضعیف ہے لیکن علماء کے نزدیک اس کو تلقی بالقبول حاصل ہے اس لیے امام بخاری جیسے عظیم محدث نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے اور قبول عند العلماء کبھی قولاً ہوتا ہے اور کبھی عملاً۔ بلکہ جس حدیث کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہو جائے وہ حدیث متواتر شمار ہوتی ہے (ایضاً ص ۶۲) اور جو حدیث متواتر ہو وہ رُواۃ کی تحقیق و توثیق کی محتاج نہیں ہوتی۔

۲...... وَإِنْ كَانَتْ هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ لَا تَثْبُتُ مِنْ جِهَةِ الْإِسْنَادِ لٰكِنْ لَمَّا تَلَقَّتْهَا الْكَافَّةُ عَنِ الْكَافَّةِ غَنُوا بِصِحَّتِهَا عِنْدَهُمْ عَنْ طَلَبِ الْإِسْنَادِ لَهَا فَكَذٰلِكَ حَدِيثُ مُعَاذٍ لَمَّا احْتَجُّوا بِهِ جَمِيعًا غَنُوا عَنْ طَلَبِ الْإِسْنَادِ لَهُ (الفقیہ و المتفقہ للخطیب البغدادی ج ۱ ص ۱۸۷۔ اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۹۵، فصل حدیث معاذ فی الاجتہاد و القیاس) اگرچہ یہ احادیث سند کے اعتبار سے ثابت نہیں لیکن جب ہر دور کے سب علماء نے ان کو قبول کیا ہے تو ان کے نزدیک یہ احادیث اپنی صحت میں سند سے بے نیاز ہیں، پس اسی طرح جب حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سب نے حجت پکڑی تو یہ بھی سند کی محتاج نہ رہی۔

۳...... يُحْكَمُ لِلْحَدِيثِ بِالصِّحَّةِ إِذَا تَلَقَّاهُ النَّاسُ بِالْقَبُولِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ إِسْنَادٌ صَحِيحٌ (تدریب الراوی للسیوطی ج ۱، ص ۶۶) کسی حدیث کی سند اگرچہ صحیح نہ ہو لیکن جب اُس کو علماء کے ہاں شرف قبولیت حاصل ہو جائے تو اُس حدیث پر صحت کا حکم لگایا جائے گا۔

۴...... وَقَدْ رُوِيَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بِإِسْنَادٍ لَا يَصِحُّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ الدِّينَارُ أَرْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ قِيرَاطًا وَهٰذَا الْحَدِيثُ وَإِنْ لَمْ يَصِحَّ إِسْنَادُهُ فَفِي قَوْلِ جَمَاعَةِ الْعُلَمَاءِ بِهِ وَإِجْمَاعِ النَّاسِ عَلَى مَعْنَاهُ مَا يُغْنِي عَنِ الْإِسْنَادِ فِيهِ (التمہید لابن عبد البر ج ۲۰، ص ۱۴۵) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا دینار ۲۴ قیراط کا ہوتا ہے۔ یہ حدیث اگرچہ سند کے لحاظ سے صحیح نہیں لیکن علماء کی جماعت کا قول یہی ہے اور اس کے معنی پر علماء کا اجماع ہے جس کی وجہ سے یہ حدیث سند کی محتاج نہیں رہتی۔

۵...... من جملة صفات القبول التی لم یتعرض لها شیخنا أن یتفق العلماء علی العمل بمدلول حدیث، فإنه یقبل حتی یجب العمل به. وقد صرح بذلك جماعة من أئمة الأصول. ومن أمثلته قول الشافعی -رضی الله عنه-: "وما قلت من أنه إذا غیر طعم الماء وریحه ولونه یروی عن النبی -صلی الله علیه وسلم- من وجه لا یثبت أهل الحدیث مثله ولکنه قول العامة لا أعلم بینهم فیه خلافا". وقال فی حدیث: "لا وصیة لوارث": "لا یثبته أهل العلم بالحدیث. ولکن العامة تلقته بالقبول وعملوا به حتی جعلوه ناسخا لآیة الوصیة للوارث (النکت لابن حجر ج ۱ ص ۴۹۴) مقبول حدیث کی صفات میں سے یہ صفت ہے کہ علماء اُس حدیث کے معمول بہ ہونے پر متفق ہوں تو اُس حدیث کو قبول کیا جائے گا اور اس پر عمل کرنا واجب ہوگا، اور ائمہ اصول کی ایک جماعت نے اس کی صراحت کی ہے، اس کی مثال امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ پانی کا ذائقہ، بُو، اور رنگ بدل جائے تو پانی نجس ہو جاتا ہے، یہ فرمان نبی کریم ﷺ سے ایسی سند کے ساتھ مروی ہے جو محدثین کے نزدیک ثابت نہیں، لیکن سب علماء کا قول یہی ہے اور میرے

علم کے مطابق اس میں کسی کا اختلاف نہیں"۔ اسی طرح امام شافعی نے فرمایا کہ یہ حدیث لا وصیۃ لوارث، محدثین کے نزدیک ثابت نہیں، لیکن سب علماء نے اس کو قبول کیا ہے، اس پر عمل کیا ہے، حتی کہ اس حدیث کو اُس آیت کے لئے ناسخ قرار دیا ہے جس میں وارث کے لئے وصیت کرنے کا حکم ہے۔

۶...... وَقَدِ اسْتَعْمَلَتِ الْأُمَّةُ هٰذَيْنِ الْحَدِيثَيْنِ فِي نُقْصَانِ الْعِدَّةِ، وَإِنْ كَانَ وُرُودُهُ مِنْ طَرِيقِ الْآحَادِ فَصَارَ فِي حَيِّزِ التَّوَاتُرِ لِأَنَّ مَا تَلَقَّاهُ النَّاسُ بِالْقَبُولِ مِنْ أَخْبَارِ الْآحَادِ فَهُوَ عِنْدَنَا فِي مَعْنَى الْمُتَوَاتِرِ (احکام القرآن للجصاص ج ۱ ص ۳۸۶) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث مروی ہے طلاق الامة تطليقتان وعدتها حيضتان، یہ حدیث اگرچہ خبر واحد ہے لیکن علمائے امت نے ان دونوں حدیثوں کو لونڈی کی عدت کے کم ہونے میں عملاً اختیار کیا ہے اس لیے یہ متواتر شمار ہوتی ہے، کیونکہ اخبار آحاد میں سے جس حدیث کو علمائے امت قبول کرلیں وہ ہمارے نزدیک متواتر کے حکم میں ہوتی ہے۔

۷...... فَالْخَبَرُ الَّذِي تَلَقَّاهُ الْأَئِمَّةُ بِالْقَبُولِ تَصْدِيقًا لَهُ أَوْ عَمَلًا بِمُوجَبِهِ يُفِيدُ الْعِلْمَ عِنْدَ جَمَاهِيرِ الْخَلَفِ وَالسَّلَفِ وَهٰذَا فِي مَعْنَى الْمُتَوَاتِرِ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۱۸ ص ۴۸) پس جس حدیث کو ائمہ حضرات کے ہاں شرف قبولیت حاصل ہو جائے اس کی تصدیق کرنے کی صورت میں یا اس کے مقتضا پر عمل کرنے کی صوت میں، تو وہ حدیث جمہور سلف وخلف کے نزدیک قطعی علم کا فائدہ دیتی ہے، اور متواتر حدیث کے حکم میں شمار ہوتی ہے۔

۸...... فاستدللنا بما وصفتُ، من نقلِ عامّة أهل المغازي عن النبي أن: "لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ"، على أنّ المواريث ناسخة للوصية للوالدين والزوجة، مع الخبر المُنْقَطع عن النبي، وإجماع العامّة على القول به (الرسالۃ للشافعی ص ۱۳۷) امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ حدیث جس کو سب اہل مغازی نے نبی علیہ السلام سے نقل کیا ہے یعنی لا وصیۃ لوارث، ہم نے اس کو اس پر دلیل بنایا ہے کہ یہ حدیث والدین اور زوجہ کے لئے وصیت کے حکم کے لئے ناسخ ہے حالانکہ یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ سب علماء کا اس حدیث پر اجماع ہے۔

۹...... إِذَا تَلَقَّتِ الْأُمَّةُ الضَّعِيفَ بِالْقَبُولِ يُعْمَلُ بِهِ عَلَى الصَّحِيحِ، حَتَّى إِنَّهُ يُنَزَّلُ مَنْزِلَةَ الْمُتَوَاتِرِ فِي أَنَّهُ يَنْسَخُ الْمَقْطُوعَ بِهِ؛ وَلِهٰذَا قَالَ الشَّافِعِيُّ - رَحِمَهُ اللّٰهُ - فِي حَدِيثِ: ⑪لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ⑫: إِنَّهُ لَا يُثْبِتُهُ أَهْلُ الْحَدِيثِ، وَلٰكِنَّ الْعَامَّةَ تَلَقَّتْهُ بِالْقَبُولِ، وَعَمِلُوا بِهِ حَتَّى جَعَلُوهُ نَاسِخًا لِآيَةِ الْوَصِيَّةِ لَهُ (فتح المغیث للسخاوی ج ۱ ص ۳۵۰) جب ضعیف حدیث کو علمائے امت کے نزدیک شرف قبولیت حاصل ہو جائے تو اُس پر صحیح حدیث کی طرح عمل کیا جائے گا، حتی کہ اُس کو متواتر کا درجہ دیا جائے گا اور وہ قطعی حکم کے لئے ناسخ بن سکتی ہے، اسی لیے امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث لا وصیۃ لوارث، محدثین کے نزدیک ثابت نہیں، لیکن سب علماء نے اس کو قبول کیا ہے، اس پر عمل کیا ہے، اور اس کو آیت وصیت کے لئے ناسخ قرار دیا ہے۔

۱۰...... امام ترمذی حدیث نقل کرتے ہیں: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا اسْتَوَى عَلَى الْمِنْبَرِ اسْتَقْبَلْنَاهُ بِوُجُوهِنَا (حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب منبر پر تشریف فرما ہوتے تو ہم اپنا رخ آپ ﷺ کی طرف کر لیتے) پھر اس حدیث پر تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں ایک راوی محمد بن الفضل ضعیف اور ذاہب الحدیث ہے، اور یہ بھی لکھا کہ اس سلسلہ میں نبی ﷺ سے کوئی حدیث بھی صحیح نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ لکھتے ہیں: وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى

اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَغَیْرِھِمْ ۔ اہل علم صحابہ ودیگر اہل علم کے نزدیک عمل اسی حدیث پر ہے (یہی تلقی بالقبول ہے)

تعدد اسناد

اگر حدیث سنداً ضعیف ہو لیکن وہ متعدد سندوں سے ثابت ہو تو وہ قوی ہو جاتی ہے، اور اگر حدیث صحیح یا حسن ہو تو تعدد اسناد سے اس کی قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کی تائیدات ملاحظہ فرمائیں:

۱...... الحدیث الحسن لذاته اذا روی من غیر وجه ولو وجها واحدا اخر قوی وارتفع من درجة الحسن الی درجة الصحیح (قواعد فی علوم الحدیث ص ۸۷) حدیث حسن لذاتہ جب متعدد طرق سے مروی ہو اگرچہ دوسری سند ایک ہو تو حسن لذاتہ درجہ صحت میں آجاتی ہے۔

۲...... ھَذِہِ الْأَسَانِیدُ وَإِنْ کَانَتْ ضَعِیفَةً فَھِيَ إِذَا ضُمَّ بَعْضُھَا إِلَی بَعْضٍ أَخَذَتْ قُوَّةً (شعب الایمان للبیهقی ج۵ ص ۳۳۳، الترغیب والترهیب ج۲ ص ۱۷، نصب الرایة ج۱ ص ۹۳، المقاصد الحسنة للسخاوی ص ۴۷۲، مرقاۃ المفاتیح ج۴ ص ۱۳۵۰ باب فضل الصدقه کا آخر، ماثبت بالسنة ص ۱۷) یہ سندیں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن جب بعض اسناد بعض کے ساتھ مل جائیں تو اس سے حدیث قوی ہو جاتی ہے۔

۳...... وبکثرة طرقه یصحح وانما یحکم له بالصحة عند تعدد الطرق لأن للصورة المجموعة قوة تجبر القدر الذی قصر (شرح نخبۃ الفکر لابن حجر ص ۲۶) حسن لذاتہ تعدد طرق کی وجہ سے درجہ صحت کو پہنچ جاتی ہے، کیونکہ متعدد طرق کے مجموعہ سے ایسی قوت حاصل ہو جاتی ہے جو کمی کو دور کر دیتی ہے۔

۴...... فَإِنَّ أُبَیًّا ھَذَا ضَعَّفَهُ - لِسُوءِ حِفْظِهِ - أَحْمَدُ وَابْنُ مَعِینٍ وَالنَّسَائِیُّ، وَحَدِیثُهُ حَسَنٌ، لَکِنْ تَابَعَهُ عَلَیْهِ أَخُوهُ عَبْدُ الْمُھَیْمِنِ فَارْتَقَی إِلَی دَرَجَةِ الصِّحَّةِ (تدریب الراوی ج۱ ص ۱۹۲) امام احمد، یحییٰ بن معین اور امام نسائی نے اُبی (ایک راوی) کو سوءِ حفظ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے، اور اسی کی حدیث حسن ہے، لیکن اس کا بھائی عبدالمہیمن اس کے ساتھ موافقت کرتا ہے اس متابع وموافقت کی وجہ سے درجہ صحت کی طرف ترقی کر جاتی ہے۔

۵...... وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ وَلَهُ شَاھِدٌ عِنْدَ أَبِي الشَّیْخِ عَنْ سَعِیدِ بْنِ جُبَیْرٍ یَرْتَقِي إِلَی دَرَجَةِ الصَّحِیحِ (الاتقان للسیوطی ص ۱۲۰) اس حدیث کی سند حسن ہے، اور ابوالشیخ کے نزدیک سعید بن جبیر کی سند سے اس کا شاہد ہے، جس کی وجہ سے یہ حدیث درجہ صحت کی ترقی کر جاتی ہے۔

۶...... وَإِسْنَادہ حسن لکنه لتعدد طرقه یرتقي إِلَی دَرَجَةِ الصِّحَّةِ (التیسیر بشرح الجامع الصغیر للمناوی ج۱ ص ۱۶۳) اس حدیث کی سند حسن ہے لیکن تعدد طرق کی وجہ سے درجہ صحت کی طرف ترقی کر جاتی ہے۔

۷...... إِنَّ الْأَحَادِیثَ الثَّلٰثَةَ فِي التَّشَھُّدِ بِاجْتِمَاعِھَا تَرْتَقِي إِلَی دَرَجَةِ الْحَسَنِ (فتح الباری لابن حجر ج۳ ص ۹۹، باب من لم یتشهد فی سجدتی السهو۔ المواهب اللدنیة ج۳ ص ۲۵۶۔ بذل المجهود ج۴ ص ۲۷۴) تشہد کے بارے تینوں احادیث کا مجموعہ (سند کے ضعف کے باوجود) درجہ حسن تک پہنچ جاتا ہے۔

۸...... ھُوَ مُرْسَلٌ لَکِنَّهُ اعْتُضِدَ بِمَجِیئِهِ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ مَوْصُولًا أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ مِنْ حَدِیثِ أَنَسٍ وَفِي إِسْنَادِهِ أَبُو مَعْقِلٍ لَا یُعْرَفُ حَالُهُ فَقَدِ اعْتَضَدَ کُلٌّ مِنَ الْمُرْسَلِ وَالْمَوْصُولِ بِالْآخَرِ وَحَصَلَتِ الْقُوَّةُ مِنَ الصُّورَةِ الْمَجْمُوعَةِ (فتح الباری ج۱ ص ۲۹۳، باب مسح الراس کله۔ النکت علی کتاب ابن الصلاح لابن

حجر ج ۲ ص ۵۶۶، النوع التاسع المرسل) یہ حدیث مرسل ہے، لیکن اس کی تائید ہوتی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دوسری متصل حدیث کے ساتھ جس کو امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے اور اس کی سند میں ابو معقل راوی غیر معروف ہے، اس کے باوجود مرسل اور موصول ایک دوسرے کے لئے مؤید ہیں تو دونوں کے مجموعہ سے قوت حاصل ہو جاتی ہے۔

۹...... وَالظَّاهِرُ أَنَّ مَجْمُوعَ الْأَحَادِيثِ يُحْدِثُ مِنْهَا قُوَّةٌ تَدُلُّ عَلَى أَنَّ لَهُ أَصْلًا (التلخیص الحبیر ج ۱ ص ۱۲۸) (ایک مسئلہ پر مختلف ضعیف الاسناد احادیث لکھ کر فرماتے ہیں) ظاہر یہ ہے کہ متعدد احادیث کے مجموعہ سے ایسی قوت پیدا ہو جاتی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حدیث اصلاً ثابت ہے۔

۱۰...... والحدیث الضعیف اذا تعدد طرقه ولو طریقا واحدة اخری ارتقی بمجموع ذالك الی درجة الحسن وكان محتجا به (قواعد فی علوم الحدیث ص ۸۷) ضعیف حدیث کی جب اسناد متعدد ہوں اگرچہ ایک سند دوسری ہو تو دونوں کا مجموعہ درجہ حسن کی طرف ترقی کر جاتا ہے اور وہ حدیث حجت بن جاتی ہے۔

۱۱...... وَلَا بِدْعَ فِي الِاحْتِجَاجِ بِحَدِيثٍ لَهُ طَرِيقَانِ لَوِ انْفَرَدَ كُلٌّ مِنْهُمَا لَمْ يَكُنْ حُجَّةً. كَمَا فِي الْمُرْسَلِ إِذَا وَرَدَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ مُسْنَدٍ أَوْ وَافَقَهُ مُرْسَلٌ آخَرُ بِشَرْطِهِ (تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۷۴) ایسی حدیث کے ساتھ حجت پکڑنے میں کوئی حرج نہیں جس کی دو سندیں ایسی ہوں کہ ان میں سے ہر ایک حجت نہ ہو، جیسے مرسل حدیث جب اس کی دوسری مرفوع متصل سند موجود ہو یا دوسری مرسل سے اُس کی موافقت ہو تو وہ مرسل حجت ہوگی۔

۱۲...... وقد احتج جمهور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا كثرت طرقه والحقوه بالصحیح تارة والحسن اخری (المیزان الكبری للشعرانی ج ۱ ص ۶۷، فصل فی تضعیف قول من قال ان ادلة مذهب الامام ابی حنیفة ضعیفة غالبا) جب ضعیف حدیث کی سندیں کثیر ہوں تو جمہور محدثین اس سے حجت پکڑتے ہیں اور اس کو کبھی صحیح کے ساتھ اور کبھی حسن کے ساتھ لاحق کرتے ہیں۔

۱۳...... هَذِهِ طُرُقٌ مُتَكَثِّرَةٌ عَنْ أَكْثَرَ مِنْ عَشَرَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ - لَوْ كَانَ كُلٌّ مِنْهَا ضَعِيفًا ثَبَتَتْ حُجِّيَّةُ الْمَجْمُوعِ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰) امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ داڑھی کے خلال کے بارے میں متعدد احادیث لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: دس سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ احادیث مروی ہیں اگر اُن میں سے ہر ایک ضعیف ہو تب بھی مجموعی اعتبار سے حجت ہے۔

۱۴... وَفِي الْبَابِ الْأَخْبَارُ اللَّيِّنَةُ مِمَّا يُقَوِّي بَعْضُهُ بَعْضًا. لِأَنَّ مَا فِي رُوَاتِهَا مُتَّهَمٌ بِالْكَذِبِ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۴ ص ۶۶۳) قبر اطہر کی زیارت کے باب میں متعدد احادیث ضعیفہ موجود ہیں لیکن ایک دوسرے کے لئے مؤید ہونے کی وجہ سے قوی ہو جاتی ہیں کیونکہ ان کی سند میں متہم بالکذب کوئی راوی نہیں۔

۱۵...... كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ لَكِنْ قَدْ يَقْوَى بَعْضُهَا بِبَعْضٍ (بلوغ المرام لابن حجر ص ۲۸۹) (وصیت کے متعلق متعدد احادیث لکھ کر فرماتے ہیں) یہ سب حدیثیں ضعیف ہیں لیکن ایک دوسرے کے لئے مؤید ہونے کی وجہ سے قوی ہو جاتی ہیں۔

۱۶...... وأسانیدها ضعیفة لكن اجتماعها یكتسب قوة (المقاصد الحسنہ للسخاوی ص ۲۶۱) (علامہ سخاوی چند حدیثیں لکھ کر فرماتے ہیں) ان کی سندیں ضعیف ہیں لیکن ان کے مجموعہ سے حدیث کو قوت حاصل ہو جاتی ہے۔

۱۷...... (وَقَدْ رُوِيَ مِنْ أَوْجُهٍ كُلُّهَا ضَعِيفٌ) لَكِنَّ كَثْرَةَ الطُّرُقِ تَدُلُّ عَلَى ثُبُوتِهِ وَيَقْوَى بَعْضُهُ

بِبَعْضٍ (مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۲۰۱) طلب العلم فریضۃ والی حدیث متعدد سندوں کے ساتھ مروی ہے جو سب ضعیف ہیں، لیکن اسناد کی کثرت اس کے ثبوت پر دلالت کرتی ہے، اور اسناد کے ایک دوسرے کے لئے مؤید ہونے کی وجہ سے حدیث قوی ہو جاتی ہے۔

کتاب اللہ اور اصول شریعت کے ساتھ توافق

جب کوئی حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو اور کتاب اللہ سے اُس کی تائید ہو جائے، یا اصول شریعت کے موافق ہو تو کتاب اللہ اور اصول شریعت کے ساتھ توافق کی وجہ سے ضعیف حدیث قوی ہو جاتی ہے اور قوی حدیث قوی تر ہو جاتی ہے۔ اس کی تائید ملاحظہ فرمائیں:

وَقَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ الْحَصَّارِ فِي تَقْرِيبِ الْمَدَارِكِ عَلَى مُوَطَّأْ مَالِكٍ: قَدْ يَعْلَمُ الْفَقِيهُ صِحَّةَ الْحَدِيثِ إِذَا لَمْ يَكُنْ فِي سَنَدِهِ كَذَّابٌ بِمُوَافَقَةِ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ أَوْ بَعْضِ أُصُولِ الشَّرِيعَةِ. فَيَحْمِلُهُ ذَٰلِكَ عَلَى قَبُولِهِ وَالْعَمَلِ بِهِ (تدریب الراوی ج ۱ ص ۶۶۔ قواعد فی علوم الحدیث ص ۵۷) موطا امام مالک کی شرح تقریب المدارک میں ابوالحسن بن حصار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ جب حدیث کی سند میں کوئی کذاب راوی نہ ہو تو فقیہ حدیث کی صحت کو کتاب اللہ کی موافقت یا اصول شریعت کی موافقت سے پہچانتا ہے، تو وہ اُس حدیث کو قابل قبول اور قابل عمل قرار دیتا ہے۔

آثار صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ موافقت

جب کسی حدیث کی آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور آثار تابعین کے ساتھ موافقت ثابت ہو جائے تو یہ اُس حدیث کی صحت کی دلیل ہے اگرچہ وہ حدیث سنداً کمزور ہو، اس توافق سے ضعف دور ہو جاتا ہے، اس کی تائید ملاحظہ فرمائیں:

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ سنن ابی داود میں فرماتے ہیں: إِذَا تَنَازَعَ الْخَبَرَانِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُظِرَ إِلَى مَا عَمِلَ بِهِ أَصْحَابُهُ مِنْ بَعْدِهِ (ابو داود ج ۱ ص ۱۰۴) جب رسول اللہ ﷺ کی دو حدیثوں میں بظاہر تضاد ہو تو دیکھا جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اصحاب رسول نے کس حدیث پر عمل کیا ہے (جس حدیث صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل ہوگا وہی حدیث حجت ہوگی)

<u>فائدہ</u>: اس سے معلوم ہوا کہ کسی حدیث پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اُس حدیث کی صحت کی دلیل ہے۔ نیز اس اصول کی تائید قرآنِ کریم سے ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''فان اٰمنوا بمثل مآ اٰمنتم بہٖ فقد اھتدوا'' (پ ۱)، اگر وہ ویسا ایمان لائیں جیسے تمہارا ایمان ہے تو وہ ہدایت یافتہ ہوں گے، دوسرے مقام میں ہے ''والسّٰبقون الاولون من المھٰجرین والانصار والّذین اتبعوھم باحسان رّضی اللہ عنھم ورضوا عنہ'' (پ ۱۱) سابقون اولون یعنی مہاجرین اور انصار اور وہ لوگ جنہوں نے ان کی پوری پوری اتباع کی اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ نیز اس مرفوع حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جنتی جماعت کی علامت بتائی ما انا علیہ واصحابی۔ صراط مستقیم اور راہ حق وہ ہے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں (معلوم ہوا کہ راہ جنت اور راہ حق کی پہچان اصحاب رسول ہیں)

فائدہ: دلائل کے طور پر جتنی احادیث پیش کی گئی ہیں محدثین کے صحت وضعف کے مذکورہ بالا اصولوں کے مطابق کوئی حدیث بھی ضعیف نہیں، اگر کسی حدیث کی سند میں کوئی راوی ضعیف آیا بھی ہے تو مذکورہ بالا اصول محدثین سے اُس کا ضعف دور ہو جاتا ہے، بلکہ ضعف دور ہو کر وہ درجہ تواتر میں یا کم از کم درجہ صحت وحسن میں آجاتی ہے۔ اس کے باوجود اگر مزید تسلی کے لئے رُواۃ کے ثقہ وضعیف ہونے کی تحقیق مطلوب ہو تو ''تسکین الصدور'' اور ''مقام حیات'' کی طرف رجوع کیا جائے۔

مختلف فیہ راوی کی حدیث حسن ہوتی ہے

۱......إذا کان رواۃ إسناد الحدیث ثقات وفیهم من اختلف فیه: إسنادہ حسن (الترغیب والترهیب للمنذری ج ۱ ص ۷ ۳) جب حدیث کے سند کے راوی ثقہ ہوں اور اُن میں ایسا راوی ہو جس کے ثقہ اور ضعیف ہونے میں اختلاف ہو تو اس کی سند حسن ہوگی۔

۲......اذا کان الحدیث مختلفا فیه صححه او حسنه بعضهم وضعفه آخرون فهو حسن وکذا اذا کان الراوی مختلفا فیه وثقه بعضهم وضعفه بعضهم فهو حسن الحدیث (قواعد فی علوم الحدیث ص ۷۲) جب حدیث کی صحت وضعف میں اختلاف ہو، بعض اس کو حسن قرار دیں اور بعض ضعیف، اسی طرح جب راوی کو بعض ثقہ قرار دیں اور بعض ضعیف، تو ایسی مختلف فیہ حدیث اور مختلف فیہ راوی کی حدیث حسن ہوگی۔

۳......ثُمَّ بَعْدَ ذٰلِكَ مَا اخْتُلِفَ فِي تَحْسِينِهٖ وَتَضْعِيفِهٖ (تدریب الراوی ج ۱ ص ۹۱) (حسن حدیث کے درجات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں) دوسرا درجہ جس کے حسن اور ضعیف ہونے میں اختلاف ہو۔

۴......قال (ابن القطان) والحدیث مختلف فیه، فینبغي أَنْ يُقَالَ فِيهِ حَسَنٌ وَلَا يُحْكَمُ بِصِحَّتِهٖ (نصب الرایۃ ج ۱ ص ۶۲) ابن قطان نے ایک حدیث کے بارے میں فرمایا کہ چونکہ یہ حدیث مختلف فیہ ہے پس مناسب یہ ہے کہ اس کو حسن قرار دیا جائے اور اس پر صحت کا حکم نہ لگایا جائے۔

۵......وَقَالَ ابْنُ دَقِيقِ الْعِيدِ فِي الْإِمَامِ: وَهٰذَا الْحَدِيثُ مَعْلُولٌ بِوَجْهَيْنِ: أَحَدُهُمَا: الْكَلَامُ فِي شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ. وَالثَّانِي: الشَّكُّ فِي رَفْعِهٖ، وَلٰكِنْ شَهْرٌ وَثَّقَهُ أَحْمَدُ. وَيَحْيَى. وَالْعِجْلِيُّ. وَيَعْقُوبُ بْنُ شَيْبَةَ. وَسِنَانُ بْنُ رَبِيعَةَ أَخْرَجَ لَهُ الْبُخَارِيُّ، وَهُوَ وَإِنْ كَانَ قَدْ لُيِّنَ فَقَالَ ابْنُ عَدِيٍّ: أَرْجُو أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِهٖ. وَقَالَ ابْنُ مَعِينٍ: لَيْسَ بِالْقَوِيِّ، فَالْحَدِيثُ عِنْدَنَا حَسَنٌ (نصب الرایۃ ج ۱ ص ۱۸) ابن دقیق العید نے اپنی کتاب الامام میں کہا ہے کہ یہ حدیث دو وجہ سے معلول ہے۔ (۱) شہر بن حوشب میں کلام ہے۔ (۲) اس کا مرفوع ہونا مشکوک ہے، لیکن شہر بن حوشب کی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ، عجلی رحمۃ اللہ علیہ، یعقوب بن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ، اور سنان بن ربیعہ نے توثیق کی ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں اس کی حدیث ذکر کی ہے، اور اگر چہ اس کو کمزور کہا گیا ہے، اس کے باوجود ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں امید کرتا ہوں کہ اس کی حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں، اور یحیٰ بن معین نے کہا کہ شہر بن حوشب قوی نہیں، (چونکہ یہ راوی مختلف فیہ ہے اس لیے اس کی حدیث ہمارے نزدیک حسن ہے)

۶......قال السیوطی فی التعقبات. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث لاینبغی لقوم فیه ابوبکر ان یؤمهم غیرہ. ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے عیسیٰ بن میمون اور احمد بن بشیر کی وجہ سے اس حدیث کو معلول قرار دیا

ہے، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ اُس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: واحمد بن بشیر احتج به البخاری ووثقه الاکثرون وقال الدارقطنی ضعیف یعتبر بحدیثه وعیسیٰ قال فیه حماد ثقة وقال یحییٰ مرة لاباس وضعفه غیرهما ولم یتهم بکذب فالحدیث حسن (التعقبات ص ۵۴) احمد بن بشیر کی حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ نے حجت پکڑی اور اس کو اکثر محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے، لیکن امام دار قطنی نے کہا ہے کہ یہ راوی ضعیف ہے لیکن اس کی حدیث قابل اعتبار ہے، اور عیسیٰ کے بارے میں حماد نے کہا کہ یہ ثقہ ہے، اور یحییٰ نے اس کے بارے میں کہا کہ اس کی حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں، ان دو کے علاوہ دوسرے محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، چونکہ یہ متہم بالکذب نہیں اس لیے اس کی حدیث حسن ہے۔

۷......عبد اللہ بن صالح کاتب اللیث کے احوال میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: قال ابن القطان هو صدوق ولم یثبت علیه ما یسقط له حدیثه الا انه مختلف فیه فحدیثه حسن (تهذیب التهذیب ج ۵ ص ۲۶۰) ابن قطان نے کہا کہ یہ راوی سچا ہے اور اس میں کوئی ایسا عیب نہیں جس کی وجہ سے اس کی حدیث ساقط ہو جائے، مگر یہ مختلف فیہ ہے اس لیے اس کی حدیث حسن ہے۔

حدیث حسن کی حجیت

۱......الحسن کالصحیح فی الاحتجاج به وان کان دونه فی القوة ولهذا ادرجته طائفة فی نوع الصحیح (التقریب للنووی ص ۲۹۔ المقنع لابن ملقن ج ۱ ص ۸۸۔ قواعد فی علوم الحدیث ص ۸۷) حدیث حسن حجت ہونے میں حدیث صحیح کی طرح ہے اگرچہ قوت میں اس سے کم ہے اسی لیے بعض محدثین نے اس کو صحیح کی اقسام میں درج کیا ہے۔

۲......إن کل حَدِیث حسن کَالصَّحِیحِ فِی الِاحتِجَاجِ بِهِ وَلَیسَ کَالصَّحِیحِ فِی الْقُوَّة (المختصر فی علم الاثر للکافیجی الحنفی ص ۱۷۰) بے شک ہر حدیث حسن حجت ہونے میں صحیح کی مثل ہے، لیکن قوت میں صحیح کی طرح نہیں۔

۳......ذهب کل الفقهاء وأکثر العلماء إلی أنّ الحسن کالصحیح فی الاحتجاج به وإن کان دونه فی القوة وشذّ بعض أهل الحدیث فردہ (البحر الذی زخر فی شرح الفیة الاثر للسیوطی ج ۳ ص ۹۹۶) سب فقہاء اور اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ حدیث حسن حجت ہونے میں صحیح کی طرح ہے اگرچہ قوت میں اس سے کم ہے، اور بعض محدثین کا شاذ قول ہے کہ انہوں نے اس کا انکار کیا ہے۔

نتیجہ: مذکورہ بالا اصولوں سے معلوم ہوا کہ غیر موضوع حدیث کی سند میں ضعیف راوی کا آجانا علی الاطلاق موجب ضعف نہیں بلکہ راوی کے ضعف کے باوجود اگر اس حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہو یا متعدد اسناد سے ثابت ہو جس کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ دو سندیں ہوں، وہ اگرچہ ضعیف ہوں، یا اُس حدیث کی قرآنِ کریم سے یا آثار صحابہ رضی اللہ عنہم یا آثار تابعین و تبع تابعین سے تائید ہو جائے تو وہ حدیث صحیح یا حسن ہوگی بلکہ بعض مرتبہ متواتر شمار ہوتی ہے، اس لیے محض کسی راوی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے حدیث پر ضُعف کا حکم دینا ان لوگوں کو کام ہے جو اصول محدثین اور اصول فقہاء سے غافل ہیں، ورنہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری کے متعدد راویوں پر جرح موجود ہے، چنانچہ قواعد فی علوم الحدیث ص ۵۶ میں ہے وقد اخرج مسلم عن کثیر فی کتابه ممن لم یسلم من غوائل الجرح و کذا فی البخاری

جماعۃ تکلم فیھم امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں بہت سے ایسے راویوں سے حدیث ذکر کی ہے، جو جرح کی آفات سے محفوظ نہیں، اسی طرح صحیح بخاری میں راویوں کی ایسی جماعت ہے جن پر جرح کی گئی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اُن حدیثوں کو صحیح قرار دیا گیا ہے، علاوہ ازیں شاید ہی کوئی راوی ایسا ہو جس پر کسی نے بھی جرح نہ کی ہو۔ شعبہ جو اپنے وقت امیر المؤمنین فی الحدیث تھے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے زمانے میں امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں اِن پر بھی جرح موجود ہے، اگر محض راوی پر جرح کو صحت وضعف کا معیار بنا دیا جائے تو لاکھوں حدیثوں میں سے بہت کم حدیثیں اس معیار پر صحیح ثابت ہو سکیں گی، کیونکہ سند میں کوئی نہ کوئی راوی ایسا ہو گا جس پر جرح کا قول موجود ہو گا۔

فہم حدیث

بعض مرتبہ کسی حدیث کے معنی میں مختلف احتمالات ہوتے ہیں، ترجیح اُس احتمال کو ہو گی جس کی آثار صحابہ رضی اللہ عنہم، آثار تابعین رحمۃ اللہ علیہ وتبع تابعین رحمۃ اللہ علیہ سے تائید ہوتی ہو، یا اس کو اہل حق کے ہاں تلقی بالقبول حاصل ہو، یا جمہور امت کے عقیدہ وعمل سے اُس کی تائید ہوتی ہو۔

اقسام تواتر

تواتر کی چار قسمیں ہیں: (۱) تواتر اِسناد، یعنی ایک حدیث کی سنداً نقل کرنے والے اتنے زیادہ ہوں کہ اُن کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً محال ہو، جیسے یہ حدیث سنداً متواتر ہے من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ (۲) تواتر طبقہ، یعنی پچھلی نسل نے اگلی سے سیکھا، جیسا کہ قرآن مجید کا تواتر۔ (۳) تواتر عمل، اِسی کا نام تواتر توارُث ہے، یعنی کسی چیز پر صاحبِ شریعت سے لے کر ہمارے اِس زمانے تک متواتر عمل ہو جیسے مسواک۔ (۴) تواتر قدر مشترک جیسے معجزات کا تواتر، کہ ہر معجزہ جدا جدا خبر واحد سے ثابت ہے لیکن نبی علیہ السلام سے معجزات کا صدور قدر مشترک ہے، یہ متواتر ہے۔ تواتر کی چاروں قسموں سے حکم قطعی اور یقینی ثابت ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبِّ يَسِّرْ وَأَعِنْ

۱...... قبر میں ثواب وعذاب

بَاب فِتْنَةِ الْقَبْرِ وسؤال الْملكَيْنِ قد تَوَاتَرَتْ الْأَحَادِيث بذلك مُؤَكدَة من رِوَايَة أنس والبراء وَتَمِيم الدَّارِيّ وَبشير بن الْكَمَال وثوبان وَجَابِر بن عبد الله وَعبد الله بن رَوَاحَة وَعبادَة بن الصَّامِت وَحُذَيْفَة وضمرة بن حبيب وَابْن عَبَّاس وَابْن عمر وَابْن مَسْعُود وَعُثْمَان بن عَفَّان وَعمر بن الْخطاب وَعَمْرو بن الْعَاصِ ومعاذ بن جبل وَأبي أُمَامَة وَأبي الدَّرْدَاء وَأبي رَافع وَأبي سعيد الْخُدْرِيّ وَأبي قَتَادَة وَأبي هُرَيْرَة وَأبي مُوسَى وَأَسْمَاء وَعَائِشَة رَضِي الله عَنْهُم أَجْمَعِينَ (شرح الصدور للسیوطی) علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے عنوان قائم کیا ہے "فتنہ قبر اور دو فرشتوں کے سلام کا باب"، اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اس بارے میں احادیث متواتر اور مضبوط ہیں، یہ لکھ کر پہلے اجمالی طور پر ستائیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام درج کر کے ان کی تفصیلی روایات درج کرتے ہیں، اور ان میں سے بعض احادیث کو متعدد اَسناد کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

<u>فائدہ نمبر ۱</u>: تواتر شہرت۔ ۲۰۔ ۳۳۔ ۳۷۔ ۸۵۔ ۹۲۔ ۹۷۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۱۵۔ ۱۳۱۔
۱۸۱۔ ۱۸۴۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۸۱۔ ۲۸۸۔ ۳۳۷۔ ۴۰۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۴۲۔ ۴۵۲۔ ۴۶۱۔ ۴۶۳۔
۴۶۷۔ ۴۷۵۔ ۴۹۲۔ ۴۹۶۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۸۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۵۱۔ ۵۵۷۔ ۵۹۹۔ ۶۰۲۔
۷۵۷۔ ۷۶۶۔ ۱۳۸۰۔ ۹۲۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۹۰۔ ۱۳۳۲۔ ۱۴۵۶۔ ۱۴۵۷۔
۱۴۶۰۔ ۱۵۳۲۔ ۱۵۴۶۔ ۱۵۶۱۔ ۱۵۶۶۔ ۱۵۷۳۔ ۱۵۸۳۔ ۱۶۲۶۔ ۱۶۲۷۔ ۱۶۷۳۔ ۱۷۱۲۔

<u>فائدہ نمبر ۲</u>: عذاب قبر روح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے، باب پنجم کے درج ذیل اقوال ملاحظہ کیجئے۔
۷۶۔ ۲۰۸۔ ۲۹۳۔ ۲۹۸۔ ۳۲۵۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۹۵۔ ۳۶۳۔ ۳۶۸۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔
۳۷۸۔ ۳۸۰۔ ۳۸۲۔ الخ۔

۱...... عن أبي أيوب رضی اللہ عنہ قال: خرج النبي صلی اللہ علیہ وسلم وقد وجبت الشمس، فسمع صوتا فقال: يهود تعذب في قبورها (صحیح البخاری ج ۲ ص ۹۹، مسلم ج ۴ ص ۲۲۰۰، الآحاد والمثانی لابن أبی عاصم ج ۳ ص ۴۰۴، سنن النسائی ج ۴ ص ۱۰۲)، مسند أبی داود الطیالسی ج ۱ ص ۴۸۱)، مسند أحمد ج ۳۸ ص ۵۲۰، صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۳۹۵) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سورج غروب ہونے کے قریب تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آواز سنی اور فرمایا یہود کو قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

<u>فائدہ</u>: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز اسی زمینی قبر سے سنی تھی یا ساتویں زمین کے نیچے سجین سے؟، ظاہر ہے کہ اسی زمینی قبر سے سنی تھی، اور اس قبر میں جسد عنصری ہے، اور قبر کے اندر عذاب اِسی جسد عنصری کو ہو رہا تھا، معلوم ہوا کہ قبر میں ثواب وعذاب روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوتا ہے، اور عذاب موقوف ہے حیات پر۔

۲...... عن زيد بن ثابت رضی اللہ عنہ قال: بينما النبي صلی اللہ علیہ وسلم في حائط لبني النجار، على بغلة له ونحن معه. إذ حادت به فكادت تلقيه، وإذا أقبر ستة أو خمسة أو أربعة - قال: كذا كان يقول الجريري - فقال: من يعرف أصحاب هذه الأقبر؟ فقال رجل: أنا. قال: فمتى مات هؤلاء؟ قال: ماتوا في الإشراك. فقال: إن هذه الأمة تبتلى في قبورها، فلولا أن لا تدافنوا، لدعوت الله أن يسمعكم من عذاب القبر الذي أسمع منه ثم أقبل علينا بوجهه، فقال: تعوذوا بالله من عذاب النار قالوا: نعوذ بالله من عذاب النار. فقال: تعوذوا بالله من عذاب القبر قالوا: نعوذ بالله من عذاب القبر. قال: تعوذوا بالله من الفتن، ما ظهر منها وما بطن قالوا: نعوذ بالله من الفتن ما ظهر منها وما بطن. قال: تعوذوا بالله من فتنة الدجال قالوا: نعوذ بالله من فتنة الدجال (صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۱۹۹، مسند ابن أبی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۱، مسند أحمد ج ۳۵ ص ۵۱۳) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنونجار کے باغ میں اپنے خچر پر سوار تھے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، خچر بدکا، قریب تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرا دے، اچانک وہاں پانچ، چھ یا چار قبریں نظر آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان قبر والوں کو کوئی جانتا ہے؟ ایک آدمی نے کہا میں جانتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ لوگ کب مرے تھے؟ اس نے کہا کہ یہ لوگ زمانہ شرک میں مرے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ان لوگوں کو قبروں میں عذاب میں ہو رہا ہے، اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ تم مردوں کو قبور میں دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ اللہ تمہیں وہ عذاب سنا دے جو میں سن

رہا ہوں، پھر ہماری طرف رخ مبارک کر کے متوجہ ہوئے اور فرمایا تم آگ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہم آگ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑتے ہیں، پھر فرمایا تم قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہم قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ظاہری و باطنی فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑو، صحابہ نے کہا ہم ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دجال کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑو، صحابہ نے کہا ہم فتنۂ دجال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑتے ہیں۔

فائدہ: (۱) ظاہر ہے باغ اسی زمین میں تھا۔ (۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی باغ میں داخل ہوئے۔ (۳) قبریں بھی اسی زمینی باغ میں تھیں۔ (۴) خچر انہی قبور کے عذاب سے بدکا۔ (۵) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہی زمینی قبروں میں مردوں کو دفن کرتے تھے لیکن عذاب کے خوف کی وجہ سے دفن کرنا چھوڑ دیتے اور ان قبروں میں اجساد عنصریہ تھے۔ پس اس حدیث سے قبر کے اندر جسد عنصری کے لیے عذاب اور حیات ثابت ہوئی۔ لیکن عالم برزخ میں اصالۃً عذاب روح کو ہوتا ہے، تبعاً جسم عنصری کو ہوتا ہے۔

سوال: اگر قبر کے اندر جسد عنصری میں نہ حیات ہے نہ اُس کو عذاب ہوتا ہے تو قبر کے عذاب سے پناہ مانگنے کا حکم کیوں دیا گیا؟ اور پناہ مانگنے کا کیا فائدہ؟

۳...... عن أنس رضی اللہ عنہ يَقُولُ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرِبًا لِبَنِي النَّجَّارِ كَأَنَّهُ يَقْضِي فِيهَا حَاجَةً. فَخَرَجَ إِلَيْنَا مَذْعُورًا أَوْ فَزِعًا. وَقَالَ: "لَوْلَا أَنْ لَا تَدَافَنُوا. لَسَأَلْتُ اللهَ أَنْ يُسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ أَهْلِ الْقُبُورِ مَا أَسْمَعَنِي" (مسند احمد ج ۱۹ ص ۱۴۷، صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۲۰۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم بنو نجار کے ایک ویرانے میں قضائے حاجت کے لئے داخل ہوئے پھر گھبرائے ہوئے ہماری طرف تشریف لائے اور فرمایا اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم مردے نہیں دفناؤ گے تو میں اللہ تعالی سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں قبر والوں کا وہ عذاب سنادے جو اس نے مجھے سنایا ہے۔

فائدہ: (۱) بنو نجار کے کھنڈرات اسی زمین میں تھے۔ (۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہی میں قضائے حاجت کے لئے گئے تھے۔ (۳) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہاں پہلے مردوں کو دفناتے تھے وہاں دفن کرنا چھوڑ دیتے بوجہ خوف عذاب، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہی قبروں میں جسد عنصری کو دفن کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ اسی زمینی قبر میں عذاب جسد عنصری کو ہوتا ہے، اور عذاب موقوف ہے حیات پر۔

۴...... عَنْ هَانِئٍ مَوْلَى عُثْمَانَ قَالَ: كَانَ عُثْمَانُ إِذَا وَقَفَ عَلَى قَبْرٍ بَكَى حَتَّى تَبْتَلَّ لِحْيَتُهُ. فَقِيلَ لَهُ: تَذْكُرُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَتَبْكِي مِنْ هَذَا؟ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ فَإِنْ نَجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ. وَإِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ (فضائل الصحابہ از احمد بن حنبل ج ۱ ص ۴۷۵) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر کے پاس ٹھہرتے تو اتنا روتے کہ ان کی داڑھی تر ہو جاتی ان سے کہا گیا آپ جنت جہنم کا ذکر کرتے ہیں (تو نہیں روتے) اور اس قبر کی وجہ سے روتے ہیں، انہوں نے کہا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے، اگر اس سے کوئی نجات پا گیا تو بعد والی منزلیں اس سے آسان تر ہیں، اور اگر اس سے نجات نہ پائی تو بعد والی منزلیں اس سے زیادہ سخت ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے حوالے سے نیلوی صاحب لکھتے ہیں ''اُخروی نشأۃ کی چار منزلیں ہیں،

ان میں سے پہلی منزل عالم برزخ ہے جس کا نام رسول اللہ ﷺ نے قبر رکھا ہے'' (ندائے حق ص ۶۷)

فائدہ: کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ علیین یا سجین والی قبر کے پاس ٹھہرتے تھے یا زمینی قبر کے پاس؟ ظاہر ہے کہ وہ اسی زمینی قبر کے پاس ٹھہرتے تھے، معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عقیدہ یہ تھا کہ سوال و جواب اور عذاب وثواب اسی زمینی قبر میں ہوتا ہے، اور زمینی قبر میں جسد عنصری ہے، اسی سے سوال و جواب اور اسی کو ثواب وعذاب ہوتا ہے، اور یہ موقوف ہے حیات پر۔

۵...... عَنْ أُمِّ مُبَشِّرٍ قَالَتْ: دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَائِطًا لِبَنِي النَّجَّارِ وَأَنَا مَعَهُ، وَفِيهِ قُبُورُهُمْ، قَدْ مَاتُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَخَرَجَ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: أَسْتَعِيذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ فِي الْقَبْرِ عَذَابًا؟ فَقَالَ: إِنَّهُمْ لَيُعَذَّبُونَ عَذَابًا تَسْمَعُهُ الْبَهَائِمُ (مسند إسحاق بن راہویہ ج ۵ ص ۹۶، مسند أحمد ج ۴۴ ص ۵۹۲، صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۳۹۵، مصنف ابن أبی شیبہ ج ۳ ص ۵۱)

حضرت ام مبشر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھی، آپ ﷺ بنونجار کے ایک ایسے باغ میں داخل ہوئے جس میں زمانہ جاہلیت میں فوت شدہ لوگوں کی قبریں تھیں، پس آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا میں قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑتا ہوں۔ ام مبشر رضی اللہ عنہا نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا قبر میں عذاب ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک ان کو ایسا عذاب دیا جاتا ہے جس کو جانور سنتے ہیں۔

فائدہ: (۱) نبی کریم ﷺ بنونجار کے جس باغ میں داخل ہوئے وہ اسی زمین پر تھا۔ (۲) ام مبشر رضی اللہ عنہا بھی اسی زمینی باغ میں آپ کے ہمراہ تھیں۔ (۳) قبریں بھی اسی زمینی باغ میں تھیں۔ (۴) اور جانور بھی انہی زمینی قبروں سے آواز سنتے تھے، ساتویں زمین کے نیچے سجین سے آواز نہیں سنتے تھے، معلوم ہوا کہ انہی زمینی قبروں میں جسد عنصری کو عذاب ہوتا ہے، اور عذاب موقوف ہے حیات پر۔

۶...... عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ يَهُودِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا أَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَقَالَ نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۳، شرح الصدور ص ۱۰۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک یہودی عورت آئی، اس نے عذاب قبر کا ذکر کیا اور کہا اللہ تعالیٰ تجھے عذاب قبر سے پناہ دے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر کے متعلق پوچھا، تو آپ نے فرمایا جی ہاں عذاب قبر حق ہے۔

۷...... عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ عَجُوزَانِ مِنْ عُجُزِ الْيَهُودِ فَقَالَتَا: إِنَّ أَهْلَ الْقُبُورِ يُعَذَّبُونَ فِي قُبُورِهِمْ فَكَذَّبْتُهُمَا وَلَمْ أُصَدِّقْهُمَا فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، دَخَلَ عَلَيَّ عَجُوزَانِ مِنْ عُجُزِ الْيَهُودِ فَقَالَتَا: إِنَّ أَهْلَ الْقُبُورِ يُعَذَّبُونَ فِي قُبُورِهِمْ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُمْ لَيُعَذَّبُونَ فِي قُبُورِهِمْ عَذَابًا تَسْمَعُهُ الْبَهَائِمُ (مسند إسحاق بن راہویہ ج ۳ ص ۸۵۷، مسند أحمد ج ۴۰ ص ۲۰۹، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۱۱، سنن النسائی ج ۴ ص ۱۰۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہود کی دو بوڑھی عورتیں میرے پاس آئیں انہوں نے کہا قبر والوں کو قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے میں نے ان کو جھٹلا دیا اور ان کی تصدیق نہ کی، جب رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول! میرے پاس یہود کی دو بوڑھی عورتیں آئی تھیں وہ کہہ رہی تھیں کہ قبر

والوں کو قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک ان اہل قبور کو ان کی قبروں میں ایسا عذاب دیا جاتا ہے جس کو جانور سنتے ہیں۔ صحیح مسلم میں یہ بھی ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ ہر نماز کے بعد عذاب قبر سے پناہ پکڑتے ہیں۔

۸...... عَنْ أَبِي رَافِعٍ أَنَّ صُهَيْبًا لَمَّا طُعِنَ عُمَرُ قَالَ: وَاأَخَاهُ وَاأَخَاهُ. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: مَهْ يَا أَخِي مَهْ يَا صُهَيْبُ أَمَا سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ (مسند أبي داود الطيالسي ج ۱ ص ۳۹) ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تو صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا ہائے بھائی ہائے بھائی! تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اے میرے بھائی صہیب! خاموش ہو جا، خاموش ہو جا، کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ نہیں سنا کہ گھر والوں کے رونے کی وجہ سے میت کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔

<u>فائدہ نمبر ۱:</u> قبر میں جسد عنصری ہوتا ہے، نیز میت کا مصداق جسد عنصری ہے، روح میت نہیں، معلوم ہوا کہ عذاب روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوتا ہے، مگر روح کو اصالۃً، جسد عنصری کو تبعاً۔

<u>فائدہ نمبر ۲:</u> محض آنسو بہانے پر میت کو عذاب نہیں ہوتا، بلکہ چیخنے چلانے سے ہوتا ہے، وہ بھی تب جب میت نے چیخنے چلانے کی وصیت کی ہو یا خود اس کو زندگی میں چیخنے چلانے کی عادت تھی اور وہ اس کو پسند کرتا تھا۔

۹...... عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: لما طعن عمر أغمي عليه، فصيح عليه، فلما أفاق، قال: أما علمتم أن رسول الله ﷺ، قال: إن الميت ليعذب ببكاء الحي (صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۳۹) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے ان پر بے ہوشی طاری ہوئی تو ان پر کچھ چیخ و پکار کی گئی جب ان کو افاقہ ہوا تو کہا کیا تم جانتے نہیں ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا بے شک میت کو زندہ کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔

۱۰...... عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: قِيلَ لَهَا: إِنَّ ابْنَ عُمَرَ يَرْفَعُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ". قَالَتْ: وَهِلَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّمَا قَالَ: "إِنَّ أَهْلَ الْمَيِّتِ يَبْكُونَ عَلَيْهِ، وَإِنَّهُ لَيُعَذَّبُ بِجُرْمِهِ" (مسند أحمد الرسالہ ج ۴۰ ص ۷ ۳۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے یہ بات نقل کرتے ہیں کہ زندہ کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ابو عبد الرحمن (یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما) سے غلطی ہوگئی ہے، آپ ﷺ نے تو یہ فرمایا تھا کہ اہل میت (اُس کی جدائی پر بوجہ محبت) روتے ہیں حالانکہ اس کو اس کے جرم کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہوتا ہے۔

۱۱...... عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ أنه مر بقبرين يعذبان فقال: إنهما ليعذبان وما يعذبان في كبير. أما أحدهما فكان لا يستتر من البول. وأما الآخر فكان يمشي بالنميمة. ثم أخذ جريدة رطبة. فشقها بنصفين. ثم غرز في كل قبر واحدة. فقالوا: يا رسول الله لم صنعت هذا؟ فقال: لعله أن يخفف عنهما ما لم ييبسا (صحیح البخاری ج ۲ ص ۹۵، صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۳۹۹) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ایسی دو قبروں کے پاس گزرے جن میں عذاب ہو رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں قبر والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے، اور کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جا رہا، ان میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا، دوسرا چغل خوری کرتا تھا، پھر کھجور کی ایک ہری شاخ

کو دو حصوں میں پھاڑ کر ہر قبر پر ان میں سے ایک حصہ رکھ دیا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک یہ دونوں خشک نہیں ہوں گی شاید ان سے عذاب میں تخفیف ہو جائے۔

فائدہ: (۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن دو قبروں کے پاس گزرے تھے وہ اسی زمین پر تھیں۔ (۲) ان دونوں قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ (۳) ایک کے عذاب کا سبب پیشاب سے نہ بچنا، دوسرے کا سبب چغل خوری۔ زمینی قبر میں جسد عنصری ہوتا ہے، نیز پیشاب کرنا اور چغل کرنا روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کا کام ہے، اکیلی روح یا روح اور جسد مثالی کا یہ کام نہیں، معلوم ہوا کہ عذاب قبر میں جسد عنصری روح کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔

۱۲...... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ فَأَخَذَ سَعَفَةً أَوْ جَرِيدَةً فَشَقَّهَا فَجَعَلَ إِحْدَاهُمَا عَلَى أَحَدِ الْقَبْرَيْنِ، وَالشُّقَّةُ الْأُخْرَى عَلَى الْقَبْرِ الْآخَرِ. قَالَ ابْنُ وَهْبٍ: أَرَى سُئِلَ عَنْ فَعْلَتِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَجُلٌ كَانَ لَا يَتَّقِي مِنَ الْبَوْلِ وَامْرَأَةٌ كَانَتْ تَمْشِي بَيْنَ النَّاسِ بِالنَّمِيمَةِ فَانْتَظَرَ بِهِمَا الْعَذَابُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (اثبات عذاب القبر: للبیہقی ص ۸۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شاخ لی، اس کو دو حصوں میں پھاڑا، ایک حصہ کو ایک قبر پر، دوسرے حصہ کو دوسری قبر پر رکھ دیا، ابن وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کام کے متعلق پوچھا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مرد ہے جو پیشاب سے نہیں بچتا تھا، دوسری عورت ہے جو لوگوں کی چغل خوری کرتی تھی، پس ان دونوں کو عذاب نے قیامت تک گھیر رکھا ہے۔

فائدہ: ممکن ہے ایسے واقعات متعدد مرتبہ پیش آئے ہوں۔

۱۳...... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرٍ فَوَقَفَ عَلَيْهِ فَدَعَا بِجَرِيدَتَيْنِ فَجَعَلَ إِحْدَاهُمَا عِنْدَ رَأْسِهِ وَالْأُخْرَى عِنْدَ رِجْلَيْهِ. ثُمَّ قَالَ: لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْهُ بَعْضَ عَذَابِ الْقَبْرِ مَا كَانَتْ فِيهِ نَدَاوَةٌ. (مسند اسحاق بن راہویہ ج ۱ ص ۲۴۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گذرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ٹھہر گئے پھر آپ نے کھجور کی دو شاخیں منگوائیں، ان میں سے ایک اس کے سر کے پاس، دوسری اس کے پاؤں کے پاس رکھ دی، پھر فرمایا کہ جب تک اس میں تری رہے گی شاید اللہ تعالیٰ اس سے عذاب قبر میں تخفیف کر دے۔

۱۴...... أَبُو بَكْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: "كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَرَجُلٌ آخَرُ إِذْ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ صَاحِبَيْ هَذَيْنِ الْقَبْرَيْنِ لَيُعَذَّبَانِ وَمَنْ يَأْتِينِي بِجَرِيدَةٍ مِنْ هَذَا النَّخْلِ". فَاسْتَبَقْتُ أَنَا وَالرَّجُلُ، فَسَبَقْتُهُ. فَكَسَرْتُ مِنْهَا جَرِيدَةً، فَأَتَيْتُ بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَشَقَّهَا مِنْ أَعْلَاهَا بِنِصْفَيْنِ، فَوَضَعَ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْقَبْرَيْنِ نِصْفَهَا. وَقَالَ: إِنَّهُ يُهَوَّنُ عَلَيْهِمَا مَا دَامَ فِيهِمَا مِنْ رُطُوبَتِهِمَا شَيْءٌ، إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ فِي الْغِيبَةِ وَالْبَوْلِ (شرح مشکل الآثار ج ۱۳ ص ۱۸۶، مسند اسحاق بن راہویہ ج ۱ ص ۲۴۶) ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اور ایک دوسرا آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہے تھے، اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک ان دونوں قبر والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے، اُس کھجور کے درخت سے میرے پاس چھڑی

کون لائے گا؟، میں اور ایک دوسرا آدمی دوڑ پڑے، میں اس سے آگے نکل گیا، میں نے اس کھجور سے ایک شاخ توڑی اور رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا، آپ ﷺ نے اس کو اوپر سے دو حصوں میں چیرا، اور دونوں قبروں میں سے ہر ایک پر اس کا آدھا حصہ رکھ دیا، اور فرمایا جب تک ان میں کچھ رطوبت رہے گی ان پر عذاب ہلکا کر دیا جائے گا، اور ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا تھا غیبت اور پیشاب کی وجہ سے۔

۱۵...... عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ. فَقَالَ: إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَإِنَّهُ كَانَ لَا يَتَأَذَّى مِنْ بَوْلِهِ. وَأَمَّا الْآخَرُ فَإِنَّهُ كَانَ يَغْتَابُ النَّاسَ (مسند أبي يعلى الموصلي ج ۴ ص ۵۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گذرے اور فرمایا کہ ان کو عذاب دیا جا رہا ہے، اور کسی مشکل کام کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جا رہا، ان میں سے ایک پیشاب لگنے کو برا نہیں سمجھتا تھا اور دوسرا لوگوں کی غیبت کرتا تھا۔

۱۶...... عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ طَاوُسٍ وَعَنْ قَتَادَةَ أَيْضًا. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ وَهُوَ عَلَى بَغْلَةٍ فَحَادَتْ بِهِ. فَقَالَ: حَادَتْ وَحُقَّ لَهَا. إِنَّ صَاحِبَيْ هَذَيْنِ الْقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ مِنْ غَيْرِ كَبِيرٍ وَبَلَاءٍ. أَمَّا هَذَا لِأَحَدِهِمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ. وَأَمَّا هَذَا فَكَانَ يَأْكُلُ لُحُومَ النَّاسِ ثُمَّ كَسَرَ جَرِيدَةً مِنْ نَخْلٍ فَغَرَسَ عَلَى كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً. فَقِيلَ لَهُ: مَا يَنْفَعُهُمَا هَذَا؟ فَقَالَ: لَعَلَّهُ يُخَفِّفُ عَنْهُمَا مَا دَامَتَا رَطْبَتَيْنِ (مصنف عبد الرزاق الصنعانی ج ۳ ص ۵۸۸) طاوس رحمہ اللہ اور قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے، آپ ﷺ ایک خچر پر سوار تھے، وہ خچر بدکا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا بدکنا اس کا حق ہے، وجہ یہ کہ ان دو قبر والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے، اور عذاب کسی بڑے گناہ اور بڑی مصیبت کی وجہ سے نہیں، ان میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا، دوسرا لوگوں کے گوشت کھاتا تھا (یعنی غیبت کرتا تھا)، پھر آپ ﷺ نے کھجور کی ایک شاخ کے دو ٹکڑے کیے، ہر قبر پر ایک شاخ گاڑ دی، آپ ﷺ سے کہا گیا ان کو اس سے کیا فائدہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا امید ہے کہ جب تک یہ تر رہیں گی ان سے عذاب ہلکا ہو جائے گا۔

۱۷...... عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: بَيْنَمَا نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَخْلٍ لَنَا نَخْلٌ لِأَبِي طَلْحَةَ يَتَبَرَّزُ لِحَاجَتِهِ. قَالَ: وَبِلَالٌ يَمْشِي وَرَائَهُ. يُكْرِمُ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَمْشِيَ إِلَى جَنْبِهِ. فَمَرَّ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرٍ. فَقَامَ حَتَّى تَمَّ إِلَيْهِ بِلَالٌ. فَقَالَ: وَيْحَكَ يَا بِلَالُ هَلْ تَسْمَعُ مَا أَسْمَعُ؟ قَالَ: مَا أَسْمَعُ شَيْئًا. قَالَ: صَاحِبُ الْقَبْرِ يُعَذَّبُ. قَالَ: فَسُئِلَ عَنْهُ. فَوُجِدَ يَهُودِيًّا (مسند احمد ج ۲۰ ص ۱۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے یعنی ابو طلحہ کے باغ میں قضائے حاجت کے لئے نکلے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے پیچھے چل رہے تھے، نبی کریم ﷺ کے اکرام کی وجہ سے آپ ﷺ کے برابر ہو کر نہیں چل رہے تھے، نبی کریم ﷺ ایک قبر کے پاس سے گزرے تو ٹھہر گئے، حتی کہ بلال رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ تک پہنچ گئے، آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال! کیا وہ سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں؟، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا میں کچھ نہیں سن رہا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ قبر والے کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صاحب قبر کے متعلق تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ وہ یہودی ہے۔

۱۸...... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْمُؤْمِنَ فِي

قَبْرِهِ لَفِي رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ وَيُرْحَبُ لَهُ قَبْرُهُ سَبْعُونَ ذِرَاعًا وَيُنَوَّرُ لَهُ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ أَتَدْرُونَ فِيمَا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى أَتَدْرُونَ مَا الْمَعِيشَةُ الضَّنْكَةُ؟ قَالُوا: اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ: عَذَابُ الْكَافِرِ فِي قَبْرِهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهُ يُسَلَّطُ عَلَيْهِ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ تِنِّينًا أَتَدْرُونَ مَا التِّنِّينُ سبعون حية لكل حية سبع رؤوس يلسعونه ويخدشونه إلى يوم القيامة. (صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۳۹۲، مسند ابی یعلیٰ ج ۱۱ ص ۵۲۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بے شک مومن اپنی قبر میں ایسے ہوتا ہے جیسے وہ سبز باغ میں ہو، اس کے لئے اس کی قبر ستر گز کشادہ کردی جاتی ہے اور اس کے لئے قبر ایسے منور کردی جاتی ہے جیسے چودھویں رات کا چاند۔ کیا تم جانتے ہو کہ فان له معيشة ضنكا ونحشره يوم القيامة اعمى (بے شک اس کے لئے تنگ زندگی ہوگی اور ہم اس کو قیامت کے دن اندھا ہونے کی حالت میں اٹھائیں گے) یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی؟، اور کیا تم جانتے ہو کہ تنگ زندگی کیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافر کو قبر میں عذاب ہوتا ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کافر پر ننانوے اژدہا مسلط کیے جاتے ہیں، کیا تم جانتے ہو تنین کیا ہے؟ وہ ستر سانپ ہیں، ہر سانپ کے سات سر ہیں، وہ اس کو قیامت کے دن تک ڈسیں گے اور کاٹیں گے۔

فائدہ: المؤمن کا مصداق روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، قبر میں جسد عنصری کو رکھا جاتا ہے، اور جسد عنصری ہی سبز باغ میں ہوتا ہے، اور جسد عنصری پر ہی قبر فراخ اور روشن کی جاتی ہے، اور جسد عنصری پر ہی ننانوے اژدہا مسلط کیے جاتے ہیں، اور سب امور موقوف ہیں حیات پر۔

۱۹...... عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ، وَالْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنَى، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْفَقْرِ. (صحیح البخاری ج ۸ ص ۹۷، مسند اسحاق بن راہویہ ج ۲ ص ۲۷۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں سستی سے، بڑھاپے سے، سبب گناہ اور سبب تاوان سے، قبر کے فتنہ (یعنی قبر میں سوال وجواب) سے، قبر کے عذاب سے، جہنم کے فتنہ سے، جہنم کے عذاب سے، مال کے فتنہ سے اور میں تیری پناہ پکڑتا ہوں فقر کے فتنہ سے۔

فائدہ: انی اعوذ کہہ کر پناہ پکڑنے والا روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، سستی، بڑھاپا، سبب گناہ اور سبب تاوان، فتنہ غنیٰ اور فتنہ فقر کا محل بھی روح اور جسد عنصری دونوں ہیں، اسی طرح فتنہ جہنم کا محل بھی روح اور جسد عنصری دونوں ہیں، ایسے ہی فتنہ قبر کا محل بھی روح اور جسد عنصری ہے جو ان سب امور قبیحہ اور سب فتنوں کا محل ہے اور ظاہر ہے کہ فتنہ قبر اور عذاب قبر کا محل وہی ہوگا جو قبر میں ہے اور وہ جسد عنصری ہے، مگر یہ معذب ہوتا ہے بعلق روح۔

۲۰...... عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ عِنْدِي يَهُودِيَّةٌ فَقَالَتْ إِنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي قُبُورِكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَلْ يَهُودُ تُفْتَنُ فِي قُبُورِهِمْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَبِثَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ يَا عَائِشَةُ أَشَعَرْتِ أَنَّ اللّٰهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي قُبُورِكُمْ. قَالَتْ فَلَمْ أَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم صَلَّى بَعْدُ صَلَاةً إِلَّا تَعَوَّذَ فِيهَا مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ (مسند اسحاق بن راہویہ ج ۲ ص ۳۴۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میرے پاس ایک یہودی عورت بیٹھی تھی، اس نے کہا بے شک تمہیں قبروں کے اندر فتنہ عذاب میں مبتلا کیا جائے گا،

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلکہ یہودیوں کو قبروں کے اندر فتنہ میں ڈالا جائے گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جتنی دیر اللہ نے چاہا آپ ﷺ خاموش رہے، پھر فرمایا اے عائشہ! کیا آپ کو معلوم ہے؟ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ تمہیں بھی قبروں کے اندر فتنہ میں مبتلا کیا جائے گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد قبر کے فتنہ سے پناہ مانگتے ہیں۔

۲۱...... عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ ﷺ أَمْتِعْنِي اللّٰهُ بِزَوْجِي رَسُولِ اللّٰهِ وَبِأَبِي أَبِي سُفْيَانَ وَبِأَخِي مُعَاوِيَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَدْ سَأَلْتِ اللّٰهَ لِآجَالٍ مَضْرُوبَةٍ، وَأَيَّامٍ مَعْدُودَةٍ، وَأَرْزَاقٍ مَقْسُومَةٍ، لَنْ يُعَجِّلَ شَيْئًا قَبْلَ حِلِّهِ أَوْ يُؤَخِّرَ شَيْئًا عَنْ حِلِّهِ وَلَوْ كُنْتِ سَأَلْتِ اللّٰهَ أَنْ يُعِيذَكِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ أَوْ عَذَابِ الْقَبْرِ كَانَ خَيْرًا وَأَفْضَلَ (مسند ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۵) عبد اللہ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ تعالیٰ مجھے میرے خاوند رسول اللہ ﷺ، میرے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ، اور میرے بھائی معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے نفع دے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو نے اللہ تعالیٰ سے ایسی چیز کا سوال کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں پہلے سے ہی متعین ہے یعنی عمر کا، گنے چنے ایام کا، اور تقسیم شدہ رزق کا، اور کوئی چیز بھی ہرگز اپنے مقررہ وقت سے پہلے نہیں آسکتی نہ موخر ہوسکتی ہے، اگر تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرتی کہ وہ تجھے جہنم کے عذاب سے بچائے اور قبر کے عذاب سے بچائے تو بہتر اور افضل ہوتا۔

فائدہ: ام حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول نے اپنی روح وجسد عنصری کے لئے دنیاوی نفع کا سوال کیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں طے شدہ ہے، اُس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی، اے ام حبیبہ! آپ کو سوال کرنا چاہیے عذاب جہنم اور عذاب قبر سے نجات و پناہ کا، خطاب روح اور جسد عنصری کو ہے، جس کو دنیاوی نفع پہنچتا ہے اسی کے لئے دونوں عذابوں سے پناہ مانگنے کی ترغیب ہے، وہ روح اور جسد عنصری ہے، معلوم ہوا کہ عذاب نار اور عذاب قبر کا محل روح اور جسد عنصری ہے، نیز قبر میں جو جسم ہے عذاب قبر بھی اُسی کو ہوگا اور قبر میں جسد عنصری ہے، پس اس حدیث سے قبر کے اندر جسد عنصری کے لئے عذاب ثابت ہوا جو حیات قبر پر موقوف ہے۔

۲۲...... قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ مِنْ فِيهِ إِلَى فِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اسْتَعِيذُوا بِاللّٰهِ مِنْ خَمْسٍ: مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَفِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ (مسند احمد ج ۱۵ ص ۲۲۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا پانچ چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑو: جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنہ سے اور دجال کے فتنہ سے۔

۲۳...... عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمْسَى قَالَ: أَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هَذِهِ اللَّيْلَةِ، وَخَيْرِ مَا فِيهَا، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا، وَشَرِّ مَا فِيهَا، اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ، وَالْهَرَمِ، وَسُوءِ الْكِبَرِ، وَفِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ (صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۰۸۹، سنن الترمذی ج ۵ ص ۳۳۲) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب شام ہوتی تو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہم اور پوری کائنات شام کے وقت میں داخل ہو گئے، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی

شریک نہیں، اے اللہ! بے شک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس رات کی بھلائی کا اور جو کچھ اس رات میں ہے اس کی بھلائی کا، اور تیری پناہ پکڑتا ہوں اس رات کی برائی سے اور جو کچھ اس رات میں ہے اس کی برائی سے، اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں سستی سے، بڑھاپے سے، تکبر کی برائی سے، دنیا کے فتنہ سے، اور قبر کے عذاب سے۔

۲۴...... عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ رحمه الله قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي (ابی بكرة رضی اللہ عنہ): يَا أَبَهْ إِنِّي أَسْمَعُكَ تَدْعُو عِنْدَ كُلِّ غَدَاةٍ اللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي بَدَنِي اللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي سَمْعِي اللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي بَصَرِي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ تُعِيدُهَا ثَلَاثًا حِينَ تُمْسِي وَثَلَاثًا حِينَ تُصْبِحُ وَتَقُولُ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ. اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ تُعِيدُهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ حِينَ تُمْسِي وَثَلَاثًا حِينَ تُصْبِحُ فَقَالَ: نَعَمْ يَا بُنَيَّ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو بِهِنَّ فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَسْتَنَّ بِسُنَّتِهِ (مسند أبي داود الطيالسي ج ۲ ص ۱۹۹، مسند أحمد ج ۳۴ ص ۹۷) عبد الرحمن بن ابی بکرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے اپنے باپ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابا جی! میں آپ کو صبح شام تین مرتبہ یہ دعا کرتے ہوئے سنتا ہوں ''اے اللہ! مجھے عافیت دے میرے بدن میں، اے اللہ! مجھے عافیت دے میرے کانوں میں، اے اللہ! مجھے عافیت دے میری آنکھوں میں، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں''، اور آپ صبح شام تین تین مرتبہ یہ بھی دعا کرتے ہیں: ''اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں کفر اور فقر سے، اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں عذاب قبر سے، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں''۔ میرے والد ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں! میرے پیارے بیٹے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعائیں کرتے سنا ہے، میں چاہتا ہوں کہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کروں۔

۲۵...... عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ رضی اللہ عنہ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: اللّٰهُمَّ إِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِي ذِمَّتِكَ فَقِهِ فِتْنَةَ الْقَبْرِ (سنن أبي داود ج ۳ ص ۲۱۱) واثلہ بن اسقع فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان آدمی کی نماز جنازہ پڑھائی تو میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے اللہ! بے شک فلاں بن فلاں تیرے ذمہ میں ہے، اس کو قبر کے فتنہ سے بچا۔

فائدہ: فلاں بن فلاں کا مصداق اکیلی روح یا روح اور بدن مثالی نہیں، بلکہ روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، معلوم ہوا سوال وجواب اور ثواب وعذاب روح اور جسد عنصری دونوں کو پیش آتا ہے۔

۲۶...... عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يُعَلِّمُهُمْ هٰذَا الدُّعَاءَ كَمَا يُعَلِّمُهُمُ السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ. يَقُولُ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ. وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ. وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ. (موطا مالک ج ۲ ص ۳۰۰، سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۲۶۲) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ دعا اس طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن کی سورتیں سکھاتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اے اللہ! بے شک میں تیری پناہ پکڑتا ہوں جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، دجال کے فتنہ سے، اور زندگی اور موت کے فتنہ سے۔

۲۷......عن أم سلمة رضي الله عنها. عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم أنه كان يدعو بهؤلاء الكلمات: اللهم أنت الأول لا شيء قبلك. وأنت الآخر فلا شيء بعدك. أعوذ بك من شر كل دابة ناصيتها بيدك. وأعوذ بك من الإثم والكسل. ومن عذاب القبر. ومن فتنة الغنى. ومن فتنة القبر.

وأعوذبك من المأثم والمغرم. اللهم نق قلبي من الخطايا كما نقيت الثوب الأبيض من الدنس. اللهم بعد بيني وبين خطيئتي كما بعدت بين المشرق والمغرب هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه. (المستدرک علی الصحیحین للحاکم ج ۱ ص ۷۰۵) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ ان کلمات کے ساتھ دعا کرتے تھے ''اے اللہ! تو اول ہے، تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں، اے اللہ! تو آخر ہے، تیرے بعد کوئی چیز نہیں، میں تیری پناہ پکڑتا ہوں ہر جاندار سے کہ وہ تیرے قبضہ قدرت میں ہے، میں تیری پناہ پکڑتا ہوں گناہ، سستی، اور عذاب قبر سے، مال کے فتنہ سے، فتنۂ قبر سے، میں تیری پناہ پکڑتا ہوں سبب گناہ اور سبب تاوان سے، اے اللہ! میرے دل کو گناہوں سے ایسے صاف کر دے جیسے تو نے سفید کپڑے کو میل سے صاف کیا ہے، اے اللہ! میرے اور گناہ کے درمیان اتنی دوری پیدا کر دے جتنی مشرق و مغرب کے درمیان دوری ہے۔ امام حاکم فرماتے ہیں اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۲۸...... عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّعْدِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: حَضَرْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى مَيِّتٍ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَجِيرُكَ لَهُ بِحَبْلِ جِوَارِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ جَهَنَّمَ. إِنَّكَ ذُو الْوَفَاءِ وَالْعَهْدِ (مسند الشامیین للطبرانی ج ۳ ص ۳۰۱) حضرت عبد اللہ بن سعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا، آپ ﷺ ایک میت کی نماز جنازہ پڑھا رہے تھے، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! میں تیرے پڑوس کی رسی کے وسیلہ سے اس میت کے لئے تیری پناہ طلب کرتا ہوں قبر کے فتنہ سے اور جہنم کے عذاب سے، بے شک تو ہی ہے وفاء اور عہد والا۔

۲۹...... عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَكْبَرُ دُعَائِي وَدُعَاءِ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي بِعَرَفَةَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا. وَفِي سَمْعِي نُورًا. وَفِي بَصَرِي نُورًا. اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي. وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ وَسْوَاسِ الصَّدْرِ. وَشَتَاتِ الْأَمْرِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ الخ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی عرفہ میں بڑی دعا یہ ہوتی تھی ''اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ساری بادشاہت ہے، اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ! میرے دل میں، میرے کانوں میں، میری آنکھوں میں نور بھر دے، اے اللہ! میرے لیے میرا سینہ کھول دے، اور میرا معاملہ میرے لیے آسان کر دے، اور میں تیری پناہ پکڑتا ہوں دل کے وسوسوں سے اور معاملات کے منتشر ہونے سے، اور قبر کے فتنہ سے۔ الخ!

۳۰...... عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ (عبد الله بن عمرو رضی اللہ عنہ) قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ''اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ. وَالْهَرَمِ. وَالْمَغْرَمِ. وَالْمَأْثَمِ. وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ. وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ (مسند احمد ج ۱۱ ص ۳۴۶) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں سستی سے، بڑھاپے سے، سبب تاوان اور سبب گناہ سے، دجال کے فتنہ سے، قبر کے عذاب سے، اور جہنم کے عذاب سے

۳۱...... عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوْقَ الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَتَعَوَّذُ مِنْ خَمْسٍ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ، وَالْبُخْلِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ سُوءِ الْعُمُرِ، وَأَعُوذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الصَّدْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ (الدعوات الکبیر ج۱ ص۱۷۴، مسند احمد ج۱ ص۲۹۰، سنن ابن ماجہ ج۲ ص۱۲۶۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے منبر پر سنا، آپ ﷺ پانچ چیزوں سے پناہ مانگتے ہیں: اے اللہ! بے شک، میں تیری پناہ پکڑتا ہوں بزدلی اور بخل سے، میں تیری پناہ پکڑتا ہوں بری زندگی سے، میں تیری پناہ پکڑتا ہوں دل کے فتنہ سے، اور میں تیری پناہ پکڑتا ہوں قبر کے فتنہ سے۔

۳۲...... كَانَ سَعْدٌ (بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) يُعَلِّمُ بَنِيهِ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ كَمَا يُعَلِّمُ الْمُكَتِّبُ الْغِلْمَانَ وَيَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَوَّذُ بِهِنَّ دُبُرَ الصَّلَاةِ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ (سنن الترمذی ج۵ ص۵۴۴، صحیح البخاری ج۴ ص۲۳) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے بیٹوں کو یہ کلمات اس طرح سکھاتے تھے جیسا کہ استاذ بچوں کو سکھاتا ہے، اور فرماتے تھے بے شک رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد ان چیزوں سے پناہ پکڑتے تھے، "اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں بزدلی سے، میں تیری پناہ پکڑتا ہوں بخل سے، میں تیری پناہ پکڑتا ہوں رذیل ترین عمر سے، میں تیری پناہ پکڑتا ہوں دنیا کے فتنہ سے اور قبر کے عذاب سے۔

۳۳...... عَنْ أُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدٍ رضی الله عنها أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (مسند احمد ج۴۴ ص۶۱۰، صحیح البخاری ج۸ ص۸۷) ام خالد رضی اللہ عنہا بنت خالد سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ کو عذاب قبر سے پناہ مانگتے ہوئے سنا۔

۳۴...... عن أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: ذُكِرَ الدَّجَّالُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ: ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ فَقَالَ: إِحْدَى عَيْنَيْهِ كَأَنَّهَا زُجَاجَةٌ خَضْرَاءُ وَتَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (مسند أبی داود الطیالسی ج۱ ص۴۳۹) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے پاس دجال کا ذکر کیا گیا یا خود آپ ﷺ نے دجال کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا اس کی ایک آنکھ ایسے ہوگی جیسے سبز شیشہ، اور تم عذاب قبر سے اللہ کی پناہ پکڑو۔

۳۵...... عن أسماء بنت أبي بكر رضی الله عنهما تقول: قام رسول الله ﷺ خطيبا فذكر فتنة القبر التي يفتتن فيها المرء. فلما ذكر ذلك ضج المسلمون ضجة (صحیح البخاری ج۲ ص۹۸، سنن النسائی ج۴ ص۱۰۳) حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے، آپ نے قبر کے فتنہ کا ذکر کیا جس میں آدمی کو مبتلا کیا جاتا ہے، جب آپ ﷺ نے اس کا ذکر کیا تو مسلمان چیخ اٹھے۔

۳۶...... عن عوف بن مالك الأشجعي رضی اللہ عنہ قال: سمعت النبي ﷺ وصلى على جنازة يقول: اللهم اغفر له وارحمه، واعف عنه وعافه، وأكرم نزله، ووسع مدخله، واغسله بماء وثلج وبرد، ونقه من الخطايا كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس، وأبدله دارا خيرا من داره، وأهلا خيرا من أهله، وزوجا خيرا من زوجه، وقه فتنة القبر وعذاب النار قال عوف فتمنيت أن لو كنت أنا الميت، لدعاء رسول الله ﷺ على ذلك الميت (صحیح مسلم ج۲ ص۶۶۳، مسند أبی داود الطیالسی ج۲ ص۴۴۰، مسند

أحمد ج ۳۹ ص ۳۹۷، سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۴۸۱) عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کا جنازہ پڑھایا، میں نے اس جنازے میں آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا ''اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اس پر رحم فرما، اس سے درگزر کر، اس کو معاف کر، اس کی میزبانی اچھی کر، اس کے داخل ہونے کی جگہ (یعنی قبر) کو وسیع کر، اس کو برف کے پانی اور اولوں سے دھودے، اور اس کو گناہوں سے ایسے صاف کردے جیسے سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے، اور اس کو دنیا کے گھر کے بدلے بہترین گھر عطا کر، اور دنیا کے گھر والوں سے بہتر گھر والے عطا کر، اور اس کی دنیا کی بیوی سے بہتر بیوی عطا کر، اور اس کو بچا قبر کے فتنہ سے اور جہنم کے عذاب سے۔ عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کی وجہ سے میں نے تمنا کی کاش! یہ میری میت ہوتی۔

فائدہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پڑھایا جسد عنصری کا، اس کے بعد اللھم اغفر لہ سے وقہ تک چودہ غائب کی ضمیریں ہیں جو اسی جسد عنصری کی طرف لوٹ رہی ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسد عنصری کے لئے مذکورہ چودہ دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ جو تمنا کر رہے ہیں کہ کاش میری میت ہوتی، تو میت کا مصداق جسد عنصری ہے۔ پس یہ ساری دعائیں جسد عنصری کے لئے ہیں، اسی طرح دنیا سے بہتر گھر، دنیا سے بہتر اہل بھی جسد عنصری کی ضرورت ہے اور یہ سب امور تقاضا کرتے ہیں کہ قبر کے اندر جسد عنصری میں حیات ہو اور اگر حیات بالکل نہ ہو تو قبر کا تنگ ہونا یا وسیع ہونا برابر ہے، اسی طرح فتنہ قبر اور فتنہ نار کا محل ایک ہے اور عذاب جہنم روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوگا تو قبر کا عذاب بھی دونوں کے لئے ہوگا۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ قبر میں جسد عنصری ہے تو عذاب قبر میں جسد عنصری بھی شریک ہوگا۔

۳۷...... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عُوذُوا بِاللهِ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعُوذُوا بِاللهِ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، عُوذُوا بِاللهِ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ (السنن الکبری للنسائی ج ۷ ص ۱۵۰، سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۹۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑو قبر کے فتنہ سے، تم اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑو زندگی اور موت کے فتنہ سے، تم اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑو دجال کے فتنہ سے۔

فائدہ: مخاطب روح و جسد عنصری کا مجموعہ ہے، پس پناہ طلب کنندہ روح اور جسد عنصری دونوں ہیں، معلوم ہوا کہ جیسے فتنہ محیا اور فتنہ دجال کا تعلق روح اور جسد عنصری کے ساتھ ہے، اسی طرح فتنہ ممات اور عذاب قبر کا تعلق بھی روح اور جسد عنصری دونوں کے ساتھ ہے۔

۳۸...... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: مَا صَلَّى نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعًا أَوِ اثْنَتَيْنِ إِلَّا سَمِعْتُهُ يَدْعُو: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الصَّدْرِ وَسُوءِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ (صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۲۸۳، صحیح البخاری ج ۲ ص ۹۹، سنن الترمذی ج ۵ ص ۴۷۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی چار رکعت یا دو رکعت پڑھیں تو میں نے آپ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا ''اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، دل کے فتنہ سے، بری زندگی اور بری موت سے۔

۳۹...... عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ، وَالْبُخْلِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ (مسند أحمد ج ۱۹ ص ۱۲۶، سنن الترمذی ج ۵ ص ۳۹۷، صحیح البخاری ج ۶ ص ۸۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے ”اے اللہ! بے شک میں تیری پناہ پکڑتا ہوں عجز سے، سستی سے، بزدلی سے، بڑھاپے سے، بخل سے اور عذاب قبر سے، اور میں تیری پناہ پکڑتا ہوں زندگی اور موت کے فتنہ سے۔

۴۰...... عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ يَقُولُ: "دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا نَخْلًا لِبَنِي النَّجَّارِ، فَسَمِعَ أَصْوَاتَ رِجَالٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ مَاتُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ يُعَذَّبُونَ فِي قُبُورِهِمْ. فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزِعًا، فَأَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَتَعَوَّذُوا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ" (مسند احمد ج ۲۲ ص ۵۸) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ ایک دن بنونجار کے ایک باغ میں داخل ہوئے تو زمانہ جاہلیت میں بنونجار کے فوت شدہ کچھ لوگوں کو قبروں میں عذاب ہو رہا تھا آپ ﷺ نے ان کی آوازیں سنیں، پس نبی کریم ﷺ گھبرائے ہوئے باہر تشریف لائے اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ عذاب قبر سے پناہ مانگا کریں۔

۴۱...... عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ. اللّٰهُمَّ آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا. اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَنَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَعِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَدَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا". قَالَ: فَقَالَ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَاهُنَّ وَنَحْنُ نُعَلِّمُكُمُوهُنَّ" (مسند احمد ج ۳۲ ص ۶۱، سنن الترمذی ج ۵ ص ۴۵۸) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے ”اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں عجز سے، سستی سے، بڑھاپے سے، بزدلی سے، بخل سے اور عذاب قبر سے...... حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں یہ کلمات سکھایا کرتے تھے اور ہم تمہیں یہ کلمات سکھا رہے ہیں۔ (فائدہ: پناہ طلب کرنے والا روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، معلوم ہوا کہ جن امور سے پناہ طلب کی گئی ہے ان کا تعلق اور روح اور جسد عنصری کے ساتھ ہے، اُن میں عذاب قبر بھی، اس سے ثابت ہوا کہ عذاب قبر کا تعلق روح اور جسد عنصری کے ساتھ ہوتا ہے، اور عذاب قبر موقوف ہے حیات قبر پر۔

۴۲...... عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رضی اللہ عنہ قَالَ: لَا أَقُولُ لَكُمْ إِلَّا كَمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: كَانَ يَقُولُ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ، وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ، وَالْبُخْلِ، وَالْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ. اللّٰهُمَّ آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا. اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا (صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۰۸۸) زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں وہ دعا بتاتا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی، آپ ﷺ نے فرمایا ”اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں عجز سے، سستی سے، بڑھاپے سے اور عذاب قبر سے، اے اللہ! میرے نفس کو اس کا تقویٰ عطا کیجئے، اس کو پاک کر دیجئے، آپ پاک کرنے والوں میں سے سب سے بہتر پاک کنندہ ہیں، تو ہی ہے ہمارا مالک اور مددگار، اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ دے، ایسے دل سے جس میں خشیہ نہ ہو، ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو، ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو۔

۴۳...... عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ: حَدَّثَتْنِي جَارَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهَا كَانَتْ تَسْمَعُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عِنْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ: "اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ

عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ" (مسند احمد ج ۷ ص ۳ ص ۱۶) عبد اللہ بن قاسم کہتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ کی ایک پڑوسن نے بیان کیا، وہ سنا کرتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ طلوع فجر کے وقت یہ کلمات فرماتے تھے "اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں قبر کے عذاب سے اور قبر کے فتنہ سے۔"

۴۴...... عن ابْنَةِ خَالِدِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنهما أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَهُوَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (صحیح البخاری ج ۲ ص ۹۹) خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کی بیٹی نقل کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ قبر کے عذاب سے پناہ مانگ رہے ہیں۔

۴۵...... عن أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنَ الشُّحِّ، وَالْجُبْنِ، وَفِتْنَةِ الصَّدْرِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ (السنن الکبریٰ للنسائی ج ۷ ص ۲۰۸) اصحاب رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بخل سے، بزدلی سے، دل کے فتنہ سے اور عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔

۴۶...... عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ، وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ (المعجم الكبير للطبرانی ج ۹ ص ۵۸) حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ یہ دعا کرتے تھے "اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں فقر سے، عذاب قبر سے، زندگی اور موت کے فتنہ سے۔"

۴۷...... عن أبي أيوبَ الأنصاريِّ رضی اللہ عنہ عن النبيِّ ﷺ قالَ: مَن قاتلَ فصبرَ حتى يُقتلَ أو يَغلبَ وُقيَ فتنةَ القبرِ (المخلصيات ج ۴ ص ۳۳) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے قتال کیا حتی کہ قتل کر دیا گیا یا غالب آ گیا وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔

۴۸...... عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللهِ بَاعَدَهُ اللهُ مِنَ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا، وَمَنْ تُوُفِّيَ مُرَابِطًا وُقِيَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ، وَجَرَى عَلَيْهِ رِزْقُهُ (المعجم الاوسط ج ۶ ص ۳۱۷) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا راہ جہاد میں جس نے ایک دن کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے ستر سال کی مسافت کے برابر دور کر دیں گے، اور جو راہ جہاد میں فوت ہوا وہ قبر کے فتنہ سے محفوظ ہو گیا اور اس پر اس کا رزق جاری ہو جاتا ہے۔

۴۹...... عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ مَاتَ مُرَابِطًا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمَّنَهُ اللهُ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ (المعجم الأوسط ج ۳ ص ۲۳) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے فوت ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے فتنہ سے امن دے دیتے ہیں۔

۵۰...... عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوتُ إِلَّا خُتِمَ عَلَى عَمَلِهِ، إِلَّا مَنْ مَاتَ مُرَابِطًا فِي سَبِيلِ اللهِ، فَإِنَّهُ يَنْمُو لَهُ عَمَلُهُ، وَيَأْمَنُ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ (الجهاد لابن أبي عاصم ج ۲ ص ۷۰۹، سنن الترمذی ج ۳ ص ۲۱۷، صحیح ابن حبان ج ۱۰ ص ۴۸۴) فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی فوت ہوتا ہے اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے مگر وہ جو اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہوئے فوت ہو جائے اس کا عمل جہاد جاری رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے۔

۵۱...... عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رِبَاطُ يَوْمٍ

فِي سَبِيلِ اللّٰهِ يَعْدِلُ عِبَادَةَ شَهْرٍ أَوْ سَنَةٍ صِيَامَهَا وَقِيَامَهَا، وَمَنْ مَاتَ مُرَابِطًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَأَجْرَى لَهُ أَجْرَ رِبَاطٍ مَا دَامَتِ الدُّنْيَا (مسند الحارث ج ۲ ص ۶۵۲) عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے راستہ میں ایک دن جہاد کرنا ایک مہینہ یا (فرمایا) ایک سال کے روزوں اور رات کی عبادت کے برابر ہے، اور جو اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہوئے فوت جائے اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے فتنہ سے پناہ دے دیتے ہیں اور اس کے لئے عمل جہاد کا اجر قیامت تک جاری رکھیں گے۔

۵۲...... عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ لِلشَّهِيدِ عِنْدَ اللّٰهِ سَبْعَ خِصَالٍ: يُغْفَرُ لَهُ عِنْدَ أَوَّلِ دَفْعَةٍ مِنْ دَمِهِ، وَيُرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَيُحَلَّى حُلَّةَ الْإِيمَانِ، وَيُزَوَّجُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ، وَيُجَارُ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ، وَيَأْمَنُ يَوْمَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ، وَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ تَاجُ الْوَقَارِ، الْيَاقُوتَةُ مِنْهُ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَيُزَوَّجُ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ زَوْجَةً مِنَ الْحُورِ الْعِينِ، وَيُشَفَّعُ فِي سَبْعِينَ إِنْسَانًا مِنْ أَقَارِبِهِ (الجہاد لابن أبي عاصم ج ۲ ص ۵۳۲، سنن سعید بن منصور ج ۲ ص ۲۵۸، مسند أحمد ج ۲۸ ص ۴۱۹) مقدام بن معدیکرب فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک شہید کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس سات انعامات ہیں: (۱) اس کے خون کا پہلا قطرہ گرتا ہے تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اور اس کو جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے۔ (۲) اس کو ایمان کی برکت سے حلہ کے ساتھ مزین کر دیا جاتا ہے۔ (۳) حور عین سے اس کا نکاح کر دیا جاتا ہے۔ (۴) قبر کے فتنہ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ (۵) بڑی گھبراہٹ (قیامت) کے دن مطمئن رہے گا۔ (۶) اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور قیامت کے روز حور عین سے اس کی بہتر بیویاں ہوں گی۔ ۷۔ اس کے ستر رشتہ داروں کے بارے میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔

۵۳...... عَنْ قَيْسٍ الْجُذَامِيِّ رضی اللہ عنہ رَجُلٍ كَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يُعْطَى الشَّهِيدُ سِتَّ خِصَالٍ عِنْدَ أَوَّلِ قَطْرَةٍ مِنْ دَمِهِ يُكَفَّرُ عَنْهُ كُلُّ خَطِيئَةٍ، وَيُرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَيُزَوَّجُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ، وَيُؤَمَّنُ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَيُحَلَّى حُلَّةَ الْإِيمَانِ" (مسند أحمد ج ۲۹ ص ۳۲۲) صحابی رسول قیس جذامی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا شہید کو چھ انعام عطا کیے جاتے ہیں۔ (۱) اس کا خون کا پہلا قطرہ گرتا ہے تو اس کے تمام گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔ (۲) اس کو جنت کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے۔ (۳) حور عین سے نکاح کر دیا جاتا ہے۔ (۴) قیامت کے دن بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔ (۵) قبر میں عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ (۶) ایمان کی برکت سے اس کو حلہ کے ساتھ مزین کر دیا جاتا ہے۔

۵۴.... عن عائشة رضي الله عنها قالت: ما أعجز الرجال لو كنت رجلاً ما اخترت على الرباط عملاً سمعت رسول الله ﷺ يقول: (من مات مرابطاً وقي فتنة القبر ومن الفزع الاكبر. وأجرى الله له ما كان يعمل إلى يوم القيامة) (حديث أبي الطيب الحوراني ص ۱۳۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا لوگوں کو جہاد سے کس چیز نے عاجز کر دیا ہے؟ اگر میں مرد ہوتی تو جہاد پر کسی عمل کو ترجیح نہ دیتی، کیونکہ میں نے رسولِ اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا جو جہاد کے راستے میں فوت ہوگا اسے قبر کے فتنہ سے اور بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رکھا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ تا قیامت اس کے لئے وہ عمل جو وہ کرتا تھا جاری فرما دیں گے۔

۵۵...... عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لِلشَّهِيدِ عِنْدَ اللّٰهِ سِتُّ خِصَالٍ: يُغْفَرُ لَهُ فِي أَوَّلِ دَفْعَةٍ

مِنْ دَمِهٖ، وَيُرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ، وَيُحَلّٰى بِحُلْيَةِ الْإِيْمَانِ، وَيُزَوَّجُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ، وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَيَأْمَنُ الْفَزَعَ الْأَكْبَرَ، وَيُوْضَعُ عَلٰى رَأْسِهٖ تَاجُ الْوَقَارِ، وَالْيَاقُوْتَةُ مِنْهُ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا، وَيُزَوَّجُ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ، وَيُشَفَّعُ فِيْ سَبْعِيْنَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ (مسند الشامیین للطبرانی ج ۲ ص ۱۸۸) عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کے لئے چھ انعام ہیں: (۱) خون کے پہلے قطرہ گرنے کے ساتھ مغفرت کر دی جاتی ہے اور اس کو اس کا جنت کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے۔ (۲) اس کو نور ایمان کے زیور کے ساتھ مزین کیا جائے گا۔ (۳) حور عین کے ساتھ نکاح کر دیا جائے گا۔ (۴) عذاب قبر پناہ دے دی جاتی ہے اور بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔ (۵) اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک موتی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور قیامت کے دن بہتر حوروں کے ساتھ نکاح کیا جائے گا۔ (۶) اس کے خاندان کے ستر آدمیوں کے بارے میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔

۵۶...... عن عبد الله بن عمرو رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "ما من مسلم يموت يوم الجمعة أو ليلة الجمعة إلا وقاه الله فتنة القبر" (مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۳، سنن الترمذی ج ۲ ص ۳۷۷) حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں فوت ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے فتنہ سے محفوظ رکھتے ہیں۔

۵۷......عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَاتَ مُرَابِطًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَجْرٰى عَلَيْهِ أَجْرَ عَمَلِهِ الصَّالِحِ الَّذِيْ كَانَ يَعْمَلُ وَأَجْرٰى عَلَيْهِ رِزْقَهٗ وَأَمِنَ مِنَ الْفَتَّانِ (ابن ماجہ ص ۱۹۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہوا فوت ہوا تو وہ جو نیک عمل کرتا تھا اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کا اجر جاری فرما دیتے ہیں اور اس کے لئے رزق بھی جاری فرما دیتے ہیں، اور وہ قبر میں منکر نکیر کے سوال و جواب سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

۵۸......عن عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ الْبَوْلِ فَقَالَ: إِذَا مَسَّكُمْ شَيْءٌ فَاغْسِلُوْهُ فَإِنِّيْ أَظُنُّ أَنَّ مِنْهُ عَذَابَ الْقَبْرِ (مسند البزار ج ۷ ص ۱۳۸) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشاب کے متعلق دریافت کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں پیشاب کا کچھ حصہ لگے تو اسے دھو ڈالو، کیونکہ میرا گمان یہ ہے کہ اس کی وجہ سے عذاب قبر ہوتا ہے۔

۵۹......عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "أَكْثَرُ عَذَابِ الْقَبْرِ فِي الْبَوْلِ" (مسند احمد الرسالۃ ج ۱۴ ص ۷۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکثر عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔

۶۰......عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَسَنَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ يَدِهٖ كَهَيْئَةِ الدَّرَقَةِ فَوَضَعَهَا ثُمَّ بَالَ إِلَيْهَا فَقَالَ بعض الْقَوْمِ: انْظُرُوْا إِلَيْهِ يَبُوْلُ كَمَا تَبُوْلُ الْمَرْأَةُ، قَالَ: فَسَمِعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "وَيْحَكَ مَا عَلِمْتَ مَا أَصَابَ صَاحِبَ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ؟ كَانُوْا إِذَا أَصَابَهُمْ شَيْءٌ مِّنَ الْبَوْلِ قَرَضُوْا بِالْمَقَارِيْضِ فَنَهَاهُمْ فَعُذِّبَ فِيْ قَبْرِهٖ" (صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۳۹۷) عبد الرحمن بن حسنہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس باہر تشریف لائے، آپ کے ہاتھ میں

چمڑے کی ڈھال جیسی کوئی چیز تھی، اس کو آپ ﷺ نے رکھا پھر اس کی طرف منہ کر کے پیشاب کیا، کچھ لوگوں نے کہا اس کو دیکھو، وہ بیٹھ کر ایسے پیشاب کرتا ہے جیسے عورت بیٹھ کر پیشاب کرتی ہے، نبی کریم ﷺ نے یہ بات سن لی، اور فرمایا تیرا ناس ہو، کیا تو نہیں جانتا کہ بنی اسرائیل کے ساتھی کو کس وجہ سے عذاب دیا گیا تھا؟ جب بنی اسرائیل کے کپڑوں کو پیشاب لگتا تو وہ اس جگہ کو قینچی سے کاٹ دیتے تھے، اس نے بنی اسرائیل کو منع کر دیا تو اس کو قبر میں عذاب دیا گیا۔

۶۱ ...... عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَسْتَنْزِهُ مِنَ الْبَوْلِ، وَيَأْمُرُ أَصْحَابَهُ بِذَلِكَ قَالَ مُعَاذٌ: إِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْبَوْلِ (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲۰ ص ۱۲۴) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ پیشاب سے بہت بچا کرتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کا حکم دیتے تھے، معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اکثر عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔

۶۲ ...... عَنْ مَيْمُونَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَفْتِنَا عَنِ الصَّدَقَةِ، قَالَ إِنَّهَا حِجَابٌ عَنِ النَّارِ لِمَنِ احْتَسَبَهَا يَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللهِ قَالَتْ: أَفْتِنَا يَا رَسُولَ اللهِ، فِي ثَمَنِ الْكَلْبِ، قَالَ " طُعْمَةٌ جَاهِلِيَّةٌ وَقَدْ أَغْنَى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْهَا، قَالَتْ: وَأَفْتِنَا عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَقَالَ مِنْ أَثَرِ الْبَوْلِ فَمَنْ أَصَابَهُ بَوْلٌ فَلْيَغْسِلْهُ بِمَاءٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ مَاءً فَلْيَمْسَحْهُ بِتُرَابٍ طَيِّبٍ (الآحاد والمثانی لابن أبی عاصم ج ۶ ص ۲۱۷) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے اللہ کے رسول! ہمیں صدقہ کے متعلق بتایئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک صدقہ جہنم کی آگ سے رکاوٹ ہے جو ثواب کی امید پر اور رضائے الٰہی کی خاطر دیا جائے، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے اللہ کے رسول! ہمیں کتے کے ثمن کے متعلق بتایئے، فرمایا وہ جاہلیت کا کھانا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے نیاز کر دیا ہے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہمیں قبر کے فتنہ کے متعلق بتایئے، فرمایا وہ اکثر پیشاب لگنے کی وجہ سے ہوتا ہے، اس لیے جس کو پیشاب لگے وہ اس کو پانی سے دھو ڈالے، اگر پانی نہ ملے تو اس کو پاک مٹی سے صاف کر لے۔

۶۳ ...... عَنْ مَيْمُونَةَ بِنْتِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا قَالَتْ: أَفْتِنَا يَا رَسُولَ اللهِ مِمَّ عَذَابُ الْقَبْرِ، قَالَ: مِنْ أَثَرِ الْبَوْلِ، فَمَنْ أَصَابَهُ بَوْلٌ فَلْيَغْسِلْهُ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ مَاءً فَلْيَمْسَحْهُ بِتُرَابٍ طَيِّبٍ (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲۵ ص ۳۷) میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا نے کہا اے اللہ کے رسول! ہمیں بتایئے عذاب قبر کس وجہ سے ہوتا ہے؟ فرمایا پیشاب لگنے کی وجہ سے، اس لیے جس کو پیشاب لگے وہ اس کو دھو لے، اگر پانی نہ ہو تو پاک مٹی سے صاف کرے۔

۶۴ ...... عَنْ مَيْمُونَةَ مَوْلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا: يَا مَيْمُونَةُ تَعَوَّذِي بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُ لَحَقٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ. وَإِنَّ مِنْ أَشَدِّ عَذَابِ الْقَبْرِ الْغِيبَةَ وَالْبَوْلَ (إثبات عذاب القبر للبیهقی ص ۱۲۲) نبی کریم ﷺ کی آزاد کردہ لونڈی میمونہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے کہا اے میمونہ! عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑ، میمونہ نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا یہ حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں بے شک قبر کے سخت ترین عذاب کا سبب غیبت اور پیشاب ہے۔

۶۵ ...... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَنَزَّهُوا مِنَ الْبَوْلِ: فَإِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْبَوْلِ (المجالسۃ للدینوری ج ۱ ص ۳۲۳، نیز سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۳۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پیشاب سے بچو، کیونکہ اکثر عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔

۶۶ ...... عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْرِعُوا بِالْجِنَازَةِ فَاِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا وَاِنْ يَكُ سِوَى ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۶، مسلم ج ۱ ص ۳۰۶، مشکوۃ ص ۱۴۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنازہ کو جلدی لے چلو، کیونکہ اگر وہ نیک ہوتا ہے تو اس کا انجام بہتر ہے جس کی طرف تم اس کو آگے لے جارہے ہو، اور اگر اس کے سوا ہے تو یہ ایک شر ہے جس کو اپنی گردنوں سے اتارو گے۔

فائدہ: اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے جسد عنصری کو جلدی لے جانے اور دفنانے کا حکم فرمایا ہے، اور وجہ یہ بتائی کہ اگر نیک ہے تو اس کو خیر تک جلدی پہنچا دو، اور اگر میت بری ہے تو اپنی گردنوں سے اس کو جلدی اتار دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیک میت جس کو اٹھا کر لے جارہے ہیں انجام خیر اسی کو نصیب ہوتا ہے نہ کہ بدن مثالی کو، اسی طرح بری میت ہو تو اس کا برا انجام بھی اس کے جسد عنصری کو پیش آتا ہے نہ کہ بدن مثالی کو۔ کیونکہ بدن مثالی کو اٹھا کر نہیں لے جاتے، نہ اس کا جنازہ پڑھتے ہیں، نہ دفن کرتے ہیں۔

۶۷ ...... عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يُسْرِفُ عَلَى نَفْسِهِ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ قَالَ لِبَنِيهِ اِذَا اَنَا مُتُّ فَاَحْرِقُونِي ثُمَّ اطْحَنُونِي ثُمَّ ذَرُّونِي فِي الرِّيحِ فَوَاللهِ لَئِنْ قَدَرَ عَلَيَّ رَبِّي لَيُعَذِّبَنِّي عَذَابًا مَا عَذَّبَهُ اَحَدًا فَلَمَّا مَاتَ فُعِلَ بِهِ ذٰلِكَ فَاَمَرَ اللهُ الْاَرْضَ فَقَالَ اجْمَعِي مَا فِيكِ مِنْهُ فَفَعَلَتْ فَاِذَا هُوَ قَائِمٌ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ قَالَ يَا رَبِّ خَشْيَتُكَ فَغَفَرَ لَهُ (بخاری ج ۱ ص ۴۹۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایک آدمی جو اپنے اوپر زیادتی کرتا تھا (یعنی گناہ کرتا تھا)، اس نے موت کے وقت اپنے بیٹوں کو کہا جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا دینا، پھر راکھ کو پیس لینا، پھر مجھے ہوا میں اڑا دینا، پس اللہ کی قسم، اگر میرا رب مجھ پر قادر ہوا تو مجھے ایسا عذاب دے گا کہ ویسا عذاب کسی کو نہیں دیا ہوگا، جب وہ فوت ہوا تو اس کے ساتھ یہی کچھ کیا گیا، اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا، فرمایا اس کے جو اجزاء تجھ میں منتشر ہیں ان کو جمع کر، زمین نے ان کو جمع کر دیا، پس وہ آدمی کھڑا ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو کچھ تو نے کیا تجھے اِس پر کس چیز نے برانگیختہ کیا؟، اس نے کہا اے میرے رب! تیرے خوف نے، اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔

۶۸ ...... عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُرْسَلُ عَلَى الْكَافِرِ حَيَّتَانِ: وَاحِدَةٌ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ، وَأُخْرَى مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ، تَقْرِضَانِهِ قَرْضًا، كُلَّمَا فَرَغَتَا عَادَتَا اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (مسند احمد حدیث ۲۵۱۸۹، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۶۷، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۵، وقال اسنادہ حسن) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قبر میں کافر پر دو سانپ مسلط کیے جاتے ہیں، ایک سر کی طرف سے، دوسرا پاؤں کی طرف سے، جو اُس کو کاٹتے رہتے ہیں، جب ہر ایک دوسری جانب پہنچ جاتا ہے تو پھر دوبارہ کاٹنا شروع کر دیتا ہے، اور یہ عذاب قیامت تک جاری رہے گا۔

۶۹ ...... عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ وَهُوَ يَسِيرُ عَلَى رَاحِلَتِهِ، فَنَفَرَتْ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا شَأْنُ رَاحِلَتِكَ نَفَرَتْ؟ قَالَ: إِنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ رَجُلٍ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ، فَنَفَرَتْ لِذٰلِكَ (المعجم الاوسط ج ۳ ص ۵۶) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، اور آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار تھے، اونٹنی بدکی، میں نے

کہا اے اللہ کے رسول! آپ کی اونٹنی کیوں بدکی ہے؟، آپ ﷺ نے فرمایا اس نے ایک آدمی کی چیخ سنی ہے جس کو اس کی قبر میں عذاب دیا جارہا ہے، اس کی وجہ سے بدکی ہے۔

۷۰...... عَنْ أَبِي رَافِعٍ رضی اللہ عنہ قَالَ.. فَبَيْنَمَا أَنَا أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى صَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَهُوَ يُسْرِعُ، فَمَرَرْنَا بِالْبَقِيعِ، فَقَالَ: ⑪ أُفٍّ، أُفٍّ لَكَ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ يُرِيدُنِي. فَقَالَ لِي: امْشِ مَا لَكَ؟ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَحْدَثْتُ شَيْئًا؟ قَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ فَقُلْتُ: أَفَّفْتَ مِنِّي يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ: لَا، وَلَكِنْ هَذَا قَبْرُ فُلَانٍ بَعَثْتُهُ سَاعِيًا عَلَى بَنِي فُلَانٍ فَغَلَّ دِرْعًا فَدُرِّعَ الْآنَ مِثْلَهَا مِنَ النَّارِ (المعجم الکبیر للطبرانی ج۱ ص ۳۲۳، شرح الصدور للسیوطی ص ۱۶۵) حضرت ابورافع فرماتے ہیں: اس اَثناء میں کہ میں نماز مغرب کی طرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جارہا تھا اور آپ تیز چل رہے تھے، ہم بقیع کے قبرستان کے پاس گزرے، تو آپ نے فرمایا تجھ پر افسوس، میں نے یہ گمان کیا کہ آپ ﷺ مجھے فرمارہے ہیں، پھر آپ نے مجھے کہا چل، تجھے کیا ہوگیا؟، میں نے کہا اے اللہ کے رسول! میں نے کون سا نیا کام کیا ہے؟، آپ ﷺ نے فرمایا کیا ہوا؟، میں نے کہا آپ نے میرے بارے میں فرمایا ہے تجھ پر افسوس، آپ نے فرمایا، نہیں، لیکن یہ فلاں کی قبر ہے جس کو میں نے بنی فلاں کے پاس زکوۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا، اُس نے خیانت کے طور پر ایک زرہ لے لی، پس قبر میں اُسی جیسی آگ کی زرہ اُس کو ڈال دی گئی ہے۔

۷۱...... عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ یقول: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُسَلَّطُ عَلَى الْكَافِرِ فِي قَبْرِهِ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ تِنِّينًا تَلْدَغُهُ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ. فَلَوْ أَنَّ تِنِّينًا مِنْهَا نَفَخَ فِي الْأَرْضِ مَا أَنْبَتَتْ خَضِرًا (مسند احمد حدیث ۱۱۳۳۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۵۸، سنن دارمی حدیث ۲۸۵۷، مسند ابی یعلی ج ۲ ص ۴۹۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کافر پر اس کی قبر میں ننانوے اژدہا مسلط کیے جاتے ہیں جو اس کو قیامت تک کاٹتے رہیں (اور وہ اتنے زہریلے ہیں کہ) اگر اُن میں سے ایک سانپ زمین میں پھنکار دے تو زمین سبزہ نہ اُگا سکے۔

۷۲...... عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: بَيْنَا أَنَا سَائِرٌ بِجَنَبَاتِ بَدْرٍ، إِذْ خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ حُفَيْرٍ، فِي عُنُقِهِ سِلْسِلَةٌ، فَنَادَانِي: يَا عَبْدَ اللهِ اسْقِنِي، يَا عَبْدَ اللهِ اسْقِنِي، فَلَا أَدْرِي، أَعَرَفَ اسْمِي أَوْ دَعَانِي بِدِعَايَةِ الْعَرَبِ، وَخَرَجَ أَسْوَدُ مِنْ ذَلِكَ الْحُفَيْرِ، فِي يَدِهِ سَوْطٌ، فَنَادَانِي: يَا عَبْدَ اللهِ، لَا تَسْقِهِ، فَإِنَّهُ كَافِرٌ، ثُمَّ ضَرَبَهُ بِالسَّوْطِ حَتَّى عَادَ إِلَى حُفْرَتِهِ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْرِعًا، فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ لِي: ⑪ أَوَقَدْ رَأَيْتَهُ، ⑫ قُلْتُ: نَعَمْ قَالَ: ⑪ ذَاكَ عَدُوُّ اللهِ أَبُو جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ، وَذَاكَ عَذَابُهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (المعجم الاوسط للطبرانی ج ۶ ص ۳۳۵، اثبات عذاب القبر للبیہقی ص ۱۳۵، معجم ابن الاعرابی ج ۲ ص ۶۸۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس اَثناء میں کہ میں بدر کے کناروں میں چل رہا تھا کہ اچانک ایک آدمی چھوٹے سے گڑھے سے نکلا، جس کی گردن میں زنجیر ہے، اُس نے دو دفعہ مجھے آواز دی اے عبد اللہ! مجھے پانی پلایئے، میں نہیں جانتا کہ وہ میرا نام پہچانتا تھا یا عرب کے رواج کے مطابق اس نے اے اللہ کا بندہ کہہ کر مجھے آواز دی ہے، اور اُسی گڑھے سے ایک کالے رنگ والا آدمی نکلا جس کے ہاتھ میں کوڑا ہے، اُس نے مجھے آواز دی اے عبد اللہ! اس کو مت پانی پلا، کیونکہ یہ کافر ہے، پھر اُس کو کوڑے کے ساتھ مارا حتی کہ اس کو اس کے گڑھے کی طرف لوٹا دیا، میں جلدی

سے نبی کریم ﷺ کے پاس آیا، میں نے آپ کو خبر دی، تو آپ نے مجھے کہا کیا تو نے اُس کو دیکھا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں، آپ نے فرمایا یہ اللہ کا دشمن ابوجہل بن ہشام ہے اور قیامت تک اس پر یہ عذاب جاری رہے گا۔

۷۳...... عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصَلَّاهُ فَرَأَى نَاسًا كَأَنَّهُمْ يَكْتَشِرُونَ قَالَ: "أَمَا إِنَّكُمْ لَوْ أَكْثَرْتُمْ ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَكُمْ عَمَّا أَرَى، فَأَكْثِرُوا مِنْ ذِكْرِ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ، فَإِنَّهُ لَمْ يَأْتِ عَلَى الْقَبْرِ يَوْمٌ إِلَّا تَكَلَّمَ فِيهِ فَيَقُولُ: أَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ وَأَنَا بَيْتُ الْوَحْدَةِ، وَأَنَا بَيْتُ التُّرَابِ، وَأَنَا بَيْتُ الدُّودِ. فَإِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ: مَرْحَبًا وَأَهْلًا أَمَا إِنْ كُنْتَ لَأَحَبَّ مَنْ يَمْشِي عَلَى ظَهْرِي إِلَيَّ، فَإِذْ وُلِّيتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ إِلَيَّ فَسَتَرَى صَنِيعِيَ بِكَ" قَالَ: "فَيَتَّسِعُ لَهُ مَدَّ بَصَرِهِ وَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ إِلَى الْجَنَّةِ. وَإِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُ أَوِ الْكَافِرُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ: لَا مَرْحَبًا وَلَا أَهْلًا أَمَا إِنْ كُنْتَ لَأَبْغَضَ مَنْ يَمْشِي عَلَى ظَهْرِي إِلَيَّ. فَإِذْ وُلِّيتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ إِلَيَّ فَسَتَرَى صَنِيعِيَ بِكَ" قَالَ: ⑪فَيَلْتَئِمُ عَلَيْهِ حَتَّى تَلْتَقِيَ عَلَيْهِ وَتَخْتَلِفَ أَضْلَاعُهُ⑫. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِأَصَابِعِهِ، فَأَدْخَلَ بَعْضَهَا فِي جَوْفِ بَعْضٍ قَالَ: ⑪وَيُقَيِّضُ اللّٰهُ سَبْعِينَ تِنِّينًا لَوْ أَنَّ وَاحِدًا مِنْهَا نَفَخَ فِي الْأَرْضِ مَا أَنْبَتَتْ شَيْئًا مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا فَيَنْهَشْنَهُ وَيَخْدِشْنَهُ حَتَّى يُفْضَى بِهِ إِلَى الْحِسَابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ (سنن ترمذی ج ۲ ص ۷۲، مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۵۷، التذکرۃ للقرطبی ص ۳۱۸) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس چیز کو یاد کرو جو لذتوں کو مٹا دینے والی ہے، کیونکہ قبر ہر روز کہتی ہے میں اجنبی گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں، میں مٹی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں، پھر جب مؤمن بندے کو دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس کو کہتی ہے تیرا آنا مبارک ہو، میری پیٹھ پر جو چلنے والے ہیں تو مجھے اُن میں سے زیادہ محبوب تھا، جب آج مجھے تیرا والی بنا دیا گیا اور تو میری طرف لوٹ آیا تو تو اپنے ساتھ میرا سلوک دیکھ لے گا، پس قبر تا حدنگاہ اس کے لیے فراخ ہو جاتی ہے اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اور جب کافر کو دفن کیا جاتا ہے تو اس کو قبر کہتی ہے تیرا آنا مبارک نہیں، اور جو میری پیٹھ پر چلتے تھے اُن میں سے تو میری طرف زیادہ مبغوض تھا، پس آج جب میں تیری والی بنا دی گئی اور تو میری طرف لوٹ آیا تو اپنے ساتھ میرا سلوک دیکھ لے، پس قبر اُس پر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں، اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کر کے دکھایا، اور اس پر ستر اژدہا مسلط کر دیئے جاتے ہیں، اگر اُن میں سے ایک زمین میں پھنکارہ مار دے تو کبھی بھی کوئی چیز اُس سے نہ اُگ سکے اور قیامت تک وہ سانپ اس کو کاٹتے اور زخمی کرتے رہیں گے، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ یقینی بات ہے کہ قبر جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

۷۴...... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةٍ، فَجَلَسَ إِلَى قَبْرٍ مِنْهَا، فَقَالَ. ⑪مَا يَأْتِي عَلَى هَذَا الْقَبْرِ مِنْ يَوْمٍ إِلَّا وَهُوَ يُنَادِي بِصَوْتٍ طَلْقٍ ذَلْقٍ: يَا ابْنَ آدَمَ. كَيْفَ نَسِيتَنِي، أَلَمْ تَعْلَمْ أَنِّي بَيْتُ الْوَحْدَةِ، وَبَيْتُ الْغُرْبَةِ، وَبَيْتُ الْوَحْشَةِ، وَبَيْتُ الدُّودِ، وَبَيْتُ الضِّيقِ، إِلَّا مَنْ وَسَّعَنِي اللّٰهُ عَلَيْهِ⑫ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ⑪الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، أَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ⑫ (المعجم الاوسط ج ۸ ص ۲۷۳، المطالب العالیہ لابن حجر ج ۱۸ ص ۴۸۷، شرح

الصدور ص ۷۳، مرقاۃ المفاتیح ج ۸ ص ۴۲۵۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازے میں نکلے، آپ ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا قبر ہر روز آواز دیتی ہے اے ابن آدم! تو نے مجھے کیسے بھلا دیا؟ کیا تو نہیں جانتا کہ میں تنہائی، اجنبیت، وحشت، کیڑوں کا گھر ہوں، اور تنگی کا گھر ہوں مگر وہ خوش نصیب جس پر اللہ تعالیٰ مجھے فراخ کر دے، پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

۷۵...... عن البراء رضی اللہ عنہ قال خرجنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی جنازة فوجدنا القبر لم یلحد فجلس وجلسنا حوله قال رسول الله صلی الله علیه وسلم إذا وضع المیت فی قبره ثم سوی علیه کلمته الأرض فقالت أما علمت أنی بیت الوحشة والغربة والدود فماذا أعددت لی (شرح الصدور للسیوطی ص ۷۵) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازے میں نکلے، ابھی تک قبر میں لحد نہیں بنائی گئی تھی، اس لیے نبی کریم ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میت کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس پر مٹی ڈال دی جاتی ہے تو صاحب قبر کے ساتھ زمین کلام کرتی ہے، اور کہتی ہے کیا تو نہیں جانتا کہ میں تنہائی، اجنبیت اور کیڑوں کا گھر ہوں، تو نے میرے لیے کیا تیاری کی ہے؟

۷۶......۷۶۔ عَنْ أَبِي الْحَجَّاجِ الثُّمَالِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَقُولُ الْقَبْرُ لِلْمَيِّتِ حِينَ يُوضَعُ فِيهِ: وَيْحَكَ ابْنَ آدَمَ. مَا غَرَّكَ بِي؛ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنِّي بَيْتُ الْفِتْنَةِ وَبَيْتُ الظُّلْمَةِ وَبَيْتُ الْوَحْدَةِ وَبَيْتُ الدُّودِ؛ مَا غَرَّكَ بِي إِذَا كُنْتَ تَمُرُّ بِي فَدَّادًا، فَإِنْ كَانَ مُصْلِحًا أَجَابَ عَنْهُ مُجِيبُ الْقَبْرِ فَيَقُولُ: أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ مِمَّنْ يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ، فَيَقُولُ الْقَبْرُ: إِذَنْ أَعُودُ إِلَيْهِ خَضِرًا وَيَعُودُ جَسَدُهُ نُورًا وَيَصْعَدُ رُوحُهُ إِلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ (المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۳۷۷) صحابی رسول ابو الحجاج ثمالی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میت کو جس وقت قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو قبر میت کو کہتی ہے، اے ابن آدم! تجھ پر افسوس ہے، میرے بارے میں کس چیز نے تجھے دھوکا دیا؟، کیا تو نہیں جانتا کہ میں فتنے کا گھر ہوں، تاریکی، تنہائی اور کیڑوں کا گھر ہوں، کس چیز نے تجھے مجھ سے غافل کر دیا جب تو میرے ساتھ گزرتا تھا تو تکبرانہ چال سے گزرتا تھا۔ پس اگر صاحب قبر نیک ہوتا ہے تو اس کی طرف سے قبر میں جواب دینے والا فرشتہ جواب دیتا ہے اے قبر! بتا، اگر یہ اُن لوگوں میں سے ہو جو نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں (تو کیا پھر بھی تو یہی سلوک کرے گی؟)، قبر کہتی ہے کہ اگر یہ آدمی ایسا ہی ہے تو میں اس کے لئے سرسبز باغ ہو جاؤں گی، اور اس کا جسم پُرنور ہو جائے گا، اور اس کی روح رب العالمین کی طرف چڑھ جائے گی۔

۷۷......عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ القبر حفرة من حفر جهنم أو روضة من رياض الجنة (القبور لابن ابی الدنیا ص ۱۱۵، اثبات عذاب القبر للبیهقی ص ۵۵، شرح الصدور ص ۱۰۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قبر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

۷۸......عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ⑪ إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ عَنْ أَهْلِهَا حَرَّ الْقُبُوْرِ (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۷ ص ۲۸۶، شعب الایمان للبیہقی ج ۵ ص ۴۹، الاستذکار ج ۸ ص ۵۹۶، شرح الصدور ص ۲۰۷) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک صدقہ اہل صدقہ سے قبروں کی آگ اور ان کی حرارت کو بجھا دیتا ہے۔

۷۹......عن ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ تُوُفِّيَتْ أُمُّهُ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ وَأَنَا غَائِبٌ عَنْهَا أَيَنْفَعُهَا شَيْءٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَإِنِّي أُشْهِدُكَ أَنَّ حَائِطِيَ الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا (بخاری ج ۱ ص ۳۸۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کی وفات ہوئی تو وہ اُن سے غائب تھے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ کے رسول! جب میری والدہ فوت ہوئیں تو میں اُس وقت موجود نہ تھا، اگر میں اُن کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کروں تو کیا اُن کو نفع ہوگا؟، آپ ﷺ نے فرمایا جی ہاں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا مخراف نامی باغ میری والدہ پر صدقہ ہے۔

فائدہ: والدہ کا مصداق روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، اکیلی روح یا روح اور جسد مثالی کا مجموعہ اُم کا مصداق نہیں، اور نفع کا پہنچنا موقوف ہے حیات پر۔

۸۰......عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ هٰذِهِ لِأُمِّ سَعْدٍ (ابوداود ج ۱ ص ۲۳۶، ابن ماجہ ص ۲۶۲، مشکوۃ ج ۱ ص ۱۶۹) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ کے رسول! بے شک سعد کی ماں فوت ہوگئی ہے، کون سا صدقہ افضل ہے؟، آپ نے فرمایا پانی، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے صدقہ ہے۔

۸۱......عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتّٰى مَاتَتْ أَفَأَحُجُّ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلٰى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَةً اقْضُوا اللهَ فَاللهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ (بخاری ج ۱ ص ۲۵۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جُہینہ قبیلے کی ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی، اس نے کہا بے شک میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی لیکن حج کرنے سے پہلے فوت ہوگئی، کیا میں اُس کی طرف سے حج کروں؟، نبی کریم ﷺ نے فرمایا جی ہاں، تو اس کی طرف سے حج کر، یہ بتا کہ اگر تیری ماں کے ذمے قرضہ ہوتا تو کیا تو ادا کرتی؟ پس اللہ کا قرض بھی ادا کرو کیونکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ اُس کا حق ادا کیا جائے۔

۸۲......عن علي بن أبي طالب كرم الله وجهه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من مر على المقابر فقرأ: قل هو الله أحد إحدى عشر مرة ثم وهب أجرها للأموات أعطي من الأجر بعدد الأموات (الکلام علی وصول القراءۃ للمیت لابن ابی السرور ص ۲۲۱، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۸، منحۃ السلوک للعینی ص ۳۳۲، الدر المختار ج ۱ ص ۱۲۳) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو آدمی قبروں پر گزرے پھر گیارہ مرتبہ سورت اِخلاص پڑھے اور اَموات کو ایصال ثواب کردے تو اس کو بھی اَموات کی تعداد کے برابر اجر عطا ہوگا۔

فائدہ: اگر قبروں کے اندر مردوں میں حیات نہیں اور ان کے اجساد عنصریہ کو ایصال ثواب سے فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ صرف ارواح کو فائدہ پہنچتا ہے تو اس صورت میں قبور کے پاس یا قبور سے دور ایصال ثواب برابر ہے، قبور کے پاس گزرنے کی تخصیص کا کیا فائدہ؟

۸۳...... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم من دخل الْمَقَابِر ثمَّ قَرَأَ فَاتِحَةَ الْكتاب و قل هُوَ الله أحد و أَلْهَاكُمُ التكاثر ثمَّ اللَّهُمَّ إِنِّي جعلت ثَوَاب مَا قَرَأت من كلامك لأهل الْمَقَابِر من الْمُؤمنِينَ وَالْمُؤْمِنَات كَانُوا شُفَعَاء لَهُ إِلَى الله تَعَالَى (شرح الصدور ص ۲۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی قبرستان میں داخل ہوا پھر سورہ فاتحہ، سورہ اخلاص اور سورہ تکاثر پڑھی، پھر یہ دعا کی: ''اے اللہ! جو کچھ میں نے تیرا کلام پڑھا ہے اس کا ثواب میری طرف سے ان اہل قبور کو پہنچا جو مؤمن ہیں خواہ مرد ہوں یا عورتیں''، تو یہ تمام اہل قبور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں اس آدمی کے لئے سفارش کریں گے۔

۸۴...... عَن أنس رضی اللہ عنہ أَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ من دخل الْمَقَابِر فَقَرَأَ سُورَة يس خفف الله عَنْهُم وَكَانَ لَهُ بِعَدَد من فِيهَا حَسَنَات (شرح الصدور ص ۲۱۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی قبرستان میں داخل ہوا پھر اس نے سورت یٰس پڑھی تو اللہ تعالیٰ اہل قبور سے تخفیف فرمادیں گے اور اہل قبور کی تعداد کے برابر پڑھنے والے کو نیکیاں نصیب ہوں گی۔

۸۵...... عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَبَا بَرْزَةَ الأَسْلَمِيَّ رضی اللہ عنہ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى قَبْرٍ وَصَاحِبُهُ يُعَذَّبُ. فَأَخَذَ جَرِيدَةً فَغَرَسَهَا فِي الْقَبْرِ. وَقَالَ: " عَسَى أَنْ يَرْفَعَ عَنْهُ مَا دَامَتْ رَطْبَةً ". فَكَانَ أَبُو بَرْزَةَ يُوصِي: إِذَا مُتُّ فَضَعُوا فِي قَبْرِي مَعِي جَرِيدَتَيْنِ. قَالَ: فَمَاتَ فِي مَفَازَةٍ بَيْنَ كَرْمَانَ وَقُومِسَ. فَقَالُوا: كَانَ يُوصِينَا أَنْ نَضَعَ فِي قَبْرِهِ جَرِيدَتَيْنِ وَهَذَا مَوْضِعٌ لا نُصِيبُهُمَا فِيهِ. فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ طَلَعَ عَلَيْهِمْ رَكْبٌ مِنْ قِبَلِ سِجِسْتَانَ فَأَصَابُوا مَعَهُمْ سَعَفًا. فَأَخَذُوا مِنْهُ جَرِيدَتَيْنِ فَوَضَعُوهُمَا مَعَهُ فِي قَبْرِهِ (تاریخ بغداد ج۱ ص ۵۳۶، تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۶۲ ص ۱۰۰، تغلیق التعلیق لابن حجر ج ۲ ص ۴۹۲، شرح الصدور) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی قبر پر گزرے جس میں صاحب قبر کو عذاب ہو رہا تھا، آپ نے کھجور کی چھڑی لی اور اس کو قبر میں گاڑ دیا اور فرمایا امید ہے کہ جب تک یہ چھڑی تر رہے گی اللہ تعالیٰ اُس سے عذاب اٹھالے گا۔ اس لیے حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ وصیت کرتے تھے کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو میری قبر میں کھجور کی دو چھڑیاں رکھ دینا، اتفاقاً وہ کرمان اور قومس کے درمیان ایسے جنگل میں فوت ہوئے جس میں کھجوریں نہیں تھیں، لوگوں نے کہا کہ وہ ہمیں وصیت کرتے تھے کہ ہم ان کی قبر میں کھجور کی دو چھڑیاں رکھیں جو یہاں ناپید ہیں، اچانک بجستان کی طرف سے کچھ سوار نمودار ہوئے جن کے پاس کھجور کی شاخیں تھیں، ان سے کھجور کی دو چھڑیاں لیں اور ان کو ابو برزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی قبر میں رکھ دیا۔

۸۶...... عن عبد الله بن عمرو بنِ العاص رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم "من مات يوم الجمعة أو ليلة الجمعة وُقي فتنة القبر" (مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۴، ۲۷۳، اثبات عذاب القبر للبیہقی ص ۱۰۳) حضرت عبد اللہ

بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی جمعہ کے دن یا شبِ جمعہ کو فوت ہوا وہ فتنہ قبر سے محفوظ ہو گیا۔

۸۷...... عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ مَاتَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ أُجِيرَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصبہانی ج ۳ ص ۱۵۵) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی جمعہ کے دن یا شبِ جمعہ کو فوت ہوا وہ عذاب قبر سے پناہ دے دیا گیا۔

۸۸...... عن ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَجُرُّ إِزَارَهُ مِنَ الْخُيَلَاءِ خُسِفَ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْأَرْضِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (بخاری ج ۱ ص ۴۹۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک آدمی جو تکبر کی وجہ سے اپنا تہبند گھسیٹ کر چل رہا تھا کہ اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا، پس وہ زمین میں قیامت تک نیچے دھنستا رہے گا۔

فائدہ: جو جسم زمین میں دھنسا اور قیامت تک وہ اسی عذاب میں مبتلا رہے گا وہ جسم عنصری ہے، اس سے ثابت ہوا کہ موت کے بعد عذاب روح اور جسم عنصری دونوں کو ہوتا ہے۔

۸۹...... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَتَبَخْتَرُ يَمْشِي فِي بُرْدَيْهِ قَدْ أَعْجَبَتْهُ نَفْسُهُ فَخَسَفَ اللّٰهُ بِهِ الْأَرْضَ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (مسلم ج ۲ ص ۱۹۵، بخاری ج ۲ ص ۸۶۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک آدمی اپنی دل پسند دو چادروں میں اکڑ کر چل رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا۔ پس وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبِّ يَسِّرْ وَأَعِنْ

۲...... قبر میں منکر نکیر کا سوال

فائدہ نمبر ۱: تواتر، شہرت۔ ۳۶۷۔ ۴۶۳۔ ۳۹۶۔ ۴۷۰۔ ۵۰۰۔ ۵۰۸۔ ۵۱۰۔ ۵۵۷۔ ۶۳۴۔ ۷۵۷۔ ۹۷۵۔ ۱۱۶۹۔ ۱۳۳۵۔ ۱۴۵۴۔ ۱۵۳۳۔ ۱۵۶۶۔ ۱۵۸۳۔ ۱۶۲۶۔ ۱۶۷۳۔ ۱۷۱۲۔

فائدہ نمبر ۲: قبر میں سوال و جواب کے وقت اعادہ روح باب پنجم کے درج ذیل اقوال ملاحظہ کیجئے۔ ۸۔ ۱۱۔ ۴۴۔ ۷۶۔ ۱۰۸۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۹۔ ۱۳۲۔ ۱۳۴۔ ۱۶۴۔ ۱۷۰۔ ۲۳۰۔ ۲۳۸۔ ۲۴۷۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۵۔ ۲۹۲۔ ۳۲۶۔ الخ۔

۹۰...... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قُبِرَ الْمَيِّتُ، أَوْ قَالَ: أَحَدُكُمْ. أَتَاهُ مَلَكَانِ أَسْوَدَانِ أَزْرَقَانِ. يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا: الْمُنْكَرُ. وَلِلْآخَرِ: النَّكِيرُ. فَيَقُولَانِ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُولُ: مَا كَانَ يَقُولُ: هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. فَيَقُولَانِ: قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ هٰذَا، ثُمَّ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُونَ ذِرَاعًا فِي سَبْعِينَ، ثُمَّ يُنَوَّرُ لَهُ فِيهِ، ثُمَّ يُقَالُ لَهُ نَمْ. فَيَقُولُ: أَرْجِعُ إِلَى أَهْلِي فَأُخْبِرُهُمْ. فَيَقُولَانِ: نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوسِ الَّذِي لَا يُوقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ. حَتَّى يَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذٰلِكَ. وَإِنْ كَانَ مُنَافِقًا قَالَ: سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ، فَقُلْتُ مِثْلَهُ، لَا أَدْرِي،

فَيَقُولاَنِ: قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ ذٰلِكَ. فَيُقَالُ لِلأَرْضِ: الْتَئِمِي عَلَيْهِ. فَتَلْتَئِمُ عَلَيْهِ. فَتَخْتَلِفُ فِيهَا أَضْلاَعُهُ. فَلاَ يَزَالُ فِيهَا مُعَذَّبًا حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذٰلِكَ.. (سنن الترمذی ج ۲ ص ۳۷۴، مسند الحارث ج ۱ ص ۳۷۷، مسند البزار ج ۱۵ ص ۱۴۲، صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۳۸۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت کو قبر میں اتارا جاتا ہے تو اس کے پاس منکر نکیر آتے ہیں جن کا رنگ کالا اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں، وہ دونوں اسے کہتے ہیں تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے؟، وہ جواب دیتا ہے میں وہی کہتا ہوں جو وہ کہا کرتا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، پھر وہ دونوں اُسے کہتے ہیں تحقیق ہم جانتے تھے کہ تو ایسے ہی کہے گا، پھر اس کے لئے قبر ستر ہاتھ لمبی، ستر ہاتھ چوڑی اور منور کر دی جاتی ہے، پھر اسے کہا جاتا ہے تو سوجا، وہ کہتا ہے میں گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤں اور انہیں خبر دوں، وہ دونوں کہتے ہیں تو سوجا دلہن کی طرح، جس کو وہ بیدار کرتا ہے جو اسے سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کو قبر سے اٹھائے گا اور اگر وہ منافق ہو تو کہتا ہے میں نے لوگوں کو جیسے کہتے سنا تھا میں نے بھی ویسے کہہ دیا تھا۔ (باقی حقیقت حال) میں نہیں جانتا تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں ہم جانتے تھے کہ تو ایسے ہی کہے گا، پھر اس پر زمین مل جاتی ہے حتی کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں، پھر وہ ہمیشہ قبر کے عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے، اور قیامت کے دن اس کو قبر سے اٹھایا جائے گا۔

۹۱...... عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن الميت يصير إلى القبر، فيجلس الرجل الصالح في قبره غير فزع ولا مشعوف، ثم يقال له: فيم كنت؟ فيقول: كنت في الإسلام. فيقال له: ما هذا الرجل؟ فيقول: محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم جاءنا بالبينات من عند الله فصدقناه. فيقال له: هل رأيت الله؟ فيقول: ما ينبغي لأحد أن يرى الله. فيفرج له فرجة قبل النار، فينظر إليها يحطم بعضها بعضا. فيقال له: انظر إلى ما وقاك الله. ثم يفرج له فرجة قبل الجنة، فينظر إلى زهرتها وما فيها. فيقال له: هذا مقعدك. ويقال له: على اليقين كنت، وعليه مت، وعليه تبعث، إن شاء الله. ويجلس الرجل السوء في قبره فزعا مشعوفا. فيقال له: فيم كنت؟ فيقول: لا أدري. فيقال له: ما هذا الرجل؟ فيقول: سمعت الناس يقولون قولا. فقلته. فيفرج له قبل الجنة. فينظر إلى زهرتها وما فيها. فيقال له: انظر إلى ما صرف الله عنك. ثم يفرج له فرجة قبل النار، فينظر إليها، يحطم بعضها بعضا. فيقال له: هذا مقعدك. على الشك كنت، وعليه مت، وعليه تبعث، إن شاء الله تعالى (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۴۲۶، مسند البزار ج ۱۵ ص ۲۹) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب میت قبر کی طرف پہنچ جاتی ہے تو نیک آدمی اپنی قبر میں بغیر گھبراہٹ اور بغیر دیوانگی کے بٹھایا جاتا ہے، پھر اسے کہا جاتا ہے تیرا مذہب کیا تھا؟ وہ کہتا ہے اسلام۔ پھر اسے کہا جاتا ہے یہ آدمی کون ہے؟ وہ کہتا ہے یہ محمد رسول اللہ ہیں، ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلائل لے کر آئے پس ہم نے ان کی تصدیق کی، پھر اسے کہا جاتا ہے کیا تو نے اللہ کو دیکھا ہے؟ وہ کہتا ہے کسی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھے۔ پس اس کے لئے جہنم کی طرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے، وہ دیکھتا ہے کہ جہنم کا بعض حصہ بعض کو توڑ رہا ہے، اسے بتایا جاتا ہے کہ دیکھ، اس سے تجھے اللہ تعالیٰ نے بچالیا ہے، پھر اس کے لئے جنت کی طرف کھڑکی کھولی جاتی ہے، وہ جنت کی رونق اور اس میں

موجود نعمتیں دیکھتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانہ ہے، کیونکہ تو یقین پر رہا، اسی پر فوت ہوا اور اسی پر ان شاء اللہ اٹھایا جائے گا اور برے آدمی کو اس کی قبر میں گھبراہٹ اور دیوانگی کی حالت میں بٹھایا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ تیرا دین کیا تھا، وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا، پھر اس سے پوچھا جاتا ہے یہ آدمی (حضرت محمد ﷺ) کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں نے لوگوں سے ایک بات سنی تھی میں نے بھی وہی کہہ دی، پھر اس کے لئے جنت کی کھڑکی کھولی جاتی ہے، وہ اس کی رونق اور اس میں موجود نعمتیں دیکھتا ہے، اسے کہا جاتا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ نے تجھے پھیر دیا ہے۔ پھر اس کے لئے جہنم کی طرف کھڑکی کھولی جاتی ہے، وہ دیکھتا ہے کہ جہنم کا بعض حصہ بعض کو توڑ رہا ہے، اسے کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانہ ہے، کیونکہ تو شک میں رہا، شک کی حالت میں مرا، اور ان شاء اللہ اسی حالت میں اٹھایا جائے گا۔

۹۲......عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ نَخْلًا لِبَنِي النَّجَّارِ. فَسَمِعَ صَوْتًا فَفَزِعَ. فَقَالَ: "مَنْ أَصْحَابُ هَذِهِ الْقُبُورِ؟" قَالُوا: يَا نَبِيَّ اللهِ: نَاسٌ مَاتُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ. قَالَ: "تَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. وَعَذَابِ النَّارِ. وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ" قَالُوا: وَمَا ذَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: "إِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ تُبْتَلَى فِي قُبُورِهَا. فَإِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ أَتَاهُ مَلَكٌ. فَسَأَلَهُ: مَا كُنْتَ تَعْبُدُ؟ فَإِنِ اللهُ هَدَاهُ. قَالَ: كُنْتُ أَعْبُدُ اللهَ. فَيُقَالُ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟ قَالَ: فَيَقُولُ هُوَ عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ. قَالَ: فَمَا يُسْأَلُ عَنْ شَيْءٍ غَيْرِهَا. فَيُنْطَلَقُ بِهِ إِلَى بَيْتٍ كَانَ لَهُ فِي النَّارِ. فَيُقَالُ لَهُ: هَذَا بَيْتُكَ كَانَ فِي النَّارِ. وَلَكِنَّ اللهَ عَصَمَكَ وَرَحِمَكَ. فَأَبْدَلَكَ بِهِ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ. فَيَقُولُ: دَعُونِي حَتَّى أَذْهَبَ فَأُبَشِّرَ أَهْلِي. فَيُقَالُ لَهُ: اسْكُنْ. وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ أَتَاهُ مَلَكٌ. فَيَقُولُ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُولُ: كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ. فيضربه بمطراق من حديد بين اذنيه فيصيح صيحة يسمعها الخلق غير الثقلين (مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۹) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ بنو نجار کے ایک باغ میں داخل ہوئے، آپ ﷺ نے ایک آواز سنی اور گھبرا گئے، آپ نے پوچھا یہ قبروں والے کون ہیں؟، لوگوں نے کہا اے اللہ کے نبی! یہ وہ لوگ ہیں جو جاہلیت میں مرے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا قبر اور جہنم کے عذاب سے اور دجال کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اے اللہ کے رسول! عذاب قبر کیا ہے؟، آپ ﷺ نے فرمایا بے شک یہ امت قبروں میں آزمائی جاتی ہے، بے شک مؤمن آدمی جب قبر میں رکھا جاتا ہے اس کے پاس فرشتہ آتا ہے، اس سے پوچھتا ہے تو کس کی عبادت کرتا تھا؟ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دیتے ہیں، وہ کہتا ہے میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا، اسے کہا جاتا ہے تو اِس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ وہ کہتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا پس اس سے اس کے علاوہ کچھ نہیں پوچھا جاتا۔ اس کو جہنم والے گھر کی طرف متوجہ کر کے کہا جاتا ہے یہ تیرا گھر تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے تجھ پر رحم کیا اور اس سے بچا لیا اور اس کے بدلے تجھے جنت میں گھر دیا ہے، وہ کہتا ہے مجھے چھوڑ دو تاکہ میں واپس جا کر اپنے گھر والوں کو خوشخبری سناؤں، اسے کہا جاتا ہے تو اس میں ٹھہر جا اور کافر کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتہ آتا ہے، اسے کہتا ہے تو اِس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے، پھر اسے لوہے کے ہتھوڑے کے ساتھ دونوں کانوں کے درمیان مارا جاتا ہے، وہ اتنی بلند آواز سے چیخ مارتا ہے کہ جن وانس کے علاوہ (قریب والی) تمام مخلوق سنتی ہے۔

فائدہ: نبی کریم ﷺ جس باغ میں داخل ہوئے اور اس میں قبریں تھیں وہ اسی زمین پر تھا، آپ ﷺ کسی اور زمین میں داخل نہیں ہوئے تھے، اور ان قبروں میں وہ لوگ تھے جن کو زمانہ جاہلیت میں موت آئی اور موت آتی ہے اجسادِ عنصریہ پر، معلوم ہوا کہ قبروں میں جو اجسادِ عنصریہ تھے ان کو عذاب ہو رہا تھا، اور عذاب موقوف ہے حیات پر۔

۹۳......عن عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الرَّجُلِ وَقَفَ عَلَيْهِ وقال: استغفروا لأخيكم وسلوا له التَّثْبِيتَ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ (تفسیر البغوی ج ۳ ص ۴۰)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی آدمی کے دفن سے فارغ ہوتے تو اس کی قبر پر کھڑے ہو جاتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو، اس کے لئے ثابت قدمی مانگو، کیونکہ اب اس سے سوال کیا جا رہا ہے۔

فائدہ: الرجل کا مصداق جسد عنصری ہے، دفن بھی جسد عنصری کو کیا جاتا ہے، روح کو دفن نہیں کیا جاتا، اور وقف علیه، وسلوا له. فانه الآن يسئل میں ان چاروں ضمیروں کا مرجع الرجل ہے، مطلب یہ کہ آپ ﷺ دفن کرنے کے بعد اُس مدفون کی قبر کے پاس ٹھہر جاتے اور فرماتے اپنے بھائی جس کا مصداق جسد عنصری ہے کے لئے استغفار کرو کیونکہ اس مدفون جسد عنصری سے قبر میں سوال ہو رہا ہے، اس لیے اُس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو اور مدفون جسد عنصری سے سوال و جواب اور ثابت قدمی کی دعا موقوف ہے اس پر کہ قبر کے اندر جسد عنصری میں حیات ہو۔ اگر سوال و جواب علیین یا سجین میں ہوتا ہے تو ارضی قبر کے پاس ٹھہر کر ثابت قدمی کی دعا کرنے کا کیا فائدہ؟، کیونکہ اس صورت میں قبر کے پاس یا قبر سے دور استغفار کرنا اور ثابت قدمی کا سوال کرنا برابر ہے۔

۹۴......وعن النبي -صلى الله عليه وسلم- قال: "إذا وضع الرجل في قبره أتاه منكر ونكير، وهما ملكان فظان غليظان أسودان أزرقان، ألوانهما كالليل الدامس، أصواتهما كالرعد القاصف، عيونهما كالشهب الثواقب، أسنانهما كالرماح يسحبان بشعورهما على الأرض، بيد كل واحد منهما مطرقة لو اجتمع الثقلان الجن والإنس لم يقدروا على حملها، يسألان الرجل عن ربه وعن نبيه وعن دينه" فقال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ أيأتيانني وأنا ثابت كما أنا؟ قال: "نعم" قال: فسأكفيكهما يا رسول الله. فقال صلى الله عليه وسلم: "والذي بعثني بالحق نبيًّا، لقد أخبرني جبريل أنهما يأتيانك فتقول أنت: الله ربي فمن ربكما؟ ومحمد نبيي فمن نبيكما؟ والإسلام ديني فما دينكما؟ فيقولان: وا عجباه!! ما ندري نحن أرسلنا إليك، أم أنت أرسلت إلينا؟" خرجه عبد الواحد بن محمد بن علي المقدسي في كتابه التبصير (الرياض النضرة ج ۲ ص ۳۴۶، حیاۃ الصحابہ ج ۴ ص ۹۸) نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب آدمی کو اُس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس آدمی کے پاس منکر نکیر آتے ہیں، اور یہ دو ایسے فرشتے ہیں جو سخت مزاج، سنگدل، نیلگوں آنکھوں والے، اور کالی سیاہ رات کی طرح کالے رنگ والے ہیں، ان کی آواز ہلاک کر دینے والی کڑک جیسی ہے، ان کی آنکھیں چمکنے والے انگاروں کی مثل ہیں، ان کے دانت نیزوں کی مانند ہیں، ان کے بال اتنے لمبے ہیں کہ وہ زمین پر گھسیٹتے ہیں، ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایسا بھاری ہتھوڑا ہوتا ہے کہ اگر سارے جن و انس جمع ہو جائیں تو وہ اس کو اٹھا نہیں سکیں گے، وہ دونوں اُس آدمی سے اس کے رب کے متعلق، اس کے نبی کے متعلق، اور اس کے دین کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا جب وہ میرے پاس آئیں گے تو میں جس ہوش و حواس میں اب

ہوں اُس وقت بھی ایسے ہی ہوں گا، آپ ﷺ نے فرمایا جی ہاں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ میرے بارے میں ان دونوں کے سوال و جواب اور ان کے عذاب سے بےفکر ہو جایئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے نبوت عطا کی اور حق دے کر بھیجا جبریل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ جب وہ فرشتے آپ کے پاس آئیں گے تو آپ ان کو اس طرح جواب دیں گے پھر ان سے سوال کریں گے، کہ اللہ میرا رب ہے، تم دونوں کا رب کون ہے؟ اور محمد کریم ﷺ میرے نبی ہیں، تمہارا نبی کون ہے؟، اسلام میرا دین ہے، تمہارا دین کیا ہے؟ منکر نکیر کہیں گے، عجیب بات ہے (کہ صحیح جواب بھی دے رہا ہے اور ہم سے سوال بھی کر رہا ہے)، پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوں گے کہ ہم نہیں جانتے اے عمر! کہ امتحان کے لئے ہم آپ کی طرف بھیجے گئے ہیں یا آپ ہماری طرف بھیجے گئے ہیں۔ (تائیدات: قول ۱۳)

۹۵......عَنْ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُولُ اللهِ صلی اللهُ عَلَيْهِ وَسلم كَيفَ أَنتَ إِذا كنت فِي أَرْبَعَة أَذْرع فِي ذراعين وَرَأَيت مُنْكرا ونكيرا قلت يَا رَسُول الله وَمَا مُنكر وَنَكِير قَالَ فتانا الْقَبْر ينحتان الأَرْض بأنيابهما ويطآن فِي أشعارهما أصواتهما كالرعد القاصف وأبصارهما كالبرق الخاطف مَعَهُمَا مرزبة لَو اجْتمع عَلَيْهَا أهل منى لم يطيقوا رَفعهَا هِيَ أيسر عَلَيْهِمَا من عصاي هَذِه فامتحناك فَإِن تعاييت أَو تلويت ضرباك بهَا ضَرْبَة تصير بهَا رَمَادا قلت يَا رَسُول الله وَأَنا على حَالي هَذِه قَالَ نعم قَالَ إِذن أكفيكهما (شرح الصدور للسیوطی ص ۱۳۰، باب فتنۃ القبر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمر! جب تو چار ہاتھ لمبی دو ہاتھ چوڑی قبر میں ہوگا اور تو منکر نکیر کو دیکھے گا تو تیرا کیا حال ہوگا؟، میں نے کہا اے اللہ کے رسول! منکر نکیر کیا ہیں؟، فرمایا قبر میں میت کا امتحان لینے والے دو فرشتے ہیں جو زمین کو اپنی داڑھوں کے ساتھ کرید یں گے اور اتنے لمبے بالوں والے ہوں گے کہ بالوں کو روندیں گے، ان کی آواز سخت کڑک کی مانند ہوگی، ان کی آنکھیں اچکنے والی بجلی کی مانند ہوں گی، ان کے پاس اتنا بھاری گرز ہوگا کہ اگر سب منیٰ والے مل کر اٹھانا چاہیں تو نہ اٹھا سکیں گے، لیکن ان فرشتوں کے لئے میری اِس لاٹھی سے بھی زیادہ ہلکا ہوگا، وہ دونوں آپ کا امتحان لیں گے، پس اگر تو جواب میں عاجز ہو گیا یا جواب میں کج روی اختیاری کی (یعنی صحیح جواب نہ دے سکا) تو وہ تجھے اس گرز کے ساتھ اس طرح ماریں گے کہ تو پس جائے گا، میں نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا میں اپنی اِسی حالت پر ہوں گا؟، فرمایا جی ہاں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر آپ میرے بارے میں اُن دونوں کی مار سے بےفکر ہو جائیں۔

۹۶......عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ فَتَّانَي الْقَبْرِ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: أَتُرَدُّ عَلَيْنَا عقولنا يا رسول الله؟ فقال: نعم كهيئتكم اليوم قال بفيه الحجر (صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۷۴، مسند احمد ج ۶ ص ۱۷۵، الترغیب ج ۴ ص ۱۸۳) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے قبر میں امتحان لینے والے دو فرشتوں کا ذکر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا ہماری طرف ہماری عقلیں لوٹا دی جائیں گی؟، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جی ہاں، عقلیں اس طرح لوٹا دی جائیں گی جیسا کہ اب تمہاری عقلیں ہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کے منہ پتھر (یعنی میں جواب دے کر ان کو خاموش کر دوں گا)

۹۷...... (عن بشیر بن اکال المعاوی رضی اللہ عنہ) کَانَتْ ثَائِرَۃٌ فِی بَنِی مُعَاوِیَۃَ. فَذَھَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصْلِحُ بَیْنَھُمْ. فَالْتَفَتَ إِلَی قَبْرٍ فَقَالَ: ⑪لَا دَرَیْتَ⑫. فَقِیلَ لَہُ. فَقَالَ: " إِنَّ ھٰذَا یُسْأَلُ عَنِّی. فَقَالَ: لَا أَدْرِی " (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲ ص ۴۶، معجم الصحابہ للبغوی ج ۱ ص ۳۰۶، الاحاد والمثانی لابن ابی عاصم ج ۵ ص ۳۲۷، معرفۃ الصحابہ لابن مندہ ص ۲۵۶، معرفۃ الصحابہ لابی نعیم ج ۱ ص ۴۰۷، اسد الغابۃ ج ۱ ص ۳۹۲، شرح الصدور ص ۷۷، باب فتنۃ القبر) بشیر بن اکال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی معاویہ میں ایک جھگڑا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان صلح کرانے کے لئے تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک قبر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا لادریتَ (تو نہیں جانتا تھا)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا (کہ آپ نے یہ کیوں کہا؟)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس قبر والے سے میرے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا لا ادرِی. تو میں نے کہا واقعی تو نے مجھے نہ جانا اور نہ پہچانا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رَبِّ یَسِّرْ وَأَعِنْ

۳ ...... قبر میں میت پر ٹھکانے کا پیش ہونا

۹۸...... عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان احدکم اذا مات عُرِضَ عَلَیْہِ مَقْعَدُہُ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ. إِنْ کَانَ مِنْ أَھْلِ الْجَنَّۃِ فمن اھل الجنّۃ. وَإِنْ کَانَ مِنْ أَھْلِ النَّارِ فمن اھل النَّار. یُقَالُ لہ: ھٰذَا مَقْعَدُکَ حتی یبعثک اللہ الی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (موطا مالک ت الاعظمی ج ۲ ص ۳۳۵، صحیح البخاری ج ۲ ص ۹۹، صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۱۹۹) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک جب تم میں سے کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اس پر اس کا ٹھکانہ صبح شام پیش کیا جاتا ہے، اگر وہ اہل جنت سے ہو تو اہل جنت کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے، اہل جہنم سے ہے تو اہل جہنم والا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے، اور اسے کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانہ ہے، اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے دن قبر سے اٹھائے گا اور اس ٹھکانہ میں ٹھہرائے گا۔

فائدہ: احدکم میں خطاب روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو ہے، یعنی جب تم میں سے کسی پر موت آتی ہے، اور ظاہر ہے موت آتی ہے جسد عنصری پر، روح کو موت نہیں آتی، نیز علیہ. مقعدہ. کان. لہ کا مرجع اور مقعدک. یبعثک کا مخاطب روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، پس معلوم ہوا کہ یہ احوال روح اور جسد عنصری دونوں کو پیش آتے ہیں، جسد عنصری پر ٹھکانے کا پیش ہونا اور جسد عنصری کا برزخی آنکھوں کے ساتھ اس کو دیکھنا، جسد عنصری کو مخاطب بنانا حیات فی القبر کی دلیل ہے۔

قَالَ أَبُو بَکْرٍ: قَدْ أَمْلَیْتُ طُرُقَ ھٰذَا الْخَبَرِ فِی کِتَابِ الْجَنَائِزِ فِی أَبْوَابِ عَذَابِ الْقَبْرِ. وَھٰذَا الْخَبَرُ یُبَیِّنُ وَیُوَضِّحُ أَنَّ الْمَقْبُورَ یَحْیَا فِی قَبْرِہِ (التوحید لابن خزیمۃ ج ۲ ص ۸۸۱) ترجمہ: محدث ابوبکر ابن خزیمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے کتاب الجنائز کے ابواب عذاب القبر میں اس حدیث کی متعدد سندیں لکھ دی ہیں، یہ حدیث واضح طور پر بیان کرتی ہے کہ مدفون میت کو اپنی قبر میں زندہ کیا جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبِّ يَسِّرْ وَاَعِنْ

۴ ...... قبر میں میت کا جوتیوں کی آواز سننا

۹۹ ...... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: " إِذَا وُضِعَ الْمَيِّتُ فِي قَبْرِهِ كَانَتِ الصَّلَاةُ عِنْدَ رَأْسِهِ، وَالزَّكَاةُ عَنْ يَمِينِهِ، وَالصَّوْمُ عَنْ يَسَارِهِ، وَالصَّدَقَةُ وَالصِّلَةُ وَالْمَعْرُوفُ وَالْإِحْسَانُ إِلَى النَّاسِ عِنْدَ رِجْلَيْهِ فَيُؤْتَى مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ فَتَقُولُ الصَّلَاةُ: مَا قِبَلِي مَدْخَلٌ، ثُمَّ يُؤْتَى مِنْ قِبَلِ يَمِينِهِ فَتَقُولُ الزَّكَاةُ: مَا قِبَلِي مَدْخَلٌ، ثُمَّ يُؤْتَى مِنْ قِبَلِ يَسَارِهِ فَيَقُولُ الصَّوْمُ: مَا قِبَلِي مَدْخَلٌ، ثُمَّ يُؤْتَى مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ فَيَقُولُ الصَّدَقَةُ: مَا قِبَلِي مَدْخَلٌ قَالَ: فَيُجْلَسُ " قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَإِنَّهُ يَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ قَالَ: فَيُجْلَسُ وَيُمَثَّلُ لَهُ الشَّمْسُ قَدْ دَنَتْ لِلْغُرُوبِ، فَيَقُولُ: دَعُونِي أُصَلِّي، فَيُقَالُ لَهُ: إِنَّكَ سَتَفْعَلُ، فَيُقَالُ لَهُ: مَا تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟ يَقُولُ: أَمُحَمَّدٌ؟ قَالُوا: نَعَمْ: قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّهُ جَاءَ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ قَالَ: فَيُقَالُ لَهُ: عَلَيْهَا حَيِيتَ وَعَلَيْهَا مُتَّ وَعَلَيْهَا تُبْعَثُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ قَالَ: فَذَلِكَ قَوْلُهُ: (يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ) قَالَ: فَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ مِنَ النَّارِ فَيَنْظُرُ إِلَى مَسَاكِنِهِ فِيهَا، فَيُقَالُ لَهُ: لَوْ كُنْتَ عَصَيْتَ كَانَتْ هَذِهِ مَسَاكِنَكَ، فَيَزْدَادُ غِبْطَةً وَسُرُورًا، وَيُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ قَالَ: سَبْعِينَ، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَحْيَى بْنِ حَنْطَبٍ: ثُمَّ يُقَالُ: نَمْ نَوْمَةَ الْعَرُوسِ لَا يُوقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَيْهِ، رَجَعَ الْحَدِيثُ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: " تُجْعَلُ رُوحُهُ فِي النَّسِيمِ الطَّيِّبِ فِي أَجْوَافِ طَيْرٍ تَعْلُقُ بَيْنَ شَجَرٍ مِنْ شَجَرِ الْجَنَّةِ. أَوْ تَعْلُقُ بِشَجَرِ الْجَنَّةِ قَالَ: وَتَعُودُ الْأَجْسَادُ لِلَّذِي خُلِقَتْ لَهُ قَالَ: وَإِنَّ الْكَافِرَ يُؤْتَى مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ فَلَا يُوجَدُ لَهُ شَيْءٌ، فَيُجْلَسُ ثُمَّ يُقَالُ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ، مَرَّتَيْنِ؟ لَا يَذْكُرُهُ حَتَّى يُلَقَّنَهُ، فَيَقُولُ: مُحَمَّدًا قَالَ: كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ، فَيُقَالُ لَهُ: صَدَقْتَ، عَلَيْهَا حَيِيتَ وَعَلَيْهَا مُتَّ وَعَلَيْهَا تُبْعَثُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ يُفْتَحُ بَابٌ مِنَ الْجَنَّةِ فَيَرَى مَسَاكِنَهَا فَيُقَالُ لَهُ: لَوْ كُنْتَ فَعَلْتَ وَأَطَعْتَ اللّٰهَ كَانَتْ هَذِهِ مَسَاكِنَكَ، فَيَزْدَادُ حَسْرَةً وَثُبُورًا قَالَ: ثُمَّ يُغْلَقُ عَلَيْهِ وَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ مِنَ النَّارِ فَيَرَى مَسَاكِنَهُ فِيهَا وَمَا أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ وَيَزْدَادُ حَسْرَةً وَثُبُورًا. وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتَّى تَلْتَقِيَ أَضْلَاعُهُ". فَذَلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: مَعِيشَةً ضَنْكًا قَالَ: وَتُجْعَلُ رُوحُهُ فِي سِجِّينٍ... (مصنف عبد الرزاق الصنعانی ج ۳ ص ۵۶۷، إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة ج ۲ ص ۴۹۱، رواہ أحمد بن منیع، ورجالہ ثقات، وابن حِبَّانَ فِي صَحِيحِهِ بِنَحْوِهِ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میت کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو (اس کے اردگرد نیک اعمال کا حفاظتی حصار قائم کردیا جاتا ہے)، نماز اس کے سر کی جانب، زکوۃ اس کے دائیں جانب، صدقہ، صلہ رحمی اور دوسرے نیک کام، اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اس کے پاؤں کی جانب موجود ہوجاتے ہیں، جب عذاب دینے والا فرشتہ قبر میں داخل ہونے کے لئے اس کے سر کی طرف آتا ہے تو نماز کہتی ہے کہ میری جانب سے داخل ہونے کی جگہ نہیں ہے، پھر وہ دائیں جانب آتا ہے تو زکوۃ بھی یہی کہتی ہے، وہ بائیں

جانب آتا ہے تو روزہ بھی یہی کہتا ہے، پھر وہ پاؤں کی جانب آتا ہے تو صدقہ اس کے داخل ہونے میں رکاوٹ بن جاتا ہے، بالآخر اس کو ہٹا دیا جاتا ہے، اُس وقت میت لوٹنے والوں کی جوتیوں کی کھسکساہٹ سنتی ہے، پھر اس کو سورج غروب ہونے کی شکل میں دکھایا جاتا ہے تو صاحبِ قبر کہتا ہے مجھے چھوڑ دو کہ میں نماز پڑھ لوں، جواب ملتا ہے عنقریب تو ایسا کرے گا، پھر اس سے پوچھا جاتا ہے تو اِس آدمی کے متعلق کیا کہتا ہے؟ وہ پوچھتا ہے کیا محمد ﷺ کے متعلق؟ جواب دیا جاتا ہے جی ہاں، یہ کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق لائے، پھر اس کو کہا جاتا ہے تو اسی کلمے پر زندہ رہا، اسی پر مرا، اور ان شاء اللہ تعالیٰ اسی پر تو قبر سے اٹھے گا، یہی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو قبر میں کلمہ توحید پر ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھے گا۔ پھر اس کے لئے جہنم کی طرف دروازہ کھولا جاتا ہے، وہ آگ میں اپنی رہائش گاہوں کی طرف دیکھتا ہے تو اس کو کہا جاتا ہے کہ اگر تو نافرمان ہوتا تو یہ تیرا ٹھکانہ ہوتا۔ اس کے بعد اس کا شوق اور سرور زیادہ ہو جاتا ہے اور اس کے لئے ستر ہاتھ قبر فراخ ہو جاتی ہے۔ عبدالرحمٰن بن یحییٰ بن حنطب کہتے ہیں: پھر اُسے کہا جاتا ہے دلہن کی طرح سو جا، اور اس کو وہی جگاتا ہے جو مخلوق میں اُس کو سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا از اں بعد اس کی روح کو پرندوں جیسی سواری میں سوار کر کے خوشبودار فضا و ہوا میں چھوڑ دیا جاتا ہے، وہ جنت کے درختوں کے ساتھ لٹکتی ہے پھر قیامت کے دن اجساد عنصریہ اُس ذات کی طرف لوٹ جائیں گے جس کی عبادت کے لئے پیدا کیے گئے۔ پھر فرشتہ کافر کے سر کی طرف آتا ہے، وہاں کوئی نیکی موجود نہیں ہوتی، پس اس کو بٹھا دیا جاتا ہے، اور اس سے دو مرتبہ پوچھا جاتا ہے اِس آدمی کے بارے میں تو کیا کہتا ہے، اُس کو یاد نہیں آتا حتی کہ فرشتہ بتاتا ہے میری مراد محمد ﷺ ہے، وہ جواب دیتا ہے میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے، اُس کو کہا جاتا ہے تو نے سچ کہا، تو اِسی پر زندہ رہا، اِسی پر مرا، اور ان شاء اللہ اسی پر قبر سے اٹھے گا، پھر اس کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جاتا ہے، وہ جنت میں اپنے رہائش گاہ کو دیکھتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے اگر تو اطاعت کرتا تو یہ رہائش گاہیں تیری ہوتیں، یہ سنتے ہی اُس کی حسرت اور ہلاکت زیادہ ہو جاتی ہے، پھر وہ دروازہ بند کر دیا جاتا ہے اور جہنم کی طرف دروازہ کھولا جاتا ہے، پس وہ آگ میں اپنے ٹھہرنے کی جگہوں اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جو عذابات تیار کیے ہیں اُن کو دیکھتا ہے تو اس کی حسرت اور ہلاکت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے، اور اس پر قبر اتنی تنگ کر دی جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں آپس میں مل جاتی ہیں، اللہ عزوجل نے اسی کو تنگی والی زندگی فرمایا ہے، اور اس کی روح کو سجین میں ڈال دیا جاتا ہے۔

فائدہ: (۱) المیت کا مصداق جسد عنصری ہے قبر میں اسی کو رکھا جاتا ہے۔ (۲) سر، پاؤں وغیرہ جسد عنصری کے ہوتے ہیں، جب کہ روح کے سر اور پاؤں نہیں ہوتے۔ (۳) رسول اللہ ﷺ حق ارواح اور اجساد عنصریہ کے مجموعہ کی طرف لائے تھے، اس لیے گواہی ارواح اور اجساد عنصریہ کا مجموعہ دیتا ہے۔ (۴) کلمہ حق پر زندہ رہنے والا، اُس پر مرنے والا بھی روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے۔ (۵) قبر سے لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آواز اسی قبر میں رکھا ہوا جسد عنصری سنتا ہے، علیین یا سجین سے روح نہیں سنتی۔ (۶) قبر اُس پر تنگ کی جاتی ہے جو قبر میں ہے اور وہ جسد عنصری ہے۔ (۷) نماز پڑھنے کا تقاضا کرنے والا روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے۔ (۸) کنت اقول الخ کہنے والا روح و جسد عنصری کا مجموعہ ہے۔ (۹) قبرہ. راسه. من قبل یمینه. من قبل رجلیه. فیجلس. یسمع. ویمثل له. فیقال له. حییت. مت. تبعث. الذین اٰمنوا. فیفتح له. فینظر.

مساکنہ، کنت عصیت، فیزداد، نم، لایوقظہ، روحہ، الکافر، ما کنت تقول، کنت اقول، صدقت، فیری، اطعت، اعداللہ لہ، علیہ، اضلاعہ ان سب جگہوں میں ضمیر غائب اور ضمیر خطاب کا مصداق جسد عنصری ہے، اس کے سیاق وسباق سے معلوم ہوا کہ ان سب احوال اور سب امور کا تعلق روح اور جسد عنصری دونوں کے ساتھ ہے، اور یہ سب احوال موقوف ہیں حیات فی القبر پر۔

۱۰۰...... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ الْمَيِّتَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ إِنَّهُ يَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ حِينَ يُوَلُّونَ مُدبرين فَإِنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَانَتِ الصَّلَاةُ عِنْدَ رَأْسِهِ وَكَانَ الصِّيَامُ عَنْ يَمِينِهِ وَكَانَتِ الزَّكَاةُ عَنْ شِمَاله وَكَانَ فعل الْخيرَات من الصَّدَقَة وَالصَّلَاة وَالْمَعْرُوفِ وَالإِحْسَانِ إِلَى النَّاسِ عِنْدَ رِجْلَيْهِ فَيُؤْتَى مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ فَتَقُولُ الصَّلَاةُ مَا قِبَلِي مدخل ثُمَّ يُؤْتَى من قبل يَسَارِهِ فَتَقُولُ الزَّكَاةُ مَا قِبَلِي مَدْخَلٌ ثُمَّ يُؤْتَى من قبل رجلَيْهِ فَيَقُول فعل الْخيرَات من الصَّدَقَة وَالصَّلَاة (موارد الظمآن الیٰ زوائد ابن حبان ص ۱۹۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت کو اُس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو وہ قبر سے لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آواز سنتی ہے، اگر وہ مؤمن ہے تو اس کے سر کے پاس نماز کا، دائیں طرف روزوں کا، بائیں طرف زکوۃ کا، اور پاؤں کی جانب صدقہ، صلاۃ، لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور دیگر نیکیوں کا حصار قائم ہوجاتا ہے، عذاب کا فرشتہ عذاب کے لئے جس طرف سے بھی قبر میں داخل ہونا چاہے اُس طرف کی موجود نیکی اُس کو روک دیتی ہے۔

۱۰۱...... عن أنس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: العبد إذا وضع فی قبرہ، وتولی وذهب أصحابه حتی إنه ليسمع قرع نعالهم، أتاہ ملكان، فأقعداہ، فيقولان له: ما كنت تقول فی هذا الرجل محمد صلی اللہ علیہ وسلم؟ فيقول: أشهد أنه عبد الله ورسوله. فيقال: انظر إلی مقعدك من النار أبدلك الله به مقعدا من الجنة. قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: فيراهما جميعا. وأما الكافر -أو المنافق- فيقول: لا أدری، كنت أقول ما يقول الناس. فيقال: لا دريت ولا تليت، ثم يضرب بمطرقة من حديد ضربة بين أذنيه، فيصيح صيحة يسمعها من يليه إلا الثقلين" (صحیح البخاری ج ۲ ص ۹۰، صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۲۰۰، سنن أبی داود ج ۳ ص ۲۱۷، مسند البزار ج ۱۳ ص ۳۷۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندے کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر جاتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی کھسکھساہٹ سن رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں، اس کو بٹھاتے ہیں، اور اسے کہتے ہیں تو اس آدمی یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتا تھا، وہ کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، پھر اسے کہا جاتا ہے تو جہنم میں اپنا ٹھکانہ دیکھ، اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے تجھے جنت کا ٹھکانہ دیا ہے، وہ دونوں ٹھکانوں کو دیکھتا ہے۔ لیکن کافر کہتا ہے میں نہیں جانتا، میں وہ کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے، اسے کہا جاتا ہے تو نہ خود جانتا تھا اور نہ جاننے والوں کی بات مانتا تھا، پھر اس کے دونوں کانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑے کے ساتھ مارا جاتا ہے، وہ اتنا چیختا ہے کہ سوائے جن وانس کے قریب والی ساری مخلوق سنتی ہے۔

فائدہ: (۱) العبد روح وجسد عنصری کا مجموعہ ہے۔ (۲) قبر میں جسد عنصری کو رکھا جاتا ہے۔ (۳) قبرہ، انہ، یسمع، اتاہ، فاقعداہ، لہ، اذنیہ کی ضمیروں کا مرجع عبد ہے، اور ما کنت تقول میں ضمیر خطاب کا

مصداق بھی روح وجسد عنصری کا مجموعہ ہے، کیونکہ دنیا میں روح وجسد عنصری کا مجموعہ یہ اقرار کرتا تھا، اب اسی کو خطاب ہے، انظر کا خطاب روح وجسد عنصری کو ہے کیونکہ جنت ودوزخ کا ٹھکانہ روح وجسد عنصری کے لئے ہے، اسی طرح لادریت ولا تلیت کا مخاطب بھی روح وجسد عنصری کا مجموعہ ہے، کیونکہ دنیا میں روح وجسد عنصری کے مجموعہ کی یہ حالت تھی، اور یہاں وہی مخاطب ہے، اور دو کانوں کے درمیان اُسی کو مار پڑتی ہے جو مجرم ہے اور وہ روح اور جسد عنصری دونوں ہیں، نیز قریب والی مخلوق اِسی ارضی قبر سے چیخیں سنتی ہے، سجین جو ساتویں زمین کے نیچے ہے اس سے چیخیں نہیں سنتی۔ ان قرائن سے معلوم ہوا کہ قبر کی اس ساری کارروائی میں روح کے ساتھ جسد عنصری بھی شریک ہوتا ہے اور یہ سب کچھ موقوف ہے حیات فی القبر پر۔

۱۰۲...... عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ (السنن الکبری للنسائی ج ۲ ص ۲۷۴، صحیح ابن حبان محققاج ۷ ص ۳۹۰، إثبات عذاب القبر للبیہقی ص ۳۳، مسند أحمد الرسالۃ ج ۱۹ ص ۲۸۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک جب بندہ کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس سے واپس لوٹ کر جاتے ہیں تو میت ان کے جوتوں کی آواز سن رہی ہوتی ہے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبِّ يَسِّرْ وَاَعِنْ

۵ ...... قبر میں اعادۂ روح

۱۰۳......حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ زَاذَانَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي جِنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ وَلَمَّا يُلْحَدْ، فَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ كَأَنَّ عَلَى رُءُوسِنَا الطَّيْرَ، وَفِي يَدِهِ عُودٌ يَنْكُتُ فِي الْأَرْضِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: اسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَإِقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ نَزَلَ إِلَيْهِ مَلَائِكَةٌ مِنَ السَّمَاءِ بِيضُ الْوُجُوهِ كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الشَّمْسُ مَعَهُمْ كَفَنٌ مِنْ أَكْفَانِ الْجَنَّةِ، وَحَنُوطٌ مِنْ حَنُوطِ الْجَنَّةِ، حَتَّى يَجْلِسُوا مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَجِيءُ مَلَكُ الْمَوْتِ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتَّى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَيَقُولُ: أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ اخْرُجِي إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنَ اللهِ وَرِضْوَانٍ". قَالَ: " فَتَخْرُجُ تَسِيلُ كَمَا تَسِيلُ الْقَطْرَةُ مِنْ فِي السِّقَاءِ، فَيَأْخُذُهَا، فَإِذَا أَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوهَا فِي يَدِهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتَّى يَأْخُذُوهَا، فَيَجْعَلُوهَا فِي ذَلِكَ الْكَفَنِ، وَفِي ذَلِكَ الْحَنُوطِ، وَيَخْرُجُ مِنْهَا كَأَطْيَبِ نَفْحَةِ مِسْكٍ وُجِدَتْ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ " قَالَ: " فَيَصْعَدُونَ بِهَا، فَلَا يَمُرُّونَ، يَعْنِي بِهَا، عَلَى مَلَإٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، إِلَّا قَالُوا: مَا هَذَا الرُّوحُ الطَّيِّبُ، فَيَقُولُونَ: فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، بِأَحْسَنِ أَسْمَائِهِ الَّتِي كَانُوا يُسَمُّونَهُ بِهَا فِي الدُّنْيَا، حَتَّى يَنْتَهُوا بِهَا إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَسْتَفْتِحُونَ لَهُ فَيُفْتَحُ لَهُمْ فَيُشَيِّعُهُ مِنْ كُلِّ سَمَاءٍ مُقَرَّبُوهَا إِلَى السَّمَاءِ الَّتِي تَلِيهَا، حَتَّى يُنْتَهَى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَيَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: اكْتُبُوا كِتَابَ عَبْدِي فِي عِلِّيِّينَ وَأَعِيدُوهُ إِلَى

الْأَرْضِ فَإِنِّي مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ وَفِيهَا أُعِيدُهُمْ وَمِنْهَا أُخْرِجُهُمْ تَارَةً أُخْرَى ". قَالَ: " فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ، فَيَقُولُ: رَبِّيَ اللهُ. فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: دِينِيَ الْإِسْلَامُ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ، فَيَقُولُ: هُوَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَيَقُولَانِ لَهُ: وَمَا عِلْمُكَ، فَيَقُولُ: قَرَأْتُ كِتَابَ اللهِ فَآمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ. فَيُنَادِي مُنَادٍ فِي السَّمَاءِ: أَنْ صَدَقَ عَبْدِي، فَأَفْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَأَلْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ ". قَالَ: " فَيَأْتِيهِ مِنْ رَوْحِهَا وَطِيبِهَا، وَيُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ مَدَّ بَصَرِهِ ". قَالَ: " وَيَأْتِيهِ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْهِ، حَسَنُ الثِّيَابِ، طَيِّبُ الرِّيحِ، فَيَقُولُ: أَبْشِرْ بِالَّذِي يَسُرُّكَ. هَذَا يَوْمُكَ الَّذِي كُنْتَ تُوعَدُ، فَيَقُولُ لَهُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيءُ بِالْخَيْرِ، فَيَقُولُ: أَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ. فَيَقُولُ: رَبِّ أَقِمِ السَّاعَةَ حَتَّى أَرْجِعَ إِلَى أَهْلِي، وَمَالِي ". قَالَ: " وَإِنَّ الْعَبْدَ الْكَافِرَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَإِقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ، نَزَلَ إِلَيْهِ مِنَ السَّمَاءِ مَلَائِكَةٌ سُودُ الْوُجُوهِ، مَعَهُمُ الْمُسُوحُ، فَيَجْلِسُونَ مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَجِيءُ مَلَكُ الْمَوْتِ، حَتَّى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَيَقُولُ: أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيثَةُ، اخْرُجِي إِلَى سَخَطٍ مِنَ اللهِ وَغَضَبٍ ". قَالَ: فَتُفَرَّقُ فِي جَسَدِهِ، فَيَنْتَزِعُهَا كَمَا يُنْتَزَعُ السَّفُّودُ مِنَ الصُّوفِ الْمَبْلُولِ فَيَأْخُذُهَا فَإِذَا أَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوهَا فِي يَدِهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتَّى يَجْعَلُوهَا فِي تِلْكَ الْمُسُوحِ، وَيَخْرُجُ مِنْهَا كَأَنْتَنِ رِيحِ جِيفَةٍ وُجِدَتْ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ، فَيَصْعَدُونَ بِهَا، فَلَا يَمُرُّونَ بِهَا عَلَى مَلَأٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، إِلَّا قَالُوا: مَا هَذَا الرُّوحُ الْخَبِيثُ؟ فَيَقُولُونَ: فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ بِأَقْبَحِ أَسْمَائِهِ الَّتِي كَانَ يُسَمَّى بِهَا فِي الدُّنْيَا، حَتَّى يُنْتَهَى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيُسْتَفْتَحُ لَهُ، فَلَا يُفْتَحُ لَهُ ". ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ فَيَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: " اكْتُبُوا كِتَابَهُ فِي سِجِّينٍ فِي الْأَرْضِ السُّفْلَى، فَتُطْرَحُ رُوحُهُ طَرْحًا ". ثُمَّ قَرَأَ: وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللهِ، فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ " فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ، وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ، فَيُجْلِسَانِهِ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ، فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي، فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ كَذَبَ، فَافْرِشُوا لَهُ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى النَّارِ، فَيَأْتِيهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُومِهَا وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتَّى تَخْتَلِفَ فِيهِ أَضْلَاعُهُ وَيَأْتِيهِ رَجُلٌ قَبِيحُ الْوَجْهِ قَبِيحُ الثِّيَابِ مُنْتِنُ الرِّيحِ فَيَقُولُ: أَبْشِرْ بِالَّذِي يَسُوءُكَ، هَذَا يَوْمُكَ الَّذِي كُنْتَ تُوعَدُ، فَيَقُولُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيءُ بِالشَّرِّ، فَيَقُولُ: أَنَا عَمَلُكَ الْخَبِيثُ، فَيَقُولُ: رَبِّ لَا تُقِمِ السَّاعَةَ.

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ کے لئے نکلے اور قبر تک گئے اور ابھی تک اس کو لحد میں نہیں رکھا گیا تھا اس لیے رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں، آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی اس سے زمین کرید رہے تھے پس آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور دو تین مرتبہ فرمایا عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ

پکڑو، پھر فرمایا: بے شک جب مؤمن بندہ دنیا سے منقطع ہو کر آخرت کی طرف جانے کے قریب ہوتا ہے تو اس کی طرف آسمان سے سورج کی طرح روشن چہروں والے فرشتے نازل ہوتے ہیں جن کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے، وہ اس سے تا حد نگاہ دور ہو کر بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آتا ہے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے، پس وہ کہتا ہے اے پاکیزہ نفس! تو نکل کر اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی کی طرف چل، پس وہ ایسے بہہ کر نکلتی ہے جیسے مشکیزہ کے منہ سے پانی کا قطرہ نکلتا ہے، ملک الموت اس کو لے لیتا ہے، دوسرے فرشتے اس روح کو پلک جھپکنے کے برابر بھی اس کے ہاتھ میں نہیں رکھتے بلکہ فوراً اس روح کو لے کر جنت والے کفن اور خوشبو میں رکھ دیتے ہیں، اور اس سے روئے زمین پر موجود سب سے عمدہ کستوری جیسی خوشبو مہکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: وہ فرشتے اس کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں، وہ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے بھی گزرتے ہیں وہ جماعت پوچھتی ہے یہ پاکیزہ روح کس کی ہے؟ وہ کہتے ہیں: یہ فلاں بن فلاں ہے یعنی لوگ دنیا میں جن صفتی ناموں کے ساتھ اُس کا ذکر کرتے تھے اُن میں سے عمدہ ترین نام ذکر کرتے ہیں، یہاں تک کہ اس کو آسمانِ دنیا پر لے جاتے ہیں، اس کو کھلواتے ہیں، ان کے لئے آسمان کا دروازہ کھلتا ہے، پس ہر آسمان سے اس کے مقرب فرشتے اس کے ساتھ چلتے ہیں ساتھ والے آسمان تک یہاں تک کہ وہ ساتویں آسمان پر اس کو لے کر پہنچتے ہیں اللہ عز وجل فرماتے ہیں: میرے بندے کا نامہ اعمال علیین میں رکھ دو اور اس کو زمین کی طرف لوٹا دو کیونکہ میں نے ان کو اسی سے پیدا کیا اور اسی میں ان کو لوٹاؤں گا اور اسی سے ان کو دوبارہ نکالوں گا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: پس اس کی روح اس کے جسم (عنصری) میں لوٹا دی جاتی ہے، پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اس کو بٹھاتے ہیں، اسے کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟، وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے، پھر وہ کہتے ہیں یہ کون آدمی ہے جو تمہاری طرف بھیجا گیا تھا؟، صاحبِ قبر کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، وہ کہتے ہیں تجھے کیسے پتہ چلا؟، وہ کہتا ہے میں نے اللہ کی کتاب کو پڑھا، اس پر ایمان لایا، اس کی تصدیق کی۔ اس کے بعد آسمان سے آواز آتی ہے میرے بندے نے سچ کہا، اس کے لئے جنت کا بستر بچھا دو، اس کو جنت کے کپڑے پہنا دو، اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔ پس اس کے پاس جنت سے ہوا اور جنت کی خوشبو آتی ہے اور اس کے لئے تا حد نگاہ قبر فراخ کر دی جاتی ہے، اور اس کے پاس ایک حسین چہرے والا، خوبصورت کپڑوں والا، عمدہ خوشبو والا آدمی آتا ہے، وہ کہتا ہے تجھے اُس چیز کی خوشخبری ہے جو تجھے خوش کر دے گی، یہ وہ دن ہے جس کا تیرے ساتھ وعدہ تھا۔ صاحبِ قبر اس سے پوچھتا ہے تو کون ہے؟ تیرا چہرہ بہت ہی عمدہ چہرہ ہے جو خیر لایا ہے، وہ خوبصورت آدمی کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں، صاحبِ قبر کہتا ہے اے میرے رب! قیامت قائم کر، تاکہ میں اپنے اہل اور مال کی طرف لوٹ جاؤں اور کافر آدمی جب دنیا سے منقطع ہونے اور آخرت کی طرف جانے کے قریب ہوتا ہے تو اس کی طرف آسمان سے سیاہ چہروں والے فرشتے اترتے ہیں، اُن کے پاس ٹاٹ ہوتا ہے، پس وہ اس سے تا حد نگاہ دور بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت آتا ہے اور وہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے اے خبیث نفس! نکل اللہ کی ناراضگی اور اللہ کے غضب کی طرف۔ روح اس کے جسم میں پھیل جاتی ہے، فرشتہ اس کو اس طرح کھینچتا ہے جیسے تر اُون سے لوہے کی کنڈی کھینچ کر نکالی جاتی ہے، فرشتہ اس روح کو پکڑتا ہے، تو دوسرے فرشتے اس کو فوراً پکڑ کر اُس ٹاٹ میں رکھ دیتے ہیں اور اس سے مردار جیسی بدبو نکلتی ہے، پھر وہ اس کو لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں، اور وہ

فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ فرشتے کہتے ہیں یہ کیسی خبیث روح ہے، فرشتے کہتے ہیں یہ فلاں بن فلاں ہے، یعنی اُس کے قبیح ترین نام کے ساتھ اس کا ذکر کرتے ہیں، حتی کہ اس کو آسمانِ دنیا کی طرف پہنچایا جاتا ہے اور اس کے لیے دروازہ کھولنے کی درخواست کی جاتی ہے لیکن دروازہ اس کے لیے نہیں کھولا جاتا ہے، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ''ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے اور وہ جنت میں نہیں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہو''، پھر اللہ عزوجل فرماتے ہیں اس کا اعمال نامہ سجین میں رکھ دو جو سب سے نچلی زمین میں ہے، پھر اس کی روح کو پھینک دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ''جو کوئی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے پس گویا کہ وہ آسمان سے گرا، پس اس کو اچک لیتے ہیں پرندے، یا اس کو ہوا گراتی ہے دور جگہ میں''۔ پھر اس کی روح کو اس کے جسد (عنصری) میں لوٹا دیا جاتا ہے، اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اس کو بٹھاتے ہیں اور اس کو کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا، وہ اس کو کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟، وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا، پھر وہ اس کو کہتے ہیں یہ کون آدمی ہے جو تم میں بھیجا گیا، وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا، اتنے میں آسمان سے آواز آتی ہے کہ اس نے جھوٹ بولا ہے، اس کے لیے آگ کا بستر بچھا دو، اور اس کے لئے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دو، اُس دروازے سے اس کے پاس آگ کی تپش اور زہریلی ہوا آتی ہے اور اس پر قبر تنگ کر دی جاتی ہے حتی کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں، اور اس کے پاس ایک قبیح چہرے والا، گندے کپڑوں والا، بدبودار آدمی آتا ہے، کہتا ہے تیرے لیے اس چیز کی خوشخبری ہے جو تجھے غمگین کر دے گی، یہ تیرا وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ تھا، وہ پوچھتا ہے تو کون ہے؟ پس تیرا چہرہ ایسا چہرہ ہے جو شر لایا ہے، وہ کہتا ہے میں تیرا برا عمل ہوں، کافر کہتا ہے اے میرے رب! قیامت قائم نہ کر۔

تخریج: (۱) مسند احمد، حدیث نمبر ۱۸۵۳۴۔ (۲) سنن ابی داود (۳) مسند ابی داود طیالسی ج ۲ ص ۱۱۴۔ (۴) مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۵۴۔ (۵) الزہد لہناد ج ۱ ص ۲۰۵۔ (۶) مسند رویانی ج ۱ ص ۲۶۳۔ (۷) تفسیر طبری ج ۱۲ ص ۵۹۲۔ (۸) تفسیر طبری ج ۱۶ ص ۶۰۳۔ (۹) الایمان لابن مندہ ج ۲ ص ۹۶۲۔ (۱۰) شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ للالکائی ج ۶ ص ۱۲۰۷۔ (۱۱) اثبات عذاب القبر للبیہقی ص ۵۰-۳۔ (۱۲) شعب الایمان ج ۱ ص ۶۱۰۔

فائدہ: (۱) انصاری آدمی کے جنازے کا مصداق جسد عنصری ہے۔ (۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی جسد عنصری کے جنازے کے ساتھ نکلے تھے۔ (۳) اسی جسد عنصری کو لحد میں رکھنا ہے لیکن ابھی تک رکھا نہیں گیا۔ (۴) روح کو اسی زمینی قبر میں رکھے ہوئے جسد کی طرف لوٹانے کا حکم ہوا۔ (۵) وجہ یہ کہ میں نے اس جسد کو اسی زمین سے پیدا کیا ہے اور اس کو اسی میں لوٹاؤں گا پھر دوسری مرتبہ اسی زمین سے اس کو نکالوں گا، معلوم ہوا کہ ان سب امور کا تعلق جسد عنصری کے ساتھ ہے، اسی کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے، اور سوال جواب بھی اسی سے ہوتا ہے، اور قبر میں جسد عنصری کو بٹھانا اور اس سے سوال جواب ہونا حیات قبر کی دلیل ہے۔ قبر کا فراخ ہونا اور میت کے لئے جنت کا بستر بچھانا، جنت کا لباس پہنانا جسد عنصری کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے، اکیلی روح کے ساتھ نہیں، اور جسم عنصری بھی زندہ ہو، کیونکہ مُردہ، بے جان جسد عنصری کے لئے قبر کا فراخ ہونا یا تنگ ہونا، بستر کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔

۱۰۴...... عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ... يَبْعَثُ إِلَيْهِ مَلَكَيْنِ يَكْتُبَانِ حَسَنَاتِهِ وَسَيِّئَاتِهِ، فَإِذَا جَاءَ الْمَوْتُ ارْتَفَعَ ذٰلِكَ الْمَلَكَانِ، ثُمَّ جَاءَ مَلَكُ الْمَوْتِ فَيَقْبِضُ رُوْحَهُ، فَإِذَا دَخَلَ حُفْرَتَهُ رَدَّ الرُّوْحَ فِي جَسَدِهِ، ثُمَّ يَرْتَفِعُ مَلَكُ الْمَوْتِ، ثُمَّ جَاءَهُ مَلَكَا الْقَبْرِ فَامْتَحَنَاهُ (حلیۃ الاولیاء للاصفہانی ج ۳ ص ۱۹۰، عمدۃ القاری ج ۶ ⑥ ص ۲۲۳، تفسیر ابن کثیر و القرطبی، سورۃ الانشقاق) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا...... اللہ تعالیٰ ابن آدم کی طرف دو فرشتوں کو مقرر کر دیتا ہے جو اس کی نیکیاں اور بدیاں لکھتے رہتے ہیں، اور جب موت آتی ہے تو یہ دو فرشتے آسمانوں پر چڑھ جاتے ہیں، اور موت کا فرشتہ آجاتا ہے، اس کی روح قبض کرتا ہے، پھر جب اس کو قبر کے گڑھے میں داخل کر دیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دیتا ہے، موت کے بعد موت کا فرشتہ اوپر چلا جاتا ہے پھر قبر میں اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور وہ دونوں صاحبِ قبر کا امتحان کرتے ہیں۔

فائدہ: کیا مُردہ بے جان و بے شعور کا امتحان بھی لیا جاتا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رَبِّ يَسِّرْ وَأَعِنْ

۶ ...... قبر میں میت کی نماز، تلاوت وغیرہ

۱۰۵...... عن جابر بن عبد الله رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ، قال: "إذا دخل الميت القبر مثلت الشمس عند غروبها فيجلس يمسح عينيه ويقول: دعوني أصلي" (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۴۲۸) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے لئے غروب کے قریب والا سورج متشکل کر دیا جاتا ہے، پس وہ اٹھ بیٹھتا ہے، اپنی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتا ہے اور کہتا ہے مجھے چھوڑ دو تاکہ میں نماز پڑھوں۔

فائدہ: المیت کا مصداق روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، قبر میں سورج اسی کے لئے متمثل کیا جاتا ہے، اور وہ سورج کو دیکھ کر نماز پڑھنے کا شوق ظاہر کرتا ہے، اور یہ سب کچھ موقوف ہے حیات فی القبر پر۔

۱۰۶...... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: ضَرَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِبَاءَهُ عَلَى قَبْرٍ وَهُوَ لَا يَحْسِبُ أَنَّهُ قَبْرٌ، فَإِذَا فِيهِ إِنْسَانٌ يَقْرَأُ سُوْرَةَ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ حَتَّى خَتَمَهَا، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي ضَرَبْتُ خِبَائِي عَلَى قَبْرٍ وَأَنَا لَا أَحْسِبُ أَنَّهُ قَبْرٌ، فَإِذَا فِيهِ إِنْسَانٌ يَقْرَأُ سُوْرَةَ تَبَارَكَ الْمُلْكِ حَتَّى خَتَمَهَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هِيَ الْمَانِعَةُ، هِيَ الْمُنْجِيَةُ، تُنْجِيهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. (سنن الترمذی ج ۵ ص ۱۴) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی نے غلطی سے قبر پر خیمہ لگایا، اس نے قبر سے سنا کہ ایک انسان نے پوری سورت تبارک الذی پڑھی ہے، وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے رسول! بے شک میں نے بھول کر ایک قبر پر خیمہ لگایا، اچانک اس میں ایک انسان نے پوری سورت تبارک الذی پڑھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ سورت مَانِعَه مُنْجِيَه ہے یعنی پڑھنے والے کو عذاب قبر سے نجات دیتی ہے، اس سے عذاب کو روکتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رَبِّ یَسِّرْ وَاَعِنْ

۷ ...... قبر میں میت کا سلام سننا اور جواب دینا

۱۰۷...... عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقبور المدینة فأقبل علیهم بوجهه. فقال: السلام علیکم یا أهل القبور. یغفر اللہ لنا ولکم. أنتم سلفنا. ونحن بالأثر (سنن الترمذی ج ۲ ص ۳۶۰) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی قبروں کے پاس سے گزرے ان کی طرف رخ کیا اور فرمایا سلام ہو تم پر اے اہل قبور! اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے، تم ہم سے پہلے گزر چکے ہو، اور ہم تمہارے پیچھے آ رہے ہیں۔

فائدہ: اہل قبور پر سلام بصیغۂ خطاب دلیل حیات ہے، چنانچہ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: فان السلام علی من لا یشعر ولا یعلم بالمسلم محال جس میں شعور نہ ہو اور اس کو سلام کنندہ کا علم نہ ہو اس پر سلام کرنا محال ہے۔ اس کے بعد امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اہل قبور کو سلام کرنے کی حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں: وهذا السلام والخطاب والنداء لموجود یسمع ویخاطب ویعقل ویرد وان لم یسمع المسلم الرد واذا صلی الرجل قریبا منهم شاهدوه وعلموا صلاته وغبطوه علی ذلك (کتاب الروح ص ۱۳) یہ سلام، خطاب اور نداء ایسے موجود کو ہوتا ہے جو سنتا ہو اور اس کو خطاب کیا جا سکتا ہو اور وہ سمجھتا ہو اور جواب بھی دے سکتا ہو اگرچہ سلام کرنے والا جواب نہ سن سکے، اور جب آدمی اہل قبور کے قریب نماز پڑھے تو وہ اس کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اس کی نماز کو بھی وہ جان لیتے ہیں اور اس کی وجہ سے وہ اس پر رشک کرتے ہیں۔

۱۰۸...... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَا مِنْ أَحَدٍ مَرَّ بِقَبْرِ أَخِيهِ الْمُؤْمِنِ كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا فَسَلَّمَ عَلَيْهِ إِلَّا عَرَفَهُ وَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ) (الاستذکار لابن عبد البر ج ۱ ص ۱۸۵، المسالک شرح موطا مالک لابن العربی ج ۲ ص ۹۸، الاحکام الکبری للاشبیلی ج ۲ ص ۵۴۶، التذکرۃ للقرطبی ص ۲۱۰، فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۴ ص ۳۳۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی آدمی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے اور وہ اس کو دنیا میں پہچانتا تھا پھر گزرنے والا اس پر سلام کرتا ہے تو صاحبِ قبر اس کو پہچان بھی لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رَبِّ یَسِّرْ وَاَعِنْ

۸ ...... دفن سے پہلے میت کا ادراک و شعور اور کلام

۱۰۹...... عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وُضِعَتِ الْجِنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى اَعْنَاقِهِمْ فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُونِي وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَهَا اَيْنَ يَذْهَبُونَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَهُ صَعِقَ

(بخاری ج ۱ ص ۱۷۵، نسائی ج ۱ ص ۲۱۰، مشکوۃ ص ۱۴۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنازہ رکھا جاتا ہے پھر اس کو لوگ اپنے کندھوں پر اٹھا کر چلتے ہیں تو اگر وہ میت نیک ہوتی ہے تو کہتی ہے مجھے آگے جلدی لے چلو، اور اگر نیک نہیں ہوتی تو وہ کہتی ہے ہائے میری ہلاکت تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ اس کی یہ آواز سوائے انسان کے ہر چیز سنتی ہے، اور اگر انسان سن لے تو بیہوش ہو جائے۔

اس صحیح اور صریح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جسد عنصری جس کو لوگ کندھوں پر اٹھا کر لے جاتے ہیں وہی کہتا ہے قدموني، اور وہی کہتا ہے این تذهبون۔

فائدہ نمبر ۱: اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے باب کلام المیت علی الجنازة، پس جس میت یعنی جسد عنصری کو لوگ کندھوں پر اٹھا کر لے جاتے ہیں وہی کہتا ہے قدموني، اور وہی کہتا ہے این تذهبون بي، یہ دلیل ہے وفات کے بعد اور دفن سے پہلے جسد عنصری کی حیات پر اور یہ حیات روح کے جسد عنصری سے خارج ہونے کے باوجود روح وجسد کے تعلق کی وجہ سے ہے۔

فائدہ نمبر ۲: مردے کا چارپائی پر کلام کرنا زبانِ قال سے ہے، نہ کہ زبانِ حال سے، کیونکہ حدیث میں ہے یسمع صوتها، اور آواز زبانِ قال کی ہوتی ہے، زبانِ حال کی آواز نہیں ہوتی، اور کانوں سے آواز کو سنا جاتا ہے حال کو سنا نہیں جاتا آنکھوں سے دیکھ کر سمجھا جاتا ہے۔

۱۱۰...... حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ حَسَنٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلًا مِنَّا - قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ: نَسِيتُ اسْمَهُ - وَلَكِنْ اسْمُهُ مُعَاوِيَةُ أَوْ ابْنُ مُعَاوِيَةَ. يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: "إِنَّ الْمَيِّتَ يَعْرِفُ مَنْ يَحْمِلُهُ وَمَنْ يُغَسِّلُهُ وَمَنْ يُدَلِّيهِ فِي قَبْرِهِ" فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَهُوَ فِي الْمَجْلِسِ: مِمَّنْ سَمِعْتَ هَذَا؟ قَالَ: مِنْ أَبِي سَعِيدٍ، فَانْطَلَقَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى أَبِي سَعِيدٍ فَقَالَ: يَا أَبَا سَعِيدٍ مِمَّنْ سَمِعْتَ هَذَا؟ قَالَ: مِنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم (مسند احمد ج ۱۷ ص ۲۹، ج ۱۸ ص ۱۴۳، المنامات لابن ابی الدنیا ص ۱۰ باب المیت یعرف من یغسله، تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۱۱۷، موضح اوہام الجمع والتفریق ج ۲ ص ۲۲۴، احیاء علوم الدین ج ۴ ص ۴۹۷، اہوال القبور لابن رجب ص ۸۹، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۰، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۱، شرح الصدور للسیوطی باب معرفۃ المیت بمن یغسله الخ، الجامع الصغیر، مرقاۃ المفاتیح، فیض القدیر، کنز العمال) ابو عامر کہتے ہیں ہم سے بیان کیا عبد الملک نے، وہ کہتے ہیں ہم سے بیان کیا سعید بن عمرو نے، وہ کہتے ہیں میں نے اپنے لوگوں میں سے ایک آدمی سے سنا، راوی حدیث عبد الملک کہتے ہیں میں اس کا نام بھول گیا، اس کا نام معاویہ یا ابن معاویہ تھا، اس نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میت اس آدمی کو پہچانتی ہے جو اس کو اٹھاتا ہے، اور جو اس کو غسل دیتا ہے اور جو اس کو قبر میں اتارتا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما اُس مجلس میں موجود تھے، انہوں نے معاویہ سے پوچھا آپ نے یہ حدیث کس سے سنی ہے؟، معاویہ نے کہا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی طرف گئے، اُن سے کہا اے ابوسعید! آپ نے یہ حدیث کس سے سنی ہے؟، انہوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

۱۱۱...... عن عائشة رضی الله عنها قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من رجل يزور قبر أخيه ويجلس عنده إلا استأنس به ورد عليه حتى يقوم (احیاء علوم الدین ج ۴ ص ۴۹۱، کتاب الروح لابن القیم

ص ۵، بحوالہ ابن ابی الدنیا، تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۳۲۵، اضواء البیان للشنقیطی ج ۶ ص ۱۳۵، باب فی معرفۃ الموتی بزیارۃ الاحیاء)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے تو جب تک وہ بیٹھا رہتا ہے صاحب قبر اس کے ساتھ اُنس پکڑتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

فائدہ: شیخ الاسلام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وَقَد تَوَاتَرَتْ الْآثَار عَنْهُم بِأَن الْمَيِّت يعرف زِيَارَة الْحَيّ لَهُ ويستبشر بِهِ (کتاب الروح لابن القیم ص ۵) تواتر کے ساتھ آثار موجود ہیں کہ زندہ آدمی جب میت کی زیارت کرتا ہے تو میت اس کو پہچان لیتی ہے اور اس کی وجہ سے خوش ہوتی ہے۔

مفسر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْآثَارُ عَنْهُمْ بِأَنَّ الْمَيِّتَ يَعْرِفُ بِزِيَارَةِ الْحَيِّ لَهُ وَيَسْتَبْشِرُ. (تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۳۲۵)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبِّ يَسِّرْ وَأَعِنْ

۹ ...... زندوں کے افعال کے اثرات میت پر

۱۱۲...... عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْمَيِّتُ يُؤْذِيهِ فِي قَبْرِهِ مَا يُؤْذِيهِ فِي بَيْتِهِ قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ رَحِمَهُ اللهُ: يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ الْمَيِّتُ يُبَلَّغُ مِنْ أَفْعَالِ الْأَحْيَاءِ وَأَقْوَالِهِمْ بِلَطِيفَةٍ يُحْدِثُهَا اللهُ لَهُمْ مِنْ مَلَكٍ يُبَلِّغُ أَوْ عَلَامَةٍ أَوْ دَلِيلٍ أَوْ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْقَادِرُ عَلَى مَا يَشَاءُ، وَقَدْ صَحَّتِ الْأَخْبَارُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ وَرَوْحِهِ وَلَا يَكُونُ التَّعْذِيبُ وَالتَّرْوِيحُ إِلَّا بِوُصُولِ الْأَلَمِ وَالرَّاحَةِ إِلَى الْمُعَذَّبِ وَالْمُرَوَّحِ. فَكَذَلِكَ يَبْلُغُهُ أَذَى مَنْ يُؤْذِيهِ مِنْ قَوْلِ سُوءٍ فِيهِ أَوْ فِعْلٍ يَسُوؤُهُ ذَلِكَ مِمَّنْ يَفْعَلُهُ (بحر الفوائد المسمی بمعانی الاخبار للکلاباذی ص ۲۹۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میت کو قبر میں وہ چیزیں تکلیف دیتی ہیں جو اس کو گھر میں تکلیف دیتی ہیں۔ شیخ امام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ممکن ہے کہ میت کے پاس زندوں کے تکلیف دہ افعال واقوال لطیف طریقہ سے پہنچائے جاتے ہوں، جیسے فرشتہ کے ذریعے پہنچانا، یا اُن قبیح افعال واقوال پر میت کے سامنے کوئی علامت یا دلیل اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ظاہر کردے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اُس پر اس کو قدرت ہے۔ قبر کے عذاب اور راحت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے صحیح احادیث ثابت ہیں، اور عذاب دینا اور راحت پہنچانا تبھی ہوسکتا ہے جب مستحق عذاب اور مستحق ثواب کی طرف درد اور راحت پہنچے، پس اسی طرح اُس کے پاس برا قول یا برا فعل پہنچتا ہے اس کے لئے باعث ایذاء وتکلیف بنتا ہے۔

۱۱۳...... عَنْ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: رَآنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِأً عَلَى قَبْرٍ، فَقَالَ: "لَا تُؤْذِ صَاحِبَ هَذَا الْقَبْرِ (مسند احمد ج ۳۹ ص ۴۷۶، شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۵۱۵، معجم الصحابہ لابن قانع ج ۲ ص ۲۰۰، معرفۃ الصحابہ لابی نعیم ج ۴ ص ۱۹۸۱، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۴۹) عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھا کہ میں نے قبر کے ساتھ ٹیک لگائی ہوئی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا اِس قبر والے کو تکلیف نہ دے۔

فائدہ: مولانا محمد حسین نیلوی لکھتے ہیں: ''اِس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ میت کی توہین نہ کرو، کیونکہ قبر پر تکیہ لگانے سے میت کی روح ناخوش ہوتی ہے'' (ندائے حق ج۱ ص ۳۴) ندائے حق کے مقدمہ ص ۲۳ میں مولانا محمد امیر بندیالوی لکھتے ہیں ''روح اربوں کھربوں میل (قبر سے) دور چلی گئی جس سے سننا، دیکھنا، شعور وادراک ہوتا تھا، اب قبر میں پڑے ہوئے دھڑ کو سنا کر تم کیا کرو گے؟'' سوال یہ ہے کہ یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ قبر میں موجود جسد عنصری کے ساتھ روح کا ایسا تعلق ہے کہ قبر کے ساتھ ٹیک لگانے سے بوجہ تعلق روح کو تکلیف ہوتی ہے، تو اس سے جسد عنصری کے ساتھ روح کا تعلق ثابت ہوا، روح وجسد عنصری کا تعلق دلیلِ حیات ہے اور اگر روح کا جسد عنصری کے ساتھ تعلق نہیں، اس کے باوجود اربوں کھربوں میل دور سے روح کو قبر کے ساتھ ٹیک لگانے کا پتہ چل جاتا ہے اور اس کو تکلیف ہوتی ہے تو کیا نیلوی صاحب اور بندیالوی صاحب اِس سے بریلویت کے خشک درخت کو پانی نہیں دے رہے؟، جیسا کہ نیلوی صاحب نے تسکین الصدور کے بارے میں یہی بات لکھی ہے (دیکھئے ندائے حق ص ۱۴) اور کیا اس سے بریلویوں کے عقیدہ علم غیب کی تائید نہیں ہو رہی؟ اگر صاحبِ قبر کا دور ونزدیک سے سننے کا عقیدہ شرک ہے تو اربوں کھربوں میل دور سے جسد عنصری کے ساتھ تعلق کے بغیر زمینی قبر کی ٹیک کو جان لینا، یہ شرک ہے یا نہیں؟ بریلوی یہی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی روح مبارک پوری کائنات کو دیکھ رہی ہے اور کائنات ان کے سامنے حاضر ہے۔

۱۱۴...... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا مَاتَتْ أُمُّ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خلع رَسُول اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيصَهُ فَأَلْبَسَهُ إِيَّاهَا وَاضْطَجَعَ مَعَهَا فِي قَبْرِهَا فَلَمَّا سَوَّى عَلَيْهِ التُّرَابُ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ رَأَيْنَاكَ صَنَعْتَ شَيْئًا لَمْ تَصْنَعْهُ بِأَحَدٍ. قَالَ إِنِّي أَلْبَسْتُهَا قَمِيصِي لِتَلْبَسَ مِنْ ثِيَابِ الْجَنَّةِ وَاضْطَجَعْتُ مَعَهَا فِي قَبْرِهَا لِيُخَفِّفَ عَنْهَا مِنْ ضَغْطَةِ الْقَبْرِ. (شرح مشکل الآثار ج ۱۰ ص ۳۶۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی قمیص اتاری اور اس کو پہنا دی اور اس کے ساتھ قبر میں کچھ دیر لیٹ گئے، پھر جب اس کی قبر پر مٹی برابر کر دی گئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے ایک ایسا کام کیا ہے جو پہلے آپ نے کسی کے ساتھ نہیں کیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اسے اپنی قمیص پہنائی ہے تاکہ وہ جنت کے کپڑے پہن لے، اور میں اس کے ساتھ قبر میں لیٹا تاکہ اس سے قبر کی تنگی ہلکی ہو جائے۔

فائدہ: ام علی کا مصداق اکیلی روح یا روح اور جسد مثالی نہیں، بلکہ اس کا مصداق روح اور جسد عنصری ہے، قمیص جسد عنصری کو پہنائی گئی، آپ ﷺ لیٹے بھی جسد عنصری کے قریب، معلوم ہوا کہ قبر کی تنگی ام علی کے جسد عنصری سے ہلکی ہوئی، اور یہ موقوف ہے حیات پر، اگر حیات نہ ہو تو قبر میں تنگی ہلکی ہو یا سخت برابر ہے۔

۱۱۵...... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ أَوْ شَابًّا فَفَقَدَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ عَنْهَا أَوْ عَنْهُ فَقَالُوا مَاتَ قَالَ أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِي قَالَ فَكَأَنَّهُمْ صَغَّرُوا أَمْرَهَا أَوْ أَمْرَهُ فَقَالَ دُلُّونِي عَلَى قَبْرِهِ فَدَلُّوهُ فَصَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَ إِنَّ هَذِهِ الْقُبُورَ مَمْلُوءَةٌ ظُلْمَةً عَلَى أَهْلِهَا وَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِي عَلَيْهِمْ (مسلم ج۱ ص ۳۱۰، مشکوۃ ص ۱۴۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک کالے رنگ کی عورت مسجد کی صفائی کرتی تھی، جب آپ ﷺ نے ایک مرتبہ اس کو نہ

دیکھا تو اس کے بارے میں دریافت فرمایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ وہ فوت ہو گئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی، گویا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کے معاملے کو معمولی سمجھا، آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس کی قبر کی طرف رہنمائی کرو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی رہنمائی کر دی، آپ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی، پھر فرمایا یہ قبریں اہل قبور پر تاریک ہوتی ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ میری نماز کی وجہ سے ان کی قبروں کو روشن کر دیتا ہے۔

فائدہ: هذه القبور کا اشارہ زمینی قبروں کی طرف ہے، اور زمینی قبروں میں اجساد عنصریہ مدفون ہوتے ہیں، اگر ان میں حیات نہ ہو تو ان کے لئے قبر کا تاریک ہونا یا روشن ہونا برابر ہے، اس سے معلوم ہوا کہ قبر کے اندر جسد عنصری میں حیات ہوتی ہے جس کو تاریکی کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے اور قبر کے روشن ہونے کی وجہ سے راحت ہوتی ہے۔

۱۱۶...... عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا إِلَى سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ حِينَ تُوُفِّيَ قَالَ: فَلَمَّا صَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَسُوِّيَ عَلَيْهِ سَبَّحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّحْنَا طَوِيلًا ثُمَّ كَبَّرَ فَكَبَّرْنَا فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ لِمَ سَبَّحْتَ، ثُمَّ كَبَّرْتَ؟ قَالَ: لَقَدْ تَضَايَقَ عَلَى هَذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُهُ حَتَّى فَرَّجَهُ اللهُ عَنْهُ. (مسند احمد ج ۲۳ ص ۱۵۸، اثبات عذاب القبر للبیہقی ص ۸۴) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس دن سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے، جب رسول اللہ ﷺ نے سعد کی نماز جنازہ پڑھا لی اور ان کی میت قبر میں اتار دی گئی اور اس پر مٹی برابر کر دی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے کافی دیر تک سبحان اللہ کہا اور ہم نے بھی سبحان اللہ کہا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اللہ اکبر کہا، ہم نے بھی اللہ اکبر کہا، آپ سے دریافت کیا گیا اے اللہ کے رسول! آپ نے تسبیح پڑھی پھر آپ نے تکبیر کہی اس کی کیا وجہ تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس نیک بندے پر قبر تنگ ہو گئی تھی (تسبیح و تکبیر کی برکت سے) اللہ تعالیٰ نے اس سے وہ تنگی دور کر دی۔

فائدہ: سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے جسد عنصری پر قبر کا تنگ ہونا، پھر تسبیح و تکبیر کی برکت سے تنگی کا ختم ہونا اور اسی زمینی قبر کے پاس تسبیح و تکبیر کہنا تقاضا کرتا ہے حیات فی القبر کا، کیونکہ اگر قبر میں مدفون جسد عنصری میں حیات نہ ہو تو بے جان پر قبر کا تنگ ہونا اور نہ ہونا برابر ہے، نیز قبر کے پاس یا قبر سے دور تسبیح و تکبیر کہنا بھی برابر ہے۔

۱۱۷...... عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: جَاءَ جِبْرِيلُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: مَنْ هَذَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ الَّذِي مَاتَ، فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ. وَتَحَرَّكَ لَهُ الْعَرْشُ. قَالَ: فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَإِذَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ. فَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرِهِ وَهُوَ يُدْفَنُ، فَبَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ إِذْ قَالَ: "سُبْحَانَ اللهِ" مَرَّتَيْنِ، فَسَبَّحَ الْقَوْمُ. ثُمَّ قَالَ: "اللهُ أَكْبَرُ. اللهُ أَكْبَرُ" فَكَبَّرَ الْقَوْمُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لِهَذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ شَدَّدَ اللهُ عَلَيْهِ فِي قَبْرِهِ حَتَّى كَانَ هَذَا حِينَ فُرِّجَ عَنْهُ (شرح مشکل الآثار ج ۱۰ ص ۳۶۸) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا یہ فوت ہونے والا نیک بندہ کون ہے جس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے اور اس کی آمد پر عرش جھوم اٹھا، جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہیں، نبی کریم ﷺ ان کی قبر کے پاس بیٹھ گئے،

اور اچانک آپ نے دو مرتبہ فرمایا سبحان اللہ، صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی کہا سبحان اللہ، پھر آپ نے فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر، صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی کہا اللہ اکبر. پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نیک بندے پر قبر میں کچھ سختی ہوئی تھی جب ہم نے تسبیح پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے وہ سختی دور کردی۔

۱۱۸...... عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رضی اللہ عنہا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ لِلْقَبْرِ لَضَغْطَةٌ لَوْ نَجَا مِنْهَا أَحَدٌ لَنَجَا مِنْهَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ (مسند اسحاق بن راھویہ ج ۲ ص ۵۳۲، مسند ابن الجعد ص ۲۳۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک قبر میں تنگی ہوتی ہے، اگر اس سے کوئی نجات پاتا تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نجات پاجاتا۔

۱۱۹...... أَنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ لِأُمِّ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ وَهِيَ تَبْكِي عَلَيْهِ: انْظُرِي مَا تَقُولِينَ يَا أُمَّ سَعْدٍ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "دَعْهَا يَا عُمَرُ. كُلُّ نَائِحَةٍ مُكَذَّبَةٌ إِلَّا أُمَّ سَعْدٍ. مَا قَالَتْ مِنْ خَيْرٍ. فَلَنْ تَكْذِبَ" ثُمَّ احْتُمِلَ فَوُضِعَ فِي قَبْرِهِ. فَتَغَيَّرَ لَوْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ. إِنْ كُنْتَ لَتَقْطَعُنَا. يَعْنُونَ فِي الشُّرْعَةِ. قَالَ: " خَشِيتُ أَنْ تَسْبِقَنَا الْمَلَائِكَةُ إِلَى غُسْلِهِ كَمَا سَبَقَتْنَا إِلَى غُسْلِ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي عَامِرٍ "قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ. رَأَيْنَا لَوْنَكَ قَدْ تَغَيَّرَ حِينَ قَعَدْتَ عَلَى الْقَبْرِ. قَالَ: "ضُمَّ سَعْدٌ فِي الْقَبْرِ ضَمَّةً. وَلَوْ أُعْفِيَ مِنْهَا أَحَدٌ. أُعْفِيَ مِنْهَا سَعْدٌ" وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نَزَلَ الْأَرْضَ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ لِشُهُودِ سَعْدٍ. مَا نَزَلُوهَا قَطُّ. وَاسْتَبْشَرَ بِهِ جَمِيعُ أَهْلِ السَّمَاءِ. وَاهْتَزَّ لَهُ الْعَرْشُ". قَالَ صَالِحٌ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ: قَالَ أَبِي: قَالَ رَجُلٌ لِسَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ: إِنَّ الْعَرْشَ تَدْعُوهُ الْعَرَبُ السَّرِيرَ. وَإِنَّمَا يَعْنِي سَرِيرَ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ. فَقَالَ سَعْدٌ: مَا بَلَغَ سَرِيرُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ أَنْ يَذْكُرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (شرح مشکل الآثار ج ۱۰ ص ۳۶۹) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی والدہ ان کی وفات پر رو رہی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی والدہ سے کہا اے ام سعد! غور کر، تو کیا کہہ رہی ہے؟، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمر! اس کو چھوڑ دو، ہر بین کرنے والی جھوٹی ہوتی ہے سوائے ام سعد کے، اس نے سعد کی جو بھلائی ذکر کی ہے جھوٹ نہیں بولا، پھر جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی میت کو اٹھایا گیا اور ان کو قبر میں اتارا گیا تو نبی کریم ﷺ کا رنگ متغیر ہوگیا، مسلمانوں نے کہا اے اللہ کے رسول! بے شک آپ تیز چلنے میں ہم سے سبقت کر گئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے ڈر ہے کہ اس کے غسل کے لئے فرشتے ہم سے سبقت نہ کر جائیں جیسا کہ حنظلہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے غسل کے لئے سبقت کر گئے تھے، صحابہ نے کہا اے اللہ کے رسول! جب آپ قبر پر بیٹھے تھے ہم نے آپ کا رنگ متغیر دیکھا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا سعد کو قبر میں بھینچا گیا، اگر اس سے کسی کو معافی ملتی تو سعد کو معافی ملتی، اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا سعد بن معاذ کے جنازہ میں شریک ہونے کے لئے زمین پر ستر ہزار فرشتے اترے ہیں، جب کہ اس قدر فرشتے کبھی نازل نہیں ہوئے، اور تمام آسمان والے ان کی آمد پر خوش ہوئے ہیں، اور عرش جھوم اٹھا۔

فائدہ: سعد اکیلی روح یا روح اور جسد مثالی کا نام نہیں، بلکہ روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کا نام ہے، اور قبر میں سعد کو بھینچا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ کے جسد عنصری کو بھینچا گیا، یہ تب ہوسکتا ہے کہ قبر کے اندر جسد عنصری میں حیات ہو۔

۱۲۰...... عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَهُ- يَعْنِي سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ- فَاحْتَبَسَ. فَلَمَّا خَرَجَ قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا حَبَسَكَ؟ قَالَ: ضُمَّ سَعْدٌ فِي الْقَبْرِ ضَمَّةً. فَدَعَوْتُ اللّٰهَ فَكَشَفَ عَنْهُ (صحیح ابن حبان ج ۱۵ ص ۵۰۶، المجہ فی بیان المجہ ج ۱ ص ۴۸۷، شرح مشکل الآثار ج ۱۰ ص ۳۶۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن معاذ کی قبر میں داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں کچھ دیر ٹھہرے رہے، جب باہر نکلے تو کہا گیا اے اللہ کے رسول! کس چیز نے آپ کو روک دیا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر میں سعد کو بھینچا گیا تھا، میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو سعد سے تنگی دور کردی گئی۔

۱۲۱...... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ دُفِنَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ وَهُوَ قَاعِدٌ عَلَى قَبْرِهِ قَالَ: لَوْ نَجَا أَحَدٌ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ لَنَجَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ وَلَقَدْ ضُمَّ ضَمَّةً ثُمَّ رُخِّيَ عَنْهُ (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۰ ص ۳۳۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس دن سعد بن معاذ کو دفنایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر میں بیٹھے اور فرمایا اگر کوئی قبر کے فتنہ (آزمائش) سے نجات پاتا تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نجات پاتے، لیکن ان کو بھینچا گیا پھر ان سے یہ کیفیت دور کردی گئی۔

۱۲۲...... عَنْ عبد الرَّحْمٰن بن الْعَلَاء بن الحلاج قَالَ قَالَ لِي أَبِي (العلاء رضی اللہ عنہ) يَا بني إِذا وَضَعتنِي فِي لحدى فَقل بِسم الله وعَلى مِلَّة رَسُول الله صلی اللہ علیہ وسلم ثمَّ سن عَليّ التُّرَاب سنا ثمَّ اقْرَأ عِنْد رَأْسِي بفاتحة الْبَقَرَة وخاتمتها فَإِنِّي سَمِعت رَسُول الله صلی اللہ علیہ وسلم يَقُول ذَلِك (المعجم الکبیر للطبرانی ۱۹ ص ۲۲۰، شرح الصدور للسیوطی ص ۱۰۹، باب ۲۱) عبدالرحمن بن علاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے باپ نے مجھے وصیت کی، اے پیارے بیٹے! جب آپ مجھے میری لحد میں رکھ دیں تو یہ کہو، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے مطابق اللہ کا نام لے کر اس کو قبر میں اتارتا ہوں۔ پھر میری قبر پر مٹی ڈال دو، اور میرے سر کی جانب سورت بقرہ کی ابتدائی آیات اور (پاؤں کی جانب) اخیر کی آیات تلاوت کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم دفن کے بعد ایسا ہی کرتے تھے۔

فائدہ: مولانا محمد حسین نیلوی صاحب لکھتے ہیں" قبر کے سر کی طرف کھڑے ہو کر سورہ بقرہ کی پہلی آیتیں مفلحون تک پڑھنا، اور قبر کے پاؤں کی طرف کھڑے ہو کر سورہ بقرہ کی آخری آیتیں امن الرسول سے فانصرنا علی القوم الکافرین تک پڑھنا، پھر قبر کے اردگرد کھڑے ہو کر تمام حاضرین کا اتنی دیر کھڑے ہو کر دعا و استغفار للمیت میں مشغول رہنا جتنی دیر تک اونٹ کو ذبح کر کے اُس کا گوشت تقسیم کیا جا سکے تاکہ اس قراءت قرآن و دعا و استغفار سے میت کو اللہ تعالیٰ ثواب دے گا اور اس سے میت خوش ہوگا اور نکیرین کے سوالوں کا جواب خوشی خوشی دے گا" (ندائے حق جلد اول ص ۸۳)

سوال یہ ہے کہ اگر ارضی قبر میں میت کا بے جان دھڑ پڑا ہے تو قراءت قرآن کے لئے قبر کی تخصیص کا کیا فائدہ؟ اور میت سے کیا مراد ہے؟ اگر جسد عنصری مراد ہے اور وہ خوش ہوتا ہے اور نکیرین کا جواب خوش ہو کر دیتا ہے تو اس سے جسد عنصری میں حیات ثابت ہوئی، اور اگر میت سے مراد روح ہے تو قرآن پڑھا گیا اور دعا کی گئی ارضی قبر کے پاس اور اربوں کھربوں میل دور روح اس سے خوش ہو رہی ہے اور نکیرین کا جواب بھی خوشی سے دے رہی ہے، تو کیا اس سے بریلوی عقائد کی تائید ہوتی ہے یا نہیں؟

۱۲۳...... عن ابنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ⑪ إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوهُ، وَأَسْرِعُوا بِهِ إِلَى قَبْرِهِ، وَلْيُقْرَأْ عِنْدَ رَأْسِهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ فِي قَبْرِهِ ⑫ (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۲ ص ۴۴۴، شعب الایمان للبیہقی ۱۱ ص ۴۷۱) ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اس کو روکے نہ رکھو اور اس کو جلدی اس کی قبر کی طرف لے جاؤ، اور اس کے سر کی جانب سورت بقرہ کی ابتدائی آیات اور اس کے پاؤں کی جانب سورت بقرہ کی آخری آیات پڑھی جائیں۔

۱۲۴...... واخرج سعید بن منصور عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يقف على الْقَبْرِ بَعْدَ مَا يسوى عَلَيْهِ فَيَقُولُ اللّٰهُمَّ نزل بك صاحبنا وَخلف الدُّنْيَا خلف ظَهره اللّٰهُمَّ ثَبت عِنْد الْمَسْأَلَة مَنْطِقه وَلَا تبتله فِي قَبره بِمَا لَا طَاقَة لَهُ بِهِ (شرح الصدور للسیوطی ۶۸، باب ما یقال عند الدفن، نیز المدونۃ الکبری ج ۱ ص ۲۵۲، الرسالۃ للقیروانی ص ۵۴، جلاء الافہام لابن القیم ص ۳۶۷) سعید بن منصور نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفن کے بعد قبر پر ٹھہر جاتے اور دعا فرماتے اے اللہ! ہمارا ساتھی تیرے پاس اترا ہے، اور اس نے دنیا کو پیٹھ پیچھے چھوڑ دیا ہے، اے اللہ! (قبر میں) سوال و جواب کے وقت اس کو ثابت قدم رکھ، اور قبر میں اس کو ایسی چیز کے ساتھ مبتلا نہ کر جس کی اس کو طاقت نہیں۔

۱۲۵...... عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَوْدِيِّ، قَالَ: شَهِدْتُ أَبَا أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ وَهُوَ فِي النَّزْعِ، فَقَالَ: إِذَا أَنَا مُتُّ، فَاصْنَعُوا بِي كَمَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَصْنَعَ بِمَوْتَانَا، أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "إِذَا مَاتَ أَحَدٌ مِنْ إِخْوَانِكُمْ، فَسَوَّيْتُمِ التُّرَابَ عَلَى قَبْرِهِ، فَلْيَقُمْ أَحَدُكُمْ عَلَى رَأْسِ قَبْرِهِ، ثُمَّ لِيَقُلْ: يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ، فَإِنَّهُ يَسْمَعُهُ وَلَا يُجِيبُ، ثُمَّ يَقُولُ: يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ، فَإِنَّهُ يَسْتَوِي قَاعِدًا، ثُمَّ يَقُولُ: يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ، فَإِنَّهُ يَقُولُ: أَرْشِدْنَا رَحِمَكَ اللهُ، وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ، فَلْيَقُلْ: اذْكُرْ مَا خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنَّكَ رَضِيتَ بِاللهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا، وَبِالْقُرْآنِ إِمَامًا، فَإِنَّ مُنْكَرًا وَنَكِيرًا يَأْخُذُ وَاحِدٌ مِنْهُمَا بِيَدِ صَاحِبِهِ وَيَقُولُ: انْطَلِقْ بِنَا مَا نَقْعُدُ عِنْدَ مَنْ قَدْ لُقِّنَ حُجَّتَهُ، فَيَكُونُ اللهُ حَجِيجَهُ دُونَهُمَا (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۸ ص ۲۴۹، الدعاء للطبرانی ص ۱۷۱، احیاء علوم الدین ج ۴ ص ۴۹۲، الفقیہ للشیخ الجیلانی ج ۲ ص ۲۳۴، المغنی لابن قدامۃ ج ۳ ص ۴۳۸، السنن والاحکام للضیاء المقدسی ج ۳ ص ۱۸۶، التذکرۃ للقرطبی ص ۳۴۰۔ فتاوی النووی ص ۵۷۔ المجموع للنووی ج ۵ ص ۳۰۴، کتاب الروح لابن القیم ص ۱۳، التلخیص الحبیر لابن حجر ج ۲ ص ۳۱۰، شرح الصدور للسیوطی ص ۶۹) سعید بن عبداللہ اودی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب ابوامامہ رضی اللہ عنہ نزع کی حالت میں تھے تو میں اُن کے پاس حاضر ہوا، ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے ساتھ وہ معاملہ کرنا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے مُردوں کے ساتھ کرنے کا حکم دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ جب تمہارے بھائیوں میں سے کوئی فوت ہو جائے اور تم اس کی قبر پر مٹی ڈال لو تو تم میں سے ایک قبر کے سر کی جانب کھڑا ہو جائے، پھر یوں کہے اے فلاں بن فلانیہ! تو صاحب قبر دفعہ اس کو

سنتا ہے، جواب نہیں دیتا، پھر جب دوبارہ کہا جاتا ہے اے فلاں بن فلانیہ!، تو صاحب قبر برابر ہو کر بیٹھ جاتا ہے، پھر کہا جاتا ہے اے فلاں بن فلانیہ!، تو وہ کہتا ہے اللہ آپ پر رحم کرے ہماری رہنمائی کیجئے، اس کے بعد تلقین کرنے والا کہے اُس کلمے کو یاد کر جس پر تو دنیا سے نکلا یعنی اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد کریم ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور تو اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر، محمد کریم ﷺ کے نبی ہونے پر اور قرآنِ کریم کے پیشواء ہونے پر تو راضی تھا۔ یہ سنتے ہی منکر نکیر میں سے ایک اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑ کر کہتا ہے ہم چلیں، ہم اس کے پاس نہیں بیٹھتے کہ اس کو اس کے جواب کی تلقین کر دی گئی۔ پس اللہ اُن کے سوال و جواب کی آزمائش سے صاحبِ قبر کو بچالیتا ہے۔

فائدہ: تدفین کے بعد اصل میں میت کے لئے ثابت قدمی کی دعا ہے جو کہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے، اور اگر کوئی صاحب تدفین کے بعد تلقین پر عمل کر لے تو یہ بدعت نہیں اور تلقین موقوف ہے میت کی حیات اور شعور وادراک پر۔

۱۲۶ ...... عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: تُوُفِّيَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَخَرَجْنَا مَعَهُ. فَرَأَيْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ مُهْتَمًّا شَدِيدَ الْحُزْنِ. فَجَعَلْنَا لَا نُكَلِّمُهُ حَتَّى انْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ. فَإِذَا هُوَ لَمْ يَفْرُغْ مِنْ لَحْدِهِ. فَقَعَدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ. فَحَدَّثَ نَفْسَهُ هُنَيْهَةً وَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ. ثُمَّ فَرَغَ مِنَ الْقَبْرِ. فَنَزَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ. فَرَأَيْتُهُ يَزْدَادُ حُزْنًا. ثُمَّ إِنَّهُ فَرَغَ فَخَرَجَ. فَرَأَيْتُهُ سُرِّيَ عَنْهُ وَتَبَسَّمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ. رَأَيْنَاكَ مُهْتَمًّا حَزِينًا لَمْ نَسْتَطِعْ أَنْ نُكَلِّمَكَ. ثُمَّ رَأَيْنَاكَ سُرِّيَ عَنْكَ فَلِمَ ذَاكَ؟ قَالَ: كُنْتُ أَذْكُرُ ضِيقَ الْقَبْرِ وَغَمِّهِ وَضَعْفَ زَيْنَبَ. فَكَانَ ذَلِكَ يَشُقُّ عَلَيَّ. فَدَعَوْتُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْهَا فَفَعَلَ وَلَقَدْ ضَغَطَهَا ضَغْطَةً سَمِعَهَا مَنْ بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ إِلَّا الْجِنَّ وَالْإِنْسَ (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱ ص ۲۵۷، ج ۲۲ ص ۴۳۳، شرح الصدور ص ۷۰، باب ضمۃ القبر) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت زینب بنت رسول ﷺ کی وفات ہوئی تو ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلے، ہم نے آپ کو بہت غمگین دیکھا، اس لیے ہم نے قبر کی طرف پہنچنے تک آپ ﷺ کے ساتھ کوئی بات نہ کی، جب وہاں پہنچے تو ابھی تک قبر تیار نہیں ہوئی تھی، اس لیے آپ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے، آپ ﷺ تھوڑی دیر اپنے دل میں کچھ سوچتے رہے اور آسمان کی طرف دیکھتے رہے، پھر جب قبر تیار ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ قبر میں اترے، میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کا غم زیادہ ہوگیا، پھر جب آپ دفن سے اور دعا سے فارغ ہوئے تو باہر نکلے، میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ سے غم دور ہو چکا ہے اور آپ مسکرا رہے ہیں، ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ کو بہت غمگین دیکھا تو ہمیں آپ کے ساتھ بات کرنے کی ہمت نہ ہوئی، پھر ہم نے آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ سے غم دور ہو چکا ہے، یہ کیا غم تھا؟، فرمایا کہ میں قبر کی تنگی، قبر کا غم اور زینب رضی اللہ عنہا کی کمزوری کو سوچ رہا تھا، پس یہ مجھ پر شاق گزرا، میں نے اللہ عزوجل سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ زینب رضی اللہ عنہا سے قبر کی تنگی اور غم میں تخفیف کر دے، پس اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی۔ لیکن قبر میں ضغطہ (دبانا) ہوا جس کو جن وانس کے ماسواء مشرق و مغرب کے درمیان سب مخلوق نے سنا۔

۱۲۷...... عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا دَفَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُقَيَّةَ ابْنَتَهُ جَلَسَ عِنْدَ الْقَبْرِ فَتَرَبَّدَ وَجْهُهُ وَتَغَيَّرَ. ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ. فَقَالَ لَهُ أَصْحَابُهُ: رَأَيْنَا وَجْهَكَ قَدْ تَغَيَّرَ فَسُرِّيَ عَنْكَ. فَقَالَ: ذَكَرْتُ ابْنَتِي وَضَعْفَهَا وَعَذَابَ الْقَبْرِ. فَدَعَوْتُ اللّٰهَ فَفَرَّجَ عَنْهَا. وَايْمُ اللّٰهِ لَقَدْ ضُمَّتْ ضَمَّةً سَمِعَهَا مَا بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ (الحجۃ فی بیان المحجۃ لقوام السنۃ ج ۱ ص ۴۸۹، شرح الصدور للسیوطی ص ۱۷) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی رُقیہ رضی اللہ عنہا کو دفن کر لیا تو قبر کے پاس بیٹھ گئے، آپ کا چہرہ غمگین ہو گیا، پھر آپ سے یہ کیفیت دور کر دی گئی، اس کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا تو فرمایا میں نے اپنی بیٹی اور اس کے ضعف اور عذاب قبر کو یاد کیا، پس میں نے اللہ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو عذاب سے بچا لیا، اور اللہ کی قسم البتہ تحقیق اس کو قبر میں اتنا دبایا گیا کہ جس کو (ماسوائے جن وانس کے) مشرق ومغرب کے درمیان والی مخلوق نے سنا۔

۱۲۸...... عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: "لَمَّا اسْتَقَرَّ بِفَاطِمَةَ، وَعَلِمَ بِذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ⑪إِذَا تُوُفِّيَتْ فَأَعْلِمُونِي⑫. فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِقَبْرِهَا فَحُفِرَ فِي مَوْضِعِ الْمَسْجِدِ الَّذِي يُقَالُ لَهُ الْيَوْمَ: قَبْرُ فَاطِمَةَ. ثُمَّ لَحَدَ لَهَا لَحْدًا وَلَمْ يَضْرَحْ لَهَا ضَرِيحًا. فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ نَزَلَ فَاضْطَجَعَ فِي اللَّحْدِ وَقَرَأَ فِيهِ الْقُرْآنَ. ثُمَّ نَزَعَ قَمِيصَهُ. فَأَمَرَ أَنْ تُكَفَّنَ فِيهِ. ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا عِنْدَ قَبْرِهَا فَكَبَّرَ تِسْعًا وَقَالَ: "مَا أُعْفِيَ أَحَدٌ مِنْ ضَغْطَةِ الْقَبْرِ إِلَّا فَاطِمَةُ بِنْتُ أَسَدٍ. قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَلَا الْقَاسِمُ؟ قَالَ: وَلَا إِبْرَاهِيمُ. وَكَانَ إِبْرَاهِيمُ أَصْغَرَهُمَا (تاریخ مدینۃ لابن شبہ ج ۱ ص ۱۲۳، التذکرۃ للقرطبی ص ۳۲۵، الاصابۃ ج ۵ ص ۳۹۰، شرح الصدور ص ۱۷، وفاء الوفاء للسمہودی ج ۳ ص ۸۷) محمد بن علی بن ابی طالب فرماتے ہیں جب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا سانس اکھڑ گیا اور اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتا چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اس کی وفات ہو جائے تو مجھے اطلاع دو، جب ان کی وفات ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قبر کھودنے کا حکم دیا، پس مسجد کے قریب ایک جگہ قبر کھودی گئی، جس کو اب قبر فاطمہ کہا جاتا ہے۔ پھر اس کے لئے (قبر میں) لحد بنوائی اور (قبر کے) درمیان میں میت رکھنے کی جگہ نہ بنوائی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کام سے فارغ ہو گئے تو قبر میں اترے۔ لحد میں لیٹ گئے اور اس میں قرآن پڑھا اپنے قمیص مبارک اتاری اور فرمایا کہ فاطمہ کو اس میں کفن دیا جائے۔ پھر اس کی قبر کے پاس اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو تکبیریں کہیں (کیونکہ تکبیرات جنازہ کی حتمی تعداد ابھی تک مقرر نہ ہوئی تھی) اور فرمایا قبر کا بھینچنا کسی کو معاف نہیں کیا گیا۔ مگر فاطمہ بنت اسد کو معاف کر دیا گیا ہے۔ عرض کیا گیا کیا آپ کے فرزند قاسم کو بھی معاف نہیں کیا گیا؟ فرمایا: ابراہیم کو بھی معاف نہیں کیا گیا۔ حالانکہ ابراہیم ان دونوں میں سے چھوٹے تھے۔

۱۲۹...... جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَتَى آتٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ أُمَّ عَلِيٍّ وَجَعْفَرٍ وَعَقِيلٍ قَدْ مَاتَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ⑪قُومُوا بِنَا إِلَى أُمِّي⑫. فَقُمْنَا وَكَأَنَّ عَلَى رُءُوسِ مَنْ مَعَهُ الطَّيْرَ. فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَى الْبَابِ نَزَعَ قَمِيصَهُ فَقَالَ: ⑪إِذَا غَسَّلْتُمُوهَا فَأَشْعِرُوهَا إِيَّاهُ تَحْتَ أَكْفَانِهَا⑫. فَلَمَّا خَرَجُوا بِهَا جَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً يَحْمِلُ، وَمَرَّةً يَتَقَدَّمُ، وَمَرَّةً يَتَأَخَّرُ حَتَّى انْتَهَيْنَا إِلَى

الْقَبْرِ. فَتَمَعَّكَ فِي اللَّحْدِ ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ: ⑪أَدْخِلُوهَا بِاسْمِ اللّٰهِ. وَعَلَى اسْمِ اللّٰهِ⑫ . فَلَمَّا أَنْ دَفَنُوهَا قَامَ قَائِمًا فَقَالَ: ⑪جَزَاكِ اللّٰهُ مِنْ أُمٍّ وَرَبِيبَةٍ خَيْرًا. فَنِعْمَ الْأُمُّ. وَنِعْمَ الرَّبِيبَةُ كُنْتِ لِي⑫ .قَالَ: فَقُلْنَا لَهُ أَوْ قِيلَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَقَدْ صَنَعْتَ شَيْئَيْنِ مَا رَأَيْنَاكَ صَنَعْتَ مِثْلَهُمَا قَطُّ قَالَ: ⑪مَا هُوَ؟⑫ قُلْنَا: بِنَزْعِكَ قَمِيصَكَ. وَتَمَعُّكِكَ فِي اللَّحْدِ قَالَ: ⑪أَمَّا قَمِيصِي فَأَرَدْتُ أَلَّا تَمَسَّهَا النَّارُ أَبَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ. وَأَمَّا تَمَعُّكِي فِي اللَّحْدِ فَأَرَدْتُ أَنْ يُوَسِّعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا قَبْرَهَا (تاریخ المدینۃ لابن شبہ ج ا ص ۱۲۴، التذکرۃ للقرطبی ص ۳۲۵، وفاء الوفاء للسمہودی ج ۳ ص ۸۷) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی آیا، اس نے کہا اے اللہ کے رسول! حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور عقیل رضی اللہ عنہ کی ماں (فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا) فوت ہو چکی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیں میری ماں کی طرف لے چلو، ہم خاموشی سے چل پڑے، جب ہم گھر کے دروازے پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص مبارک اتاری اور فرمایا جب تم اس کو غسل دو تو کفن کے نیچے یہ قمیص پہنا دو، پس جب جنازے کو لے کر چلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کندھا دیتے اور کبھی آگے ہو جاتے، اور کبھی پیچھے ہٹتے، حتیٰ کہ ہم قبر کی طرف پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم لحد میں لیٹ گئے، پھر نکلے اور فرمایا اس کو لحد میں داخل کرو اور یہ کہو "بسم اللہ وعلی اسم اللہ"، جب اس کو دفن کر لیا تو آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا "اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ بہترین ماں اور بہترین تربیت کنندہ ہیں، ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا اے اللہ کے رسول! آپ نے آج ایسے دو کام کیے ہیں جو آپ نے پہلے کبھی نہیں کیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کیا ہے؟ ہم نے کہا آپ نے اپنی قمیص اتاری، اور لحد میں لیٹ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنی قمیص اتار کر اپنی ماں کو اس لیے پہنا دی کہ اس کو کبھی بھی آگ نہیں چھوئے گی، اور لحد میں اس لیے لیٹا تا کہ اللہ تعالیٰ اُس پر اس کی قبر کو فراخ کر دے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبِّ يَسِّرْ وَأَعِنْ

۱۰ ...... قبور میں انبیاء علیہم السلام کی حیات پر صریح احادیث

۱۳۰ ...... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ يُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَرَرْتُ بِمُوسَى لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ (مصنف عبد الرزاق الصنعانی ۳ ص ۵۷۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اسراء کی رات موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

۱۳۱ ...... عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَيْتُ عَلَى مُوسَى لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عِنْدَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۳۳۵، صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۸۴۵، مسند البزار = البحر الزخار ج ۱۳ ص ۳۵۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اسراء کی رات سرخ ٹیلے کے قریب موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

فائدہ نمبر ۱: کھڑا ہونا اور نماز کا پڑھنا تقاضا کرتا ہے حیات کا، اور چونکہ قبر میں جسد عنصری ہے تو اس سے

ثابت ہوا کہ قبر کے اندر موسیٰ علیہ السلام کے جسد عنصری میں حیات ہے۔

فائدہ نمبر ۲: نبی کریم ﷺ کا باہر سے موسیٰ علیہ السلام کو قبر کے اندر نماز پڑھتے دیکھنا معجزہ ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا اور ان کا قبر میں زندہ ہونا یہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

۱۳۲...... عَنْ أَبِي هُرَيرة قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: رأيت موسى يصلي في قبره ليلة أسري بي (مسند البزار ج ۱۴ ص ۱۱۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسراء کی رات میں نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔

۱۳۳...... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَرَّ بِقَبْرِ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۱ ص ۱۱۱، فوائد تمام ج ۲ ص ۲۸۹، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ج ۳ ص ۳۵۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی ﷺ موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔

۱۳۴...... عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي مَرَرْتُ بِمُوسَى وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ عِنْدَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ (المعجم الاوسط ج ۸ ص ۱۳) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں اسراء کی رات موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور ان کی قبر سرخ ٹیلے کے پاس ہے۔

۱۳۵...... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ (مسند احمد ج ۱۶ ص ۴۷۷، ابوداؤد ج ۱ ص ۲۷۹، المعجم الاوسط للطبرانی ج ۳ ص ۲۶۲، تاریخ اصبہان ج ۲ ص ۲۳۳، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۴۰۳، الدعوات الکبیر للبیہقی ج ۱ ص ۲۶۲، شعب الایمان للبیہقی ج ۶ ص ۵۲، حیاۃ الانبیاء للبیہقی ص ۹۶، السنن الصغیر للبیہقی ج ۲ ص ۱۰۲، الترغیب للمنذری ج ۲ ص ۳۲۶، الاذکار للنووی ص ۱۱۵، المجموع للنووی ج ۸ ص ۲۷۲، ریاض الصالحین للنووی ص ۳۸۸، فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۳۳، ج ۷ ص ۲۲۲، ۴۴۳، ۸۳۴، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۸۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بھی مجھ پر سلام کرے گا اللہ تعالیٰ میری روح کو متوجہ کر دے گا تاکہ میں سلام کا جواب دوں۔

۱۳۶...... عن أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيَهْبِطَنَّ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا، وَإِمَامًا مُقْسِطًا وَلَيَسْلُكَنَّ فَجًّا حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا أَوْ بِنِيَّتِهِمَا وَلَيَأْتِيَنَّ قَبْرِي حَتَّى يُسَلِّمَ وَلَأَرُدَّنَّ عَلَيْهِ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَيْ بَنِي أَخِي إِنْ رَأَيْتُمُوهُ فَقُولُوا: أَبُو هُرَيْرَةَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ. هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ (المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۵۹۵، کتاب التاریخ ہبوط عیسیٰ علیہ السلام، علل الحدیث لابن ابی حاتم ج ۲ ص ۴۱۳، تاریخ دمشق ج ۴۷ ص ۴۹۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا البتہ ضرور بالضرور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے اور وہ عادل حکمران اور منصف امام ہوں گے، اور وہ حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر یا ان دونوں کی نیت سے (مکہ کے) راستہ پر چلیں گے، اور وہ میری قبر پر ضرور بالضرور آئیں گے حتیٰ کہ وہ سلام کریں گے اور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے بھتیجو! اگر تم عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھو تو کہہ دینا ابو ہریرہ نے آپ کو سلام کہا ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۱۳۷...... عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ عن النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) قال لا تقوم الساعة حتى ينزل عيسى بن مريم إماما مقسطا وحكما عدلا ويقتل الخنزير ويكسر الصليب ويذهب الشحناء ويصلح السنن ويفيض المال فلا يقبله أحد فإن قام عند قبري فقال يا محمد لأجيبه (تاریخ دمشق ج ۴۷ ص ۴۹۶)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت تب قائم ہوگی جب عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے اور وہ منصف امام اور عادل حکمران ہوں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب توڑ دیں گے، بغض ختم ہو جائے گا، سب طریقے اور کام درست کر دیں گے، مال پانی کی طرح بہا دیں گے، اس کو کوئی بھی قبول کرنے والا نہ ہوگا۔ اگر وہ میری قبر کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا اے محمد! تو میں ان کو جواب دوں گا۔

۱۳۸...... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي وُكِّلَ بِهَا مَلَكٌ يُبَلِّغُنِي، وَكُفِيَ بِهَا أَمْرَ دُنْيَاهُ وَآخِرَتِهِ، وَكُنْتُ لَهُ شَهِيدًا أَوْ شَفِيعًا" هَذَا لَفْظُ حَدِيثِ الْأَصْمَعِيِّ، وَفِي رِوَايَةِ الْحَنَفِيِّ قَالَ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا أُبْلِغْتُهُ" (شعب الایمان ج ۳ ص ۱۴۰) حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ فرشتہ میری قبر پر مجھے پہنچا دے گا، اور درود پڑھنے والے کے دنیا وآخرت کے معاملات میں اس کی کفایت کی جائے گی، اور میں اس کے لئے سفارش کروں گا، ایک روایت میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھے گا تو میں خود سنوں گا اور جو مجھ پر دور سے درود پڑھے گا وہ مجھ تک پہنچایا جائے گا۔

فائدہ: ممکن ہے صلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی سنیں گے اور فرشتہ بھی پہنچائے گا، اس لیے ان میں کوئی تضاد نہیں۔

۱۳۹...... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا أُبْلِغْتُهُ (حیاۃ الانبیاء فی قبورہم للبیہقی ص ۱۰۳) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھے گا تو میں خود سنوں گا اور جو مجھ پر دور سے درود پڑھے گا وہ مجھ تک پہنچایا جائے گا۔

۱۴۰...... عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَفْضَلَ أَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ قُبِضَ وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ تُعْرَضُ عَلَيْكَ، وَقَدْ أَرَمْتَ؟ - قَالَ: يَقُولُونَ قَدْ بَلِيتَ - قَالَ: إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ (مسند البزار ج ۸ ص ۴۱۱) شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک تمام دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے، کیونکہ اسی میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، اسی میں ان کی وفات ہوئی، اور اسی میں قیامت قائم ہوگی، لہٰذا تم جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آپ پر کیسے درود پیش ہوگا؟ آپ تو بوسیدہ ہو چکے ہوں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے

جسموں کو کھائے۔ (پس آپ ﷺ قبر میں مخفی حیات کے ساتھ زندہ اور سلامت ہوں گے اور آپ ﷺ پر درود پیش ہوگا اور آپ ﷺ سنیں گے)

۱۴۱...... عَنْ أَوْسِ بْنِ أَبِي أَوْسٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ. وَفِيهِ قُبِضَ. وَفِيهِ النَّفْخَةُ. وَفِيهِ الصَّعْقَةُ. فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ. فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَكَيْفَ تُعْرَضُ عَلَيْكَ صَلَاتُنَا وَقَدْ أَرِمْتَ؟ - يَعْنِي وَقَدْ بَلِيتَ. قَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ (مسند احمد ج ۲۶ ص ۸۴، سنن الدارمی ج ۲ ص ۹۸۱، سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۴۵، سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۷۵، سنن النسائی ج ۳ ص ۹۱، صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۱۱۸، صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۱۹۱) اوس بن ابی اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے افضل دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے، اس میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، اسی میں وہ فوت ہوئے، اسی میں صور پھونکا جائے گا، اور اسی میں بے ہوشی طاری ہوگی، اس لیے جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا، صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیسے ہمارا درود آپ پر پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ بوسیدہ ہو جائیں گے؟، آپ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔

نیلوی صاحب کا نظریہ (قبر میں جسم کا محفوظ ہونا کوئی کمال نہیں)

سب علماء نے انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ کی محفوظیت کو دلیل حیات تسلیم کیا ہے، بلکہ اجساد مقدسہ کو حیات کو ہی محفوظ ہونے کی علت کے طور پر ذکر کیا ہے، لیکن منکرین حیات کے وکیل اعظم نیلوی صاحب فرعون کے جسم کے محفوظ ہونے کے ساتھ تشبیہ دے کر کہتے ہیں" جسم کے محفوظ رہنے میں کوئی کمال نہیں، موصوف لکھتے ہیں: "سوائے انبیاء کرام عظام علیہم السلام کے نہ جسم کے محفوظ رہنے میں کوئی کمال ہے اور نہ جسم کے خاک ورا کھ ہو جانے میں کوئی نقصان ووبال ہے، دیکھا نہیں؟ کہ فرعون کافر، دہری تھا، اُس کا جسم محفوظ ہے" (ندائے حق جلد اول ص ۲۴) نیلوی صاحب کا اصل نظریہ یہ ہے کہ انبیاء صدیقین، شہداء کے اجسام عنصریہ کا محفوظ رہنا کوئی کمال نہیں، لیکن انبیاء علیہم السلام کا استثناء محض اعتراض اور بدنامی سے بچنے کے لئے ہے، ورنہ اگر انبیاء علیہم السلام کے اجساد کا محفوظ رہنا کمال ہے تو متبعین انبیاء کے اجساد کا محفوظ رہنا بھی کمال ہوگا، جیسا کہ رسول اور اصحاب رسول جنتی ہیں تو متبعین رسول اور متبعین صحابہ بھی جنتی ہیں اگر چہ انبیاء کے اجساد کا محفوظ ہونا یقینی ہے لیکن متبعین انبیاء کے اجساد کا محفوظ ہونا یقینی نہیں۔ نیلوی صاحب کا صدیقین شہداء کے جسم کے محفوظ ہونے کا قیاس کرنا فرعون کے جسم کے محفوظ ہونے پر درست نہیں۔ کیونکہ صدیقین شہداء کے اجساد کا محفوظ ہونا اُن کے کمال ایمان اور کمال اتباع کا ثمرہ ہے، جب کہ فرعون کے جسم کو محفوظ رکھنا دشمنان دین اور دشمنانِ انبیاء کی عبرت کے لئے ہے۔ قرآن کریم میں ہے فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُونَ (سورہ یونس: ۹۲)، پس آج ہم تیرے بدن کو نجات دیتے ہیں تا کہ پچھلے لوگوں کے لئے تو عبرت ہو جائے، اور بہت سارے لوگ ہماری آیات عبرت سے غافل ہیں۔

ایک اور مقام میں نیلوی صاحب لکھتے ہیں کہ اِن اجسادِ عنصریہ میں روحیں نہیں ہیں، اُن کا صحیح سلامت رہنا یہی تو کمال قدرتِ الٰہیہ کا ظہور ہے، ورنہ بے روح کی چیز تو زمین کا لقمہ بن جاتی ہے (ندائے حق ج ۱ ص ۲۵) خلاصہ یہ کہ نیلوی صاحب کا نظریہ یہ ہے کہ جو چیز بغیر حیات کے ہو وہ زمین کا لقمہ بن جاتی ہے، اور جو حیات کے ساتھ ہو وہ حیات کی وجہ سے سلامت رہ جاتی ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کے اجسادِ عنصریہ کا کمال یہ ہے کہ اُن میں حیات نہیں، اس کے باوجود صحیح سلامت ہیں، اب سوال یہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے جسدِ اطہر کا بغیر حیات کے صحیح سلامت رہنا کمالِ قدرت ہے تو متبعین رسول ﷺ کے اجسادِ عنصریہ کا بغیر حیات کے سلامت رہنا کیوں کمال نہیں؟ اور اُن کے اجساد کی سلامتی کو فرعون کے جسد کی سلامتی کے ساتھ تشبیہ دے کر اُن کے کمال کا کیوں انکار ہو رہا ہے؟

نیلوی صاحب کا نظریہ (حیات النبی کا معنی جسم کا نہ گلنا سڑنا)

ایک اور مقام میں نیلوی صاحب انبیاء علیہم السلام کے اجسادِ عنصریہ کی حیات کا ایک اور انداز سے انکار کرتے ہیں: ''اور بعض لوگ جن کی نورانیت نہایت غالب ہوتی ہے اُن کا اِس عالم (عالمِ دنیا) سے نہایت قوی تعلق رہتا ہے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام، بلکہ وہ نورانیت اُن کے جسمِ اطہر پر سرایت کر جاتی ہے، اس لیے وہ گلتا سڑتا نہیں اور اس حدیث میں اِس طرف (یعنی نہ گلنے سڑنے کی طرف) اشارہ ہے کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے اور یونس علیہ السلام کو لبیک کہتے دیکھا، اسی لحاظ سے انبیاء کے لئے بعد موت کے حیات ثابت کی جاتی ہے اور حیات النبی مشہور بین الجمہور ہے، پس معنی حیات کا جسم کا نہ گلنا سڑنا ہے۔'' (ندائے حق جلد اول ص ۶۷)

<u>سوال نمبر ۱</u>: جن خوش نصیب لوگوں پر نورانیت نہایت غالب ہو جائے تو دنیا سے اُن کا تعلق کمزور ہوتا ہے یا نہایت قوی تعلق ہو جاتا ہے؟ اہلِ حق حضرات کے نزدیک دنیا سے تعلق کمزور ہوتا ہے لیکن نیلوی صاحب جتنی نورانیت اور روحانیت غالب ہو دنیا کے ساتھ اتنا تعلق قوی ہو جاتا ہے۔

<u>سوال نمبر ۲</u>: اگر جسمِ اطہر میں نورانیت کی سرایت سے جسمِ اطہر محفوظ رہتا ہے حتیٰ کہ نماز پڑھتا ہے اور تلبیہ کہتا ہے تو کیا نماز پڑھنا اور تلبیہ کہنا بغیر حیات کے ہے؟

<u>فائدہ</u>: منکرین حیات النبی ﷺ بعض دفعہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش مکہ نے روک لیا اور ان کی شہادت کی خبر نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچی تو اس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جہاد پر بیعت لی، اس عرصہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا ہوگا، اگر درود وسلام نبی ﷺ پر پہنچتا ہے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا درود وسلام بھی آپ پر پہنچا ہوگا، تو آپ ﷺ نے اُن کی شہادت کی خبر سن کر جہاد کے لئے بیعت کیوں لی؟ حالانکہ وہ زندہ تھے۔ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ پر اُن کا صلوٰۃ وسلام نہیں پہنچا، اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ پر امتیوں کا صلوٰۃ وسلام نہیں پہنچتا۔ ہمارے اس پر چند سوالات ہیں۔

<u>سوال نمبر ۱</u>: کیا یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے درود کی طرف نہ متوجہ کیا نہ متوجہ ہونے دیا تاکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خاطر بیعت لینے اور ان کی طرف سے بیعت کرنے اور اپنے ہاتھ مبارک کو عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دینے کا عثمان رضی اللہ عنہ کو اعزاز نصیب ہو جائے۔

سوال نمبر ۲: اگر عدم سماع کو عدم حیات لازم ہے تو کیا سارے بہرے مردہ ہیں؟
سوال نمبر ۳: اگر نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید سمجھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لی تھی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت کیوں کی تھی؟ کیا وفات کے بعد فوت شدہ کی طرف سے بیعت کی جاتی ہے؟
سوال نمبر ۴: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سننے اور اعلانِ بیعت کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ کیا اس وقفے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا درود پڑھنا ثابت ہے؟
سوال نمبر ۵: بیعتِ رضوان کے واقعہ سے صلوۃ وسلام کا عدم سماع ایک استنباطی واجتہادی قیاس ہے، کیا عقائد میں قیاس حجت ہے؟ جب کہ صلوۃ وسلام کا پیش ہونا منطوق اور منصوص ہے اور اس پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔

۱۴۲...... عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَإِنَّهُ مَشْهُودٌ، تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ، وَإِنَّ أَحَدًا لَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ: قُلْتُ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ، قَالَ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ، إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ، فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ (سنن ابن ماجہ ج۱ ص ۵۲۴) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجا کرو، کیونکہ اُس دن فرشتے بکثرت حاضر ہوتے ہیں اور جو بھی مجھ پر درود بھیجے گا وہ جب تک درود پڑھتا رہے گا مجھ پر پیش ہوتا رہے گا یہاں تک کہ وہ درود سے فارغ ہو جائے۔ ابو درداء کہتے ہیں میں نے کہا موت کے بعد بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اور موت کے بعد بھی، کیونکہ اللہ تعالی نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے پس اللہ کا نبی زندہ رہتا ہے اور اس کو (برزخی) رزق دیا جاتا ہے۔

۱۴۳...... عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ (مسند البزار ج ۱۳ ص ۲۹۹، فوائد تمام ج۱ ص ۳۳، تاریخ بغداد و ذیولہ ج ۲۰ ص ۱۵۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں خود نبی علیہ السلام نے واضح لفظوں میں عقیدہ بتا دیا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اور نبی کا مصداق روح وجسم عنصری کا مجموعہ ہے، محمد ﷺ روح وجسم کے مجموعہ کا نام ہے، محمد رسول اللہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے روح وجسم کا مجموعہ اللہ کا رسول ہے۔ نیز قبور میں انبیاء علیہم السلام کے اجساد عنصریہ ہیں اور جب وہ قبور میں نماز پڑھتے ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد عنصریہ اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ (تائیدات: قول ۱۰)

دعائے جنازہ سے استدلال

۱۴۴...... اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا اللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ (سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز) اس دعا میں آٹھ افراد ہیں جن کے لئے بخشش کی دعا کی گئی ہے، اور سب کا مصداق روح اور جسد عنصری دونوں ہیں خصوصاً میتنا کا مصداق اکیلی روح نہیں، کیونکہ روح زندہ ہے، لہٰذا میتنا کا مصداق روح اور جسد عنصری

دونوں ہیں، اگر قبر میں جسد عنصری میں نہ حیات ہے نہ اُس کے لئے ثواب وعذاب ہے تو میت کے لئے بخشش طلب کرنے کا کیا مطلب؟ نیز میت کو نماز جنازہ میں سامنے رکھ کر دعا کرنے کا کیا مطلب؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
رَبِّ یَسِّرْ وَاَعِنْ

باب سوم...... خطبہ صدیق رضی اللہ عنہ اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم

ابتداء مرض الوفات

نبی کریم ﷺ سن ۱۱ھ، ماہ صفر کے آخری عشرہ میں بیمار ہوئے، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں باری تھی، آپ ﷺ رات کو اٹھے اور اپنے غلام ابو مُوَیْہِبَہْ رضی اللہ عنہ کو جگایا اور فرمایا مجھ کو حکم ہوا ہے کہ میں اہل بقیع کے لیے استغفار کروں، چنانچہ آپ بقیع میں تشریف لے گئے، استغفار کر کے واپس تشریف لائے تو اچانک طبیعت ناساز ہو گئی، سر میں درد اور بخار کی شکایت پیدا ہوگئی، اس حالت میں بھی آپ ﷺ حسب معمول باری باری ازواج کے ہاں تشریف لاتے رہے، لیکن آپ ﷺ ہر باری میں پوچھتے این انا غدا این انا غدا میں کل کہاں ہوں گا؟، ازواجِ مطہرات سمجھ گئیں کہ آپ کا مقصد اور آپ کی منشا یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کب آئے گی؟، معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں بیماری کے ایام گزارنا چاہتے ہیں، اس لیے سب امہات المؤمنین نے بطیبِ خاطر آپ ﷺ کی اس خواہش کا احترام کرتے ہوئے اجازت دے دی۔

حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں قیام

چنانچہ آپ ﷺ ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ کے حجرہ مبارکہ میں سوموار کے دن سے قیام پذیر ہو گئے اور اگلے سوموار تک ایک ہفتہ حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں قیام پذیر رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی ﷺ بیمار ہوئے تو معوذات کے ساتھ اپنے ہاتھوں پر دم کر کے اپنے بدن پر پھیرتے رہے، جب آپ ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی جس میں آپ کی وفات ہوئی تو میں معوذات کے ساتھ آپ ﷺ پر دم کرتی کہ آپ ﷺ کے ہاتھوں پر پھونک مار کر آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر آپ ﷺ کے بدن پر پھیرتی۔

آخری خطبہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سخت تکلیف کی حالت میں میرے گھر میں داخل ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا ایسے سات مشکیزے جن کے تسمے نہ کھولے گئے ہوں اُن کا پانی مجھ پر گراؤ، شاید کہ میں لوگوں کو وصیت کر سکوں، پس ہم نے آپ ﷺ کو زوجہ مطہرہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ٹب میں بٹھا دیا، پھر ہم نے ان مشکیزوں سے آپ پر پانی پلٹا، حتی کہ آپ نے اپنے ہاتھ مبارک کے ساتھ اشارہ کیا کہ قَدْ فَعَلْتُنَّ تم نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی، پھر آپ ﷺ لوگوں کی طرف نکلے، ان کو ظہر کی نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا، اور اس میں فرمایا ان اللہ خیر عبدا بین الدنیا وبین ما عندہ فاختار ذلك العبد ما عند اللہ. بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا کے درمیان اور ان نعمتوں کے درمیان جو اللہ کے پاس ہیں اختیار دیا ہے، اس بندے نے ان

نعمتوں کو اختیار کیا جو اللہ کے پاس ہیں، یہ سنتے ہی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر گریہ طاری ہوا اور غم سے بھر گئے، وہ سمجھ گئے کہ اِس عبد سے خود نبی کریم ﷺ مراد ہیں، اور انبیاء علیہم السلام کی وفات اس طرح ہوتی ہے کہ اُن کو دنیا میں رہنے یا دنیا کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کا اختیار دیا جاتا ہے، نبی دنیا کے مقابلہ میں اللہ کے پاس جانے کو پسند کرتا ہے، اس کے بعد موت کا وقوع ہوتا ہے اور ساتھ ہی کہنے لگے یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، نبی کریم ﷺ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا اے ابوبکر! ٹھہرو اور قرار پکڑو۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے افضل الناس بعد الانبیاء ثانی اثنین، یار غار اور یار مزار، اور ختم نبوت کے پہریدار، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مناقب اور فضائل بیان فرمائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اِنَّ مِنْ اٰمَنِ النَّاسِ عَلَیَّ فِی صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ اَبَابَکْرٍ رفاقت وصحبت کے لحاظ سے اور مجھ پر مال خرچ کرنے کے اعتبار سے میرے سب سے بڑے محسن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے سب کے احسانات کا بدلہ دے دیا ہے لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اتنے احسانات ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خود اُن کو صلہ دے گا اور فرمایا لو اتخذت خلیلا غیر ربی لا تخذت ابابکر خلیلا لکن اخوة الاسلام افضل. اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر صدیق کو بناتا، لیکن امت میں اخوۃِ اسلام افضل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اخوت اسلام کے لحاظ سے ابوبکر صدیق سب سے افضل اور نبی کریم ﷺ کے سب سے زیادہ مقرب ہیں۔ نیز فرمایا لا یبقین فی المسجد بابٌ اِلا سُدَّ. اِلا بابَ ابی بکر. بیماری سے پہلے مسجد کی طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو دروازے کھولے ہوئے تھے نبی کریم ﷺ نے سب بند کرا دیئے، صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دروازہ کھلا رکھنے کی اجازت دی، بعد میں وہ بھی بند کرا دیا، اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسجد کی طرف روشن دان کھول لیے، اِس آخری خطبے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لا تبقین فی المسجد خوخة إلا خوخة أبي بكر سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے باقی سب روشن دان بند کر دیئے جائیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ان فضائل، امتیازات، اور خصوصیات بیان کرنے میں اشارہ تھا اُن کی خلافت کی طرف۔ پھر اسی خطبے میں یہ فرمایا کہ جیشِ اُسامہ کو جلدی روانہ کرو، اور یہ بھی فرمایا کہ یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا اور بطور خاص اَنصار کے بارے میں مہاجرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دوسرے لوگ زیادہ ہوں گے، اَنصار کم ہوں گے، یہ خیال رکھنا کہ اَنصار نے مجھ کو ٹھکانہ دیا، پس اُن میں سے جو محسن ہو اور نیکوکار ہو اُس کے ساتھ اِحسان کرنا، اور اُن میں سے جو غلطی کرے اُس سے درگزر کرنا۔

واقعہ قرطاس

خمیس کے دن خطبہ دے کر واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا ایتونی اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا میرے پاس قلم دوات اور کاغذ لے آؤ کہ میں تمہارے لیے دستاویز لکھ دوں جس کے بعد تم راہ راست سے نہیں بھٹکو گے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں رائے کا اختلاف ہوا، بعض نے اُمت کی خیر خواہی کے پیش نظر کہا کہ قلم دوات لاؤ تا کہ آئندہ کے حالات میں کوئی سنگین صورت حال پیدا نہ ہونے پائے، جب کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور کچھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے یہ تھی کہ آپ ﷺ سخت تکلیف کی حالت میں ہیں، اس لیے آپ کی راحت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کہا: ان رسول الله ﷺ قد غلبه الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب الله رسول

اللہ ﷺ پر تکلیف کا غلبہ ہے، اور تمہارے پاس رہنمائی کے لئے قرآن موجود ہے، پس ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے، مطلب یہ کہ ہم کتاب اللہ کی روشنی میں اپنے معاملات کا فیصلہ کرلیں گے، اس لیے رسول اللہ ﷺ کو اِس شدید تکلیف کی حالت میں دستاویز لکھوانے کی مزید تکلیف نہ دی جائے، جب دونوں طرف سے اختلاف کی وجہ سے شور وغل ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اُن کی تائید فرمائی جو نہ لکھنے کا مشورہ دے رہے تھے، فرمایا دَعونی انا فیہ خیر مما تدعوننی الیہ تم مجھے دستاویز لکھنے کی دعوت دے رہے ہو لیکن اس سے میری وہ حالت بہتر ہے جس کی طرف میں متوجہ اور مشغول ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف مناجات اور لقائے الٰہی کا شوق ومحبت، اور اگر تم نے اختلاف کرنا اور شور کرنا ہے تو مجھ سے دور ہو جاؤ۔

وصیت رسول اللہ ﷺ

اس کے بعد آپ ﷺ نے تین وصیتیں کیں: (۱) یہ کہ مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دو، (۲) یہود ونصاریٰ کی طرح میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا، (۳) سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں تیسری وصیت کو بھول گیا، شارحین کہتے ہیں ممکن ہے کہ وہ تیسری وصیت یہ ہو کہ اُسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانہ کرنا، یا بخاری کی کتاب الوصایا میں ہے حضرت عبد اللہ بن ابی اَوفیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وصیت فرمائی کہ کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا، یا یہ وصیت فرمائی الصلوۃ وما ملکت ایمانکم کہ نماز اور اپنے ماتحت مملوکین کا خیال رکھنا۔

امامت صدیق رضی اللہ عنہ

ایامِ بیماری میں جب تک آپ ﷺ میں ہمت اور طاقت رہی آپ ﷺ برابر مسجد میں تشریف لاتے رہے اور نماز پڑھاتے رہے، خمیس کے دن آپ ﷺ کی بیماری اتنی شدت اختیار کرگئی کہ آپ کے لئے مسجد میں تشریف لے جانا مشکل ہوگیا، تو سب سے آخری نماز جو آپ ﷺ نے مسجد میں پڑھائی وہ خمیس کے دن مغرب کی نماز تھی، ام فضل رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اِس مغرب کی نماز میں آپ نے سورت المرسلات پڑھی، اس کے بعد آپ ﷺ نے ہمیں کوئی مکمل نماز نہیں پڑھائی، اور اس کے چار روز بعد بروز سوموار وصال ہوگیا۔ خمیس کے دن جب عشاء کا وقت ہوا آپ ﷺ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا نہیں، یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا میرے لیے ٹب میں پانی ڈال دو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم نے ایسا کر دیا، آپ ﷺ نے غسل کیا، پھر اٹھنے لگے تو آپ پر بیہوشی طاری ہوگئی، پھر افاقہ پایا تو دوبارہ پوچھا اَصلّیَ النّاسُ؟ جواب تھا کہ وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، آپ نے دوبارہ غسل کیا، اٹھنے لگے تو پھر بیہوشی طاری ہوگئی، جب افاقہ ہوا تو پھر پوچھا اصلی الناس؟، جواب یہ تھا ھم ینتظرونك آپ نے سہ بارہ غسل کیا، اٹھنے لگے تو تیسری بار بیہوش ہوگئے، جب افاقہ ہوا تو پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ جواب وہی تھا کہ لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، آپ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ نماز پڑھائیں، اور چونکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت نرم دل تھے اس لیے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا اے عمر! صلِّ بالناس لوگوں کو آپ نماز پڑھایئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا انت احق بذلك آپ اس کے زیادہ حقدار ہیں، اور ادھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی

بیٹی کو بھی کہہ دیا کہ آپ کسی طریقے سے حضور ﷺ کے اِس خیال مبارک کو کسی اور کی طرف پھیر دیں، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اور دیگر افراد خانہ نے بھی کہاان ابابکر رجل اسیف اذا قام فی مقامك لم یستطع ان یصلی بالناس ابوبکر بہت نرم دل آدمی ہیں، جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز پڑھانے کی ہمت نہیں کر سکیں گے، یعنی غم واندوہ کی وجہ سے اور رونے کی وجہ سے لوگوں تک آواز نہ پہنچا سکیں گے، نبی کریم ﷺ نے دوبارہ کہا، افراد خانہ نے بھی اپنی بات دوبارہ دوہرائی، حتی کہ تیسری مرتبہ نبی کریم ﷺ نے خفگی کے طور پر فرمایا انکن صواحب یوسف مروا ابابکر فلیصل بالناس، تم تو یوسف والیاں ہو، ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، آپ ﷺ نے جو فرمایا یوسف والیاں، اور زنانِ مصر کے ساتھ تشبیہ دی، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسے زلیخا نے بظاہر زنانِ مصر کے اکرام کے لئے پُرتکلف ضیافت کا اہتمام کیا لیکن اصل مقصد حسن یوسف علیہ السلام کا نظارہ کرا کے یوسف علیہ السلام پر اپنے مفتون ہونے کا عذر سامنے لانا تھا اور زنانِ مصر کی طعن وتشنیع اور ملامت کو زائل کرنا تھا، پھر زنانِ مصر نے یوسف علیہ السلام کے حسن کو دیکھا تو ان کے ہوش وحواس اُڑ گئے، اور زلیخا کو ملامت کرنے والیاں اُس کی سفارش کرنے لگیں کہ اے یوسف! زلیخا کی بات مان لے۔ تو زلیخا نے ظاہری طور پر اکرام کیا لیکن باطن میں مقصد تھا اپنی ملامت اور طعن وتشنیع کو زائل کرنا، اسی طرح زنانِ مصر کا ظاہری مقصد تھا زلیخا کی ضیافت سے لطف اندوز ہونا لیکن انجام کار وہی زلیخا کی سفارش کنندہ بن گئیں، اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور افراد خانہ بظاہر تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نرم دلی کا ذکر کر رہے تھے لیکن اصل مقصد تھا کہ نبی پاک ﷺ کے مصلی پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہ کھڑے ہوں کیونکہ آپ ﷺ کی جگہ جو بھی کھڑا ہوگا لوگ نہ اس سے محبت کریں گے، نہ اُس کو پسند کریں گے، چنانچہ بعد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود اس کا اظہار کر دیا، بخاری ج ۲ ص ۶۳۹ میں ہے لقد راجعته وما حملنی علی کثرة مراجعته الا انه لم یقع فی قلبی ان یحب الناس بعده رجلا قام مقامه ابدا میں نے نبی علیہ السلام کے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت سے رُخ پھیرنے کے لئے جو اتنی کوشش کی تو وہ اس لیے کہ میرے دل نے یہ بات قبول نہ کی کہ نبی علیہ السلام کی جگہ جو امام بن کر کھڑا ہوگا لوگ اُس سے محبت کریں گے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کے اِس تاکیدی حکم کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امام بن گئے، اور آپ ﷺ کی زندگی کے بقیہ ایام میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی مسجد نبوی میں نمازیں پڑھاتے رہے اور سترہ نمازیں پڑھائیں، آپ ﷺ نے زندگی میں سوموار کے دن آخری نماز، نماز فجر پڑھائی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بروز اتوار ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے کچھ افاقہ محسوس کیا تو آپ ﷺ نے ایک طرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اور دوسری جانب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سہارا لیا، کمزوری اتنی تھی کہ آپ ﷺ پاؤں مبارک اٹھا کر نہیں رکھ سکتے تھے بلکہ پاؤں زمین پر گھسٹ رہے تھے، آپ اس حالت میں حجرۂ مبارکہ سے نکل کر مسجد کی طرف تشریف لائے، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مصلی چھوڑ کر پیچھے ہٹنے لگے تو نبی کریم ﷺ نے اشارہ کر کے منع فرما دیا، چنانچہ آپ ﷺ مصلی کے قریب تشریف لائے، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی دائیں جانب کھڑے ہو گئے اور نبی کریم ﷺ مصلائے امامت پر بائیں جانب بیٹھ گئے۔ اب نماز میں امام نبی کریم ﷺ بن گئے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکبر بن گئے، حدیث میں ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء کر رہے تھے، آپ ﷺ کی یہ امامت نماز کے کچھ حصے میں ہوئی لیکن پوری نماز میں امامت کی آخری نماز وہ تھی جو آپ نے جمعرات کے دن مغرب کی نماز پڑھائی۔

رسول اللہ ﷺ کا امامت صدیق رضی اللہ عنہ پر اظہار مسرت

سرورِ کائنات ﷺ کی زندگی کے آخری دن یعنی سوموار کے دن نماز فجر کا وقت ہے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امام ہیں، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُن کے پیچھے صفیں بنائی ہوئی ہیں، نماز ادا ہو رہی ہے، حدیث میں ہے: لَمْ يَفْجَأْهُمْ إِلَّا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ فِي صُفُوفِ الصَّلَاةِ ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَالَ أَنَسٌ وَهَمَّ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَتِنُوا فِي صَلَاتِهِمْ فَرَحًا بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ بِيَدِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَأَرْخَى السِّتْرَ۔ اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ نے اچانک حجرہ عائشہ کا پردہ اٹھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امام ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صفیں بنا کر اُن کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں، یہ خوش کن منظر دیکھ کر نبی کریم ﷺ مسکرائے اور خوش ہوئے، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ آپ ﷺ نماز کے لئے تشریف لا رہے ہیں، اس لیے آپ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے تا کہ صف میں چلے جائیں، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اتنے خوش ہوئے کہ نماز توڑنے کا خطرہ پیدا ہو گیا، آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک کے ساتھ اشارہ کیا کہ اپنی نماز پوری کرو، پھر حجرے میں داخل ہو گئے اور پردہ لٹکا دیا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ راز کی دو باتیں

وفات کے روز نبی کریم ﷺ نے سیدۃ نساء اہل الجنۃ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور کان میں کچھ بات کہی جس سے وہ رو پڑیں، پھر کان میں ایک اور بات کہی جس سے وہ ہنس پڑیں، نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد ایک مرتبہ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ کائنات نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا بیٹی! وہ رونے اور بعد میں ہنسنے کا کیا ماجرا تھا؟ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے میرے کان میں پہلی بات یہ فرمائی انه يقبض في وجعه الذي توفي فيه کہ اسی بیماری میں آپ ﷺ کی وفات ہو جائے گی، تو جدائی کے صدمہ کی وجہ سے میں رو پڑی، دوسری بات میرے کان میں یہ فرمائی انی اول اهله يتبعه کہ اے فاطمہ! میرے اہل میں سے آپ ہی میرے ساتھ سب سے پہلے لاحق ہو گی، نیز یہ بھی فرمایا انت سيدة نساء اهل الجنة کہ آپ جنتی عورتوں کی سردار ہو، تو میں ہنس پڑی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سعادت

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ سے سنا کرتی تھی کہ نبی کو موت کے وقت دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا جاتا ہے، آپ کو کھانسی آئی اور ساتھ ہی فرمایا مع الذين انعمت عليهم ان لوگوں کے ساتھ جن پر تو نے انعام کیا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں فظننت انه خير اس سے میں سمجھ گئی کہ آپ کو بھی دنیا اور آخرت کا اختیار دیا گیا ہے، نیز تین دفعہ آپ نے فرمایا اللهم الرفيق الاعلى پس آپ ﷺ نے جنت کا ٹھکانہ اور انبیاء اور ملائکہ کی رفاقت، اور اللہ کے پاس جانا پسند کر لیا ہے۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: إِنَّ مِنْ نِعَمِ اللهِ عَلَيَّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ فِي بَيْتِي وَفِي يَوْمِي وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي وَأَنَّ اللهَ جَمَعَ

بَیْنَ رِیقِی وَرِیقِهِ عِنْدَ مَوْتِهِ دَخَلَ عَلَیَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَبِیَدِهِ السِّوَاكُ وَأَنَا مُسْنِدَةٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَیْتُهُ یَنْظُرُ إِلَیْهِ وَعَرَفْتُ أَنَّهُ یُحِبُّ السِّوَاكَ فَقُلْتُ آخُذُهُ لَكَ فَأَشَارَ بِرَأْسِهِ أَنْ نَعَمْ فَتَنَاوَلْتُهُ فَاشْتَدَّ عَلَیْهِ وَقُلْتُ أُلَیِّنُهُ لَكَ فَأَشَارَ بِرَأْسِهِ أَنْ نَعَمْ فَلَیَّنْتُهُ فَأَمَرَّهُ وَبَیْنَ یَدَیْهِ رَكْوَةٌ أَوْ عُلْبَةٌ یَشُكُّ عُمَرُ فِیهَا مَاءٌ فَجَعَلَ یُدْخِلُ یَدَیْهِ فِي الْمَاءِ فَیَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ یَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ ثُمَّ نَصَبَ یَدَهُ فَجَعَلَ یَقُولُ فِي الرَّفِیقِ الْأَعْلَى حَتّٰى قُبِضَ وَمَالَتْ یَدُهُ بے شک مجھ پر جو اللہ کے انعامات ہیں اُن میں سے چند انعام یہ ہیں: (۱) رسول اللہ ﷺ کے آخری لمحات میرے گھر میں گزرے حتیٰ کہ میرے گھر میں وفات پائی۔ (۲) آپ کی وفات میری باری کے دن میں ہوئی۔ (۳) آپ ﷺ کی وفات اِس حالت میں ہوئی کہ آپ ﷺ میرے ساتھ سہارا لگائے ہوئے تھے۔ (۴) اور اللہ تعالیٰ نے موت کے وقت میرا اور نبی کریم ﷺ کا لعاب جمع کر دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا سبب یوں بیان فرماتی ہیں کہ میرے بھائی عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے، ان کے ہاتھ میں مسواک تھی، اور رسول اللہ ﷺ میرے ساتھ سہارا لگائے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے مسواک کی طرف دیکھا، میں سمجھ گئی کہ آپ کو مسواک کرنے کی خواہش ہے، میں نے پوچھا کیا میں آپ کے لئے مسواک پکڑ لوں؟، آپ ﷺ نے سر کے اشارے سے فرمایا جی ہاں، میں نے مسواک لے کر آپ ﷺ کو دی لیکن وہ سخت تھی، میں نے پوچھا کیا میں اس کو نرم کر دوں؟، آپ ﷺ نے فرمایا جی ہاں، تو میں نے اس کو چبا کر نرم کیا، پس آپ ﷺ نے اُس کے ساتھ مسواک کیا، اور آپ ﷺ کے سامنے لوٹے میں پانی رکھا ہوا تھا، آپ ﷺ اس میں ہاتھ داخل کرتے اور اپنے چہرہ مبارک پر پھیرتے، اور فرماتے لا الہ الا اللہ ان للموت سکرات کوئی معبود نہیں مگر اللہ، اور بے شک موت کے وقت تکلیفیں ہیں، پھر آپ ﷺ نے اللہ کے پاس جانے کے شوق و محبت کا اظہار اس انداز سے کیا کہ ہاتھ مبارک اٹھا کر فرمایا فی الرفیق الاعلیٰ اور اسی حالت میں آپ ﷺ کا وصال ہوا اور ہاتھ مبارک جھک گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنے آخری لمحات میں فرماتے تھے یَا عَائِشَةُ مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْتُ بِخَیْبَرَ فَهٰذَا أَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ أَبْهَرِي مِنْ ذٰلِكَ السُّمِّ، اے عائشہ! میں لگاتار اُس کھانے کی تکلیف محسوس کر رہا ہوں جو میں نے خیبر کے دن کھایا تھا، پس اِس وقت مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے اُس زہر کی وجہ سے میری رگیں کٹ رہی ہیں۔

وفات النبی ﷺ کے بعد دو خطبے

قَالَتْ فَمَا كَانَتْ مِنْ خُطْبَتِهِمَا مِنْ خُطْبَةٍ إِلَّا نَفَعَ اللهُ بِهَا لَقَدْ خَوَّفَ عُمَرُ النَّاسَ وَإِنَّ فِیهِمْ لَنِفَاقًا فَرَدَّهُمُ اللهُ بِذٰلِكَ ثُمَّ لَقَدْ بَصَّرَ أَبُو بَكْرٍ النَّاسَ الْهُدٰى وَعَرَّفَهُمُ الْحَقَّ الَّذِي عَلَیْهِمْ وَخَرَجُوا بِهِ یَتْلُونَ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ إِلَى الشَّاكِرِینَ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں سے ہر ایک نے ایک ایک خطبہ دیا، اور ہر ایک کا خطبہ نفع مند ثابت ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبے میں لوگوں کو متنبہ کیا کہ ہوشیار رہیں، اِن میں منافقین موجود ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ کی وجہ سے اُن منافقین کو اسلام کی طرف لوٹا دیا، اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطبہ کی وجہ سے لوگوں کو صحیح اور حق بات اور اصل حقیقت سے آگاہی

ہوئی، چنانچہ وہ یہ آیت پڑھتے ہوئے نکلے وما محمد الا رسول الخ۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی موت کا انکار کیا، خصوصاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اِس شدت سے اِنکار کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ جو آدمی نبی علیہ السلام کے بارے میں موت کی بات کرے گا میں اس کی گردن اڑا دوں گا، اللہ کی قسم آپ ﷺ دوبارہ اٹھیں گے اور منافقین کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے یعنی اُن کا خاتمہ کریں گے، اِسی کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے عنوان سے ذکر فرما رہی ہیں، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خطبہ عمر میں جس خیر کی طرف اشارہ فرمایا وہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک تو یہ چاہتے تھے کہ جب تک مسلمانوں کے امیر و خلیفہ کی تقرری نہ ہوجائے آپ ﷺ کی موت کی خبر مخفی رکھی جائے تا کہ آپ ﷺ کی وفات کی خبر سن کر منافقین اور مفسد لوگ فساد کرنے میں جری نہ ہوجائیں، دوسری طرف منافقین کو دھمکا رہے تھے تا کہ اُن میں ارتداد نہ شروع ہوجائے۔

محقق العصر عالم بے بدل علامہ ڈاکٹر پروفیسر خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سیاسیات میں جہاں پہنچتے ہیں وہاں تک رسائی آدم کے تمام فرزندوں کے لئے کوئی آسان کام نہیں ہے، آپ جو اعلان کر رہے تھے کہ حضور ﷺ فوت نہیں ہوئے، اور جو کوئی ایسی بات کہے گا میں اُس کا سر قلم کر دوں گا، اس کی اصل وجہ یہی تھی کہ قبائل عرب کے سرداروں کو حضور ﷺ کی وفات کا امیر کے انتخاب سے پہلے علم نہیں ہونا چاہیے، اس لیے حضرت عمر بن خطاب انتخاب خلیفہ کے بعد فرما رہے تھے کہ میں نے جو بات کل کہی تھی وہ نہ تو قرآن میں تھی اور نہ ہی وہ بات مجھے خدا کے رسول نے فرمائی تھی، مطلب یہ تھا کہ وہ ایک سیاسی و انتظامی بات تھی۔''

نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پُر جوش خطبہ سے منافقین کا پورا شر و فتنہ ختم ہوگیا، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مدلل اور معنی خیز خطبہ وما محمد الا رسول الخ نے مسلمانوں کو ہدایت کا ایسا بین راستہ دکھا دیا جو اُن کے لئے انتہائی مفید، ایمان افروز اور بصیرت افزا تھا'' (ندائے حق جلد اول ص ۵۴۲) نیز نیلوی صاحب حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''جب حضور ﷺ کا سچ مچ وصال ہوگیا اور منافقوں بد دینوں میں کھچڑی پکنے لگی اور وہ باہم چپکے چپکے خوشیاں منانے لگے، حالانکہ خوشی کا کیا موقع تھا، بھلا اگر سلطان کسی منتظم کو اپنے پاس بلالے تو دوسرا منتظم بھیج دیا جائے گا جو اَشرار کی سرکوبی کے لئے کافی ہوگا، گو رُتبہ میں کم ہو، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس وقت تلوار نکال کر سب کو دھمکایا کہ خبردار! کوئی زبان سے یہ لفظ نہ نکالے کہ حضور ﷺ کی وفات ہوگئی، بلکہ آپ ﷺ پر غشی طاری ہوگئی ہے اور درگاہ قرب میں روحانی طور پر تشریف لے گئے ہیں، ابھی واپس آ کر منافقوں کو قتل کریں گے، حضور ﷺ کی وفات ابھی نہیں ہوسکتی جب تک کہ اسلام کی تکمیل نہ ہوجائے۔'' (ندائے حق جلد اول ص ۴۳۱)

لیکن بندہ ناچیز عرض گزار ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے منبر پر میدان کا نقشہ سامنے کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے منبر پر سے سپہ سالار کے نام ہدایت جاری فرمائی یاسارِیَ الجبلَ (ساری کا لفظ ساریۃ کا اختصار ہے)، اسی طرح اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کے باطن میں جو مخفی حیات تھی اُس کا مشاہدہ کرا دیا اس لیے آپ فرما رہے تھے کہ آپ ﷺ کی حالت ایسی ہی ہے جیسے وحی کی حالت میں آپ ﷺ دنیا سے رُخ پھیر لیتے تھے اور دنیا آپ سے اوجھل ہوجاتی تھی اب بھی آپ پر ویسے ہی کیفیت طاری ہے، جب اُس سے اِفاقہ پائیں گے تو پہلے والی حالت عود کر آئے گی، اور یہ ایسے ہی ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کی طرف گئے اور بیہوشی کے بعد پھر واپس آگئے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے مواخاتی بھائی خارجہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ جو مدینہ کے قریب سنح بستی میں رہائش رکھتے تھے کی بیٹی حبیبہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا جس کی وجہ سے اُن کا ایک گھر مدینہ میں تھا، دوسرا سنح بستی میں۔ اتوار کی صبح کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ نبی کریم ﷺ صحت یاب ہو رہے ہیں، اس لیے انہوں نے آپ ﷺ سے اجازت طلب کی کہ میری زوجہ حبیبہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کی باری ہے اس لیے اجازت ہو تو میں سنح چلا جاؤں، آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرما دی، چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بروز اتوار سنح چلے گئے، اور سوموار کے دن نبی کریم ﷺ کا چاشت یا زوال کے وقت وصال ہوا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دو اعلان

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ منورہ واپس آئے تو یہ منظر دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تلوار ہے اور وہ اعلان کر رہے ہیں کہ جو یہ کہے گا کہ نبی کریم ﷺ وفات پا گئے ہیں میں اُس کا سر قلم کر دوں گا، اور کچھ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اُن کا ساتھ دے رہے ہیں، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں داخل ہوئے، نبی کریم ﷺ کے چہرۂ انور سے چادر ہٹائی اور آپ ﷺ کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا تو دیکھتے ہی اُن کو آپ ﷺ کی وفات کا یقین ہو گیا اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں فرمایا والذی نفسی بیدہ لا یذیقک اللہ الموتتین ابدا اللہ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اللہ کبھی بھی آپ کو دو موتیں نہیں چکھائے گا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خاموش کرانا چاہا، لیکن وہ اپنی بات پر قائم رہے، اس کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے خطبہ کی سماعت کے لئے جمع ہو گئے، آپ نے خطبہ میں فرمایا من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن کان یعبد اللہ تعالیٰ فان اللہ تعالیٰ حی لا یموت، جو شخص محمد کریم ﷺ عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد ﷺ وفات پا چکے ہیں، اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے اُس پر موت نہیں آئے گی اور یہ آیات تلاوت فرمائیں وما محمد الا رسول الأیۃ. انک میت وانہم میتون. کل شیء ھالک الا وجہہ الایۃ. کل من علیہا فان الایۃ. کل نفس ذائقۃ الموت، یہ سنتے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر انتہائی صدمہ کی کیفیت طاری ہو گئی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی بات سے رجوع کر لیا، اور فرماتے تھے کہ ایسا لگتا ہے کہ جیسے یہ آیت وما محمد الا رسول الخ آج ہی نازل ہوئی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خطبہ کے بعد وہاں سے نکلے تو سب کی زبان پر یہی آیت جاری تھی۔

دراصل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے ظاہر سے موت کا یقین کر لیا اور باطن میں مخفی حیات کے منکشف ہونے سے مخفی حیات کا بھی یقین کر لیا، اس لیے پہلے اعلان میں نبی کریم ﷺ کی مخفی دائمی حیات کا اعلان فرمایا، اور دوسرے اعلان میں ظاہری حسی حیات کے انقطاع اور وقوع موت کا اعلان فرمایا۔

حیات النبی ﷺ پر استدلال

نبی کریم ﷺ کے اِس سفرِ آخرت اور خطبہ صدیق رضی اللہ عنہ میں حیات انبیاء علیہم السلام پر پانچ دلائل واضح طور پر موجود ہیں:

دلیل نمبر ۱: (صیغہ خطاب)

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا صیغہ خطاب کے ساتھ آپ ﷺ کو بعد الوفات مخاطب بنا کر یہ فرمانا لا یذیقك الله. لا یجمع الله علیك دلیل حیات ہے، کیونکہ ذی عقل کو خطاب کرنا تقاضا کرتا ہے کہ مخاطب میں عقل وشعور ہو، اور عقل وشعور موقوف ہے حیات پر، خصوصاً جب کہ آپ ﷺ کی حیات فی القبر قرآن وحدیث کے مضبوط دلائل سے بھی ثابت ہے، ذی روح اور ذی عقل کو خطاب کرنے میں اصل یہی ہے، اس لیے اس خطاب کو مجازی معنی پر محمول کرنے کے بجائے خطاب کو اُس احتمال پر محمول کرنا جو حقیقت اور اصل ہے اور قرآن وحدیث کے ساتھ مؤید ہے، نہ صرف یہ کہ اولیٰ ہے بلکہ ضروری ہے، نیز خطاب کو بے محل و بے فائدہ بنانے سے اس کو برمحل بنانا بہتر ہے اور نیلوی صاحب لکھتے ہیں: علامہ متکلم شہرستانی فرماتے ہیں کہ یہ دھڑ بذاتِ خود سوال جواب اور خطاب کا شعور نہیں رکھتا، الشخص من حیث هو شخص غیر مستشعر بذلك السوال والجواب والخطاب وغیرها (ندائے حق ج۱ ص ۳۲۳) محض ذات سوال وجواب اور خطاب وغیرہ کا شعور نہیں رکھتی۔

فائدہ: لہٰذا جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس اعلان میں نبی کریم ﷺ کے لئے صیغہ خطاب بولا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے محض ذات نہیں، بلکہ ذات مع الحیات ہے، کیونکہ ذاتِ محض بلا شعور خطاب کا محل نہیں بن سکتی۔

دلیل نمبر ۲: (نبی کریم ﷺ شہید ہیں)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے موت کے وقت ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ! خیبر میں یہود نے جو مجھے زہر کھلایا اُس کی وجہ سے میری رگیں کٹ رہی ہیں۔ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی موت میں اُس زہر کا بھی دخل ہے، اس لیے علامہ سیوطی رحمہ اللہ، امام سبکی رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ شہید ہیں۔ یہود نے نبی کریم ﷺ کو جو زہر کھلایا تو اس میں ان کے دل میں یہ بات تھی کہ اگر یہ سچے نبی ہیں تو زہر اثر نہیں کرے گا اور بچ جائیں گے، اور اگر جھوٹے ہیں تو زہر سے مر جائیں گے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے صدق وصداقت کو ثابت کرنے کے لئے زہر کو بے اثر کر دیا، لیکن چار سال کے بعد مرتبۂ شہادت عطا کرنے کے لئے اُس زہر کا اثر جاری کر دیا تا کہ مرتبۂ نبوت کے ساتھ مرتبۂ شہادت بھی نصیب ہو جائے اور چونکہ قرآنِ کریم میں شہداء کی حیات عبارۃ النص سے ثابت ہے، فرمایا: ولا تقولوا لمن یقتل الخ، اور فرمایا: ولا تحسبن الذین قتلوا الخ اور جب نبی کریم ﷺ شہید ہیں تو آپ ﷺ کی حیات قرآنِ کریم سے عبارۃ النص کے طور پر ثابت ہوتی ہے۔ اس کی تائیدات قرآنی دلائل میں گزر چکی ہیں۔

دلیل نمبر ۳: (وفات کے بعد تین ممنوعات)

غیر انبیاء کی موت کے بعد اُن کی بیویوں کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے، اور اُن کے ترکہ میں وراثت جاری ہوتی ہے، اور قبر میں ان کے اجساد کا محفوظ رہنا ضروری نہیں، لیکن انبیاء علیہم السلام کی موت کے بعد نہ اُن کی بیویوں کے ساتھ نکاح جائز، اور نہ اُن کے مال میں وراثت جاری ہوتی ہے، اور اُن کے اجسادِ عنصریہ ارضی قبر میں محفوظ رہتے ہیں، پس نبی کریم ﷺ کی ازواج کے ساتھ نکاح کی ممانعت، آپ ﷺ کے ترکہ کو تقسیم کرنے کی

ممانعت، اور زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو کھانے کی ممانعت، یہ تین امتناعات دلیل ہیں انبیاء علیہم السلام خصوصاً نبی کریم ﷺ کی کامل بلکہ اکمل اقویٰ اور اعلیٰ حیات پر، کیونکہ یہ امتناعات ثلاثہ جسد عنصری کی کامل حیات پر مرتب ہوتے ہیں، چنانچہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی بے مثال کتاب ''آب حیات'' کا اصل موضوع یہی ہے اور کتب سلف میں اِن تین امتناعات کو نبی کریم ﷺ کی حیات فی القبر پر دلیل اِنی کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

نیلوی صاحب کی تضاد بیانی

نیلوی صاحب پہلے یہ لکھتے ہیں ''امہات المومنین ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھن نے حداد (ترک زینت) کیا، چارہ ماہ دس دن کے لئے عدت گزاری...... پھر عدت گزرنے پر حداد ختم کر دیا''۔ اس کے بعد سفیان بن عیینہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''ازواجِ مطہرات سے نکاح اس لیے منع ہے کہ وہ زندگی میں معتدۃ الوفات کے حکم میں تھیں'' (ندائے حق جلد اول ص ۴۱۴) نیلوی صاحب کے خوشہ چین اور ہمنوا فرمائیں کہ نیلوی صاحب کی ان دونوں باتوں میں کون سی بات سچی ہے اور کون سی جھوٹی ہے، یا دونوں سچی ہیں؟

دلیل نمبر ۴: (کیفیت نماز جنازہ)

نبی کریم ﷺ کی نماز جنازہ اِس طرح نہیں پڑھی گئی جس طرح غیر انبیاء کی نماز جنازہ باجماعت پڑھی جاتی ہے، بلکہ طریقہ یہ تھا کہ کوئی امام نہیں تھا، نہ جماعت کی شکل تھی، چنانچہ نیلوی صاحب ازالۃ الخفاء کے حوالہ سے لکھتے ہیں: اور کسی نے آنحضرت ﷺ کی نماز جنازہ کی امامت نہیں کرائی (ندائے حق ج ۱ ص ۴۸۷)، بلکہ دس دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حجرہ مبارکہ میں جاتے اور انفرادی طور پر چار تکبیریں کہتے، اور درود شریف پڑھتے اور واپس آ جاتے۔ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہزاروں کی تعداد میں تھے، نیز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ کے جسم مبارک کے تغیر سے محفوظ رہنے کا یقین تھا، اِس لیے تدفین دیر سے ہوئی، اگر آپ ﷺ کے جسد اطہر میں حقیقی جسمانی دنیاوی برزخی حیات نہ ہوتی تو دوسرے اَموات کی طرح آپ ﷺ کی بھی اُسی طرح نماز جنازہ پڑھی جاتی، آپ ﷺ کے جنازہ کا یہ انداز دلیل ہے آپ ﷺ کی حقیقی حیات فی القبر پر۔ جیسا کہ نیلوی صاحب شہداء کی حیات اور انبیاء علیہم السلام کی عدم حیات ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''مردہ کو مرنے کے بعد نہلانے کا حکم ہے، زندہ کو نہلانے کا حکم نہیں، سواب جو ایسا میت ہو جسے نہ نہلانے کا حکم ہو بلکہ بغیر نہلانے کے دفن کرنے کا حکم ہو اُسے زندہ کہا گیا، سو اس معنی کی رو سے زندہ کا اطلاق صرف شہداء کرام پر آئے گا، انبیاء علیہم السلام کو اِس معنی کی رُو سے زندہ نہ کہا جائے گا'' (ندائے حق ج ۱ ص ۱۸)، اگر غسل کے حکم کے تفاوت سے انبیاء علیہم السلام کی عدم حیات ثابت ہو سکتی ہے تو نماز جنازہ کے تفاوت سے نبی علیہ السلام کی حیات کیوں ثابت نہ ہو گی؟

نبی کریم ﷺ شہید ہیں اس لیے شہداء سے بھی اعلیٰ حیات کے ساتھ زندہ ہیں، رہی بات غسل دینے کی، جب کہ شہید کو غسل نہیں دیا جاتا، اس کا جواب یہ ہے کہ غیر شہداء مُردوں کو غسل اس لیے دیا جاتا ہے کہ موت منجس ہے یہی وجہ ہے کہ اگر حلال جانور پانی میں مر جائے تو حلال جانور بھی نجس اور پانی بھی نجس ہو جاتا ہے، معلوم ہوا کہ موت منجس ہے، اس لیے عام مُردوں میں موت کی وجہ سے جو نجاست معنویہ حکمیہ آ جاتی ہے، اُس کے ازالے کے

لئے اور اس سے پاک کرنے کے لئے میت کو غسل دیا جاتا ہے، اور اگر غسل نہ دیا جائے تو اُس پر نماز جنازہ جائز نہیں ہوتا، اور شہید کو غسل اس لیے نہیں دیا جاتا کہ شہید کے بدن پر جو خون لگ جاتا ہے وہ پاک ہے، اور شہید کا جسد بھی پاک ہے، چونکہ انبیاء علیہم السلام پاکیزہ ہیں اور ان کی موت بھی منجس نہیں، اس لیے نبی ﷺ کو جو غسل دیا گیا اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ ﷺ شہید نہیں، یا آپ کا العیاذ باللہ معاذ اللہ موت سے جسم نجس ہو گیا، بلکہ اس لیے غسل دیا گیا کہ آپ کو غسل کرنا پسند تھا، جیسا کہ نبی علیہ السلام کا کثرت کے ساتھ استغفار کرنا گناہ بخشوانے کے لئے نہیں بلکہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو بندے کا استغفار پسند ہے، اس پر اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں، پس اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ ﷺ میں جو صفائی ستھرائی نظافت اور غسل کی پسندیدگی تھی اُس کی رعایت کرتے ہوئے غسل دیا، لہٰذا یہ غسل آپ ﷺ کی شہادت کے منافی نہیں۔ لیکن منکرین حیات النبی ﷺ معاذ اللہ عام مُردوں کی طرح نبی پاک ﷺ کے پاکیزہ جسم کو بھی نجس سمجھتے ہیں، گویا اُن کے نزدیک آپ ﷺ کو بھی عام مُردوں کی طرح نجس سمجھ کر غسل دیا گیا، لیکن اہل سنت والجماعت کے نزدیک عام مُردوں کو غسل دیا جاتا ہے نجس ہونے کی وجہ سے، اور انبیاء علیہم السلام کو غسل اس لیے دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو غسل پسند ہے، پس انبیاء علیہم السلام کو عام مُردوں پر قیاس کرنا جہالت اور حماقت ہے۔

نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں "زندہ پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی بلکہ میت پر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے" (ندائے حق ص ۴۶۰) چونکہ نبی کریم ﷺ کا عام اُموات کی طرح جنازہ نہیں پڑھا گیا بلکہ آپ ﷺ پر انفرادی طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے درود پڑھا، اس لیے نیلوی صاحب کے اِس اصول کے مطابق نبی علیہ السلام کے جسد عنصری میں حیات ثابت ہوتی ہے، کیونکہ جنازہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کا تعلق جسد عنصری کے ساتھ ہے، محض روح یا جسد مثالی کے ساتھ نہیں۔

دلیل نمبر ۵: (دو اعلان)

(۱) بخاری شریف ج ۱ ص ۱۶۶، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت بعد الموت اذا اُدرج فی اکفانہ۔ (۲) بخاری ج ۲ ص ۶۴۰، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ۔ (۳) بخاری ج ۱ ص ۵۱۷، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضل ابی بکر بعد النبی ﷺ۔ پہلی دو جگہ یہ لفظ ہیں بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي وَاللهِ لَا يَجْمَعُ اللهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ میرے ماں باپ آپ پر قربان، اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا اور تیسری جگہ ہے بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي طِبْتَ حَيًّا وَمَيِّتًا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُذِيقُكَ اللهُ الْمَوْتَتَيْنِ أَبَدًا. میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ زندگی میں بھی پاکیزہ، موت کے بعد بھی پاکیزہ، قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں نہیں چکھائے گا۔

اس کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا جس میں انہوں نے نبی کریم ﷺ کی عالم دنیا کی موت کا اعلان فرمایا، اور موت کی آیات تلاوت فرمائیں، اس لیے عالم دنیا میں نبی کریم ﷺ کی موت قطعی ویقینی ہے اور اس کا انکار کرنا کفر ہے، اور کوئی مسلمان بھی آپ ﷺ کی عالم دنیا کی موت کا منکر نہیں، البتہ کیفیت موت کے بارے میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی موت کی کیفیت انقطاع حیات نہیں، بلکہ استتار حیات ہے، یعنی حیات کے ظاہری آثار جیسے نقل وحرکت کرنا، سانس لینا، دل دھڑکنا، نبض چلنا، وغیرہ منقطع کر کے حیات باطن میں چھپا دی گئی اور

ظاہری حسی تکلیفی دنیوی حیات اور اس کے لوازم منقطع ہو گئے، لیکن باطن میں مخفی حیات جیسے پہلے تھی ویسے ہی باقی رہی، جیسے چراغ پر سرپوش رکھ دیا جائے تو روشنی ظاہری طور پر ختم ہو جاتی ہے لیکن سرپوش کی وجہ سے اندر ہی اندر پہلے سے بھی زیادہ تیز ہو جاتی ہے، اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی حیات جب باطن میں سمٹ گئی اور اس کا خارجی پھیلاؤ منقطع ہو گیا تو یہ مخفی حیات ظاہری حیات سے بھی قوی تر ہو گئی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کی موت انقطاع حیات کے ساتھ واقع ہوئی یعنی ایک مرتبہ حیات منقطع ہو گئی، وعدۂ موت پورا ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے جسد اطہر کے باطن میں مخفی حیات دوبارہ پیدا کر دی، اس سے معلوم ہوا کہ دونوں فریق بعد الوفات نبی علیہ السلام کے جسد عنصری کی مخفی حیات پر بھی متفق ہیں اور عالم دنیا میں موت کے وقوع پر بھی متفق ہیں البتہ کیفیتِ موت میں اختلاف ہے۔

نیلوی صاحب نے بھی موت کے بارے میں یہی دونوں قول لکھے ہیں، فرماتے ہیں ''جب انسان مرجاتا ہے اُس وقت یا تو اُس جزء (اصلی) کو زندہ ہی رہنے کی حالت میں اُس کے بدن سے جدا کر دیا جاتا ہے اور یا پھر اللہ تعالیٰ اُس جزء اصلی کو بھی موت دے دیتا ہے پھر دوبارہ زندہ کر دیتا ہے، اور اُسی جزء کو عذاب وثواب ہوتا ہے'' اور فرماتے ہیں ''اس تقریر سے تمام شبہات رفع ہو جاتے ہیں'' (ندائے حق جلد اول ص ۴۳) دوسرے مقام میں لکھتے ہیں ''اجزاء اصلیہ کے معدوم ہونے سے انسان معدوم ہوگا لیکن نہ اجزاء اصلیہ معدوم ہوتے ہیں نہ انسان معدوم ہوتا ہے، ہاں البتہ ایک عالم سے نکل کر دوسرے عالم میں چلا جاتا ہے اور اُس عالم میں اس کے ساتھ ساری کارروائی کی جاتی ہے۔'' (ندائے حق جلد اول ص ۴۱۔ ۴۲) تیسری جگہ لکھتے ہیں: ''مرنے کے بعد بھی انسان زندہ ہی رہتا ہے مگر لباس ومکان بدل لیتا ہے تبدیلی لباسِ جدید ومکان جدید سے، جیسے انسان کو فرحت یا غمی ہوتی ہے مگر مرتا نہیں ایسے ہی جسد عنصری کا لباس اتار کر جسد مثالی کا لباس پہن لینے اور دار دنیا سے منتقل ہو کر دار برزخ میں پہنچ جانے سے بھی انسان نہیں مرتا، جیسے وہاں (عالم دنیا) عقل وشعور برقرار رہتا ہے ایسے ہی یہاں (عالم برزخ) بھی عقل وشعور قائم رہتا ہے'' (ندائے حق جلد اول ص ۱۷) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اِس اعلان پر کسی صحابی نے بھی نہ اعتراض کیا نہ اس کا انکار کیا، بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو آپ ﷺ کے لیے موت کا لفظ سننے کے لئے تیار نہیں تھے وہ بھی آپ ﷺ کی موت کے قائل ہو گئے۔ پس عالم دنیا میں نبی کریم ﷺ کی وفات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو گیا۔

اعلان نمبر ا کی وضاحت

اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا کر پہلا اعلان یہ کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں نہیں چکھائے گا، ایک موت تو عالم دنیا کی ہے جس کا آپ ﷺ پر ورود ہو چکا ہے، دوسری موت کے بارے میں دو قول ہیں (۱) چونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قسم اٹھا کر فرما رہے تھے کہ اللہ آپ کو دوبارہ اٹھائیں گے اور آپ ﷺ منافقین کا قلع قمع کریں گے، تو ظاہر بات ہے کہ جب عالم دنیا میں ظاہری حسی تکلیفی زندگی کے ساتھ اٹھ کر دوبارہ آئیں گے اور اس کے بعد پھر دوبارہ موت آئے گی، تو آپ ﷺ پر دو موتوں کا وقوع لازم آئے گا، اس لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے اِس اعلان میں اُس موت کی نفی کی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے لازم آ رہی تھی۔ (۲) دوسری وہ موت ہے جو غیر انبیاء کو قبر میں آتی ہے۔

غیر انبیاء کے لئے قبر میں موت ہے، انبیاء کے لئے نہیں

جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو منکر نکیر کے سوال وجواب کے وقت میت کے جسد عنصری میں روح لوٹا دی جاتی ہے اور جیسے دنیا میں اُس کے اندر عقل وشعور تھا ویسے ہی اُس وقت اُس میں قبر کے اندر عقل وشعور بحال کر دیا جاتا ہے تا کہ وہ پورے عقل وشعور کے ساتھ جواب دے سکے، کیونکہ اِسی جواب پر قبر کے جنت یا جہنم ہونے کا دارومدار ہے، سوال جواب کے بعد پھر روح کو علیین یا سجین میں ٹھہرا دیا جاتا ہے لیکن قبر کے اندر جو جسد عنصری ہے یا اُس کے اجزاء وذرات ہیں اُن کے ساتھ روح کا تعلق پیدا کر کے اتنی حیات پیدا کر دی جاتی ہے جس کے ساتھ میت راحت وتکلیف کا احساس وادراک کر سکے۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں: علماء کا فرمان یہ بھی ہے کہ روح کا تعلق اجزائے اصلیہ کے ساتھ ہوتا ہے اور تعلق بھی اتنا جس سے سکھ دکھ محسوس کر سکے، الضرورۃ تتقدر بقدر الضرورۃ...... ضرورت ہے تو صرف اتنی کہ نیک ہے تو تلذذ وتنعم اُسے حاصل ہو، اگر بد ہے تو گرز وں کی زد محسوس کر سکے (ندائے حق ج ۱ ص ۳۲) نیز لکھتے ہیں: قبر کا عذاب یا ثواب محسوس کرنے کے لئے حق تعالیٰ صرف اس قدر حس اور اِدراک میت میں پیدا کرتا ہے کہ جس قدر سے وہ عذاب کے اَلم اور ثواب کی لذت کو جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے پہنچتی ہے محسوس اور دریافت کر سکتا ہے (ندائے حق ج ۱ ص ۳۶۔ و۔ ۲۴۷) پھر سوال وجواب کے بعد روح کا بدن سے جدا ہونا، جدا ہو کر علیین یا سجین میں چلا جانا اور دور سے تعلق ہونا یہی قبر کی موت ہے، لیکن یہ موت ناقص ہے، قبر کی ناقص موت کا وقوع اُن پر ہوتا ہے جن سے قبر میں سوال وجواب ہو اور وہ غیر انبیاء ہیں، انبیاء علیہم السلام اس سوال وجواب سے مستثنیٰ ہیں، اس لیے اُن پر ناقص موت واقع نہیں ہوتی۔

نفخہ اولیٰ سے انبیاء پر بیہوشی، غیر انبیاء پر موت

اور جب صور پھونکا جائے گا تو اس سے غیر انبیاء پر کامل موت واقع ہو جائے گی، خواہ وہ زمین کے اوپر کامل حیات کے ساتھ زندہ ہوں یا قبور میں بقدر احساس ناقص حیات کے زندہ ہوں، لیکن انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر صور کے پھونکنے سے بیہوشی طاری ہوگی، موت واقع نہیں ہوگی۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دوسرا صور پھونکنے کے ساتھ سب سے پہلے میں بیہوشی سے اِفاقہ پاؤں گا، اِس سے ایک تو یہ بات معلوم ہوگئی کہ سب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر بیہوشی طاری ہوگی، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ انبیاء علیہم السلام کی قبر والی حیات دائمی ہے، کہ قیامت کے روز صور پھونکنے سے اُن پر بیہوشی طاری ہوگی اور بیہوش آدمی بیہوشی سے پہلے بھی زندہ ہوتا ہے، اور بیہوشی کی حالت میں بھی زندہ ہوتا ہے، مردہ نہیں ہوتا، انبیاء علیہم السلام کا بیہوش ہونا اور پھر بیہوشی سے افاقہ پانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ قبور میں زندہ ہیں، اور اُسی حیات کے ساتھ قبور سے اٹھیں گے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے اعلان میں اِسی قبر والی دوسری موت کی نفی کی ہے، مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا والی موت کے بعد ایسی حیات عطا فرمائیں گے جو دائمی ہوگی کہ اُس کے بعد آپ پر موت نہیں آئے گی۔ ہمارے اِس جگہ دو دعوے ہیں: (۱) قبر میں غیر انبیاء پر موت کا وقوع، اور موت کا وقوع تب ہوگا جب پہلے حیات ہو۔ (۲) انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر قبر میں موت کا عدم وقوع۔

تائیدات دعویٰ اوّل

ہم ذیل میں تائید کے طور پر نیلوی صاحب کی کتاب ندائے حق سے سلف کے چند حوالہ جات نقل کرتے ہیں: (۱) علامہ فاضل لاہوری عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح عقائد جلالی کے حاشیہ میں فرمایا: اما احیاء القبر فاحیاء ناقص لمجرد السوال یعنی قبر میں جو زندہ کیا جاتا ہے سو وہ احیاء ناقص ہے، وہ بھی صرف سوال نکیرین کے واسطے اور بس۔ (۲) علامہ محقق دوانی بھی یہی سوال نکیرین کے بعد دوبارہ مرجانے کے قائل ہیں (شرح عقائد عضدیہ ص ۹۳) (۳) حضرت میر سید سند جرجانی بھی سوال نکیرین کے بعد دوبارہ مرجانے کے قائل ہیں (شرح مواقف ص ۱۱۰) (۴) علامہ ابوالسعود مفسر محقق حنفی رحمۃ اللہ علیہ بھی قبر میں نکیرین کے سوال کے بعد مرجانے کو بہت انسب قول فرماتے ہیں (تفسیر ابوالسعود ج ۲ ص ۴۴۸)۔ (۵) علامہ تفتازانی نے بھی شرح مقاصد ج ۲ ص ۱۶۳، بحث نمبر ۶، سوال قبر میں فرمایا: الاماتتان فی الدنیا وفی القبر، یعنی دوموتوں سے مراد ہے ایک دفعہ دنیا میں مرنا، اور دوسری دفعہ قبر میں زندہ ہوکر مرجانا۔ (۶) تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۶۲۔ اکثر علماء نے اس آیت سے قبر کے عذاب کو ثابت کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کافر لوگ اپنے لیے دوموتیں تسلیم کرتے ہیں، ایک موت تو دنیا کی سب کو نظر آتی ہے، اب ضروری بات ہے کہ قبر میں جا کر زندہ کیے جائیں پھر اس کے بعد یعنی سوال منکر نکیر کے بعد قبر میں مرجانا دوبارہ کی موت ہوگا۔ (۷) تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس ص ۳۴۰ میں ہے قالوا یعنی الکفار فی النار ربنا امتنا اثنتین مرتین مرۃ بقبض ارواحنا ومرۃ بعدما سألنا منکر ونکیر فی القبور واحییتنا اثنتین مرۃ قبل ان سألنا منکر ونکیر فی القبور ومرۃ للبعث، یعنی کافر دوزخ میں کہیں گے اے اللہ! تو نے ہمیں دو دفعہ موت دی، ایک دفعہ دنیا میں جب ہماری عمر پوری ہوئی، دوسری دفعہ جب منکر نکیر قبر میں ہم سے سوال کر چکے، اور دو ہی دفعہ جلایا، ایک قبر میں منکر نکیر کے سوال کے وقت، دوسری دفعہ قیامت میں۔ (۸) بیضاوی نے اپنی تفسیر میں لکھا، پہلا مارنا اُس وقت کا جب انسان کی عمر پوری ہو جاتی ہے، اور دوسرا مارنا منکر نکیر کا قبر میں سوال ہو چکنے کے بعد۔ (ندائے حق ج ۱ ص ۲۳۸، ۲۳۹)

اور اس کی مزید تائید قرآنِ کریم کی اِس آیت سے ہوتی ہے ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین، قیامت کے دن کفار کہیں گے اے اللہ! تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا۔ ایک مرتبہ دنیا میں زندہ کیا اور دوسری مرتبہ آخرت میں، اور دو موتیں یہ ہیں، ایک عالم دنیا کی موت، اور دوسری موت کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ دنیا کی زندگی سے پہلے جو عدم کا زمانہ تھا وہ موت ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ غیر انبیاء کے لئے قبر میں بھی موت ہے، اِن میں سے پہلا قول مرجوح ہے بلکہ غلط ہے اور دوسرا قول راجح اور صحیح ہے، کیونکہ اِماتت کا معنی ہوتا ہے حیات کو زائل کر دینا، چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں ''دراصل موت ایک حسی چیز ہے جس کو زوال حیات لازم ہے'' (ندائے حق جلد اول ص ۵۸) اور نیلوی صاحب صاحب نہایہ کے حوالے سے لکھتے ہیں ''قال شیخی... الموت امر حسی یلزم منہ زوال الحیاۃ... یعنی موت امر حسی ہے جس سے زوال حیات لازم آتا ہے (ایضاً) چونکہ قبر میں سوال جواب کے وقت کامل حیات حاصل ہوتی ہے جو سوال جواب کے بعد زائل ہو جاتی ہے اور صرف بقدر احساس حیات باقی رہتی ہے، پس کامل حیات کا زائل ہونا یہی قبر کی موت ہے اور پھر پہلے صور پھونکنے سے بھی موت واقع ہوگی، پہلی موت ناقص ہے

دوسری موت کا ال ہے۔ قرآنِ کریم میں اِماتت کا ذکر ہے اور یہ معنی قبر والی موت پر صادق آتا ہے، کیونکہ اُس موت سے حیات زائل ہوتی ہے، اگر موت سے عدم کا زمانہ مراد ہو تو اُس پر اِماتت کا معنی صادق نہیں آتا، کہ وہاں کوئی ایسی حیات نہیں جس کا زوال ہو۔ اس لیے اِس آیت میں دو موتوں سے مراد یہ ہے ایک دنیا کی موت اور دوسری قبر والی موت۔ قرآن کی اِس آیت کی دلیل سے ہم کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو پہلا اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں نہیں چکھائے گا تو اس میں ایک موت عالمِ دنیا والی ہے جس کا وقوع ہو چکا ہے، دوسری موت قبر کی ہے اور قبر میں موت اور اِماتت تب ہو سکتی ہے کہ اُس سے پہلے حیات تسلیم کی جائے۔ لیکن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر قبر میں حیات کے بعد موت نہیں آتی وہ تا قیامت قبور میں زندہ ہیں اور اسی حیات کے ساتھ قبور سے اٹھیں گے۔

تائیدات دعویٰ دوم

(۱) وقال (الداودی) أیضًا: معناہ: لا یموت موتۃ أخری فی قبرہ کما یحیی غیرہ فی القبر فیُسأل ثم یقبض (التوضیح لابن ملقن م ۸۰۴ھ ج ۹ ص ۴۰۲) داودی (شارح بخاری احمد بن نصر مالکی رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قبر میں دوسری موت نہیں آئے گی، جیسا کہ غیر نبی کو قبر میں زندہ کیا جاتا ہے، پھر اس سے سوال ہوتا ہے، پھر اُس کی روح قبض کر لی جاتی ہے (لیکن روح کا جسدِ عنصری کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے) (۲) وَأَحْسَنُ مِنْ هَذَا الْجَوَابِ أَنْ يُقَالَ إِنَّ حَيَاتَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَبْرِ لا يعقبها مَوْتٌ بَلْ يَسْتَمِرُّ حَيًّا وَالْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ وَلَعَلَّ هَذَا هُوَ الْحِكْمَةُ فِي تَعْرِيفِ الموتتين حَيْثُ قَالَ لا يذيقك الله الموتتين الْمَعْرُوفَتَيْنِ الْمَشْهُورَتَيْنِ الْوَاقِعَتَيْنِ لِكُلِّ أَحَدٍ غَيْرِ الْأَنْبِيَاءِ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۶) بہترین جواب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات فی القبر کے بعد موت نہیں آئے گی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ زندہ رہیں گے، اور انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اور شاید الموتتین کے معرفہ لانے میں یہی حکمت ہے کیونکہ اس میں اشارہ ہے ان دو موتوں کی طرف جو معروف و مشہور ہیں اور غیر انبیاء میں سے ہر ایک کے لئے واقع ہوتی ہیں (یعنی دنیا کی موت اور قبر کی موت) (۳) أَرَادَ بِالموتتين الْمَوْت فِي الدُّنْيَا وَالْمَوْت فِي الْقَبْر وهما الموتتان المعروفتان المشهورتان فَلِذَلِك ذكرهما بالتعريف وهما الموتتان الواقعتان لكل أحد غير الْأَنْبِيَاء عَلَيْهِم الصَّلَاة وَالسَّلَام فَإِنَّهُم لَا يموتون فِي قُبُورهم بل هم أَحيَاء وَأما سَائِر الْخلق فَإِنَّهُم يموتون فِي الْقُبُور ثمَّ يحيون يَوْم الْقِيَامَة. وَمذهب أهل السّنة وَالْجَمَاعَة أَن فِي الْقَبْر حَيَاة وموتًا فَلَا بُد من ذوق الموتتين لكل أحد غير الْأَنْبِيَاء. وَقد تمسك بقوله: (لَا يذيقك الله الموتتين) من أنكر الْحَيَاة فِي الْقَبْر وهم الْمُعْتَزلَة وَمن نحا نحوهم (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۵۷) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول میں الموتتین سے مراد یہ ہے ایک موت دنیا میں، دوسری موت قبر میں اور یہ دونوں موتیں معروف اور مشہور ہیں، اسی وجہ سے ان کو معرفہ کر کے ذکر کیا گیا ہے، اور یہ دونوں موتیں انبیاء کے علاوہ ہر ایک کے لئے واقع ہوتی ہیں، کیونکہ انبیاء علیہم السلام پر اُن کی قبروں میں موت نہیں آتی بلکہ وہ زندہ ہیں، انبیاء علیہم السلام کے علاوہ باقی ساری مخلوق پر قبور میں موت آتی ہے پھر اُن کو قیامت کے دن زندہ کیا جائے گا، اور اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب یہ ہے کہ قبر میں حیات بھی ہے اور موت بھی ہے، اس لیے

انبیاء کے علاوہ ہر ایک کے لئے دو موتوں کے چکھنے سے کوئی چارہ کار نہیں اور معتزلہ وغیرہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول لا یذیقک اللہ الموتتین سے حیات فی القبر کے انکار پر دلیل پکڑی ہے۔ (۴) لأنه يحيا في قبره ثم لا يموت (ارشاد الساری للقسطلانی ج ۳ ص ۳۰۹، ج ۸ ص ۱۵۹) کیونکہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ کئے جائیں گے پھر آپ ﷺ پر موت نہیں آئے گی۔ (۵) أي موتة الدنيا وموتة القبر: وهما الموتتان المعروفتان فلذلك ذكرهما بالتعريف وهما الواقعتان لكل أحد غير الأنبياء فإنهم لا يموتون في قبورهم (منحة الباری شرح صحیح البخاری لشیخ الاسلام زکریا الانصاری م ۹۲۶ھ، ج ۷ ص ۲۲) دو موتوں سے مراد ہیں ایک دنیا کی موت، دوسری قبر کی موت، اور یہ دونوں موتیں معروف ہیں، اِسی وجہ سے اِن کو معرفہ کی صورت میں ذکر کیا گیا ہے، اور یہ دونوں موتیں انبیاء کے علاوہ ہر ایک کے لئے واقع ہوتی ہیں، انبیاء علیہم السلام پر قبر میں موت نہیں آتی۔

(۶) شیخ نور الحق بن شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وسوگند کسے کہ نفسِ مَن در دستِ قدرت اوست مے چشاند تُرا خدا دو موت دائما، یعنی بعد ازیں موت بحیات ابدی زندہ خواہی بود، ازاں کہ وے رضی اللہ عنہ دانستہ بود کہ انبیاء در عالم برزخ زندہ اند، بخلاف سائر مسلماناں کہ در وقتِ سوال منکر ونکیر زندہ مے کنند آنہا را و باز می میرانند چنانکہ در تفسیر احییتنا اثنتین وامتنا اثنتین گفتہ اند (تیسیر القاری شرح صحیح بخاری ج ۳ ص ۴۲۴، ۴۲۵) اُس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی دو موتیں نہیں چکھائے گا، یعنی اِس موت کے بعد ابدی حیات کے ساتھ آپ زندہ رہیں گے، کیونکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام عالم برزخ میں زندہ ہیں، بخلاف دوسرے مسلمانوں کے کہ ان کو اللہ تعالیٰ منکر نکیر کے سوال کے وقت زندہ کرتے ہیں پھر موت دیتے ہیں جیسا کہ احییتنا اثنتین وامتنا اثنتین کی تفسیر میں یہی کہا گیا ہے۔ (۷) وقال الداودي: لا يموت في قبره موتة أخرى كما قيل في الكافر والمنافق بعد أن ترد إليه روحه ثم يقبض (التوضیح لابن ملقن ج ۲۱ ص ۲۳۲) (۸) قال الداودي لا يموت في قبره موتةً أخرى كما يتفق لمن يُسأل عند ردّ روحه إليه ثم يُقبض (مصابیح الجامع للدمامینی م ۸۲۷ھ ج ۸ ص ۱۴۰) (۹) وَقِيلَ أَرَادَ لَا يَمُوتُ مَوْتَةً أُخْرَى فِي الْقَبْرِ كَغَيْرِهِ إِذْ يحيا ليسئل ثُمَّ يَمُوتُ وَهَذَا جَوَابُ الدَّاوُدِيِّ (فتح الباری لابن حجر ج ۳ ص ۱۴۸) (۱۰) قال الداودي: وقيل لَا يَمُوت موتة أُخْرَى فِي قَبره كَمَا يحيى غَيره فِي الْقَبْر فَيسْأَل ثمَّ يقبض (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰) (۱۱) وَقَالَ الدَّاودِيّ أَي لَا يَمُوت فِي قَبره موتة أُخْرَى، كَمَا قيل فِي الْكَافِر وَالْمُنَافِق بعد أَن ترد إِلَيْهِ روحه ثمَّ تقبض (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۹۳) (۱۲) وقيل: أراد أن لا يموت موتة أخرى في القبر كغيره إذ يحيا ليسأل ثم يموت وهذا جواب الداودي (ارشاد الساری ج ۹ ص ۴۱۵) (۱۳) وقيل: أراد أنه لا يموت موتة أخرى في القبر كغيره إذ يحيا ليسئل ثم يموت. وهذا جواب الداودي (المواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۵۶۷) (۱۴) وقيل: أراد لا يموت موتة أخرى في القبر كغيره إذ يحيا ليسأل ثم يموت، قاله الداودي. (سبل الہدی والرشاد للصالحی ج ۱۲ ص ۳۰۲) (۱۵) اللامع الصبیح ج ۱۰ ص ۴۴۵۔ (از ص ۴۶۵، قول ۴۹۲) (۱۶) اتحاف الاخصا بفضائل المسجد الاقصیٰ ج ۲ ص ۵۹ (از ص ۴۹۸، قول: ۶۰۴) (۱۷) اتحاف الاخصا بفضائل المسجد الاقصیٰ ج ۲ ص ۵۹ (از ص ۴۹۸، قول: ۶۰۵)

خلاصہ یہ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک اعلان کیا نبی کریم ﷺ کی قبر میں دائمی حیات کا، اور دوسرا اعلان کیا عالم دنیا میں نبی کریم ﷺ پر وقوع موت کا اور کسی ایک صحابی نے بھی ان دونوں اعلانوں پر نہ اعتراض کیا نہ انکار کیا اور نہ اختلاف کیا، لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نبی کریم ﷺ کی قبر والی دائمی حیات پر بھی اجماع ہوا اور عالم دنیا کی موت پر بھی اجماع ہوا اور اہل سنت والجماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دونوں اجماع مانتے ہیں، اور اسی کے مطابق عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی عالم دنیا کی موت بھی برحق ہے اور قبر میں دائمی حیات بھی برحق ہے۔

نکتہ نمبر ۱: آپ ﷺ کی قبر میں دائمی حیات کا عقیدہ اتنا اہم ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلے قبر والی دائمی حیات کے عقیدے کا اعلان فرمایا، اور وقوع موت کا اعلان بعد میں فرمایا، وجہ یہ کہ عالم دنیا کی موت تو مشاہدہ سے ثابت ہوتی ہے اور مشاہدات پر ایمان لانا کوئی کمال نہیں۔ ہاں! البتہ موت کے بعد عالم برزخ کی قبر والی حیات امور غیبیہ میں سے ہے اور اصل ایمان یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صدق وصداقت پر اعتماد کر کے غیبی امور پر اور غیوبات کی غیبی خبروں پر ایمان لایا جائے اور ایمان لا کر الذین یؤمنون بالغیب کا سچا مصداق بنا جائے۔

نکتہ نمبر ۲: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فقط یہ نہیں فرمایا لایذیقك الله الموتتین (اللہ آپ کو دو موتیں نہیں چکھائے گا)، بلکہ فرمایا لایذیقك الله الموتتین ابدا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا والی موت کے بعد ایسی حیات عطا کریں گے جس کے بعد آپ پر کبھی بھی موت نہیں آئے گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رَبِّ یَسِّرْ وَاَعِنْ

باب چہارم ...... عقیدہ خیر القرون

۱...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (اقوال: ۱۷)

۲...... تابعین عظام رحمہم اللہ (اقوال: ۶۵)

۳...... تبع تابعین رحمہم اللہ (اقوال: ۲۲)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

عقیدہ خلیفہ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (م ۱۳ھ)

۱...... ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے بوقت وفات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہا کہ میرے ان دو کپڑوں کو دھو کر مجھے ان میں کفن دینا، فَاِنَّمَا اَبُوكِ اَحَدُ رَجُلَیْنِ اِمَّا مکسوا اَحسنَ الْکِسْوَۃِ وَاِمَّا مسلوبا اَسْوَأَ السَّلْبِ کیونکہ آپ کے ابا دو آدمیوں میں سے ایک ہیں یا تو (قبر میں) اس کو خوبصورت ترین کپڑے پہنائے جائیں گے یا بدترین طریقہ سے اس کے کپڑے چھین لئے جائیں گے (اور قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی شہادت اور یار غار اور یار مزار ہونے کی برکت وسعادت سے اللہ تعالیٰ نے یقینا آپ کے لئے جنت کا بہترین بستر بچھایا اور جنت کا بہترین لباس پہنایا ہوگا)

فائدہ: معلوم ہوا جس جسد کو دنیا میں موت کے بعد کفن دیا جاتا ہے قبر میں اسی کو خوبصورت لباس پہنایا جاتا ہے اور وہ جسد عنصری ہے۔

۲...... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی وفات کے موقع پر آپ ﷺ کی حیات فی القبر اور اس کے دوام کا اعلان فرمایا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُذِيقُكَ اللهُ الْمَوْتَتَيْنِ أَبَدًا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اللہ آپ کو کبھی بھی دو موتیں نہیں چکھائے گا۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۱۷) کیونکہ عالم دنیا میں جو موت مقدر تھی وہ تو آ چکی اب اللہ تعالیٰ آپ کو برزخ میں یعنی قبر میں ایسی حیات عطا فرمائیں گے جس کے بعد موت نہیں آئے گی۔ حتیٰ کہ قیامت کے روز پہلا صور پھونکنے سے غیر انبیاء پر موت واقع ہوگی لیکن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بے ہوشی طاری ہوگی پس ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ اپنی قبر شریف میں اپنے جسد اطہر کے ساتھ زندہ ہیں اور زندگی بھی ایسی کہ جس کے بعد موت نہیں۔۔ اس کی باحوالہ پوری تفصیل خطبہ صدیق میں گزر چکی ہے۔

عقیدہ خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ (م ۲۳ھ)

۳...... عَنْ مَالِكٍ قَالَ: أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ اسْتَسْقِ اللهَ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا فَأَتَاهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي الْمَنَامِ فَقَالَ ائْتِ عُمَرَ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مُسْقَوْنَ وَقُلْ لَهُ عَلَيْكَ الْكَيْسَ الْكَيْسَ. فَأَتَى الرَّجُلُ عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ مَا آلُو إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۷ ص ۴۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۳۵۶) مالک الدار تابعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قحط پڑا تو ایک آدمی نبی ﷺ کی قبر شریف کی طرف آیا، اس نے کہا اے اللہ کے رسول! اپنی امت کے لئے اللہ سے پانی طلب کیجئے، کیونکہ وہ ہلاک ہو چکے ہیں، رسول اللہ ﷺ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: تو عمر کے پاس جا اور اس کو سلام کہہ اور اس کو بتادے کہ بارش ہوگی، اور اس کو کہہ دے آپ پر لازم ہے خوب ہوشیاری، وہ آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کو خبر دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو دیئے پھر کہا اے میرے رب! میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا مگر وہ چیز جس سے میں عاجز ہو جاؤں اور سیف بن عمر نے الفتوح الکبیر میں لکھا ہے کہ قبر پر آنے والا اور خواب دیکھنے بلال بن حارث مزنی ہیں جو صحابی ہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی قبر شریف کے پاس آ کر آپ ﷺ سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے اور یہ تب ہو سکتا ہے جب آپ ﷺ کے جسد عنصری میں کامل حیات کا عقیدہ ہو۔

۴...... خرج شاب بالمدينة لصلاة العشاء في ايام عمر بن الخطاب - رضي الله عنه - فرأته امرأة فعرضت نفسها عليه الخ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک نوجوان مدینہ میں نماز عشاء کے لئے نکلا اس کو ایک عورت نے دیکھا تو اس کو اپنی طرف مائل کیا اور اس کو گناہ کی دعوت دی وہ نوجوان اس کے گھر کی طرف اس کے پیچھے چل پڑا، پھر نوجوان نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو یاد کیا۔ إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ بے شک متقی لوگوں کے دل میں جب شیطان کی طرف سے وسوسہ آتا ہے تو وہ اس بات کو یاد کرتے ہیں کہ اگر ان سے یہ گناہ ہوا تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوں گے تو فوراً بینا اور چوکس ہو جاتے ہیں (اور گناہ سے بچ جاتے ہیں) جب نوجوان نے یہ آیت پڑھی تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا عورت

نے اس کو اپنے گھر کے دروازے کے سامنے پھینک دیا۔ نوجوان کا باپ وہاں سے گزرا تو اس نے اس کو دیکھا پھر جب اسے افاقہ ہوا تو باپ نے اس کا حال پوچھا نوجوان نے باپ کو پورا حال بتادیا۔ حال بتاتے ہوئے جب دوبارہ یہ آیت پڑھی تو اس کی جان نکل گئی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ جب لوگوں نے اس کو دفن کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع پہنچی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی قبر پر تشریف لائے اور اس کو آواز دی اے فلاں! ولمن خاف مقام ربہ جنتان جو اپنے رب سے ڈر گیا اس کے لئے دو باغ ہیں۔ نوجوان نے قبر سے جواب دیا یا عمر قد اعطانیهما ربی بفضله اے عمر! اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے وہ دو باغ عطاء کر دیئے ہیں۔　　(شرح بخاری للسفیری ج ۱ ص ۴۶۵۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۷۹)

فائدہ: اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ جسد عنصری میں حیات فی القبر کا نہ ہوتا تو وہ میت کو آواز نہ دیتے۔ پس آپ کا میت کو آواز دینا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عمر حیات فی القبر کے قائل تھے پھر قبر سے میت کا جواب دینا حیات فی القبر کی واضح دلیل ہے۔

۵..... حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے روضہ پاک کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی غیبت کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غیبت کرنے والے سے پوچھا تعرف صاحب هذا القبر کیا آپ اس قبر والے کو پہچانتے ہو؟ هو محمد بن عبد الله بن عبد المطلب یہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں، وعلی بن ابی طالب بن عبد المطلب اور حضرت علی کا بھی نسب نامہ یہی ہے (یعنی حضرت علی، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں۔ اس لئے (حضرت علی کی غیبت نہ کر بلکہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ تو صرف اور صرف خیر کے ساتھ کیا کر۔ فَإِنَّكَ إِنْ أَبْغَضْتَهُ آذَيْتَ هٰذَا فِي قَبْرِهٖ کیونکہ اگر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا تو اس قبر والے (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو آپ نے قبر میں ایذا پہنچائی۔　　(فضائل الصحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۶۴۱)

فائدہ: قبر میں ایذا تب ہوگی جب قبر میں زندہ ہوں۔

۶..... حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عمر بن الخطاب سے سنا وہ فرما رہے تھے إِنَّهُ سَيَخْرُجُ بَعْدَكُمْ قَوْمٌ يُكَذِّبُونَ الخ عنقریب تمہارے بعد ایک ایسی قوم ظاہر ہوگی جو رجم، دجال، حوض کوثر، عذاب قبر کی تکذیب کرے گی اور اس بات کی بھی تکذیب کرے گی کہ قیامت کے روز کچھ لوگوں کو دوزخ سے نکالا جائے گا۔ (جامع معمر بن راشد، نیز مصنف عبد الرزاق، مسند احمد، الزہد لہناد، مسند الحارث، السنۃ للمروزی، الشریعۃ للآجری، اصول السنۃ لابن ابی زمنین، شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ للالکائی، السنن الواردۃ فی الفتن للدانی، البعث والنشور للبیہقی، التمہید لابن عبد البر، الاستذکار لابن عبد البر، حسنہ الالبانی فی صحیح الترغیب والترہیب)

۷..... حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دن مدینہ منورہ میں منبر رسول پر خطبہ دیا اور اپنے خطبہ میں فرمایا بے شک جنات عدن میں ایک محل ہے جس کے پانچ سو دروازے ہیں ہر دروازے پر خوبصورت آنکھوں والی پانچ ہزار حوریں ہیں لَا يَدْخُلُهُ إِلَّا نَبِيٌّ اس محل میں اور کوئی داخل نہیں ہوگا مگر نبی، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب بنا کر کہا هنيئا لك يا صاحب القبر آپ کو مبارک ہو اے صاحب قبر! (یعنی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر کہا او صديق یا اس محل میں صدیق رضی اللہ عنہ داخل ہوگا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر کی طرف متوجہ ہو کر کہا هنيئا لك يا ابابكر اے ابوبکر! آپ کو بھی مبارک ہو۔　　(معجم کبیر طبرانی ج ۹ ص ۱۶۳)

فائدہ: ایسی خوشخبری نام لے کر خطاب کر کے اسی آدمی کو سنائی جاتی ہے اور مبارک باد دی جاتی ہے جو زندہ ہو اور سنتا سمجھتا ہو۔

۸...... حویرث بن رباب کہتے ہیں: بینا انا بالاثابة اذ خرج علینا انسان من قبر یلتھب وجھه وراسه نارا فی جامعة من حدید فقال اسقنی اسقنی الخ میں اثابہ میں تھا کہ ایک آدمی قبر سے نکلا ہماری طرف آیا جس کے چہرے اور سر پر آگ شعلے مار رہی ہے لوہے کا طوق اس کے گلے میں ہے، اس نے کہا مجھے پانی پلائیے، مجھے پانی پلائیے۔ اس کے پیچھے ایک اور آدمی آیا اس نے کہا لا تسق الکافر کافر کومت پانی پلانا، اس نے زنجیر کا کنارہ پکڑا اور منہ کے بل اس کو گرایا پھر اس کو گھسیٹا اور دونوں قبر میں داخل ہو گئے، اور میری اونٹنی کی یہ حالت کہ وہ میرے قابو سے باہر ہوگئی، حتیٰ کہ وہ عرق الظبیہ جگہ میں بیٹھ گئی۔ میں نے مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی پھر میں سوار ہوگیا حتیٰ کہ میں صبح کے وقت مدینہ منورہ پہنچا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ کو خبر دی۔ حضرت عمر نے فرمایا اے حویرث! واللہ ما اتھمك میں آپ کو جھوٹ کے ساتھ متہم نہیں کرتا آپ نے درست خبر دی ہے اس کے بعد آپ نے وہاں کے چند بوڑھوں کو بلایا جنہوں نے جاہلیت کا زمانہ بھی پایا تھا اور مجھے بلا کر کہا ان کے سامنے بیان کر میں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ بیان کر دیا انہوں نے بتایا اے امیر المومنین! یہ قبیلہ بنی غفار کا آدمی ہے جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہوا اور مہمان کے لئے کوئی حق نہیں سمجھتا تھا۔ (القبور لابن ابی الدنیا ص ۱۰۹)

۹...... یحییٰ بن راشد کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وصیت میں فرمایا میرے کفن میں میانہ روی اختیار کرنا کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں میرے لئے خیر کا فیصلہ ہوا تو اللہ تعالیٰ مجھے اس سے بہتر لباس پہنا دیں گے اور اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں میرے لئے اس کے علاوہ کوئی فیصلہ ہوا۔ تو بہت جلدی مجھ سے یہ چھین لیا جائے گا اور میری قبر کے بارے میں بھی میانہ روی اختیار کرنا، فَاِنَّهٗ اِنْ كَانَ لِیْ عِنْدَ اللّٰه خیر وسع فِیْ قَبْرِیْ مد بَصرِیْ وَاِنْ كنت علی غیر ذٰلك ضیقها علیّ حتّٰی تختلف اضلاعی اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں میرے لئے خیر ہوئی تو وہ میرے لئے میری قبر کو تاحد نگاہ فراخ کر دے گا اور اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں میرے لئے کچھ اور ہوا تو وہ میری قبر کو مجھ پر اتنا تنگ کر دے گا کہ میری پسلیاں ادھر اُدھر گھس جائیں گی۔ (شرح الصدور ص ۱۹۱، باب احوال الموتی فی قبورہم)

۱۰...... ایک مجوسی خلیفہ ثانی کے پاس آیا، اس کے پاس تین سر تھے اور کہا کہ تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ جو کوئی دنیا سے بے ایمان جائے گا اس کو آگ میں جلایا جائے گا، خلیفہ ثانی نے کہا کہ بے شک، مجوسی بولا کہ یہ سر میرے ماں باپ بھائی کے ہیں ان کے اوپر ہاتھ رکھو اور سوزش کا اثر دریافت کرو، خلیفہ ثانی اٹھے اور ایک ٹکڑا لوہے کا اور پتھر کا اس مجوسی کے پاس لائے اور کہا اے مجوسی! ان دونوں پر ہاتھ رکھ، کیا اس میں کچھ گرمی کا اثر معلوم ہوتا ہے؟ اس نے کہا کچھ نہیں، دونوں سرد ہیں، خلیفہ ثانی نے کہا اس لوہے کو اس پتھر پر مار، اس کے مارتے ہی بہت سی آگ نکلی، خلیفہ دوم رضی اللہ عنہ نے کہا بتا یہ آگ کہاں سے نکلی، اس نے کہا ان دونوں میں آتش پنہاں تھی بسبب رگڑ نے کے نکل آئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر تو کیوں انکار کرتا ہے، شاید ان سروں میں بھی آتش پنہاں ہو جو تیرے ہاتھ کو محسوس نہیں ہوتی، مجوسی نے توبہ کی اور اسلام سے مشرف ہوا، فرق یہ ہے کہ سنگ و آہن کو رگڑنے سے پوشیدہ آتش ظاہر ہو جاتی ہے اور کافر کے بدن میں اس طور پر پوشیدہ ہے کہ وہ ہرگز دریافت نہیں ہوسکتی تاکہ جن وانس دونوں حجاب غفلت میں چھپے رہیں۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص ۴۹۵، باب ۸، عقیدہ سوم)

عقیدہ خلیفہ سوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ (م ۳۵ھ)

۱۱......حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کے قبر کے پاس ٹھہرتے تو اتنا روتے کہ داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی، ان سے پوچھا گیا کہ جنت و دوزخ کا تذکرہ ہو تو آپ اتنا نہیں روتے جتنا قبر کو دیکھ روتے ہیں، فرمایا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے، جو اس میں نجات پا گیا اس کے لئے آگے زیادہ آسانی ہوگی اور اگر اس سے نجات نہ پائی تو آگے اس سے زیادہ سخت عذاب ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۰۰، باب فظاعۃ القبر، مسند احمد، ترمذی ۲/۵۷، سنن ابن ماجہ ص ۳۱۵، مسند بزار، مستدرک حاکم، سنن کبریٰ بیہقی، اثبات عذاب القبر للبیہقی، الاستذکار لابن عبدالبر وغیرہ)

عقیدہ خلیفہ چہارم سیدنا علی رضی اللہ عنہ (م ۴۰ھ)

۱۲......بعض علماء نے کہا ہے کہ لما مات رضی اللہ عنہ۔ جلس علی بن ابی طالب علی قبرہ یسمع بماذا یجیب الملکین الخ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی قبر کے پاس بیٹھے تاکہ وہ سنیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منکر نکیر کے سوال کا کیا جواب دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے (بطور کرامت) حضرت علی کو برزخ کا کچھ علم عطا کیا تھا، جب دو فرشتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو دیکھ کر کانپ گئے پھر ان کو جواب دیا، بعد از جواب دونوں فرشتوں نے کہا اے ابن الخطاب سو جایئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں کیسے سو جاؤں کہ تمہیں دیکھ کر میرے او پر کپکپی طاری ہوگئی، حالانکہ نبی کریم ﷺ کا صحبت یافتہ صحابی ہوں اس لئے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ آئندہ تم کسی مومن اور مومنہ پر اس وحشتناک شکل کے ساتھ داخل نہ ہوگے بلکہ خوبصورت ترین شکل میں داخل ہوگے۔ تو دونوں فرشتوں نے اس بات کو منظور کر کے خوبصورت شکل میں داخل ہونے کا وعدہ کر لیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور فرشتوں کے درمیان جو گفتگو ہوئی یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: نَمْ یا ابن الخطاب فجزاك الله عن المسلمین خیراً لقد نفعت الناس فی حیاتك وبعد مماتك سو جایئے اے خطاب کے بیٹے! اللہ تعالیٰ آپ کو تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطاء فرمائے آپ نے زندگی میں بھی لوگوں کو نفع پہنچایا اور موت کے بعد بھی۔

فائدہ: یہ سب کچھ تب ہو سکتا ہے کہ قبر میں حیات ہو۔

۱۳......حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا کہ قبر آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ آگاہ ہو جاؤ قبر ہر روز تین مرتبہ اعلان کرتی ہے وہ کہتی ہے: انا بیت الدودۃ میں کیڑوں کا گھر ہوں۔ انا بیت الظلمۃ میں تاریکی اور اندھیرے والا گھر ہوں۔ انا بیت الوحشۃ میں وحشتناک گھر ہوں۔ (شرح الصدور ص ۱۰۱، باب فظاعۃ القبر)

فائدہ: اگر قبر میں حیات ہو تو یہ خوف کی جگہ ہے اگر حیات نہ ہو تو مردہ کے لئے روشنی اور تاریکی برابر ہیں۔

۱۴......جلیل القدر تابعی سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ کے قبرستان میں گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آواز دی اے اہل قبور! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تخبرونا باخبارکم ام تریدون ان نخبرکم تم اپنی خبریں ہمیں بتاؤ گے یا تمہارا ارادہ یہ ہے کہ ہم تمہیں خبریں بتائیں؟ ہم نے

آواز سنی وعلیك السلام ورحمة الله وبركاته اے امیر المومنین! ہمیں بتایئے ہمارے بعد کیا ہوا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہاری بیویوں نے آگے نکاح کر لیا۔ تمہارے اموال تقسیم ہو گئے اور تمہاری اولادوں کو یتیموں کے زمرہ میں شامل کر لیا گیا اور تمہاری وہ عمارتیں جن کو تم نے بڑا مضبوط بنایا اس میں تمہارے اعداء نے سکونت اختیار کر لی۔ یہ ہیں وہ خبریں جو ہمارے پاس ہیں فما اخبار ما عندکم تمہاری خبریں کیا ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک میت نے جواب دیا۔ کفن پھٹ گئے، بال بکھر گئے، چمڑے کٹ گئے، آنکھوں کی پتلیاں رخساروں پر بہہ گئیں، نتھنوں سے خون اور پیپ بہہ رہا ہے۔ جو اعمال ہم نے آگے بھیجے ان کو ہم نے پالیا اور جو کچھ ہم نے پیچھے چھوڑا اس کی وجہ سے ہم نقصان اٹھا رہے ہیں اور اپنے اعمال کی وجہ سے ہم قید ہیں۔ (شرح الصدور ص ۱۴۰، باب زیارۃ القبور)

۱۵...... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا القبر صندوق العمل وبعد الموت یا تیك الخبر (شرح الصدور ص ۱۴، باب ذکر الموت)، قبر عملوں کا بکس ہے اور موت کے بعد خبر تیرے پاس آجائے گی۔ (یعنی موت کے بعد قبر میں جو عمل ساتھ لے کر گیا اس کا رزلٹ اور نتیجہ قبر میں ہی سامنے آجائے گا)

۱۶...... عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: كُنَّا نَشُكُّ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ، حَتّٰى نَزَلَتْ أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ (السنة لابن ابی عاصم ج ۲ ص ۴۲۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم عذاب قبر کے بارے میں شک کرتے تھے یہاں تک کہ سورت الھاکم التکاثر نازل ہوئی۔

عقیدہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (م ۳۲ھ)

۱۷...... امام سیوطیؒ طبرانی کبیر بسند حسن، کتاب اثبات عذاب القبر، مصنف ابن ابی شیبہ اور الشریعہ للآجری کے حوالہ جات سے لکھتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف دو فرشتوں کو بھیجتا ہے وہ اس کو جھڑکتے ہیں اور سخت انداز میں پوچھتے ہیں: من نبیك؛ تیرا نبی کون ہے؟ میت کہتی ہے: نبیی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فرشتے کہتے ہیں آپ نے سچ کہا اور دنیا میں بھی تو اسی عقیدہ پر رہا، پھر حکم ہوتا ہے اس کے لئے جنت کا بستر بچھا دو، اس کو جنت کا لباس پہنا دو اور اس کو جنت والا ٹھکانہ دکھا دو۔ لیکن کافر صحیح جواب نہیں دے سکتا تو اس کے بارے میں حکم ہوتا ہے اس کو ایسی ماردی جائے کہ اس کی قبر سے آگ کے شعلے بھڑک اٹھیں یضیق عَلَيْهِ قبره حَتّٰى تختلف عَلَيْهِ اضلاعه وتبعث عَلَيْهِ حيات من حيات الْقَبْرِ كاعناق الْإِبِل اور قبر اس پر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور اونٹ کی گردن کی طرح بڑے سانپ اس پر مسلط کر دیئے جاتے ہیں۔ (شرح الصدور ص ۸۲ باب فتنة القبر)

۱۸...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو آدمی سورۃ تبارك الذی بیده الملك ہر رات پڑھے گا منعه الله بها من عَذَابِ الْقَبْرِ الخ اللہ تعالیٰ اس سورۃ کی وجہ سے اس کو عذاب قبر سے بچالیں گے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کا نام رکھتے تھے المانعة عذاب کو روکنے والی۔

(شرح الصدور ص ۱۲۵، باب ما ینجی من عذاب القبر، نیز شعب الایمان ج ۴ ص ۱۲۵ وغیرہ)

۱۹...... عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ مَن قَرَأَ سُورَةَ الْمُلك كل لَيْلَة عصم من فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَمن واظب على قَوْلِه تَعَالٰى إِنِّي آمَنتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُونِ سهل الله عَلَيْهِ سُؤَال مُنكر وَنَكِير (شرح الصدور ص ۹۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو آدمی ہر رات سورت ملک پڑھے گا وہ فتنۂ قبر سے محفوظ رہے گا، اور جو آدمی انی امنت بربکم فاسمعون پر دوام کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر منکر نکیر کا سوال آسان کر دیں گے۔

۲۰...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اِنَّ الْمَیِّت اِذا مَاتَ اوقدت نیران حولہ فتاکل کل نَار مَایَلیھَا الخ جب میت پر موت آجاتی ہے تو (قبر میں) اس کے اردگرد آگ جلا دی جاتی ہے اگر اس کے پاس ایسا عمل نہ ہو جو اس کے اور آگ کے درمیان حائل ہو جائے تو وہ آگ اس کو کھا جاتی ہے اور اگر کوئی آدمی فوت ہوا اور وہ قرآن سے صرف تبارک الملک پڑھتا رہا تو پس آگ جب اس کے سر کی جانب آتی ہے تو سورۃ تبارک کہتی ہے کہ یہ سر مجھے پڑھتا تھا وہ آگ پاؤں کی جانب آتی ہے تو سورۃ تبارک کہتی ہے کہ یہ میرے ساتھ قیام کرتا تھا آگ اس کے پیٹ کی طرف آتی ہے تو سورۃ کہتی ہے کہ یہ میرا برتن ہے میں اس کے اندر تھی پس اس کو نجات دے دے جاتی ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۸۵ باب ما ینجی من عذاب القبر)

عقیدہ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (م ۳۴ھ)

۲۱...... عَنْ شُرَحْبِیلِ بْنِ السِّمْطِ قَالَ: کُنَّا بِأَرْضِ فَارِسَ، فَأَصَابَنَا إِذْلٌ وَشِدَّةٌ فَجَائَنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ فَقَالَ: أَبْشِرُوا ثُمَّ أَبْشِرُوا مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُرَابِطُ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ، إِلَّا کَانَ کَصِیَامِ شَهْرٍ وَقِیَامِهِ، وَمَنْ مَاتَ مُرَابِطًا فِی سَبِیلِ اللّٰہِ جَرَی عَلَیْهِ عَمَلُهُ إِلَی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَأُجِیرَ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ (مصنف عبدالرزاق الصنعانی ج ۵ ص ۲۸۲، سنن الترمذی ج ۳ ص ۲۴۰) شرحبیل بن سمط فرماتے ہیں ہم فارس کے علاقہ میں تھے ہمیں گردن کا درد اور سختی لاحق ہوئی، پس ہمارے پاس حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آئے اور کہا تم خوش ہو جاؤ، تم خوش ہو جاؤ، جو مسلمان بھی اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے وہ ایسے ہے جیسے ماہِ رمضان میں دن کو روزہ رکھنا اور رات کو قیام کرنا، اور جو شخص اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے مر جائے اس کے لئے اس کے اعمال قیامت تک جاری رہیں گے، اور وہ قبر کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

فائدہ: اگر فوت شدہ کا جسد عنصری بے حس، بے شعور اور بے جان ہو تو وہ مُردہ ہونے کی وجہ سے ہر تکلیف و درد سے محفوظ ہوگا، تو اس کو خوشخبری سنانے کا کیا فائدہ؟ پس فتنۂ قبر سے محفوظ ہونے کی خوشبری تقاضا کرتی ہے کہ فوت شدہ کے جسد عنصری میں حیات ہو اور پھر وہ فتنۂ قبر سے محفوظ ہو۔

۲۲...... حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو بعض اہل کتاب نے خبر دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا طول القنوت الامان علی الصراط وطول السجود الامان من عذاب القبر نماز کے اندر طول قیام میں پل صراط کے خطرات سے امان ہے اور طول سجدہ سے عذاب قبر سے امان ہے۔

(شرح الصدور ص ۱۸۴، باب ما ینجی من عذاب القبر۔ نیز تاریخ اصبہان ج ۱ ص ۷۶)

عقیدہ صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ (م ۳۵ھ، او ۴۱ھ)

۲۳...... علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ عامر شعبی کہتے ہیں کہ حضرت صفوان بن امیہ قبرستان میں تھے کہ ایک جنازہ آیا تو حضرت صفوان نے ایک قبر سے غمناک اور دردناک آواز سنی قبر سے یہ آواز آئی ہے انعم اللہ بالظعینة

عینا: وبمسراك یا امینة الینا۔ جزعا ما جرعتُ من ظلمة القبرِ ومن مسك التراب مبینا۔ کوچ کرنے والی کی وجہ سے اور اے امینہ! تیرے ہماری طرف آنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہماری آنکھوں کو ٹھنڈا کرے اور قبر کی ظلمت کی وجہ سے کوئی گھبراہٹ نہ ہو اور قبر کی مٹی سے کستوری جیسی خوشبو ظاہر ہو۔ حضرت صفوان نے قبر سے جو کچھ سنا قوم کو اس کی خبر دی پس وہ اتنے روئے کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ لوگوں نے شعبی سے پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ امینہ کون ہے؟ شعبی کہتے ہیں میں نے کہا میں نہیں جانتا۔ انہوں نے بتایا کہ چارپائی پر جو میت رکھی ہے یہ امینہ ہے، اور یہ اس قبر والی عورت کی بہن ہے جو اس سے ایک سال پہلے فوت ہوئی ہے۔ صفوان نے کہا میں تو پہلے یہ سمجھا تھا کہ میت نہیں بولتی یہ آواز کہاں سے آئی ہے؟ (خود آواز سن کر حضرت صفوان بھی میت کے تکلم کے قائل ہو گئے) (شرح الصدور ص ۱۴۵۔ القبور لابن ابی الدنیا ص ۵۸۔ تاریخ ابن عساکر ۲۴/ ۱۲۰)

عقیدہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ (م ۳۶ھ)

۲۴...... علامہ سیوطی لکھتے ہیں حضرت حذیفہ نے کہا: الرّوح بید ملك وَإنّ الْجَسَد لیغسل وَإنّ الْملك لیمشي مَعَه إلَى الْقَبْرِ فَإذا سوي عَلَیْهِ سلك فِیْهِ فَذٰلِك حِین یُخَاطب جب میت کو غسل دیا جاتا ہے تو میت کی روح فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور وہ فرشتہ روح کو لے کر میت کے ساتھ قبر کی طرف چلتا ہے اور جب قبر پر مٹی برابر کردی جاتی ہے تو فرشتہ روح سمیت قبر میں داخل ہو جاتا ہے۔ پس یہ وقت ہے جس میں میت سے سوال و جواب ہوتا ہے۔ (شرح الصدور ص ۶۲، المنامات لابن ابی الدنیا ص ۱۱)

۲۵...... امام بیہقی کے حوالہ سے علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ سیدنا حذیفہ نے کہا: اِنّ الرّوح بید الْملك والجسد یقلب فَإذا حملوه تَبِعَهُمْ فَإذا وضع فِي الْقَبْرِ بثه فِیهِ روح فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور میت کے جسد کو غسل کے وقت الٹ پلٹ کیا جاتا ہے پھر جب میت کو اٹھا کر لے جاتے ہیں تو وہ فرشتہ ان کے پیچھے جاتا ہے اور جب قبر میں میت کو رکھ دیا جاتا ہے تو فرشتہ روح کو میت کے جسد میں پھیلا دیتا ہے۔ (شرح الصدور ص ۶۲)

عقیدہ سیدنا ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ (م قبل ۴۰ھ، وقیل ۵۴ھ)

۲۶...... ابن ابی حاتم، معجم اوسط للطبرانی اور ابن مندہ کے حوالہ سے علامہ سیوطی لکھتے ہیں حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: اِنّ الْمُؤمن اِذا مَاتَ اُجْلِسَ فِي قَبرِهٖ فَیُقَال لَهٗ من رَبُّكَ الخ مومن جب فوت ہو جاتا ہے تو اس کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے اس سے پوچھا جاتا ہے تیرا رب کون؟ وہ جواب دیتا ہے اللہ۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے تیرا نبی کون؟ وہ جواب دیتا ہے محمد بن عبداللہ۔ اس سے یہ سوال و جواب تین مرتبہ ہوتا ہے۔ پھر اس کے لئے دوزخ کی طرف دروازہ کھول کر کہا جاتا ہے، دیکھ اگر تو دین سے کج روی اختیار کرتا تو تیرا یہ ٹھکانہ ہوتا، پھر اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اس کو کہا جاتا ہے دیکھ اپنے گھر کی طرف جو ثابت قدمی کے نتیجہ میں تجھے نصیب ہوا ہے اور جب کافر مرتا ہے تو اس کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے اس سے پوچھا جاتا ہے من ربك، تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: لا ادری میں نہیں جانتا، میں نے لوگوں کو سنا وہ کہتے تھے پھر اس کے لئے

جنت کی طرف دروازہ کھول کر کہا جاتا ہے اگر تو دین پر ثابت قدمی اختیار کرتا تو یہ تیرا گھر ہوتا۔ پھر اس کے لئے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اس کو کہا جاتا ہے جب تو نے دین سے کجی اختیار کی تو اب دیکھ اپنا ٹھکانہ۔ قبر میں مومن کے سوال کے وقت ثابت قدمی اور کافر کی گمراہی کا اس آیت میں ذکر ہے یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الخ۔ اللہ تعالیٰ (قبر میں سوال کے وقت) مؤمنین کو کلمہ طیبہ کی برکت سے ثابت قدم رکھتا ہے اور کافر ظالموں کو گمراہ کرتا ہے۔ (شرح الصدور ص ۸۶)

عقیدہ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ (م ۴۳ھ)

۲۷...... حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بوقت وفات وصیت کی جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ کوئی نوحہ کنندہ نہ ہو اور نہ جنازہ کے ساتھ آگ ہو پھر جب تم مجھے دفن کر لو تو میری قبر پر خوب پانی چھڑ کنا از اں بعد میری قبر کے ارد گرد اتنی دیر ٹھہرے رہو جتنی دیر میں اونٹ کو نحر کیا جاتا ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے حَتّٰی اَسْتَاْنِسَ بِکُمْ وَاَنْظُرَ مَاذَا اُرَاجِعُ بِہٖ رُسُلَ رَبِّیْ تاکہ میں تمہاری وجہ سے مانوس رہوں اور قبر کی وحشت دور ہو اور میں دیکھ لوں کہ اپنے رب کے قاصد فرشتوں کا کیا جواب دیتا ہوں۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۶، باب کون الاسلام یھدم الخ، نیز طبقات ابن سعد، المحتضرین لابن ابی الدنیا (ولفظہ حتی آنس بکم) مستخرج ابی عوانہ، الثقات لابن حبان (ولفظہ استر بکم)، وصایا العلماء للربعی، الایمان لابن مندہ، السنن الکبریٰ للبیہقی، شرح الصدور ص ۸۳: باب فتنۃ القبر، وغیرہ)

۲۸...... امام سیوطی ابن عساکر کے حوالہ سے لکھتے ہیں سفیان بن وہب خولانی کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمرو بن العاص کے ساتھ اس پہاڑ کی چوٹی پر چل رہے تھے اور ہمارے ساتھ مقوقس (جو مصر اور اسکندریہ کا بادشاہ تھا اور مسلمان تھا۔ غیاث اللغات) بھی تھا حضرت عمرو بن العاص نے مقوقس کو کہا کیا وجہ ہے تمہارا یہ پہاڑ گنجا ہے شام کے پہاڑوں کی طرح اس پر کوئی سبزہ، نباتات اور درخت نہیں ہے؟ اس نے کہا ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے دریائے نیل کی وجہ سے ان چیزوں سے مستغنی کر دیا ہے۔ لیکن اس پہاڑ کے نیچے وہ باغات ہیں جو ان نباتات اور درختوں سے بہتر ہیں حضرت عمرو بن العاص نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا اس کے نیچے ایسی قوم مدفون ہے جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس طرح اٹھائے گا کہ ان پر کوئی حساب نہ ہوگا حضرت عمرو بن العاص نے دعا کی اللھم اجعلنی منھم اے اللہ! مجھے ان میں سے کر دے۔ حرملہ کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن العاص کی قبر وہیں دیکھی اور اسی جگہ ابو بصیر غفاری اور عقبہ بن عامر کی قبریں تھیں۔ (شرح الصدور ص ۶۷، باب الدفن)

معلوم ہوا کہ عمرو بن العاص کا عقیدہ تھا کہ ارضی قبر جس میں جسد عنصری ہوتا ہے جنت کا باغ ہے یا جہنم کا گڑھا ہے۔

عقیدہ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ (م ۵۱ھ)

۲۹...... عبدالرحمن بن ابی بکرہ کہتے ہیں میں نے اپنے باپ کو کہا اے ابا جان! میں ہر صبح سنتا ہوں آپ یہ دعا کرتے ہیں اور اس دعا میں آپ کہتے ہیں: اللھم انی اعوذبك من الکفر والفقر اللھم انی اعوذبك من عذاب القبر لا الہ الا انت...... ابوبکرہ نے کہا جی ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا وہ یہ دعا کرتے تھے میں پسند یہ کرتا ہوں کہ آپ کے طریقہ پر چلتا رہوں۔ (مسند ابی داود طیالسی ج ۲ ص ۱۹۹)

عقیدہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (م ۵۵ھ)

۳۰...... حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یُقْعَدُ الْمُؤْمِنُ فِی قَبْرِہٖ الخ مومن کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے اور اس سے سوال کیا جاتا ہے من ربك؟ وہ کہتا ہے اللہ۔ پھر سوال کیا جاتا ہے ما دینك؟ وہ کہتا ہے الاسلام، تیسرا سوال کیا جاتا ہے من نبیك؟ وہ کہتا ہے محمد (ﷺ) اس جواب کے بعد اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں فراخی پیدا کر دیتے ہیں اور اس کو اس کا جنت کا گھر دکھایا جاتا ہے اور کافر کو قبر میں بٹھا کر پوچھا جاتا ہے من ربك؟ وہ کہتا ہے ہاہ۔ پھر پوچھا جاتا ہے من نبیك؟ وہ کہتا ہے ہاہ فَیَضِیْقُ عَلَیْہِ قَبْرُہٗ حَتّٰی تَخْتَلِفَ اَضْلَاعُہٗ فِیْہَا الخ اس کے بعد اس پر قبر اتنی تنگ کر دی جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور اس کو اس کا دوزخ والا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اور اس کو ایسی ماردی جاتی ہے کہ اس کی چیخیں قریب والی ہر چیز سنتی ہے سوائے جن وانس کے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان یثبت اللہ الذین الخ میں اسی کا بیان ہے۔ (الآثار لابی یوسف ص ۲۰۳)

۳۱...... حضرت سعد پانچ چیزوں کا حکم کرتے اور فرماتے حضور ﷺ بھی ان کا حکم فرماتے تھے، وہ یہ ہے: اللھم انی اعوذبك من البخل واعوذبك من الجبن واعوذبك ان ارد الی ارذل العمر و اعوذبك من فتنة الدنیا یعنی فتنة الدجال اعوذبك من عذاب القبر اے اللہ میں تیری پناہ پکڑتا ہوں بخل سے، بزدلی سے اور اس بات سے کہ میں عمر کے رذیل ترین حصہ کی طرف لوٹایا جاؤں اور دنیا کے فتنہ یعنی دجال کے فتنہ سے اور میں تیری پناہ پکڑتا ہوں عذاب قبر سے۔

(بخاری ج ۲ ص ۹۴۵، نیز مسند احمد، سنن نسائی، مسند ابی یعلی، ابن خزیمہ، ابن حبان، وغیرہ)

۳۲...... واخرج ابن ابی شیبة عن سعد بن ابی وقاص انه کان یرجع من الخ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت سعد جب اپنی زمین کی دیکھ بھال کر کے واپس ہوتے اور شہداء کے قبور کے پاس گزرتے تو کہتے: السلام علیکم وانا ان شاء بکم لاحقون اے اہل قبور! تم پر سلام اور ان شاء اللہ ہم بھی تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں۔ پھر اپنے دوست واحباب کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے: الا تسلمون علی الشھداء فیردوا علیکم آپ لوگ شہداء کو سلام کیوں نہیں کر دیتے کہ وہ بھی تمہیں سلام کا جواب دیتے۔

(شرح الصدور ص ۲۱۷، باب زیارت القبور)

فائدہ: ظاہر ہے سلام وہی سنتا اور سلام کا جواب دیتا ہے جو زندہ ہوتا ہے اور السلام علیکم کہہ کر اسی انسان سے بات کی جاتی ہے جو سنتا سمجھتا ہو معلوم ہوا کہ حضرت سعد اور ان کے رفقاء حیات قبر کے قائل تھے۔

عقیدہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (م ۵۷ھ)

۳۳...... اِنَّ الْکَافِرَ یُسَلَّطُ عَلَیْہِ فِی قَبْرِہٖ شُجَاعٌ اَقْرَعُ یَاْکُلُہٗ مِنْ رَاْسِہٖ حَتّٰی یَنْتَھِیَ اِلٰی قَدَمِہٖ ثُمَّ یُکْسٰی لَحْمًا فَیَاْکُلُہٗ مِنْ قِبَلِ قَدَمِہٖ حَتّٰی یَنْتَھِیَ اِلٰی رَاْسِہٖ ثُمَّ یُعَادُ فَیَعُوْدُ حَتّٰی یَنْتَھِیَ اِلٰی قَدَمَیْہِ ثُمَّ کَذٰلِكَ (السنہ لعبداللہ بن احمد ج ۲ ص ۶۱۷) بے شک کافر پر اس کی قبر میں گنجا سانپ مسلط کیا جاتا ہے جو اس کو اس کے سر سے

کھانا شروع کرتا ہے حتیٰ کہ اس کے قدموں تک پہنچتا ہے۔ پھر اس کو گوشت پہنایا جاتا ہے اور وہ اس کے قدموں سے کھانا شروع کرتا ہے حتیٰ کہ اس کے سر کی طرف پہنچتا ہے۔ پھر گوشت لوٹایا جاتا ہے اور وہ بھی لوٹ آتا ہے اور قدموں تک اس کو کھاتا ہے اسی طرح اس کے ساتھ ہوتا رہتا ہے۔

فائدہ: قبر میں جسد عنصری ہوتا ہے، نیز کفر روح اور جسد عنصری کرتے ہیں تو عذاب بھی ان کو ہوتا ہے۔

۳۴...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے قاسم محمد روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے والد کی قبر پر آئیں تو کہا: نضر الله وجهك وشكر لك صالح امرك فلقد كنت للدنيا مذلا باعراضك عنها الخ اللہ تعالیٰ آپ کے چہرے کو تر و تازہ رکھے اور آپ کے نیک امور کو قبول فرمائے آپ نے دنیا سے اعراض کر کے اس کو ذلیل کیا اور آخرت کی طرف متوجہ ہو کر آخرت کی عزت کی، رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بڑی مصیبت آپ کی موت اور آپ کو گم کرنے کا صدمہ ہے۔ بے شک اللہ کی کتاب نے آپ کی موت پر صبر کرنے کی وجہ سے بہترین بدلے کا وعدہ کیا ہے پس میں اللہ سے اس کا وہ وعدہ طلب کرتی ہوں جو اس نے آپ کی موت کے بعد صبر کرنے پر کیا ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے بدلہ مانگتی ہوں آپ کے لئے دعا کرنے کی وجہ سے۔ انا لله و انا اليه راجعون وعليك السلام و رحمة الله الوداع اس کی طرف سے جو آپ کی حیات کے وقت سے پریشان خاطر نہیں تھی، اور آپ کی موت کے فیصلہ پر آفت زدہ نہیں۔ (الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ج ۱ ص ۲۶۵)

۳۵......معاذہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا آپ ہمیں اس بات کی خبر دیں گی کہ ہمارے مدفون کو قبر میں کیا پیش آتا ہے اور اس کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: اِنْ كَانَ مُؤمنا فسح لَهٗ فِي قَبرہ اَرْبَعُونَ ذِرَاعًا اگر میت مومن ہوتی ہے تو اس کے لئے چالیس ہاتھ تک قبر فراخ کر دی جاتی ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۰۹)

۳۶......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حجرہ مبارکہ میں داخل ہوتی تو پردے والی چادر اتار کر رکھ دیتی اور کہتی کہ حجرہ میں میرا باپ اور میرا خاوند ہے: فلما دفن عمر معهم ما دخلته الا وانا مشدودة على ثيابي حياء من عمر اور جب حضرت عمر ان کے ساتھ دفن کئے گئے تو میں پردے والا کپڑا اپنے اوپر مضبوط رکھتی عمر سے حیا کرنے کی وجہ سے (شرح الصدور ص ۱۳۶، نیز مسند احمد، مستدرک حاکم، مشکوۃ، مجمع الزوائد وقال رِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيح وغیرہ)

۳۷...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب (حبشہ میں) نجاشی فوت ہوا تو ہم سے یہ بیان کیا جاتا تھا کہ اس کی قبر میں نور دکھائی دیتا تھا۔ (شرح الصدور ص ۱۰۳۔ نیز ابوداود ج ۱ ص ۳۴۲۔ مشکوۃ ج ۲ ص ۵۴۵)

۳۸......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے ایک چھوٹے بچے کا جنازہ گذرا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رو پڑیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا آپ کو کس چیز نے رلا دیا۔ فرمانے لگیں هٰذَا الصَّبِيُّ بَكَيْتُ لَهٗ شَفَقَةً عَلَيْهِ من ضمة الْقَبْر اس بچے پر شفقت کی وجہ سے کہ یہ چھوٹا سا بچہ قبر اس کو بھی دبائے گی۔ (شرح الصدور ص ۱۷)

فائدہ: قبر میں جو جسد ہے قبر اسی کو دباتی ہے اور وہ جسد عنصری ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ یہ تھا کہ یہی ارضی قبر اپنے اندر مدفون جسد عنصری کو دباتی ہے اور بالغ و نابالغ سب کو دباتی ہے، اور دبانا تکلیف دہ تب ہوگا جب اس میں حیات ہو۔

عقیدہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (م ۵۷ھ)

۳۹...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میت مؤمن ہو تو قبر میں فرشتوں کے سوالات کا صحیح جواب دیتا ہے ثُمَّ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُونَ ذِرَاعًا وَيُنَوَّرُ لَهُ فِيهِ ثُمَّ يُفْتَحُ لَهُ بَابٌ إِلَى الْجَنَّةِ (مصنف ابن شیبہ ج ۳ ص ۵۶) پھر قبر میں ستر ہاتھ تک کشادگی ہو جاتی ہے اور قبر منور ہو جاتی ہے اور جنت کی طرف صاحب قبر کے لئے ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔

۴۰...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فَإِذَا أُدْخِلَ فِي لَحْدِهِ أُقْعِدَ فَأُرِيَ مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَمَا أَعَدَّ اللهُ لَهُ، وَمُلِئَ قَبْرُهُ مِنْ رَوْحٍ وَرَيْحَانٍ وَمِسْكٍ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۱۲۶) جب نیک میت کو لحد میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کو بٹھایا جاتا ہے اور اسے جنت کا ٹھکانہ اور وہ نعمتیں دکھائی جاتی ہیں جو اللہ نے اس کے لئے تیار کر رکھی ہیں اور اس کی قبر کو خوشبوؤں سے بھر دیا جاتا ہے۔

۴۱...... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: "إِذَا مَرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرٍ يَعْرِفُهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَعَرَفَهُ وَإِذَا مَرَّ بِقَبْرٍ لَا يَعْرِفُهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ (شعب الایمان للبیہقی ج ۱۱ ص ۴۷۳، الصارم المنکی لابن عبد الہادی ص ۲۲۴، کتاب الروح لابن القیم ص ۵، شرح الصدور للسیوطی ص ۲۰۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب آدمی ایسی قبر کے پاس گزرے اور اس پر سلام کرے جس کو صاحب قبر دنیا میں پہچانتا تھا تو صاحب قبر اس کو پہچان بھی لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے، اور جب ایسی قبر کے پاس گزرے اور سلام کرے جس کو صاحب قبر دنیا میں نہیں پہچانتا تھا تو وہ فقط سلام کا جواب دیتا ہے۔

عقیدہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ (م ۶۳ھ)

۴۲...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں ہے (جس نے قرآن سے اعراض کیا) فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا: اس کے لئے زندگی ہوگی تنگ، اس سے قبر کی زندگی مراد ہے يُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتَّى تَخْتَلِفَ أَضْلَاعُهُ کہ اس پر قبر اتنی تنگ کر دی جائے گی کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی۔

(تفسیر عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۷۹۔ نیز مصنف عبدالرزاق۔ شعب الایمان للبیہقی)

۴۳...... طبقات ابن سعد کے حوالہ سے علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: كنتُ مِمَّن حفر لسعد بن معاذ قبره بِالْبَقِيعِ وَكَانَ يفوح علينا المسك كلما حفرنا من قبره تُرَابًا حَتَّى انتهينا إِلَى اللَّحْدِ جنت البقیع کے اندر حضرت سعد بن معاذ کی قبر کھودنے میں میں بھی شامل تھا جب ہم نے قبر کھودی تو لحد تک قبر کی مٹی سے کستوری جیسی خوشبو مہکتی رہی۔ (شرح الصدور ص ۱۳۳)

۴۴...... ابن ابی الدنیا کے حوالہ سے علامہ سیوطی لکھتے ہیں: عَن ابی سعيد الْخُدْرِيّ أَنه أَمر فِي ميت مَاتَ أَن يعجلوه إِلَى حفرته وَقَالَ هُوَ الْمنزل الَّذِي لَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ فعجلوه إِلَيْهِ يرى مَا لَهُ من خير وَشر ایک میت کے بارے میں حضرت ابوسعید خدری نے فرمایا اس کو اس کے گڑھے (قبر) کی طرف جلدی لے چلو فرمایا اس گھر میں ضرور جانا ہے۔ پس اس کو اس گھر کی طرف جلدی پہنچاؤ تا کہ وہ اپنے خیر یا شر کو دیکھ لے۔ (شرح الصدور ص ۹۳)

عقیدہ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ (م ۶۵ھ)

۴۵...... علامہ سیوطی رحمہ اللہ مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرو نے فرمایا کہ جب آدمی کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر اس کے ساتھ کلام کرتی ہے۔ قبر کہتی ہے یاابن آدم الم تعلم انی بیت الوحدۃ الخ اے ابن آدم! تو نہیں جانتا کہ میں تنہائی کا گھر ہوں میں تاریک گھر ہوں۔ میں حق اور سچ کا گھر ہوں اے ابن آدم ماغرك بی قد کنت تمشی حولی فدادا۔ کس چیز نے تجھے میرے بارے میں دھوکہ میں ڈال دیا کہ تو میرے اوپر متکبر بن کر چلتا تھا پس اگر مومن ہوتا ہے۔ تو قبر اس کے لئے کشادہ اور سرسبز ہو جاتی ہے اور (سوال وجواب کے بعد) اس کی روح کو جنت کی طرف چڑھا دیا جاتا ہے (اور روح کا بدن یا اجزاء بدن کے ساتھ اتصال وتعلق قائم رہتا ہے) (شرح الصدور ص ۴۷ باب الدفن)

عقیدہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما (م ۶۸ھ)

۴۶...... ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ لَمَّا فَرَغَ مِنْ قَبْرِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ السَّائِبِ قَامَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَلَی الْقَبْرِ فَوَقَفَ عَلَیْہِ ثُمَّ دَعَا ثُمَّ انْصَرَفَ جب عبداللہ بن السائب کی قبر سے فارغ ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قبر کے پاس کھڑے ہوئے، دعا کی پھر لوٹ آئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۰)

فائدہ: اگر اس ارضی قبر میں جسد عنصری بے جان ہوتا ہے اور اس کے ساتھ قبر والی کوئی کارروائی نہیں ہوتی بلکہ سب کچھ علیین یا سجین میں روح اور جسد مثالی کے ساتھ ہوتا ہے تو قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنے کا کیا مطلب؟

۴۷...... ابن ابی حاتم اور محدث بیہقی کے حوالہ سے علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب میت کو دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے اس سے سوال کیا جاتا ہے جب وہ صحیح جواب دے دیتا ہے فیوسع فی قبرہ مد بصرہ تو اس کی قبر کو تا حد نگاہ کشادہ کر دیا جاتا ہے اور جب کافر کو قبر میں داخل کر دیا جاتا ہے تو اس کو بٹھایا جاتا ہے اس سے سوال کیا جاتا ہے وہ جواب نہیں دے سکتا تو اس پر قبر کو تنگ کر دیا جاتا ہے۔ (شرح الصدور ص ۸۰)

۴۸...... امام ترمذی، امام حاکم اور امام بیہقی کے حوالہ سے علامہ سیوطی حدیث لکھتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعض اصحاب نے قبر پر خیمہ لگایا کیونکہ ان کو پتہ نہیں تھا کہ یہ قبر ہے اچانک قبر میں ایک آدمی سورہ ملک پڑھ رہا ہے حضرت عبداللہ بن عباس نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ھی المنجیہ والمانعۃ تنجیہ من عذاب القبر یہ سورۃ عذاب قبر سے نجات دینے والی ہے اور عذاب کو روکنے والی ہے (شرح الصدور ص ۱۲۷) علامہ سیوطی اس روایت کے بعد لکھتے ہیں ابوالقاسم سعدی نے کتاب الروح میں لکھا ہے کہ قبر میں سورۃ ملک پڑھنے کی نبی کریم ﷺ کی طرف تصدیق ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس نے خبر دی اور آپ ﷺ نے تصدیق فرمائی، اور امام کمال الدین بن زملکانی لکھتے ہیں یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ میت قبر میں سورۃ ملک پڑھتی ہے اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کا اعزاز واکرام کرتے ہیں تلاوت قرآن کے ساتھ بعض کا نماز کے ساتھ کیونکہ وہ زندگی میں اسی کی دعا کرتا تھا فاذا کان من کرامۃ اللہ

لاولیائہ تمکینہم من الطاعۃ والعبادۃ فی القبر فالانبیاء بطریق الاولی۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو اطاعت اور عبادت کے ذریعہ عزت بخشتے ہیں تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس عزت کے بطریق اولیٰ مستحق ہیں۔

فائدہ: قبر میں تلاوت اور طاعت وعبادت موقوف ہے حیات فی القبر پر۔

۴۹...... حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ کی تفسیر میں فرمایا: آخرت سے مراد ہے قبر میں منکر نکیر کے سوال کے وقت (العقیدۃ ابی بکر الخلال: ۱۲۲) قبر میں بشارت کا ملنا دلیل حیات ہے۔

۵۰...... ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی کے حوالہ سے علامہ سیوطی لکھتے ہیں عبد الحمید بن محمود معولی کہتے ہیں میں حضرت عبد اللہ بن عباس کے پاس بیٹھا ہوا تھا ان کے پاس کچھ لوگ آئے انہوں نے کہا ہم لوگ حج کے لئے نکلے ہیں اور ہمارا ایک ساتھی ذات الصفاح جگہ میں فوت ہو گیا ہم نے اس کے لئے قبر کھودی اس میں لحد بنائی جب لحد سے فارغ ہوئے تو اس میں اچانک کالا سانپ آ گیا جس نے لحد کو بھر دیا ہم نے اس جگہ کو چھوڑ دیا دوسری جگہ قبر اور لحد بنائی تو اس میں بھی کالا سانپ آ گیا جس نے لحد کو بھر دیا ہم نے میت کو وہیں چھوڑ دیا اور آپ کے پاس آئے حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا یہ طوق ہے جس کے ساتھ اس کو لحد میں طوق ڈالا جائے گا اور بیہقی میں ہے کہ یہ اس کا عمل ہے جو اس شکل میں اس کے سامنے آیا ہے والذی نفسی بیدہ لو حضر تم الارض کلھا لوجد تموہ فیھا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم ساری زمین بھی کھودتے تو اس کو وہیں پاتے۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ پھر ہم واپس آئے ہم نے اس کو ایک قبر میں دفن کر دیا جب حج سے واپس آئے تو ہم نے اس کی بیوی سے پوچھا اس کا عمل کیسے تھا؟ اس نے بتایا کہ وہ گندم کی تجارت کرتا تھا اور وہ ہر روز اس میں سے اپنے اہل وعیال کی روزی کی مقدار نکال لیتا اور جو اس سے زائد ہوتی وہ ادھار پر بیچتا اور اس میں خیانت کرتا تھا۔ (شرح الصدور ص ۱۱۶، باب فظاعۃ القبر)

۵۱...... خلال کی کتاب، کتاب السنہ کے حوالہ سے علامہ سیوطی رحمہ اللہ تائید کے درجہ میں نقل کرتے ہیں حضرت عبد اللہ بن عباس کے شاگرد عکرمہ کہتے ہیں حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا قبر میں (تلاوت قرآن کے محب) مؤمن کو قرآن عطا کیا جاتا ہے جس پر وہ تلاوت کرتا ہے۔ (شرح الصدور ۱۲۸، باب احوال الموتی فی قبورہم)

۵۲...... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: يَخْتَصِمُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى تَخْتَصِمَ الرُّوحُ مَعَ الْجَسَدِ فَتَقُولُ الرُّوحُ لِلْجَسَدِ أَنْتَ فَعَلْتَ وَيَقُولُ الْجَسَدُ لِلرُّوحِ أَنْتِ أَمَرْتِ وَأَنْتِ سَوَّلْتِ فَيَبْعَثُ اللّٰهُ مَلَكًا يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا فَيَقُولُ لَهُمَا إِنْ مَثَلَكُمَا كَمَثَلِ رَجُلٍ مُقْعَدٍ بَصِيرٍ وَالْآخَرُ ضَرِيرٌ دَخَلَا بُسْتَانًا فَقَالَ الْمُقْعَدُ لِلضَّرِيرِ إِنِّي أَرٰى هَاهُنَا ثِمَارًا وَلٰكِنْ لَا أَصِلُ إِلَيْهَا فَقَالَ لَهُ الضَّرِيرُ ارْكَبْنِي فَتَنَاوَلْهَا فَرَكِبَهُ فَتَنَاوَلَهَا فَأَيُّهُمَا الْمُعْتَدِي؟ فَيَقُولَانِ كِلَاهُمَا فَيَقُولُ لَهُمَا الْمَلَكُ فَإِنَّكُمَا قَدْ حَكَمْتُمَا عَلٰى أَنْفُسِكُمَا. يَعْنِي أَنَّ الجسد للروح كالمطية وهي رَاكِبُهُ (کتاب الروح لابن مندہ ص ۲۵۱۔ تفسیر ابن کثیر ج ۷ ص ۹۸۔ شرح الصدور ص ۳۱۹۔ شرح البخاری للسفیری ج ۲ ص ۲۱۹۔ روح المعانی ج ۳ ص ۵۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قیامت کے دن لوگ آپس میں جھگڑا کریں گے حتی کہ روح بھی جسم کے ساتھ جھگڑا کرے گی، روح جسم کو کہے گی کہ جو کچھ ہوا تو نے کیا، اور جسم روح کو کہے گا کہ تو نے مجھے حکم دیا اور تو نے ہی گناہوں کو میرے لیے مزین کیا، اللہ تعالیٰ فیصلہ کرنے کے لئے ایک فرشتہ بھیجیں گے، فرشتہ روح اور جسد دونوں کو کہے گا کہ تمہاری مثال

یہ ہے کہ ایک شخص اپاہج اور بینا ہے، دوسرا نابینا ہے، وہ دونوں باغ میں داخل ہو گئے، اپاہج نے نابینا کو بتایا کہ میں یہاں پھل دیکھ رہا ہوں لیکن میں ان تک پہنچ نہیں سکتا، اُس کو نابینا آدمی نے کہا تو مجھ پر سوار ہو جا اور ان پھلوں کو توڑ، وہ اُس پر سوار ہو گیا، پھل توڑے، فرشتہ پوچھتا ہے کہ ان دونوں میں مجرم کون ہے؟ روح و جسد دونوں کہتے ہیں کہ یہ دونوں آدمی مجرم ہیں، فرشتہ ان کو کہتا ہے کہ تم نے اپنے خلاف فیصلہ دے دیا ہے یعنی جسم روح کے لئے بمنزلہ سواری کے ہے، اور روح اس پر سوار ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں جرم روح اور جسد عنصری دونوں مل کر کرتے ہیں، اس لیے اخروی عذاب ہو یا عذاب قبر ہو عدل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ روح اور جسد عنصری دونوں کے لئے ہو۔

عقیدہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (م ۷۳ھ)

۵۳...... رَاَی ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فُسْطَاطًا عَلٰی قَبْرِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ انْزِعْہُ یَا غُلَامُ فَاِنَّمَا یُظِلُّہٗ عَمَلُہٗ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عبدالرحمن کی قبر پر خیمہ لگا ہوا دیکھا تو فرمایا انزعہ یا غلام فانما یظلہ عملہ اے غلام! اس کو اکھیڑ دے ان پر صرف اور صرف سایہ کرے گا ان کا عمل۔

۵۴...... حضرت نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی عادت شریفہ تھی کہ جب سفر سے مدینہ منورہ واپس آتے تو نبی کریم ﷺ کی قبر شریف پر آتے اور یوں سلام کرتے السلام علیك یا رسول اللہ، السلام علیك یا ابابکر، السلام علیك یا ابتاہ۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۷۶۔ نیز طبقات ابن سعد۔ مصنف ابن ابی شیبہ۔ فضل الصلوۃ علی النبی للجہضمی۔ السنن الکبری للبیہقی۔ شعب الایمان للبیہقی۔ السنن الصغیر للبیہقی)

۵۵...... نافع تابعی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر کی طرف قبلہ جانب سے آئے اور اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف اور اس کا چہرہ قبر شریف کی طرف کرے پھر کہے السلام علیك ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (مسند امام اعظم، کتاب الحج کا آخر) اگر قبر میں کچھ نہیں اور العیاذ باللہ محض مٹی کا ڈھیر ہے تو زائر کو زیارت کے لئے آنے کی اور السلام علیکم کہنے کی کیا ضرورت ہے؟

۵۶...... ابن ماجہ اور بیہقی کے حوالہ سے امام سیوطی نقل کرتے ہیں سعید بن مسیب نے کہا میں حضرت ابن عمر کے پاس جنازے میں حاضر تھا جب میت کو لحد میں رکھا تو کہا: بسم اللہ وفی سبیل اللہ اور لحد کو برابر کیا تو دعا کی اللھم اجرھا من الشیطان ومن عذاب القبر اے اللہ اس کو پناہ دے شیطان سے اور عذاب قبر سے اور جب قبر پر مٹی برابر کردی گئی تو قبر کے ایک کنارے کے پاس کھڑے ہو کر دعا کی۔ اللھم جافِ الارض عن جنبیھا وصعد روحھا ولقّھا منك رضوانا ثم قال سمعتہ من رسول اللہ ﷺ اے اللہ اس کے دونوں پہلوؤں سے قبر کو دور کردے (یعنی قبر کو کشادہ کردے) اور (سوال و جواب کے بعد) اس کی روح علیین میں چڑھا دے اور اس کے ساتھ اپنی رضا والا معاملہ فرما۔ یہ دعا کر کے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا سنی ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۰۹، باب مایقال عند الدفن، نیز المعجم الکبیر للطبرانی، الدعاء للطبرانی، الکامل لابن عدی، السنن الکبری بیہقی، الدعوات الکبیر للبیہقی)

فائدہ: لحد میں رکھ کر پھر قبر پر مٹی برابر کر کے اسی قبر کے پاس دعا کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر میں جو بدن عنصری رکھا گیا ہے قبر کے عذاب وثواب میں روح کے ساتھ یہ بھی شریک ہوتا ہے اور قبر کی کشادگی کی دعا سے بھی معلوم ہوا کہ قبر کے اندر جسد عنصری میں حیات اور شعور وادراک ہے، اور اگر حیات نہیں بلکہ بے جان تو قبر کی کشادگی کا کیا فائدہ؟ اس صورت میں کشادہ ہونا یا تنگ ہونا برابر ہے۔

۵۷...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے شاگرد اور غلام نافع تابعی کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وفات کے وقت رو رہے تھے ان سے رونے کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا ذکرت سعداو ضغطۃ القبر مجھے سعد اور قبر کا ان کو دبانا یاد آ گیا۔ (شرح الصدور ص ۱۷: باب الدفن)

۵۸...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن معاذ کو لحد میں رکھا گیا اور لحد کو بند کر دیا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں داخل ہوئے اور کچھ دیر قبر میں ٹھہرے رہے جب نکلے تو آپ سے دریافت کیا گیا اے آقا! آپ قبر میں کیوں ٹھہرے رہے فرمایا: ضم سعد فِي الْقَبْرِ ضمۃ فدعوت الله أن يكشف عَنهُ قبر نے سعد کو سختی سے دبایا میں نے اللہ سے دعا کی کہ اللہ سعد سے یہ تنگی دور کرے اور اللہ تعالیٰ نے دور کر دی۔

(شرح الصدور ص ۷۰ باب ضمۃ القبر)

۵۹...... سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اونٹنی پر سوار ہو کر مکہ اور مدینہ کے درمیان چل رہا تھا اور پانی کا لوٹا بھی میں نے پالان کے پیچھے لٹکایا ہوا تھا جب میں قبرستان کے پاس گذرا، فاذا رجل خرج من قبرہ یلتھب نارا فی عنقہ سلسلۃ یجرھا الخ تو اچانک ایک آدمی اپنی قبر سے نکلا جس پر آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے گردن میں زنجیر تھا اس کو کھینچتا ہوا آیا اور کہا اے عبداللہ پانی پلا، اے عبداللہ پانی پلا۔ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ وہ میرا نام پہچانتا تھا یا اس نے اے اللہ کا بندہ کہہ کر پکارا جیسا کہ لوگ کہہ دیا کرتے ہیں۔ اتنے میں ایک دوسرا آدمی قبر سے نکل کر آیا اس نے کہا اے عبداللہ اس کو پانی مت پلا۔ پھر اس کو زنجیر سے پکڑ کر واپس قبر کی طرف لے گیا۔ (القبور لابن ابی الدنیا ص ۹۴)

۶۰...... ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو آدمی ہر نماز کے بعد اور بستر پر لیٹتے وقت یہ کلمات کہے اللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا عَدَدَ الشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَ کَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ الطَّیِّبَاتِ الْمُبَارَکَاتِ تو یہ کلمات اس کے لئے اس کی قبر میں نور کا ذریعہ بنیں گے (کُنَّ لَهٗ فِي قَبْرِهٖ نُورًا) (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۳۲) قبر میں اگر جسد عنصری کے اندر حیات نہ ہو تو نور کا کیا فائدہ؟

عقیدہ سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ (م ۸۶ھ)

۶۱...... عن سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: خَرَجْنَا عَلَى جَنَازَةٍ فِي بَابِ دِمَشْقَ مَعَنَا أَبُو أُمَامَةَ الْبَاهِلِيّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَلَمَّا صَلَّى عَلَى الْجَنَازَةِ وَأَخَذُوا فِي دَفْنِهَا قَالَ أَبُو أُمَامَةَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّكُمْ قَدْ أَصْبَحْتُمْ وَأَمْسَيْتُمْ فِي مَنْزِلٍ تَقْتَسِمُونَ فِيهِ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ، وَتُوشِكُونَ أَنْ تَظْعَنُوا مِنْهُ إِلَى الْمَنْزِلِ الْآخَرِ وَهُوَ هَذَا يُشِيرُ إِلَى الْقَبْرِ، بَيْتُ الْوَحْدَةِ، وَبَيْتُ الظُّلْمَةِ، وَبَيْتُ الدُّودِ، وَبَيْتُ

الضِّيقِ إِلَّا مَا وَسَّعَ اللهُ (المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۴۴۴، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۰۸) سلیم بن عامر کہتے ہیں باب دمشق کے قریب ہم جنازے کے لئے نکلے، حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ تھے، جب نماز جنازہ سے فارغ ہوکر میت کو قبر میں دفن کرنے لگے تو حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے لوگو! تم ایک ایسے گھر میں صبح اور شام کرتے ہو جس میں نیکیاں اور برائیاں دونوں کرتے ہو، اور قریب ہے کہ تم اس منزل سے ایک دوسری منزل کی طرف کوچ کرو اور وہ یہ ہے، ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے قبر کی طرف اشارہ کیا، پھر فرمایا کہ یہ تنہائی کا گھر ہے، تاریکی کا گھر ہے، کیڑوں کا گھر ہے اور تنگی والا گھر ہے، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اُس پر اس گھر کو وسیع کردے۔

۶۲...... أخرج ابْنُ مَنْدَه من وجه آخر عَن أبي أُمَامَة الْبَاهِلِيّ قَالَ إِذا مت فدفنتموني فَلْيقمْ إِنْسَان عِنْد رَأْسِي فَلْيقل يَا صدي بن عجلَان أذكر مَا كنت عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا شَهَادَة أَن لَا إِلَه إِلَّا الله وَأَن مُحَمَّدًا رَسُول الله (شرح الصدور للسیوطی ص ۶۹) ابن مندہ کے حوالہ سے امام سیوطی حضرت ابوامامہ کی وصیت نقل کرتے ہیں حضرت ابوامامہ نے وصیت کی کہ جب تم مجھے دفن کرلو تو ایک آدمی میرے سر کے قریب کھڑا ہوجائے تو وہ یوں کہے اے صدی بن عجلان (یہ ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا نام ہے) اس چیز کو یاد کر جس پر آپ دنیا میں تھے یعنی اس بات کی شہادت کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ!

عقیدہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ (م ۹۲ھ)

۶۳...... عبداللہ بن الرومی کہتے ہیں: كُنتُ عِنْدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا حَمْزَةَ لَقِيتُ قَوْمًا يُكَذِّبُونَ بِالشَّفَاعَةِ وَبِعَذَابِ الْقَبْرِ قَالَ أَنَسٌ أُولَئِكَ الْكَذَّابُونَ لَا تُجَالِسْهُمْ ایک آدمی آیا اس نے کہا اے ابوحمزہ میں ایسی قوم سے ملا ہوں جو شفاعت اور عذاب قبر کی تکذیب کرتی ہے حضرت انس نے فرمایا یہ لوگ بہت بڑے جھوٹے ہیں ان کے پاس مت بیٹھو۔

(شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ج ۶ ص ۱۱۹۸، نیز الابانۃ الکبری لابن بطہ، اثبات عذاب القبر للبیہقی)

۶۴...... امام بیہقی کی کتاب دلائل النبوۃ کے حوالہ سے علامہ سیوطی لکھتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے ایک لشکر ترتیب دیا اور ان پر علاء بن حضرمی کو امیر مقرر کیا اور میں بھی ان غازیوں میں شامل تھا جب ہم واپس ہوئے تو علاء بن حضرمی راستہ میں فوت ہوگئے ہم نے ان کو وہیں دفن کردیا، جب ہم دفن سے فارغ ہوگئے تو ایک آدمی آیا اس نے پوچھا یہ مدفون کون ہے؟ ہم نے کہا یہ بہت بہترین انسان ہے، یہ حضرمی کا بیٹا ہے، اس نے کہا یہ زمین مردوں کو باہر پھینک دیتی ہے اس لئے آپ ان کو یہاں سے میل دومیل دور زمین ہے اس میں دفن کریں وہ مردوں کو قبول کرلیتی ہے، ہم نے قبر کو اکھیڑا جب لحد تک پہنچے تو ہمارے دوست علاء بن حضرمی اس میں نہ تھے اور لحد میں تاحدِ نگاہ نور چمک رہا ہے، سو ہم نے مٹی قبر پر ڈال دی اور وہاں سے کوچ کیا۔ (شرح الصدور ص ۱۳۲، باب عذاب القبر)

فائدہ: تاحدِ نگاہ نور کے چمکنے سے معلوم ہوگیا کہ (۱) اللہ تعالیٰ نے تاحدِ نگاہ قبر کو کشادہ کردیا۔ (۲) علاء بن حضرمی کا جسم عنصری اسی قبر کے اندر موجود تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے قبر کے اندر اپنی قدرت سے کشادگی پیدا کرکے جسم کو قبول نہ کرنے والی زمین سے قریب ہی دوسری جگہ منتقل کردیا۔ (۳) علاء بن حضرمی کے جسم میں حیات، شعور وادراک اللہ تعالیٰ نے پیدا کردیا ورنہ اگر لکڑی، پتھر کی طرح بے جان ہے تو کیا ضرورت ہے قبر کو کشادہ کرنے کی

اور کیا ضرورت ہے قبر کو نور سے منور کرنے کی؟ اور کیا ضرورت ہے دوسری جگہ منتقل کرنے کی؟ (۴) یہ بھی واضح ہوا کہ جیسے قبر میں صلحاء کو انعام وثواب پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ ان میں حیات پیدا کر دیتے ہیں اسی طرح کفار وفجار کو عتاب وعذاب پہنچانے کے لئے ان میں بھی حیات پیدا کرتے ہیں۔

۶۵...... ابن عساکر کے حوالہ سے علامہ سیوطی لکھتے ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زید بن خارجہ فوت ہوئے جب ان کو غسل دینا شروع کیا تو وہ بولے انہوں نے کہا دو سال گذر گئے چار سال باقی رہ گئے اس کے بعد ان کا امیر ان کے فقیر کو کھائے گا۔ لوگ انتشار کا شکار ہو جائیں گے ان کا کوئی نظام نہیں ہوگا۔ ابوبکر نرم مزاج اور مومنین پر مہربان ہیں، عمر کفار پر سخت ہیں اور اللہ کے دین کے معاملہ میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے، عثمان نرم مزاج اور مومنین پر مہربان ہیں، تم لوگ عثمان کے طریقہ پر رہو پس ان کا حکم مانو اور اطاعت کرو۔ پھر ان کی آواز خاموش ہوگئی، فَاِذَا اللِّسَان يَتَحَرَّكُ وَاِذَا الْجَسَد میت (عجیب بات یہ کہ) جسم (بظاہر) مردہ ہے (لیکن جسم کے اندر مخفی حیات ہے جس کی وجہ سے) زبان حرکت کر رہی ہے۔ (شرح الصدور ص ۲۱۸، باب زیارۃ القبور) اور اہل السنت والجماعت کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ قبر کے اندر میت کے جسد کا ظاہر مردہ ہے لیکن اس میں مخفی حیات ہوتی ہے۔

۶۶...... سعید بن منصور کے حوالہ سے علامہ سیوطی لکھتے ہیں جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ دعا فرماتے اللھم جاف القبر عن جنبیہ وصعد روحہ وتقبلہ وتلقاہ منک بروح اے اللہ! قبر کو اس کے پہلوؤں سے دور کر دے اس کی روح کو (قبر کے سوال وجواب کے بعد) اوپر اٹھا لے، اس کو قبول فرمایئے اور آپ کی طرف سے اس کو راحت نصیب ہو۔　　　(شرح الصدور ص ۶۸)

۶۷...... مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو دفن کیا اور دعا کی اللھم جاف الارض عن جنبیہ وافتح ابواب السماء لروحہ وابدلہ دارا خیرا من دارہ (شرح الصدور ص ۶۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۹) اے اللہ اس کے دونوں پہلوؤں سے قبر کو دور کر دے اور (قبر کے سوال وجواب کے بعد) اس کی روح کے لئے آسمان کے دروازے کھول دے اور اس کو دنیا کے گھر کے بدلے بہترین گھر عطا فرما۔

عقیدہ علاء بن لجلاج (م؟)

۶۸...... محدث طبرانی کے حوالہ سے علامہ سیوطی لکھتے ہیں حضرت علاء کے بیٹے عبدالرحمن کہتے ہیں میرے باپ نے مجھے کہا یابنی اذا وضعتنی فی لحدی فقل بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ ثم شن علی التراب شنا ثم اقرأ عند رأسی بفاتحۃ البقرۃ وخاتمتھا (ای عند رجلیھا کما فی بعض الروایات) جب آپ مجھے لحد میں رکھیں تو یہ کہیں بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ پھر میری قبر پر مٹی ڈال دینا، اس کے بعد میرے سر کی جانب سورۃ بقرۃ کا شروع اور پاؤں کی جانب سورۃ بقرہ کا اخیر پڑھنا۔　　　(شرح الصدور ص ۶۸)

فائدہ: اگر قبر میں میت کا جسد بے جان ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ثواب وعذاب کی کارروائی نہیں ہوتی تو اس کی قبر کے پاس پڑھنے کا کیا مطلب؟، اس کا فائدہ اگر فقط روح کو پہنچنا ہے تو پھر قبر کی تخصیص کی کیا ضرورت؟ جہاں بھی پڑھو روح کو فائدہ پہنچ جائے گا۔

عقیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

۶۹......عَنْ خَيْثَمَةَ قَالَ: كَانُوا يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يَقُولُوا عَلَى الْمَيِّتِ: بِسْمِ اللهِ وَفِي سَبِيلِ اللهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ أَجِرْهُ مِنْ عَذَابِ النَّارِ. وَعَذَابِ الْقَبْرِ. وَشَرِّ الشَّيْطَانِ. (مصنف عبدالرزاق الصنعانی ج ۳ ص ۴۹۷) حضرت خیثمہ فرماتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میت کو قبر میں اتارتے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب سمجھتے تھے۔ ''(میں نے اس کو اتارا) اللہ کا نام لے کر، اللہ کی رحمت کے بھروسے پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے مطابق، اے اللہ! اس کو جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب اور شیطان کے شر سے بچا۔''

عقیدہ انصار رضی اللہ عنہم

۷۰......عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: كَانَتِ الْأَنْصَارُ إِذَا مَاتَ لَهُمُ الْمَيِّتُ اخْتَلَفُوا إِلَى قَبْرِهِ يَقْرَءُونَ عِنْدَهُ الْقُرْآنَ (القراءۃ عند القبور للخلال ص ۸۹، کتاب الروح ص ۱۱، شرح الصدور ص ۲۱۰) شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب کوئی انصاری فوت ہوجاتا تو انصار حضرات اس کی قبر کی طرف جاتے اور قبر کے پاس قرآن پڑھتے۔

فائدہ: قبر کے پاس جاکر انصار کے قرآن پڑھنے سے معلوم ہوا کہ قبر کے اندر جسد عنصری میں حیات ہوتی ہے اور قرآن پڑھنے سے راحت وسکون پہنچتا ہے، ورنہ قبر کے پاس جاکر قرآن پڑھنے کا کیا فائدہ؟

عقیدہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم

۷۱......نَقَلَ السُّهَيْلِيُّ فِي كِتَابِ (دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ) مِنْ تَأْلِيفِهِ حِكَايَةً عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ أَنَّهُ حَفَرَ فِي مَكَانٍ فَانْفَتَحَتْ طَاقَةٌ فَإِذَا شَخْصٌ جَالِسٌ عَلَى سَرِيرٍ وَبَيْنَ يَدَيْهِ مُصْحَفٌ يَقْرَأُ فِيهِ وَأَمَامَهُ رَوْضَةٌ خَضْرَاءُ. وَذٰلِكَ بِأُحُدٍ وَعَلِمَ أَنَّهُ مِنَ الشُّهَدَاءِ لِأَنَّهُ رَأَى فِي صَفْحَةِ وَجْهِهِ جُرْحًا (تفسیر البحر المحیط ج ۱ ص ۴۴۹، شرح الصدور ص ۲۰۴ باب زیارۃ القبور) سہیلی نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک جگہ قبر کھودی لیکن وہاں پہلے قبر تھی اس میں ایک سوراخ ہوگیا تو دیکھا ایک شخص چارپائی پر بیٹھا اور اس کے سامنے قرآن کریم ہے وہ اس میں پڑھ رہا ہے اور اس کے سامنے سبز باغ ہے۔ یہ واقعہ اُحد کے مقام میں پیش آیا، تو انہوں نے یقین کرلیا کہ یہ شخص شہداء اُحد میں سے تھا کیونکہ اس کے چہرے پر زخم تھا۔

تابعین عظام رحمہم اللہ

عقیدہ کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۲ھ)

۱......حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اتَّقُوا النَّمِيمَةَ فَإِنَّ صَاحِبَهَا لَا يَسْتَرِيحُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (الجامع لابن وہب ص ۵۵۳) چغل خوری سے بچو کیونکہ چغل خور عذاب قبر سے نہیں بچ سکتا۔

۲......ابن ابی الدنیا کے حوالہ سے علامہ سیوطی لکھتے ہیں حضرت کعب احبار نے کہا جب نیک بندے کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کو اعمال صالحہ نماز، روزہ، حج، جہاد اور صدقہ وغیرہ گھیر لیتے ہیں، وتجیء مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ فَتَقُولُ الصَّلَاةُ إِلَيْكُمْ عَنْهُ الخ جب عذاب والے فرشتے پاؤں کی جانب سے آتے

ہیں تو نماز کہتی ہے کہ اس سے دور رہو تمہارے لیے اس کی طرف آنے کا راستہ نہیں ہے اس نے میری وجہ سے اللہ تعالیٰ کے لیے بہت طویل قیام کیا ہے، پھر وہ سر کی طرف سے آتے ہیں تو روزے کہتے ہیں تمہارے لیے ادھر سے کوئی راستہ نہیں اس نے دنیا میں اللہ کے لئے طویل پیاس برداشت کی ہے، پھر وہ اس کے دوسرے جسد کی طرف سے آتے ہیں تو حج اور جہاد کہتے ہیں اس سے دور رہو اس نے تو اپنی روح و بدن کو مشقت میں ڈالا اس نے اللہ کے لئے حج کیا جہاد کیا اس کی طرف تمہارے لئے کوئی راستہ نہیں، پھر وہ ہاتھوں کی طرف سے آتے ہیں تو صدقہ بول پڑتا ہے وہ کہتا ہے میرے صاحب سے دور رہو اور رک جاؤ کتنے ہی صدقات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ان دو ہاتھوں سے نکلے ہیں اور اللہ کے ہاتھ میں گئے ہیں لہٰذا تمہارے لیئے اس کی طرف کوئی راستہ نہیں۔ اب اس خوش نصیب میت کو کہا جاتا ہے آپ کو مبارک ہو آپ نے پاکیزہ زندگی گزاری اور پاکیزہ موت نصیب ہوئی، اس کے بعد ملائکہ رحمت آتے ہیں وہ اس کے لیے جنت سے لایا ہوا بستر بچھاتے ہیں اور چادر عطا کرتے ہیں اور تا حد نگاہ اس کی قبر میں کشادگی ہو جاتی ہے اور قبر میں روشنی کے لئے جنت سے قندیل لائی جاتی ہے اس کے نور کی وجہ سے قبروں سے اٹھنے تک اس کی قبر روشن رہے گی۔ (شرح الصدور ص ۲۰۴، باب ماینفع المیت فی قبرہ، احیاء علوم الدین ۴/۴۹۸۔ وغیرہ)

۳...... حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ پختہ بات ہے کہ ہم تورات میں لکھا ہوا پاتے ہیں جو آدمی ہر رات سورۃ الملک پڑھے گا وہ قبر کے سوال وعذاب سے محفوظ رہے گا۔ (شرح الصدور ص ۹۸، باب من لا یسئل فی القبر)

۴...... ابونعیم کے حوالہ سے علامہ سیوطی لکھتے ہیں حضرت کعب احبار نے کہا جب تک میت قبر میں ہے اس سے موت کی تکلیف ختم نہیں ہوتی اور قبر میں جو احوال مؤمن پر گزرتے ہیں ان میں سخت ترین موت کی تکلیف ہے اور کافر کو قبر میں جو عذابات دیئے جاتے ہیں ان سے موت کی تکلیف آسان اور سہل ترین ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۹، باب من دنا اجلہ)

<u>فائدہ</u>: اس سے معلوم ہوا کہ قبر میں جسد عنصری کے لئے حیات وموت ہے، اس کی تفصیل گزر چکی۔

عقیدہ قتادہ بن دعامہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۰ھ)

۵...... قتادہ تابعی نے کہا: اِنَّهٗ لَا يُفَتَّرُ عَنْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ عَذَابُ الْقَبْرِ اِلَّا فِيْمَا بَيْنَ نَفْخَةِ الصَّعْقِ وَنَفْخَةِ الْبَعْثِ الخ (الاھوال لابن ابی الدنیا ص ۶۹)، قبر کا عذاب اہل قبور سے نفخہ سے پہلے منقطع نہیں ہوگا۔ البتہ نفخہ اولیٰ اور نفخہ ثانیہ کے درمیان منقطع ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے جب کافر کو قبر سے اٹھایا جائے گا تو کہے گا افسوس! ہماری خواب گاہ سے کس نے ہمیں اٹھا دیا۔ دونوں نفخہ کے درمیان انقطاع عذاب کو خواب اور قبر کو خواب گاہ کہیں گے۔ (کیونکہ قبر میں عذاب والی حالت کے مقابلہ میں وہ اس کو پرسکون محسوس کریں گے اس لئے وہ اس حالت کو رقود (نیند) اور قبر کو نیند کی جگہ (مرقد) کہیں گے)

۶...... سنعذبھم مرتین (ہم ان کو دومرتبہ عذاب دیں گے) کی تفسیر میں قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فی الدنیا القتل وفی البرزخ عذاب القبر پہلا عذاب دنیا میں بصورت قتل دوسرا عذاب برزخ میں عذاب قبر کی صورت میں۔ (الصارم المسلول ص ۳۴۶)

۷...... قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عَذَابُ الْقَبْرِ ثَلَاثَةُ اَثْلَاثٍ، ثُلُثٌ مِنَ الْغِيْبَةِ وَثُلُثٌ مِنَ النَّمِيْمَةِ وَثُلُثٌ مِنَ الْبَوْلِ (اثبات عذاب القبر ص ۱۳۶) عذاب قبر کے تین ثلث ہیں (یعنی تین تہائیاں ہیں) ایک ثلث غیبت کی وجہ سے، ایک تہائی چغل خوری کی وجہ سے اور ایک تہائی پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے۔

عقیدہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ (م ۱۰۱ھ)

۸...... یزید ابی سعید مہری کہتے ہیں کہ میں امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے پاس آیا اور جب میں رخصت ہوا تو انہوں نے کہا الیك حاجة مجھے آپ سے ایک کام ہے وہ یہ کہ جب آپ مدینہ منورہ جائیں تو نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں میرا سلام عرض کر دینا۔ وکان یبرد البرید الیه من الشام عمر بن عبد العزیز شام سے نبی کریم ﷺ کی طرف قاصد بھیجتے تاکہ وہ قاصد ان کی طرف سے آپ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرے۔ (دیکھئے شرح الشفاء، الجرح والتعدیل، شعب الایمان للبیہقی، تاریخ دمشق لابن عساکر، القول البدیع للسخاوی، مثیر الغرام لابن الجوزی، وفاء الوفاء للسمہودی)

۹...... عمر بن عبد العزیز نے مسلمہ بن عبد الملک کو کہا اے مسلمہ! آپ کے باپ کو کس نے دفن کیا؟ مسلمہ نے کہا میرے فلاں غلام نے، ولید کو کس نے دفن کیا؟ مسلمہ نے کہا کہ میرے فلاں غلام نے۔ میں آپ کے سامنے وہ بات بیان کرتا ہوں جو اس نے میرے سامنے بیان کی اس نے مجھے بتایا: لما دفن آباك والولید فوضعهم في قبورهم وذهب لیحل العقد عنهم فوجد وجوههم قد تحولت إلى اقفیتهم جب اس نے آپ کے باپ کو اور ولید کو دفن کیا اور ان کو ان کی قبور میں رکھا اور وہ ان کے کفن کی گرہیں کھولنے لگا تو اس نے دیکھا ان کے چہرے ان کی گدی کی جانب پھرے ہوئے ہیں۔ (شرح الصدور ص ۱۱۶)

۱۰...... یزید بن مہلب کہتے ہیں کہ مجھے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے بتایا اے یزید! إني حیث وضعت الولید في قبره فإذا هو یرکض في أکفانه جب میں نے ولید بن عبد الملک کو اس کی قبر میں رکھا تو اپنے کفن میں ایڑیاں رگڑتا تھا۔ (شرح الصدور ص ۱۱۶)

فائدہ: میت کو قبر میں اکیلا آدمی نہیں اتارتا اس لئے ممکن ہے کہ مسلمہ کا غلام بھی اور اس میں تدفین میں عمر بن عبد العزیز بھی شامل ہوں اور ان کی راہنمائی و نگرانی کر رہے ہوں اور ممکن ہے کہ مسلمہ کے سامنے اپنی رؤیت کا قصداً ذکر نہ کیا ہو۔

۱۱...... عمر بن میمون کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے سنا وہ فرما رہے تھے میں ان لوگوں میں شامل تھا جو ولید بن عبد الملک کو قبر کے اندر اتارنے کے متولی بنے۔ فنظرت إلى رکبتیه قد جمعتا إلى عنقه فاتعظ بها عمر بن عبد العزیز میں نے اس کے گھٹنوں کو دیکھا کہ وہ اس کی گردن کے ساتھ جکڑے ہوئے ہیں۔ عمر بن عبد العزیز نے ولید بن عبد الملک کے بعد اس کی اس حالت سے نصیحت پکڑی۔ (شرح الصدور ص ۱۲۶)

عقیدہ مسروق تابعی رحمہ اللہ (م ۶۲ھ)

۱۲...... مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ما من میت یموت وهو یسرق أو یزني أو یشرب أو یأتي شیئا من هذه إلا جعل معه شجاعان ینهشانه في قبره جو میت فوت ہوتی ہے اور اس کو چوری یا زنا یا شراب خوری کی عادت تھی تو قبر میں اس پر دو سانپ مسلط کیے جاتے ہیں جو اس کو ڈستے اور کاٹتے رہتے ہیں۔

(ابن ابی الدنیا بحوالہ شرح الصدور ص ۱۱۵، باب زیارۃ القبور)

۱۳...... مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مَاغبطت شَيْئًا بِشَيْءٍ كمؤمن فِي لحده قد أمن من عَذَاب الله واستراح من أذى الدُّنْيَا میں نے اپنی کسی چیز کے عوض کسی چیز پر رشک نہیں کیا جتنا کہ میں نے اس مؤمن پر رشک کیا ہے جو قبر کے اندر لحد میں اللہ کے عذاب سے محفوظ ہے اور دنیا کی اذیتوں اور تکلیفوں سے بھی اس نے راحت حاصل کر لی ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۱، بحوالہ ابن المبارک فی الزہد و ابن ابی الدنیا)

۱۴...... مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مَا مِنْ شَيْءٍ خَيْرٌ لِلْمُؤْمِنِ مِنْ لَحْدٍ الخ مؤمن کے لئے اس لحد سے بہتر کوئی چیز نہیں جس میں اس نے دنیا کے غموں۔ سے راحت حاصل کر لی اور اللہ کے عذاب سے محفوظ بھی ہے۔

(شرح الصدور ص ۱۱، مصنف ابن ابی شیبہ ۷ / ۱۴۸)

<u>فائدہ</u>: مؤمن کی تخصیص سے معلوم ہوا کہ کفار کو قبر میں عذاب ہوتا ہے، پھر مؤمن کا عذاب قبر سے محفوظ ہونا قابل رشک اس لیے ہے کہ اس میں حیات ہے اس کے باوجود وہ عذاب قبر سے محفوظ ہے، اور اگر محفوظ ہے عدم حیات کی وجہ سے اور کافر بھی محفوظ ہے عدم حیات کی وجہ سے، تو مؤمن کا محفوظ ہونا کیوں قابل رشک ہے؟

عقیدہ احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۷ھ)

۱۵...... عَنْ خَالِدِ بْنِ سُمَيْرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ الْأَحْنَفِ فِي جَنَازَةٍ فَجَلَسَ الْأَحْنَفُ وَجَلَسْتُ مَعَهُ فَلَمَّا فُرِغَ مِنْ دَفْنِهَا وَهُوَ ضِرَارُ بْنُ الْقَعْقَاعِ التَّمِيمِيُّ رَأَيْتُ الْأَحْنَفَ انْتَهَى إِلَى قَبْرِهِ فَقَامَ عَلَيْهِ فَبَدَأَ بِالثَّنَاءِ عَلَيْهِ قَبْلَ الدُّعَاءِ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۰) خالد بن سُمیر کہتے ہیں ضرار بن قعقاع تمیمی کے جنازہ میں احنف بن قیس کے ساتھ تھا جب اس کے دفن سے فارغ ہو گئے تو میں نے احنف کو دیکھا کہ وہ اس کی قبر کی طرف گئے اور قبر کے پاس کھڑے ہو گئے پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر میت کے لئے دعا کی۔ (اگر قبر میں کچھ نہیں تو یہ قبر کی طرف کیوں گئے وہاں کیوں کھڑے ہوئے اور خصوصی طور پر وہاں جا کر دعا کیوں کی)

عقیدہ واعظ عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۸ھ)

۱۶...... یہ ثقہ تابعی ہیں اور اپنے زمانہ میں مکہ کے قاضی اور واعظ تھے اور کبار تابعین میں سے ہیں، امام عجلی کہتے ہیں مکہ میں ایک خوبصورت عورت تھی اور اس کا خاوند بھی تھا ایک دن اس نے اپنا چہرہ آئینہ میں دیکھا تو اپنے خاوند کو کہا کہ کیا خیال ہے جو کوئی اس چہرے کو دیکھے گا تو اس کی وجہ سے فتنہ میں نہیں پڑے گا؟ خاوند نے کہا جی ہاں وہ فتنہ میں مبتلا ہو جائے گا۔ عورت نے پوچھا وہ کون ہے؟ خاوند نے کہا وہ عبید بن عمیر ہے۔ عورت نے کہا مجھے اجازت دے تاکہ میں اس کا امتحان کروں اس نے اجازت دے دی...... قاضی عبید نے اس عورت کو کہا: لَو انَّ ملك الْمَوْت اتاك يقبض روحك اكَانَ يَسُرُّكَ انى قضيت لَك هٰذِهِ الْحَاجَةَ قَالَت اللّٰهُمَّ لَا اگر تو اپنی قبر میں داخل کر دی جائے پھر تجھے سوال کرنے کے لئے بٹھا دیا جائے تو کیا تجھے اس بات سے خوشی ہو گی کہ میں تیری یہ حاجت پوری کر دوں؟ اس نے کہا نہیں۔ (الثقات للعجلی ص ۳۲۱)

عقیدہ نزال بن سبرۃ رحمۃ اللہ علیہ (م بعد ۷۰ھ۔ ایک قول یہ ہے کہ صحابی ہیں)

۱۷...... عَنِ الضَّحَّاكِ قَالَ: قَالَ لِي النَّزَّالُ: إِذَا أَدْخَلْتَنِي فِي قَبْرِي فَقُلِ: اللّٰهُمَّ بَارِكْ فِي هٰذَا

الْقَبْرِ وَفِي دَاخِلِهِ (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۴۶، شرح الصدور للسیوطی ص ۶۹) ضحاک رحمۃ اللہ تابعی کہتے ہیں کہ مجھے نزال بن سبرہ رحمۃ اللہ نے وصیت کی کہ جب تو مجھے قبر میں داخل کرے تو یہ دعا کر ''اے اللہ! اس قبر میں اور اس میں داخل ہونے والے کے لئے برکت اور خیر والا معاملہ فرما۔''

عقیدہ عبدالرحمن بن ابی لیلی رحمۃ اللہ (م ۸۳ھ)

۱۸...... قال الروح بيد ملك يمشي به فاذا دخل قبره جعله فيه (شرح الصدور ص ۲۶) ابن ابی لیلی کہتے ہیں کہ روح فرشتہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے وہ اس کو لے کر چلتا ہے جب میت قبر میں داخل ہوتی ہے تو فرشتہ روح کو بھی قبر میں داخل کر دیتا ہے (اور سوال و جواب کے بعد روح علیین یا سجین میں چلی جاتی ہے)

عقیدہ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ (م بعد ۹۰ھ)

۱۹...... عن سعيد بن المُسَيِّب قال لقد رأيتني ليالي الحَرّة وما في مسجد رسول الله ﷺ احدٌ غيري، ما يأتي وقت صلاةٍ الا سمعت الاذان من القبر (تاریخ ابن ابی خیثمہ ج ۲ ص ۱۱۹) میں نے حرہ کی راتوں میں دیکھا کہ مسجد نبوی میں میرے علاوہ کوئی نہیں ہوتا تھا اور جب بھی نماز کا وقت ہوتا تو نبی کریم ﷺ کی قبر شریف سے اذان سنتا۔ (یزید کی فوجیں مدینہ پر حملہ آور ہوئیں اور حرہ میدان جنگ بنا)

۲۰...... عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ لَمَّا كَانَ اَيَّامُ الْحَرَّةِ لَمْ يُؤَذَّنْ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ ﷺ ثَلَاثًا وَلَمْ يُقَمْ وَلَمْ يَبْرَحْ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ الْمَسْجِدَ وَكَانَ لَا يَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلَاةِ إِلَّا بِهَمْهَمَةٍ يَسْمَعُهَا مِنْ قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ (سنن دارمی و مشکوٰۃ) سعید بن عبدالعزیز نے کہا ایام حرہ کے دوران تین راتیں مسجد نبوی میں اذان، اقامت نہ ہوئی اور سعید بن المسیب مسجد میں رہتے تھے اور نماز کے وقت کا پتہ نہ چلتا تھا مگر نبی کریم ﷺ کی قبر شریف کی اذان سے۔

۲۱...... وجلس سعيد بن المسيب في مسجد رسول الله ﷺ قال فاستوحشت فدنوت من قبر النبي ﷺ فلما حضرت الصلاة سمعت الأذان في قبر النبي ﷺ فصليت ركعتين ثم سمعت الإقامة فصليت الظهر ثم جلست حتى أصلي العصر فسمعت الأذان في قبر النبي ﷺ (الدرۃ الثمینہ لابن النجار) اور سعید بن المسیب مسجد نبوی میں بیٹھ گئے میں گھبرا گیا میں نبی کریم ﷺ کی قبر کے قریب ہو گیا جب نماز کا وقت ہوا تو میں نے نبی کریم ﷺ کی قبر سے اذان سنی۔ میں نے دو رکعت نماز پڑھی پھر میں نے اقامت سنی پس میں نے ظہر کی نماز پڑھی اور مسجد میں بیٹھ گیا تاکہ عصر کی نماز پڑھوں جب عصر کا وقت ہوا تو میں نے نبی کریم ﷺ کی قبر سے اذان کی آواز سنی۔

عقیدہ عطاء بن یسار رحمۃ اللہ (م ۹۴ھ)

۲۲...... عطاء بن یسار کہتے ہیں جب میت کو اس کی لحد میں رکھا جاتا ہے تو پہلی چیز جو اس کے پاس آتی ہے وہ اس کا عمل ہے پس عمل اس کی بائیں ران پر مارتا ہے اور کہتا ہے انا عملك میں تیرا عمل ہوں میت کہتی ہے میرے اہل خانہ، میری اولاد، میرا قبیلہ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا تھا وہ کہاں ہے؟ عمل جواب دیتا ہے تیرے

اہل خانہ، تیری اولاد، تیرا قبیلہ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے سامان عطا کیا تھا وہ سب کچھ پس پشت ڈال کر تو تنہا یہاں آیا ہے۔ پس بندہ کہتا ہے یَا لَیْتَنِی اٰثَرْتُكَ علی اَهلِی وَوَلَدِیْ اے کاش میں اپنے اہل، اپنی اولاد، اپنے قبیلہ اور سامان دنیا پر اسے عمل تجھ کو ترجیح دیتا کیونکہ یہاں تیرے علاوہ کوئی بھی میرے ساتھ نہیں ہے۔ (شرح الصدور ص ۷۳)

عقیدہ مطرف بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۵ھ)

۲۳...... ابوالتیاح یزید بن حمید کہتے ہیں کہ كَانَ مُطَرِّفُ بْنُ عَبْدِ اللهِ يُبَادِرُ فَيَدْخُلُ كُلَّ جُمُعَةٍ فَاَدْلَجَ حَتّٰی اِذَا كَانَ عِنْدَ الْمَقَابِرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَالَ فَرَاَيْتُ صَاحِبَ كُلِّ قَبْرٍ جَالِسًا عَلٰى قَبْرِهٖ فَقَالُوا هٰذَا مطرف يَاْتِي الْجُمُعَةَ. قَالَ فَقُلْتُ لَهُمْ وَتَعْلَمُونَ عِنْدَكُمُ الْجُمُعَةَ؟ قَالُوا نَعَمْ وَنَعْلَمُ مَا تَقُولُ فِيهِ الطَّيْرُ. قُلْتُ وَمَا تَقُولُ فِيهِ الطَّيْرُ؟ قَالُوا تَقُولُ رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ يَوْمٌ صَالِحٌ (زاد المعاد ج ا ص ۴۰۲، نیز الزہد لابن حنبل ص ۱۹۹) مطرف بن عبداللہ جلدی کرتے اور ہر جمعہ رات کی تاریکی میں چلتے حتیٰ کہ جب جمعہ کے دن قبروں کے پاس آتے۔ ابوالتیاح کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ ہر قبر والا اپنی قبر کے اوپر بیٹھا ہے اور وہ کہہ رہے ہیں یہ ہے مطرف جو جمعہ کو آتا ہے میں نے ان کو کہا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے ہاں جمعہ ہے۔ انہوں نے کہا جی ہاں اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جمعہ کے دن پرندے کیا کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا پرندے کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ پرندے کہتے ہیں اے رب! سلامت رکھ، سلامت رکھ، یہ نیک دن ہے۔

عقیدہ یزید بن طریف بجلی رحمۃ اللہ علیہ (م قبل ۱۰۰ھ)

۲۴...... یزید بن طریف کہتے ہیں: مَاتَ اخی فَلَمَّا دفن وضعت رَاْسِی علی قبره فَاِنَّ اُذُنِی الْيُسْرٰی علی الْقَبْرِ اِذْ سَمِعت صَوت اخی اعرفهُ صَوتًا ضَعِيفًا فَسَمِعته يَقُول الله. قَالَ الآخر مَا دينك قَالَ الْاِسْلَام میرا بھائی فوت ہوگیا جب اس کو دفن کر دیا گیا میں نے اپنا سر اس کی قبر پر رکھا تو میرا بایاں کان جو قبر پر تھا اس کے ساتھ میں نے اپنے بھائی کی آواز سنی جس کو میں پہچانتا تھا اور آواز بھی کمزور تھی وہ کہہ رہے تھے اللہ، دوسرے نے پوچھا تیرا دین کیا ہے بھائی نے کہا اسلام۔ (شرح الصدور ص ۹۲، نیز القبور لابن ابی الدنیا ص ۱۲۴)

عقیدہ عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ (م بعد ۱۰۰ھ)

۲۵...... کتاب القبور لابن ابی الدنیا کے حوالہ سے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اِنَّ الْمَيِّتَ اِذا وضع لحده اَتَاهُ اَهله وَولده فيسألهم عَمَّن خلف بعده كَيفَ فعل فلَان وَمَا فعل فلَان جب میت کو لحد میں رکھا جاتا ہے تو اس کے ہاں اس کی فوت شدہ اولاد اور اس کے اہل آتے ہیں اور اس کے پچھلے لوگوں کا احوال پوچھتے ہیں فلاں کیسے ہیں اور فلاں نے کیا کیا؟ (شرح الصدور ص ۱۹۴، باب احوال الموتی)

عقیدہ ضحاک بن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ (م بعد ۱۰۰ھ)

۲۶...... سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ قَالَ بَلَغَنِي عَنِ الضَّحَّاكِ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ زَارَ قَبْرًا يَوْمَ السَّبْتِ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ عَلِمَ الْمَيِّتُ بِزِيَارَتِهٖ قِيلَ لَهٗ وَكَيفَ ذَاكَ؟ قَالَ لِمَكَانِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے ضحاک کے بارے میں یہ بات پہنچی ہے اس نے کہا ہے جس نے ہفتہ کے دن سورج طلوع ہونے سے

پہلے زیارت کی میت کو اس کی زیارت کا علم ہو جاتا ہے۔اس سے پوچھا گیا یہ کیسے ہوتا ہے؟ اس نے کہا جمعہ کی فضیلت کی وجہ سے۔ (شعب الایمان ۶۷/۴ ۱۱۔نیز تفسیر ابن کثیر زاد المعاد، کتاب الروح، شرح الصدور، منازل الارواح)

۲۷...... مَاتَ ابْنٌ لِلضَّحَّاكِ بْنِ مُزَاحِمٍ ابْنَ سِتَّةِ اَيَّامٍ فَقَالَ اِذَا وَضَعْتَ ابْنِي فِي لَحْدِهٖ فَاَبْرِزْ وَجْهَهٗ وَحُلَّ عُقَدَهٗ فَاِنَّ ابْنِي مُجْلَسٌ وَمَسْئُولٌ فَقُلْتُ عَمَّ يُسْأَلُ قَالَ عَنِ الْمِيثَاقِ الَّذِي اَقَرَّ بِهٖ فِي صُلْبِ آدَمَ (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۱۳) ضحاک کا چھ سال کا بیٹا فوت ہوا تو ضحاک نے کہا آپ جب میرے بیٹے کو لحد میں رکھیں تو اس کا چہرہ اور گرہ کھول دیں کیونکہ میرے بیٹے کو بٹھایا جائے گا اور اس سے سوال کیا جائے گا۔ میں نے کہا اس سے کیا پوچھا جائے گا؟ ضحاک نے کہا اس وعدہ کے بارے میں جو پشت آدم سے نکال کر لیا گیا تھا۔

عقیدہ عمارۃ بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ (م بعد ۱۰۰ھ)

۲۸...... یزید بن ابی زیاد اور عمارہ بن عمیر فرماتے ہیں کہ جب عبید اللہ بن زیاد کو قتل کیا گیا تو اس کا اور اس کے کارندوں کے سر لائے گئے اور ایک کھلی جگہ میں ڈال دیے گئے فَجَاءَتْ حَيَّةٌ عَظِيمَةٌ فتفرق النَّاس من فزعها الخ ایک بڑا سانپ آیا جس کے خوف سے سب لوگ منتشر ہو گئے وہ سروں کے درمیان میں داخل ہوا حتیٰ کہ عبید اللہ بن زیاد کے دو نتھنوں میں داخل ہو گیا پھر اس کے منہ سے نکلا پھر اس کے منہ میں داخل ہوا اور اس کی ناک سے نکل آیا اس نے کئی مرتبہ ایسے کیا پھر وہ چلا گیا پھر لوٹ کر آیا اس نے عبید اللہ بن زیاد کے ساتھ کئی مرتبہ یہ معاملہ کیا اور یہ پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں سے آیا اور کہاں گیا۔ (شرح الصدور ص ۱۱۷)

عقیدہ مجاہد بن جبر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱ھ)

۲۹...... عن مجاهد قال اذا مات الميت فملك قابض نفسه فما من شيء الا وهو يراه عند غسله وعند حمله حتى يصل الى قبره جب میت کی وفات ہوتی ہے تو فرشتہ میت کی روح کو اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے اور غسل کے وقت اور میت کو اٹھانے کے وقت جو کچھ ہوتا ہے میت اس کو دیکھتی ہے حتیٰ کہ میت اپنی قبر کی طرف پہنچتی ہے۔ (شرح صحیح البخاری لابن بطال ج ۳ ص ۲۶۶، شرح الصدور للامام سیوطی ص ۶۲)

۳۰...... حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ میت کے دفن کے وقت یہ دعا کرتے تھے بسم الله وفي سبيل الله اللهم افتح له في قبره ونور له فيه والحقه بنبيه اے اللہ! اس میت کے لئے اس کی قبر کو کشادہ کر اور اس کی قبر کو روشن کر اور اس کو اپنے نبی کے ساتھ لاحق کر۔ (شرح الصدور ص ۶۸ باب الدفن، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۹) اگر میت کے بدن میں حیات نہیں تو اس کے لئے قبر میں کشادگی اور روشنی کرنے کا کیا فائدہ؟

۳۱...... مجاہد کہتے ہیں: اِنَّ الرجل ليبشر بصلاح وَلَدِهٖ فِي قَبرِه میت کو اس کی قبر میں اس کی اولاد کی نیکیوں کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۳۱، بحوالہ ابن ابی الدنیا، نیز کتاب الروح ص ۱۲، وَصَحَّ عَنْ مُجَاهِدٍ الخ)

عقیدہ بکر بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ المزنی (م ۱۰۶ھ):

۳۲...... عن بكر بن عبد الله الْمُزَنِيّ قَالَ بَلَغَنِي اَنه مَا من ميت يَمُوت اِلَّا وروحه فِي يَد ملك الْمَوْت فهم يغسلونه ويكفنونه وَهُوَ يرى مَا يصنع بِهٖ اَهله فَلَو يقدر على الْكَلَام لنهاهم

عَن الرنة والعويل بکر بن عبداللہ المزنی کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے ہر مرنے والے کی روح ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے پس وہ میت کو غسل دیتے ہیں، کفن دیتے ہیں اور جو کچھ اس کے اہل خانہ کرتے ہیں اس کو وہ دیکھتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کو بولنے کی قوت دے دے تو وہ ان کو آواز کے ساتھ رونے سے اور بری آوازیں نکالنے سے منع کر دے۔ (شرح الصدور ص ۱۰۰، باب معرفۃ المیت)

۳۳...... بکر بن عبداللہ المزنی کہتے ہیں: ان الْمَيّت يستبشر بتعجيله إِلَى الْمَقَابِر جب میت کو قبرستان کی طرف جلدی لے جائیں تو میت اس سے خوش ہوتی ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۰۲، باب معرفۃ المیت)

عقیدہ راشد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۸ھ، وحکیم بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ م قبل ۱۱۰ھ

۳۴، ۳۵...... سعید بن منصور کے حوالہ سے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ راشد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ، حکیم بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ اور ضمرہ بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب میت کی قبر پر مٹی برابر کر دی جائے اور لوگ واپس چلے جائیں تو مستحب یہ ہے کہ قبر کے پاس میت کو یوں تلقین کی جائے اے فلاں! کہہ دیجئے لا الہ الا اللہ. اور تلقین کنندہ تین مرتبہ یہ کہے۔ پھر تلقین کرنے والا کہے اے فلاں کہہ ربی اللہ و دینی الاسلام و نبیی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر تلقین کرنے والا لوٹ آئے۔

عقیدہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰ھ)

۳۶...... ربیع بن صبیح کہتے ہیں ہم نے حسن بصری کو کہا اے ابوسعید! ہمیں نصیحت کیجئے ...... انہوں نے کہا کیا کل روح جسد سے جدا نہیں ہو جائے گی؟ اور کل جسد کو کفن میں لپیٹ دیا جائے گا اور اس جسد کو کل اس کے گڑھے میں چھوڑ دیا جائے گا اور جن دوستوں کی خاطر اس کی سعی اور حزن و غم ہوتا تھا ان کے دلوں سے کل بھلا دیا جائے گا۔ اے آدم کا بیٹا! تجھ پر موت اترے گی پس نہیں دیکھے گا کوئی آنے والا نہ زیارت والا نہ زیارت کرنے والا، نہ آپ کلام کریں گے قریبی سے اور نہ آپ پہچانیں گے دوست کو۔ تُنَادِي فَلَا تُجِيبُ وَتَسْمَعُ فَلَا تَعْقِلُ تجھے آواز دی جائے گی تو جواب نہ دے گا اور تو سنے گا لیکن سمجھے گا نہیں۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۳۰۴)

۳۷...... وَقَالَ الْحَسَنُ الشُّهَدَاءُ أَحْيَاءٌ عِنْدَ اللهِ تُعْرَضُ أَرْزَاقُهُمْ عَلَى أَرْوَاحِهِمْ فَيَصِلُ إِلَيْهِمُ الرَّوْحُ وَالْفَرَحُ كَمَا تُعْرَضُ النَّارُ عَلَى آلِ فِرْعَوْنَ غُدُوَّةً وَعَشِيًّا فَيَصِلُ إِلَيْهِمُ الْوَجَعُ حسن بصری نے کہا شہداء زندہ ہیں (مخفی زندگی کے ساتھ) ان کے رزق ان کی روحوں پر پیش کیے جاتے ہیں پس ان کے ابدان کی طرف راحت اور فرحت پہنچتی ہے جیسا کہ آگ آل فرعون پر صبح و شام پیش کی جاتی ہے پس ان کے ابدان کی طرف درد پہنچتا ہے۔

(البحر المحیط ج ۱ ص ۴۴۹، نیز تفسیر ثعلبی ج ۲ ص ۲۲، تفسیر بغوی ج ۱ ص ۱۶۸، تفسیر کشاف ج ۱ ص ۲۰۶، تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۱۱۴، تفسیر نسفی ج ۱ ص ۱۴۴، اللباب فی علوم الکتاب ج ۳ ص ۸۰، تفسیر السراج المنیر ج ۱ ص ۱۰۵، تفسیر ابی السعود ج ۱ ص ۱۷۹، روح المعانی ج ۱ ص ۴۱۸)

۳۸...... حسن بصری نے کہا: اَلْبَرْزَخُ هِيَ هٰذِهِ الْقُبُوْرُ الَّتِي بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الْآخِرَةِ برزخ یہی قبریں ہیں جو تمہارے اور آخرت کے درمیان ہیں۔ (تفسیر مجاہد)

۳۹..... عن الحسن بن ابی الحسن البصری ان رسول اللهﷺ کان علی بغلة له شهباء فحادت به فقال حادت ولم تحد عن کبیر. حادت عن رجل یعذب فی قبره من اجل النمیمة وآخر یعذب من الغیبة (اثبات عذاب القبر للبیہقی ص ۱۳۵) حسن بصری کہتے ہیں رسول اللہﷺ اپنے شہباء خچر پر سوار تھے وہ بدکا آپ نے فرمایا کہ اس وجہ سے بدکا اور ڈرا ہے کہ ایک آدمی کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے چغل خوری کی وجہ سے اور دوسرے آدمی کو عذاب ہو رہا ہے غیبت کی وجہ سے۔

۴۰..... عن الحسن قال بلغنی ان المؤمن اذا مات ولم یحفظ القرآن امر حفظة ان یعلموه القرآن فی قبره حتی یبعثه الله یوم القیمة مع اهله (شرح الصدور ص ۱۲۸) حسن بصری کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب مؤمن فوت ہو گیا اور (وہ کوشش کے باوجود) قرآن نہ سیکھ سکا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے کہ وہ اس کو قرآن سکھائیں تا کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن قبر سے اہل قرآن کے ساتھ اٹھائیں۔

فائدہ: قرآن سیکھ رہا تھا روح اور جسد عنصری کا مجموعہ، پس جو سیکھ رہا تھا اسی کو فرشتے سکھاتے ہیں اور قرآنِ کریم مکمل کراتے ہیں۔

عقیدہ وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۴ھ)

۴۱..... وہب بن منبہ نے ذکر کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام ایک قبر پر ٹھہرے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ ان کے شاگرد بھی تھے انہوں نے قبر کی گھبراہٹ، ظلمت اور تنگی کا ذکر کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم قبر سے بھی ایک تنگ جگہ میں تھے یعنی اپنی ماؤں کے رحموں میں پس جب اللہ تعالیٰ نے اس کو فراخ کرنا چاہا تو فراخ کر دیا۔ (شرح الصدور ص ۱۰۲)

۴۲..... امام احمد کی کتاب کتاب الزہد کے حوالہ سے امام سیوطی لکھتے ہیں کہ تابعی وہب بن منبہ حضرت حزقیل کا واقعہ نقل کرتے ہیں، حضرت حزقیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا اس نے مجھے اٹھایا اور ایک ایسے میدان میں اتارا جہاں جنگی معرکہ ہوا تھا اور دس ہزار افراد کے گوشت بکھرے اور جوڑ اکھڑے پڑے ہیں۔ میں نے ان کو آواز دی تو ہر ہڈی اپنے جوڑ کے ساتھ جڑ گئی پھر ان پر گوشت بھی نمایاں ہو گیا اور چمڑا بھی پھیل گیا اور یہ سب کچھ میرے سامنے ہوا پھر مجھے کہا گیا کہ ان کی روحوں کو بلاؤ میں نے ان کو بلایا تو ہر روح اپنے جسد کی طرف متوجہ ہو گئی جب وہ بیٹھ گئے تو میں نے ان سے پوچھا تم کس حالت میں تھے؟ انہوں نے کہا جب ہم پر موت واقع ہوئی اور (محسوس دنیوی) حیات ہم سے جدا ہو گئی تو ہمیں ایک فرشتہ ملا جس کا نام میکائیل ہے اس نے کہا چلو اپنے اعمال کی طرف اور ان کا اجر لو۔ تمھارے بارے میں اور تم سے پہلے اور بعد والے لوگوں کے متعلق ہمارا یہی طریقہ ہے۔ فرشتے نے ہمارے اعمال کو دیکھا تو اس نے ہمیں بت پرست پایا، فَسلط الدُّود علی اَجْسَادنَا وَجعلت الْاَرْوَاح تألم وسلط الْغم علی اَرْوَاحنَا وَجعلت الاجساد تألم فَلم نزل كَذَٰلِك نعذب حَتَّى دَعوتَنَا تو کیڑے ہمارے جسموں پر مسلط کر دیئے گئے اور ہماری ارواح کو تکلیف اور مصیبت زدہ کر دیا گیا اور ان پر غم مسلط کر دیا گیا اور اس سے اجساد بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں پس ہمیں اسی طرح عذاب دیا جاتا ہے حتیٰ کہ آپ نے ہمیں بلایا (شرح الصدور ص ۱۶۳) اس سے معلوم ہوا کہ بکھرے ہوئے گوشت اور ہڈیوں کو عذاب ہوتا ہے۔ یہ واقعہ لکھ کر (چند سطر

بعد) امام سیوطی حافظ ابن حجر کے حوالہ سے لکھتے ہیں ولکل روح بجسدھا اتصال معنوی...... ولو تفرقت الاجزاء اور ہر روح کا اپنے جسد کے ساتھ اتصال معنوی ہوتا ہے اگر چہ میت کے اجزاء بکھر چکے ہوں۔

عقیدہ نافع مولی ابن عمر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷ھ)

۴۳...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام حضرت نافع کے سامنے جب کسی کی وفات ہوتی تو وہ روتے، ان سے پوچھا گیا آپ کے رونے کی وجہ کیا ہے؟ تو کہتے قبر کے سعد بن معاذ کو دبانے کی وجہ سے۔

(شرح الصدور ص ۱۷)

عقیدہ واعظ یزید رقاشی رحمۃ اللہ علیہ (م قبل ۱۲۰ھ)

۴۴...... یزید رقاشی کہتے ہیں مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ جب میت کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو وحشتناک چیز جو اس کے پاس آتی ہے وہ اس کے اعمال ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان اعمال کو قوت گویائی دیتا ہے اعمال کہتے ہیں اے قبر کے گڑھے میں پڑا ہوا اکیلا بندہ آپ سے دوست اقارب جدا ہو گئے آج ہمارے سوا تیرا کوئی غم خوار دوست نہیں ہے۔

(شرح الصدور ص ۴۳)

عقیدہ بلال بن سعد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۰ھ)

۴۵...... بلال بن سعد نے کہا ہر روز قبر ندا کرتی ہے میں دوری کا گھر ہوں (جو میت کو سب سے دور کر دے گا) میں کیڑوں کا گھر ہوں، وَاَنَا حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ اَوْ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ میں آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہوں یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوں...... اور بلال بن سعد نے یہ بھی کہا کہ بے شک مومن کو جب اس کی لحد میں رکھا جاتا ہے تو اس کے نیچے سے زمین بولتی ہے وہ کہتی ہے اللہ کی قسم میں تیرے ساتھ محبت رکھتی تھی جب کہ تو میری پیٹھ پر تھا تو اب جب تو میرے پیٹ میں آ گیا تو اب میری محبت کا کیا عالم ہوگا۔ پس جب مجھے تیرا والی بنا دیا گیا ہے، تو اب دیکھو گے کہ میں آپ کے ساتھ کیسے حسن سلوک کرتی ہوں، فَتَتَّسِعُ لَهٗ مَدَّ بَصَرِهٖ سو وہ زمین اس کے لئے تا حد نگاہ فراخ ہو جاتی ہے اور جب کافر کو رکھا جاتا ہے تو زمین کہتی ہے جب تو میری پیٹھ پر چلتا تھا تو میں تیرے ساتھ بغض رکھتی تھی پس جب مجھے تیرا والی بنا دیا گیا ہے تو تجھے پتہ چل جائے گا میں تیرا کیا حشر کرتی ہوں، فَتَضُمُّهٗ ضَمَّةً فَتَخْتَلِفُ مِنْهَا اَضْلَاعُهٗ وہ اس کو اتنا دباتی ہے کہ اس کی پسلیاں ادھر اُدھر گھس جاتی ہیں۔

(شعب الایمان ج ۱ ص ۶۲۲)

عقیدہ محمد بن واسع بصری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳ھ)

۴۶...... جبیر قصاب کا بیان ہے کہ كُنْتُ اَغْدُوْ اِلٰى مُحَمَّدِ بْنِ وَاسِعٍ فِيْ كُلِّ غَدَاةِ سَبْتٍ حَتّٰى نَأْتِيَ الْجَبَّانَ فَنَقِفُ عَلَى الْقُبُوْرِ فَنُسَلِّمُ وَنَدْعُوْ لَهُمْ ثُمَّ نَنْصَرِفُ فَقُلْتُ لَهٗ ذَاتَ يَوْمٍ وَلَوْ صِرْتَ هٰذَا الْيَوْمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ فَقَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّ الْمَوْتٰى يَعْلَمُوْنَ بِزُوَّارِهِمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَوْمًا قَبْلَهٗ وَيَوْمًا بَعْدَهٗ (شعب الایمان ج ۱۱ ص ۴۷۵، نیز زاد المعاد، تفسیر ابن کثیر) کہ میں ہر ہفتہ کے دن صبح کو محمد بن واسع کے پاس جاتا

تا کہ ہم قبرستان جائیں پس ہم قبروں پر ٹھہرتے سلام کرتے ان کے لئے دعا کرتے پھر لوٹ آتے۔ میں نے ایک دن محمد بن واسع کو کہا اگر آپ اس کو سوموار تک مؤخر کرلیں تو کیا حرج ہے؟ فرمایا مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ مردے جمعہ کے دن اور ایک دن اس سے پہلے اور ایک دن اس کے بعد اپنے زائرین کو زیادہ جانتے پہچانتے ہیں۔

عقیدہ عمرو بن دینار مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۶ھ)

۴۷...... وَعَنْ عَمْرو بن دِينَار رَضِيَ الله عَنهُ مَا من ميت يَمُوت إِلَّا وَهُوَ يعلم مَا يكون فِي أَهله بعده وَأَنَّهُم ليغسلونه ويكفنونه وَأَنَّه لينْظر إِلَيْهِم (نہایۃ الزین ص ۱۴۹) عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ جو میت بھی فوت ہوتی ہے وہ وفات کے بعد جانتی ہے کہ اس کے گھر میں کیا ہو رہا ہے اور لوگ اس کو غسل اور کفن دیتے ہیں اور یہ ان کو دیکھتی ہے۔

۴۸...... عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوتُ إِلَّا وَرُوحُهُ فِي يَدِ مَلَكٍ يَنْظُرُ إِلَى جَسَدِهِ كَيْفَ يُغَسَّلُ وَكَيْفَ يُكَفَّنُ وَكَيْفَ يُمْشَى بِهِ فَيَجْلِسُ فِي قَبْرِهِ... يُقَالُ لَهُ وَهُوَ عَلَى سَرِيرِهِ اسْمَعْ ثَنَاءَ النَّاسِ عَلَيْكَ (حلیۃ الاولیاء للاصبہانی ج ۳ ص ۳۴۹) عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ جو میت بھی فوت ہوتی ہے اس کی روح فرشتہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے، وہ میت اپنے جسم کی طرف دیکھتی ہے کہ اس کو غسل کیسے دیا جاتا ہے، کفن کیسے دیا جاتا ہے، اس کو کیسے لے جایا جاتا ہے پھر وہ اپنی قبر میں بیٹھ جاتا ہے اور وہ میت چارپائی پر ہوتی ہے تو اس کو کہا جاتا ہے لوگوں سے اپنی تعریف سن۔

۴۹...... عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی کی بہن فوت ہوئی۔ جب دفن سے فارغ ہو کر واپس آئے تو اس کو یاد آیا کہ اس کی تھیلی قبر میں رہ گئی ہے۔ تو اس نے ایک دوست کو ساتھ لیا قبر کو اکھیڑا تو تھیلی مل گئی، اس نے دوست کو کہا آپ ذرا ایک طرف ہو جائیں تا کہ میں اپنی بہن کو دیکھوں کہ وہ کس حال میں ہے، اس نے لحد سے اینٹ ہٹائی تو دیکھا کہ لحد میں آگ کے شعلے ہیں، اس نے لحد کو بند کر دیا اور واپس آ کر اپنی ماں سے بہن کا حال پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ نماز کو مؤخر کر دیتی تھی، اور میرا گمان یہ ہے کہ وہ بغیر وضوء کے نماز پڑھتی تھی، اور رات کو چھپ کر پڑوسیوں کی باتیں سنتی تھی۔ (شرح الصدور ص ۱۲۰)

عقیدہ ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷ھ)

۵۰ ... ابن شوذب کہتے ہیں میں نے ثابت بنانی کو سنا وہ یہ دعا کر رہے تھے اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ أَعْطَيْتَ أَحَدًا أَنْ يُصَلِّيَ فِي قَبْرِهِ فَأَعْطِنِي ذٰلِكَ اے اللہ! اگر تو کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی توفیق دیتا ہے تو مجھے اس کی توفیق عطاء فرما۔ (مسند ابن الجعد ص ۲۰۹)

۵۱...... ابن سعد نے طبقات میں، محدث ابن ابی شیبہ نے مصنف ابن ابی شیبہ میں اور امام احمد نے کتاب الزہد میں ذکر کیا ہے حماد بن سلمہ کہتے ہیں ثابت بنانی حمید الطویل سے پوچھ رہے تھے کیا آپ کو یہ بات معلوم ہے کہ انبیاء کے علاوہ کوئی آدمی قبر میں نماز پڑھتا ہے؟ حمید نے جواب دیا نہیں۔ ثابت نے دعا کی اے اللہ! اگر تو کسی کو اجازت دے کہ وہ قبر میں نماز پڑھے تو ثابت کو اجازت دے کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھے۔ (شرح الصدور ص ۱۲۶)

۵۲...... کتاب القبور لابن ابی الدنیا اور الحلیہ لابی نعیم کے حوالہ سے امام سیوطی لکھتے ہیں ثابت بنانی نے کہا کہ جب مؤمن کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو اعمال صالحہ اس کو گھیر لیتے ہیں اور عذاب والا فرشتہ آتا ہے تو اس کے اعمال میں سے کوئی اس کو کہتا ہے اس سے دور رہ، اگر میں اکیلا ہوتا تب بھی تو اس کی طرف نہ پہنچ سکتا، اس کے تو کئی اعمال صالحہ ہیں، آپ اس کی طرف کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ (شرح الصدور ص ۲۰۳)

۵۳...... ابن ابی الدنیا کے حوالے سے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ثابت بنانی کا قول نقل کرتے ہیں: جب نیک بندے کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے لئے جنت سے بستر لایا جاتا ہے اور اس کو کہا جاتا ہے سو جا، آپ کو آنکھوں کی ٹھنڈک مبارک ہو، تو نے پاکیزہ زندگی گزاری، پس اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہے اور اس کے لیے تاحد نگاہ قبر میں فراخی کر دی جاتی ہے اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے، یہ جنت کے حسین منظر کو دیکھتا ہے اور اس کی خوشبو سے لطف اندوز ہوتا ہے اور اس کو نماز روزہ اور سب نیکی کے کام گھیر لیتے ہیں اور اس کو کہتے ہیں ہم نے آپ کو تھکایا ہم نے آپ کو پیاسا رکھا اور ہم نے آپ کو جگایا ہم آپ کے لئے حاضر ہیں آج آپ کی پسند اور آپ کی چاہت چلے گی آج ہم آپ کے غم خوار اور خیر خواہ ہیں، (کب تک؟) جب تک آپ اپنے جنت والے گھر کی طرف لوٹ نہیں جاتے۔ (شرح الصدور ص ۲۰۴)

عقیدہ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰ھ)

۵۴...... مالک بن دینار کہتے ہیں: نزلت فِي قبر عبد الله بن غالب فأخذت من ترابه فإذا هُوَ مسك وفتن الناس به فبعث إلى قبره فسوي میں عبد اللہ بن غالب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر میں اترا میں نے اس کی مٹی لی تو کستوری تھی اور لوگ اس کی وجہ سے فتنہ میں پڑ گئے اس لئے ان کی قبر کو برابر کر دیا گیا۔ (شرح الصدور ۱۰۳)

عقیدہ ضمرہ بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰ھ)

۵۵...... سعید بن منصور کے حوالہ سے علامہ سیوطی ان سے نقل کرتے ہیں الخ۔

(راشد بن سعد م ۱۰۸ھ کے تحت دیکھیں، ص ۳۸۷)

عقیدہ ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱ھ)

۵۶...... عَن أَيُّوبَ قَالَ كَانَ يُقَالُ من كَرَامَةِ الْمَيِّتِ على أَهله تَعْجِيله إِلَى حفرته ایوب کہتے ہیں اہل میت کی طرف سے میت کا اکرام یہ ہے کہ اس کو قبر کی طرف جلدی لے جایا جائے۔

(شرح الصدور ۶۳، المقاصد الحسنہ ص ۱۴۱)

عقیدہ یزید بن ابی زیاد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶ھ)

۵۷...... فرماتے ہیں کہ جب عبید اللہ بن زیاد کو قتل کیا گیا الخ (عمارہ بن عمیر م بعد ۱۰۰ھ کے تحت دیکھیں، ص ۳۸۶)

عقیدہ سلیمان اعمش رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۸ھ)

۵۸...... سلیمان اعمش کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی قبر پر پاخانہ کر دیا تو وہ پاگل

ہو گیا اور وہ کتوں کی طرح بھونکتا تھا۔ پھر وہ مر گیا تو اس کی قبر سے کتے کی طرح بھونکنے کی اور چیخنے کی آواز سنی گئی۔
(شرح الصدور ص ۱۱۷)

عقیدہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ)

۵۹......وفی فتح القدیر عن ابی حنیفة ان الزائر یستقبل القبر ویستدبر القبلة ویتیا من شیئاً الیر اہ المیت سهلا (العرف الشذی) فتح القدیر میں امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ نقل کیا گیا ہے کہ زائر قبر کی طرف منہ اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرے اور قدرے دائیں جانب ہو تا کہ میت اس کو آسانی کے ساتھ دیکھ سکے۔

۶۰......امام ابو حنیفہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا من قال لا اعرف عَذَابَ الْقَبْرِ فَهُوَ من الْجَهْمِيَة الهالكة الخ جو یہ کہے میں عذاب قبر کو نہیں جانتا وہ ہلاک ہونے والے فرقہ جہمیہ سے ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا انکار کیا ہے سنعذبهم مرتين الخ (ہم ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے پھر وہ لوٹائیں جائیں گے عذاب عظیم کی طرف۔ کل تین عذاب ہو گئے۔ عذاب دنیا، عذاب قبر اور آخرت میں عذاب عظیم) پس جس نے عذاب قبر کا انکار کیا اس نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا انکار کیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وان للذين ظلموا عذابا دون ذالك (اور بے شک ظالموں کے لئے آخرت کے بڑے عذاب سے پہلے ایک عذاب ہے) یعنی قبر میں پس عذاب قبر کا منکر اس فرمان الٰہی کا بھی منکر ہے۔　(الفقہ الابسط ص ۱۳۷)

۶۱......وسؤال مُنكر وَنَكِير حق كَائِن فِي الْقَبْرِ واعادة الرّوح اِلَى الْعبد فِي قَبره حق وضغطة الْقَبْر وعذابه حق كَائِن لِلْكفَّار كلهم ولبعض عصاة الْمُؤمنِينَ حق جَائِز (الفقہ الاکبر ص ۶۵) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی نے فرمایا: قبر میں منکر نکیر کا سوال حق ہے اور قبر میں سوال ہوگا۔ قبر میں روح کا بندے کی طرف لوٹانا حق ہے قبر کا میت کے جسد کو دبانا اور قبر کا عذاب حق ہے جو سب کفار اور بعض نافرمان مؤمنین کے لئے ہوگا یہ بھی حق ہے اور جائز ہے۔

عقیدہ ابو غالب رحمۃ اللہ علیہ (م؟)

۶۲......ابو غالب رحمۃ اللہ علیہ تابعی کہتے ہیں کہ شام میں ایک جوان نے بوقت موت اپنے چچا کو کہا چچا جان! یہ بتاؤ کہ اگر موت کے بعد اللہ تعالیٰ مجھے میری والدہ کے سپرد کر دے تو وہ میرے ساتھ کیا معاملہ کرے گی؟ چچا نے کہا اللہ کی قسم وہ تجھے جنت میں داخل کرے گی، نوجوان نے کہا فو الله الله ارحم بی من والدتی پس اللہ کی قسم البتہ اللہ تعالیٰ مجھ پر میری والدہ سے زیادہ مہربان ہے۔ نوجوان فوت ہو گیا تو میں بھی اس کے چچا کے ساتھ قبر میں اترا، ہم نے اینٹیں منگوائیں اور ان کو اس پر برابر کر دیا اچانک ایک اینٹ گر گئی تو اس کا چچا تیزی کے ساتھ پیچھے ہٹا میں نے کہا خیر تو ہے؟ اس نے کہا اس کی قبر نور سے بھری ہوئی اور تاحد نگاہ فراخ ہے۔　(شرح الصدور ۱۰۲)

عقیدہ عبید بن مرزوق رحمۃ اللہ علیہ (م؟)

۶۳......عبید بن مرزوق کہتے ہیں کہ مدینہ میں ایک عورت مسجد کی صفائی کرتی تھی وہ مر گئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی موت کا پتہ نہ چلا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر گزرے پوچھا یہ کس کی قبر ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا ام محجن کی

ہے، آپ نے کہا وہ ام محجن جو مسجد کی صفائی کرتی تھی؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا جی ہاں! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صف بنائی اور نبی کریم ﷺ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی پھر آپ ﷺ نے اس عورت کو مخاطب کر کے پوچھا ای العمل افضل تو نے کونسا عمل افضل پایا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کیا وہ سنتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ما انتم باسمع منها تم اس سے زیادہ نہیں سنتے۔ اس عورت نے جواب دیا مسجد کی صفائی والے عمل کو۔ (شرح الصدور ص ۶۲)

عقیدہ جبیر رحمۃ اللہ علیہ (م؟)

۶۴...... جبیر کہتے ہیں قسم ہے اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے ثابت بنانی کو اس کی لحد میں اتارا اور میرے ساتھ حمید الطویل تھا جب ہم نے اس پر اینٹیں برابر کر دیں تو اچانک ایک اینٹ گر گئی پس اچانک میں نے ثابت کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں کیونکہ وہ زندگی میں یہ دعا مانگتے تھے اے اللہ! تو اگر کسی کو اس کی قبر میں نماز عطا کرے تو مجھے نماز عطا کر۔ پس نہیں اللہ کہ اس کی دعا کو رد کر دے۔ (شرح الصدور ص ۱۸۸، باب احوال الموتی)

عقیدہ ابو عطیہ المذ بوح (م؟ لہ ادراک) و افلح بن عبد (م ۱۰۶ھ) و ہیثم بن مالک (م ۱۱۰ھ)

۶۵...... ہیثم بن مالک کہتے ہیں کہ ہم افلح بن عبد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس باتیں کر رہے تھے اور افلح کے پاس ابو عطیہ المذ بوح بھی تھا، نعمتوں کا تذکرہ ہوا تو افلح نے کہا من انعم الناس لوگوں میں کون زیادہ نعمت یافتہ ہے تو مختلف لوگوں نے مختلف جواب دیئے۔ افلح نے کہا ما تقول یا ابا عطیة، اے ابو عطیہ آپ کیا کہتے ہیں؟ ابو عطیہ نے کہا میں تمہیں بتاتا ہوں لوگوں میں کون زیادہ نعمتوں والا ہے جسد فی لحد قد امن العذاب: زیادہ نعمتوں والا وہ جسد ہے جو لحد میں ہے اور عذاب سے محفوظ ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۱) اس سے معلوم ہوا کہ لحد میں بعض کو عذاب ہوتا ہے اور بعض محفوظ رہتے ہیں، اور یہ عذاب سے محفوظ رہنا تبھی نعمت شمار ہوگا کہ حیات ہو پھر عذاب سے محفوظ رہے۔

تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم

عقیدہ عوام بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۸ھ)

۱...... عوام بن حوشب کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ایک محلہ میں آیا اس محلہ کے قریب قبرستان تھا، فَلَمَّا كَانَ بعد الْعَصْرِ انشق مِنْهَا قبر فَخَرج مِنْهُ رجل رَاسه رَاس حمار وَجَسَده جَسَد إِنْسَان فنهق ثَلَاث نهقات ثُمَّ انطبق عَلَيْهِ الْقَبْر الخ ہر روز عصر کے بعد اس قبرستان میں ایک قبر شق ہوتی ہے، اس سے ایک آدمی نکلتا ہے جس کا سر گدھے کے سر جیسا اور باقی بدن انسانوں جیسا ہے تین مرتبہ ہینگتا ہے پھر اس پر قبر بند ہو جاتی ہے، میں نے اس کے متعلق پوچھا تو پتہ چلا کہ یہ شراب پیتا تھا جب نشہ دور ہو جاتا اس کو اس کی ماں کہتی اللہ سے ڈر اور اس سے باز آ جا، وہ جواب میں کہتا تو ایسے ہینگتی ہے جیسا گدھا ہینگتا ہے، وہ عصر کے بعد مرا اب اس کی حالت یہی ہے کہ ہر روز عصر کے بعد از خود اس کی قبر شق ہوتی ہے وہ تین مرتبہ ہینگتا ہے پھر قبر اس پر بند ہو جاتی ہے۔

(شرح الصدور ص ۱۱۵۔ شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ ج ۶ ص ۱۲۱۸۔ الترغیب لقوام السنۃ ۱؍ ۲۹۲)

عقیدہ علاء بن عبدالکریم (م ۱۵۰ھ): (وہو من الذین عاصر واصغار التابعین)

۲..... علاء بن عبدالکریم کہتے ہیں ایک آدمی فوت ہوا اس کا بھائی جو ضعیف البصر تھا، اس نے بتایا کہ ہم نے اس کو دفن کیا جب لوگ دفن کے بعد واپس چلے گئے وضعتُ رَاْسِی علی الْقَبْرِ وَاِذا اَنا بِصَوْت من دَاخلِ الْقَبْرِ الخ تو میں نے اپنا سر قبر پر رکھا میں نے قبر کے اندر سے آواز سنی من ربك وما دينك ومن نبيك۔ پھر میں نے اپنے بھائی کی آواز سنی جس کو میں نے پہچان لیا انہوں نے الله ربی و محمد نبیی پھر قبر کے اندر سے تیر کے مشابہ کوئی چیز میرے کان کی طرف بلند ہوئی میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں واپس آ گیا۔

(شرح الصدور ۹۳، نیز القبور لابن ابی الدنیا ص ۱۲۴)

عقیدہ ابو سنان رحمۃ اللہ علیہ (م؟) وامام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۵۷ھ)

۳..... محمد بن یوسف فریابی کہتے ہیں میں نے ابو سنان سے سنا اور وہ نیک آدمی ہے ابو سنان نے کہا کہ ایک آدمی کا بھائی فوت ہو گیا میں اس کے پاس تعزیت کی غرض سے آیا، میں نے اس کو بہت گھبراہٹ میں پایا، اس نے وجہ یہ بتائی کہ جب میں نے بھائی کو دفن کیا اور اس پر مٹی برابر کر دی تو قبر سے خوفناک آواز آئی اوہ میں نے کہا واللہ میرا بھائی ہے پھر میں نے قبر سے مٹی کھولی تو مجھے کہا گیا لا تفعل: ایسا نہ کر، میں نے مٹی قبر پر ڈال دی۔ جب میں قبر سے اٹھنے لگا تو قبر سے دوبارہ آواز آئی اوہ، میں نے کہا واللہ میرا بھائی ہے اور قبر سے مٹی ہٹانی شروع کر دی، مجھے کہا گیا اے اللہ کے بندے قبر کو نہ اکھیڑ، میں نے اس پر مٹی ڈال دی۔ جب میں قبر سے اٹھنا شروع ہوا تو اس نے کہا آہ، پھر میں نے کہا واللہ میرا بھائی ہے پھر میں نے قبر سے مٹی ہٹائی۔ مجھے کہا گیا ایسا نہ کر، میں نے مٹی قبر پر لوٹا دی۔ جب اٹھنا شروع ہوا تو وہ پھر کہتا ہے اوہ، میں نے کہا اللہ کی قسم میں قبر کو اکھیڑوں گا۔ میں نے قبر کو اکھیڑا تو وہ آگ کے طوق سے جکڑا ہوا ہے اس کی قبر اس پر آگ میں تبدیل ہو چکی ہے۔ میں نے لالچ کیا کہ اس طوق کو کاٹ دوں، میں نے کاٹنے کے لئے اس پر ہاتھ مارا تو میری انگلیاں ختم ہو گئیں۔ اس نے اپنا ہاتھ ہماری طرف نکالا تو اس کی چار انگلیاں غائب تھیں۔ پھر امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا میں نے ان کے سامنے بیان کیا، میں نے کہا اے ابو عمرو! یہودی نصرانی اور دوسرے کافر مرتے ہیں لیکن ان کی قبروں میں اس طرح کی حالت نظر نہیں آتی، کہنے لگے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے بارے میں کوئی شک نہیں کہ وہ آگ میں ہیں (اس لیے ان کا عذاب دکھانے کی ضرورت نہیں)، اور اہل توحید کے بارے میں اللہ تعالیٰ تمہیں یہ حالات دکھاتا ہے تاکہ تم عبرت حاصل کرو (اور تمہیں مزید یقین ہو جائے کہ فاسق مؤمن کو بھی قبر میں عذاب ہوتا ہے) (شرح الصدور ص ۱۷۸، باب عذاب القبر کا تقریباً آخر)

۴..... ابن ابی الدنیا کے حوالہ سے علامہ سیوطی لکھتے ہیں امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ قبر سے اٹھائے جانے تک میت موت کی تکلیف محسوس کرتی ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۹، باب من دنا اجلہ)

عقیدہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۱ھ)

۵..... قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ اتَّقُوا هٰذِهِ الْاَهْوَاءَ الْمُضِلَّةَ...وَاَمَّا الْمُعْتَزِلَةُ فَهُمْ يُكَذِّبُونَ

بِعَذَابِ الْقَبْرِ (الشریعۃ للآجری ج۵ ص۲۵۵۱، نیز شرح مذاہب اہل السنۃ لابن شاہین ص۲۸) سفیان ثوری نے کہا ان گمراہ کرنے والی خواہشات سے بچو۔ معتزلہ عذاب قبر کی تکذیب کرتے ہیں۔

عقیدہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۲ھ)

۶...... اِبْرَاهِيمَ بن ادهم يَقُوْلُ اِنَّ لِلْمَوْتِ كَأْسًا لَا يَقْوٰى عَلٰى تَجَرُّعِهٖ اِلَّا خَائِفٌ وَجَلٌ طَائِعٌ كَانَ يَتَوَقَّعُهٗ فَمَنْ كَانَ مُطِيعًا فَلَهُ الْحَيَاةُ وَالْكَرَامَةُ وَالنَّجَاةُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ج۸ ص۱۳) ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں موت کے پیالہ سے گھونٹ بھرنے کی قوت وہی رکھتا ہے جو بہت زیادہ ڈرنے والا اور اطاعت کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہے۔ پس جو مطیع وفرمانبردار ہے اس کے لئے حیات، عزت وعظمت اور قبر کے عذاب سے نجات ہے۔

عقیدہ السری بن یحییٰ ابوالہیثم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۷ھ)

۷...... قَالَ (ابو الهيثم) وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ غَالِبٍ لَمَّا مَاتَ وُجِدَ مِنْ قَبْرِهٖ رِيْحُ الْمِسْكِ (الاولیاء لابن ابی الدنیا ص۳۴) ابوالہیثم کہتے ہیں جب عبداللہ بن غالب فوت ہوئے تو ان کی قبر سے کستوری جیسی خوشبو مہک رہی تھی۔

عقیدہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۷۹ھ)

۸...... امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بَلَغَنِيْ اَنَّ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِيْنَ مُرْسَلَةٌ تَذْهَبُ حَيْثُ شَاءَتْ (شرح الصدور ص۲۳۲) مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ مؤمنین کی ارواح کو آزاد کر دیا جاتا ہے وہ (باذن الٰہی) جہاں چاہیں جاسکتی ہیں (حتیٰ کہ جسد عنصری میں داخل ہونا چاہیں تو اس کا بھی اذن ہوجاتا ہے)

۹...... ناظر ابو جعفر امير المؤمنين مالكا في مسجد رسول الله ﷺ الخ مسجد نبوی میں امیر المؤمنین ابوجعفر نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مناظرہ کیا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اے امیر المؤمنین! اس مسجد میں اپنی آواز بلند نہ کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو ادب سکھایا ہے فرمایا ''لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبی'' (اگر نبی کریم ﷺ کے تکلم کے وقت تمہیں بات کرنی ہوتو) اپنی آواز کو نبی کی آواز سے بلند مت کرو اور نہ نبی کی آواز کے برابر کرو اور نبی کے سکوت کے وقت بھی آواز بلند نہ کرو ایسا نہ ہو کہ تمہارے نیک عمل برباد ہوجائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ ہو اور آواز پست کرنے والی قوم کی تعریف کی ہے فرمایا: ''ان الذين يغضون اصواتكم الخ'' بے شک جو لوگ نبی کے پاس اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اللہ نے ان لوگوں کے دلوں کا امتحان لیا، (نتیجۃً) ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ وإن حرمته ميتا كحرمته حيا الخ اور نبی کریم ﷺ کی عزت واحترام جیسے زندگی میں تھا وفات کے بعد بھی ویسے ہی عزت واحترام ہے۔ امیر المؤمنین نے عاجزی اختیار کی اور فرمانبرداری کی۔ (وفاء الوفاء ج۴ ص۱۹۵، الشفاء للقاضی عیاض ۱/۴۱، ۲/۹۲، فتاویٰ ابن تیمیہ ۱/۲۲۷، وغیرہ)

عقیدہ قاضی ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ابراہیم بن سعد بن ابراہیم، مدنی (م ۱۸۴ھ)

۱۰..... كنت بمدينة النبي ﷺ ومعي ثلاثة من الفقراء فأصابتنا فاقة فجئت إلى النبي ﷺ فقلت: يا رسول الله ليس لنا شيء ويكفينا ثلاثة أمداد الخ (وفاء الوفاء للسمہودی ج ۴ ص ۲۰۱)

ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں مدینہ منورہ میں تھا اور میرے ساتھ تین فقراء بھی تھے، ہم فاقہ میں مبتلا ہوئے، میں نبی ﷺ کی طرف آیا، میں نے کہا اے اللہ کے رسول! ہمارے پاس کوئی چیز نہیں، اور ہمیں تین مد کافی ہیں اور وہ جس چیز کے بھی ہوں، پس مجھے ایک آدمی ملا اور اس نے مجھے عمدہ کھجوروں کے تین مد پیش کیے۔

عقیدہ سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۸ھ)

۱۱..... قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ يَقُولُ السُّنَّةُ عَشَرَةٌ فَمَنْ كُنَّ فِيهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ السُّنَّةَ وَمَنْ تَرَكَ مِنْهَا شَيْئًا فَقَدْ تَرَكَ السُّنَّةَ ... وَعَذَابُ الْقَبْرِ (شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ج ۱ ص ۱۷۵) دین و شریعت میں دس عقائد اہم ہیں جس نے ان کو کامل کر لیا اس نے دین کو کامل کر لیا جس نے ان میں سے کسی چیز کو چھوڑ دیا اس نے دین کو چھوڑ دیا۔ ان دس میں عذاب قبر پر ایمان ہے۔

عقیدہ معاویہ صُمادحی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۹ھ)

۱۲..... عبد اللہ بن ابی حسان کہتے ہیں کہ ہم عبد اللہ بن فروخ کے پاس بیٹھے تھے، ابن فروخ نے یہ آیت پڑھی ربنا امتنا اثنتین الخ یعنی زندگیاں دو ہیں، اس پر معاویہ صمادحی کہنے لگے قرآن کریم میں ہے الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم الخ یعنی جو لوگ ہزاروں کی تعداد میں گھروں سے موت سے ڈر کی وجہ سے نکلے تھے ان کو اللہ نے موت دی پھر زندہ کیا (تو یہ تیسری زندگی بھی قرآن سے ثابت ہو گئی)، ابن فروخ نے کہا تِلْكَ آيَةٌ (یہ اللہ کی نشانی ہے)، معاویہ رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے وَعَذَابُ الْقَبْرِ آيَةٌ (عذاب قبر بھی اللہ کی نشانی ہے)، ابن فروخ خاموش ہو گئے۔ (طبقات علمائے افریقیہ لابی العرب م ۳۳۳ھ ص ۹۰)

عقیدہ ابن ابی فدیک رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۰ھ)

۱۳..... محدث ابن ابی فدیک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں نے بعض علماء سے خود سنا وہ فرما رہے تھے کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جو آدمی نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس یہ آیت تلاوت کرے "ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما" پھر ستر مرتبہ کہے صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ تو فرشتہ اس کو جواب دیتا ہے صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا فُلَانُ (آپ پر بھی اللہ کی رحمت ہو) آپ کی کوئی حاجت بھی نامکمل و ناتمام نہ ہو گی۔ (شعب الایمان للبیہقی ج ۶ ص ۵۵)

فائدہ: قبر کے پاس خطاب دلیل حیات ہے۔

عقیدہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۴ھ)

۱۴..... وَقَدْ بَلَغَنِي عَنْ بَعْضِ مَنْ مَضَى أَنَّهُ أَمَرَ أَنْ يُقْعَدَ عِنْدَ قَبْرِهِ إِذَا دُفِنَ بِقَدْرِ مَا تُجْزَرُ جَزُورٌ (قَالَ) وَهَذَا أَحْسَنُ وَلَمْ أَرَ النَّاسَ عِنْدَنَا يَصْنَعُونَهُ (الام ج ۱ ص ۳۱۶) اور تحقیق مجھے بعض سلف (حضرت

عمرو بن العاص) کی یہ بات پہنچی ہے کہ انہوں نے وصیت کی جب ان کو دفن کرلیا جائے تو انکی قبر کے پاس اتنی دیر بیٹھا جائے جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جاتا ہے یہ طریقہ مستحسن ہے اور میں نے ایسا کرتے ہوئے لوگوں کو نہیں دیکھا۔

۱۵...... وان عذاب القبر حق ومسائلة اهل القبور حق... وغير ذلك مما جاءت به السنن فظهرت على السنة العلماء واتباعهم من بلاد المسلمين (تفسیر الامام الشافعی ج ۳ ص ۱۴۱۷) اور بے شک عذاب قبر حق ہے اہل قبور سے منکر نکیر کا سوال برحق ہے، ان پر احادیث موجود ہیں جو بلاد مسلمین کے علماء اور ان کے متبعین کی زبانوں پر جاری ہیں۔

۱۶...... هٰذِهٖ وَصِيَّةُ مُحَمَّدِ بْنِ إِدْرِيسَ الشَّافِعِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَوْصٰى ... وَاَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ... حَقٌّ... عَلَيْهِ اَحْيَا وَعَلَيْهِ اَمُوتُ وَعَلَيْهِ اُبْعَثُ اِنْ شَاءَ اللهُ (اثبات صفۃ العلو لابن قدامہ ص ۱۷۶) یہ محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت ہے جو انہوں نے وصیت کی اور بے شک عذاب قبر حق ہے میں اسی عقیدہ پر زندہ رہونگا، اسی پر مروں گا اور اسی پر اٹھایا جاؤں گا، ان شاء اللہ۔

عقیدہ حمید الطوسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۱۰ھ)

۱۷...... دخل حميد الطوسى على أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَعِنْدَهُ بشر المريسى فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ لحميد: أَتَدْرِي من هٰذَا يَا اَبَا غَانِم؟ قَالَ لَا. قَالَ هٰذَا بشر المريسى فَقَالَ حميد يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! هٰذَا سيد الْفُقَهَاءِ. هٰذَا قد رفع عَذَابَ الْقَبْرِ وَمَسْأَلَةَ مُنكر وَنَكِير وَالْمِيزَانَ والصراط. انْظُر هَل يقدر أن يرفع الْمَوْتَ؟ ثُمَّ نظر إِلَى بشر. فَقَالَ لَو رفعت الْمَوْتَ كنت سيد الْفُقَهَاءِ حقًّا (نقض الامام ابی سعید عثمان بن سعید علی المریسی ج ۱ ص ۶۱) حمید طوسی امیر المؤمنین کے پاس آئے اور ان کے پاس بشر مریسی بھی موجود تھا امیر المؤمنین نے حمید کو کہا آپ جانتے ہیں یہ کون ہے؟ حمید نے نفی میں جواب دیا۔ امیر نے کہا یہ بشر مریسی ہے۔ حمید نے کہا اے امیر المؤمنین! یہ فقہاء کا سردار بنا ہوا ہے حالانکہ اس نے قبر کا عذاب، قبر میں منکر نکیر کا سوال، پل صراط، وزن اعمال کے لئے ترازو، اس نے یہ سب کچھ اٹھا دیا ہے اگر یہ قدرت رکھتا ہے تو ذرا موت کو اٹھا دے پھر حمید نے بشر کی طرف دیکھا اور کہا اگر موت کو اٹھا دیں تو پھر آپ کا سید الفقہاء ہونا حق ہے۔

عقیدہ محدث عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۱۱ھ)

۱۸...... محدث عبد الرزاق بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حدیث کی کتاب مصنف عبد الرزاق میں کتاب الجنائز میں درج ذیل ابواب قائم کئے ہیں۔ باب السلام على قبر النبى ﷺ. باب فتنة القبر (قبر میں منکر نکیر کا سوال) اور سلام علی النبی ﷺ اور قبر میں سوال موقوف ہے حیات قبر پر)

عقیدہ اسد بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۱۲ھ)

۱۹...... حافظ ابن رجبؒ نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ اسد بن موسیٰ کہتے ہیں کہ میرا ایک دوست فوت ہوگیا میں نے اس کو خواب میں دیکھا وہ کہہ رہا ہے سبحان اللہ، آپ اپنے فلاں دوست کی قبر پر آئے اور آپ نے قراءت کی اور رحمت کی دعا کی، آپ نہ میرے پاس آئے اور نہ ہی میرے قریب ہوئے، میں نے کہا آپ کو کیسے پتہ چلا؟ اس

نے کہا آپ جب فلاں دوست کی قبر پر آئے تو میں نے آپ کو دیکھا تھا۔ میں نے کہا آپ نے مجھے کیسے دیکھا؟ آپ پر تو مٹی کا ڈھیر ہے، اس نے کہا أما رایت الماء اذا کان فی الزجاج أما یتبین؟ قلت بلی قال فکذالك نحن نری من یزورنا جب شیشے کی صاف بوتل میں پانی ہو تو کیا وہ پانی نظر آتا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں نظر آتا ہے، اس نے کہا پس اسی طرح ہم اپنے زائرین کو دیکھتے ہیں۔ (شرح الصدور ص ۱۵۳ باب زیارۃ القبور، نیز اہل القبور لابن رجب ص ۸۹)

عقیدہ شیخ بخاری ابوعبدالرحمن بن یزید علیہ رحمۃ اللہ المقریؒ (م ۲۱۳ھ)

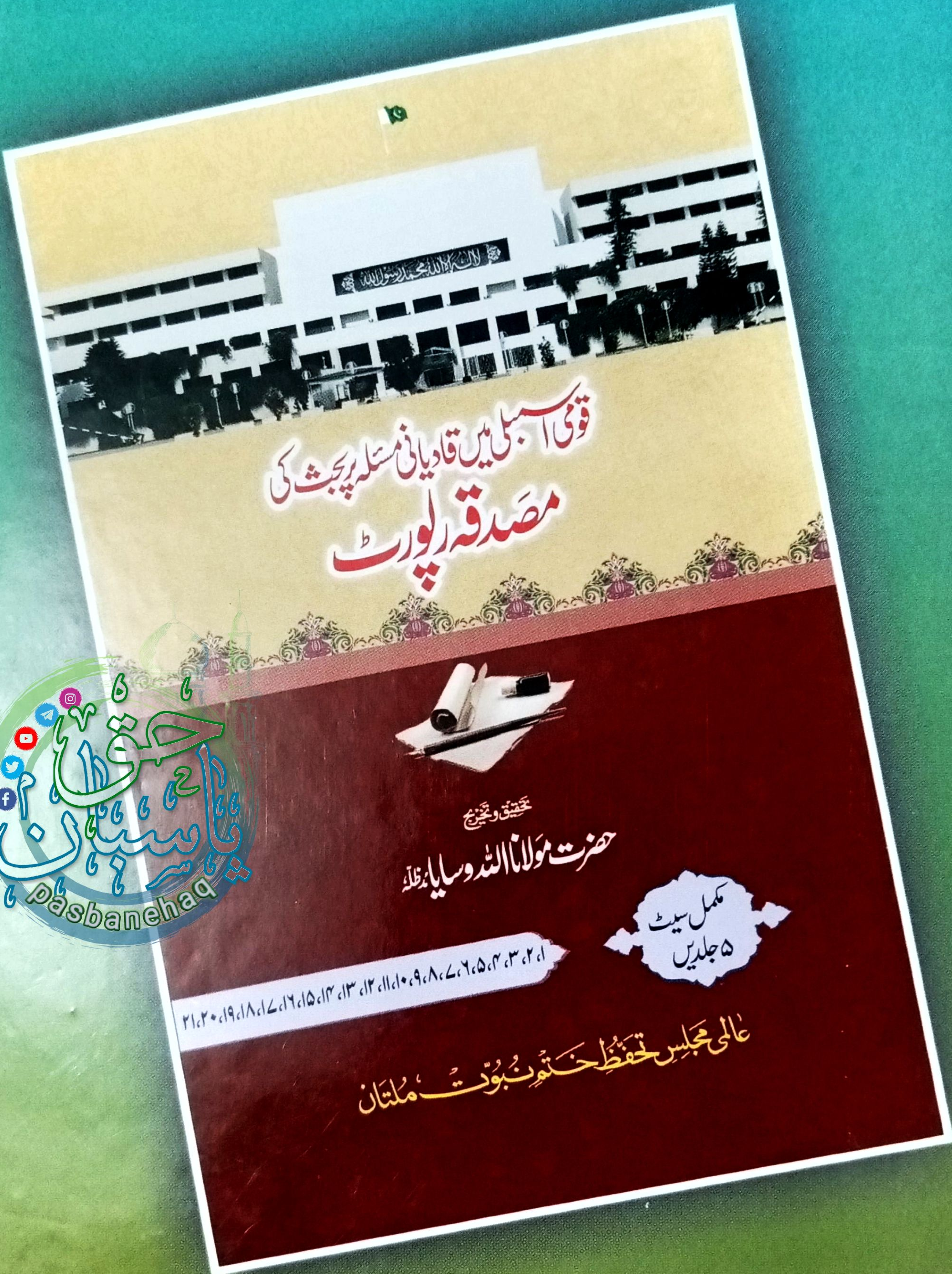
۲۰...... ابوعبداللہ بن خالد جزوری کہتے ہیں میں نے ابوعبداللہ محمد بن یزید سے سنا وہ کہہ رہے تھے میں نے مقریٔ عبداللہ بن یزید سے سنا انہوں نے نبی کریم ﷺ کے قول مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ (جو مسلمان بھی میرے اوپر سلام کہے گا اللہ تعالیٰ اس کی طرف میری روح کو متوجہ کردیں گے اور میں سلام کا جواب دوں گا) کے متعلق فرمایا ھٰذَا فِی الزِّیَارَۃ الخ یہ قبر شریف کی زیارت کرنے والے کے بارے میں ہے کہ جب وہ میری قبر کی زیارت کرے گا اور مجھ پر سلام کرے گا تو اللہ تعالیٰ میری روح کو متوجہ کردیں گے اور میں سلام کا جواب دوں گا۔ (جزء بانتخاب ابی طاہر السلفی ص ۴، نیز وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۷۷، سبل الہدیٰ ج ۱۰ ص ۴۵۲)

عقیدہ الفضل بن موفق (م؟) (ابن خال سفیان بن عیینہ م ۱۹۸ھ)

۲۱...... ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی کے حوالہ سے شرح الصدور ص ۱۵۳ باب زیارۃ القبور میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں: فضل بن موفق فرماتے ہیں جب میرے باپ کی وفات ہوئی تو مجھے شدید غم لاحق ہوا اس لئے میں ہر روز والد صاحب کی قبر پر آتا پھر میں نے اس میں کوتاہی کی تو میں نے والد صاحب کو خواب میں دیکھا والد صاحب نے فرمایا یابنی ما ابطأ بك عنی اے پیارے بیٹے! میرے پاس آنے سے کس چیز نے آپ کو سست بنا دیا، میں نے کہا کہ ابا جی میرے آنے کا آپ کو پتا چلتا ہے؟ ابا جی نے کہا مَا جِئْتَ مرّۃ الّا علمتہا وَقد کنت تأتِینی فَأسرُّ بك وَیسرُّ من حَولی بدعائك آپ جتنی مرتبہ بھی آئے مجھے اس کا علم ہوجاتا تھا، آپ جب آتے تھے تو میں آپ کی وجہ سے خوش ہوتا تھا اور میرے اردگرد والے اہل قبور بھی آپ کی دعا کی وجہ سے خوش ہوتے چنانچہ اس کے بعد والد صاحب کی قبر پر کثرت سے جاتا ہوں۔ (نیز شعب الایمان ۱۰/۲۹۹)

عقیدہ بعض اہل جحدری (م؟) (وفاۃ عاصم الجحدری قبل ۱۳۰ھ)

۲۲...... عَنْ بَعْضِ اَھْلِ عاصم الجحدری قَالَ رَأَیْتُ عاصما الجحدری فِی مَنَامِی بَعْدَ مَوْتِہٖ لِسَنَتَیْنِ... قُلْتُ فَھَلْ تَعْلَمُونَ بِزِیَارَتِنَا لَکُمْ؟ قَالَ نَعْلَمُ بِھَا عَشِیَّۃَ الْجُمُعَۃِ وَیَوْمَ الْجُمُعَۃِ کُلَّہٗ وَلَیْلَۃَ السَّبْتِ اِلٰی طُلُوعِ الشَّمْسِ قَالَ قُلْتُ فَکَیْفَ ذٰلِكَ دُونَ الْاَیَّامِ کُلِّھَا؟ قَالَ لِفَضْلِ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ وَعَظَمَتِہٖ (زاد المعاد ج ۱ ص ۴۰۲) عاصم جحدری کے بعض اہل خانہ سے روایت ہے کہ عاصم جحدری کو اس کی وفات کے دو سال بعد خواب میں دیکھا میں نے پوچھا ہم جو تمہاری زیارت کرتے ہیں تو کیا اس کا تمہیں پتہ چلتا ہے؟ جحدری نے کہا شب جمعہ، جمعہ کے دن اور ہفتہ کی رات کو زیادہ پتہ چل جاتا ہے۔ میں نے کہا یہ کیسے دوسرے سارے دنوں کو چھوڑ کر؟ اس نے کہا یہ جمعہ کے دن کی فضیلت کی وجہ سے ہے۔


قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی
مصدقہ رپورٹ
تحقیق وتخریج
حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
مکمل سیٹ
۵ جلدیں
۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان